﴿ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴾ ﴿ ...اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ﴾ (آل عمران:74) ﴿ ...عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا ﴾ (بنی اسرائیل:80)

سہ روزہ

الفضل انٹرنیشنل

خصوصی اشاعت بسلسلہ یوم خلافت

مدیر اعلیٰ: حافظ محمد ظفر اللہ عاجزؔ

جلد 26 | جمعۃ المبارک 24/ اور سوموار 27/ مئی 2019ء | 18/ اور 21/ رمضان 1440 ہجری قمری | 24/ اور 27/ ہجرت 1398 ہجری شمسی | شمارہ 21، 22

لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ

(القرآن)

ثُمَّ تَکُوۡنُ خِلَافَۃٌ عَلٰی مِنۡهَاجِ النُّبُوَّۃِ۔ ثُمَّ سَکَتَ...

(الحدیث)

مُبَارِکٌ وَّمُبَارَکٌ وَّکُلُّ اَمۡرٍ مُّبَارَکٍ یُّجۡعَلُ فِیۡہِ

(تذکرہ)

'مسجد مبارک' (اسلام آباد۔ ٹلفورڈ)

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
1	ارشادات عالیہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام	02
2	امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا پیغام قارئین الفضل کے نام	03
3	آیت استخلاف کی تفسیر بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ	04
4	خطبہ جمعہ امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 03؍ مئی 2019ء	05
5	امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی مصروفیات	10
6	اوّلیاتِ اسلام آباد	10
7	نظامِ خلافت، اہمیت اور برکات	11
8	آبادیٔ مرکزِ نو اور جشنِ بہاراں (منظوم)	14
9	کیا آپ الفضل انٹرنیشنل میں لکھنے کے خواہش مند ہیں؟	14
10	خلفائے احمدیت کی مثالی اطاعتِ خلافت	15
11	ہم کو خاص الخاص بخشا ہے خدا نے یہ انعام (منظوم)	17
12	خلاصہ خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 10؍ مئی 2019ء	18
13	خلفائے احمدیت کی خدمتِ قرآن کریم	19
14	خلافتِ حقہ اسلامیہ کے مراکز	22
15	نئے مرکزِ احمدیت ’اسلام آباد‘ میں پہلا ہفتہ	24
16	خلافتِ احمدیہ، حقیقی جہاد کی عملی تصویر	28
17	خلافت دائمی نعمت ہے منہاجِ نبوت پر (منظوم)	30
18	خلافت اور ریاست کے بارے میں ’غامدی‘ صاحب کے نظریہ کا تحقیقی جائزہ	31
19	خلافت (منظوم)	33
20	اتحادِ امت کی ضامن، امنِ عالم کی نوید اور عصرِ حاضر کے جملہ مسائل کا یقینی حل / **خلافت**	34
21	گلزارِ خلافت (منظوم)	38
22	خلافت کی عظیم الشان برکات	39
23	ہر دائرۂ حیات میں امن صرف خلافتِ احمدیہ کی بدولت ممکن ہے	41
24	خطبہ نکاح فرمودہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز	45
25	**حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کو پورا کرنے والی خلافت میں جماعتی ترقیات کا لامتناہی سلسلہ**	46
26	احمدیت کے علمبردار دو گروہوں کے صدی کے سفر کا تقابلی جائزہ	51
27	مرتبہ میں ہے جو سب سے اس زماں میں بیشتر (منظوم)	54
28	خلافتِ احمدیہ کا احسان۔ نظامِ قضاء کا قیام	55
29	خلفائے احمدیت کی مقبول دعائیں۔ چند ایمان افروز واقعات	59
30	میں عافیت کا ہوں حصار	63
31	خلافتِ احمدیہ اور اردو زبان	64
32	تعارف کتاب: حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے قضائی فیصلے اور ارشادات	67
33	خلافتِ احمدیہ، محبتوں اور شفقتوں کا لامتناہی خزانہ	69
34	پریشان روحوں کی راحت خلافت (منظوم)	73
35	الفضل ڈائجسٹ	77
36	شیڈول ایم ٹی اے	79
37	نئے مرکز احمدیت اسلام آباد میں ’’مسجد مبارک‘‘ کا افتتاح اور پہلا خطبہ جمعہ	80

’’دوسری قدرت... دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔‘‘

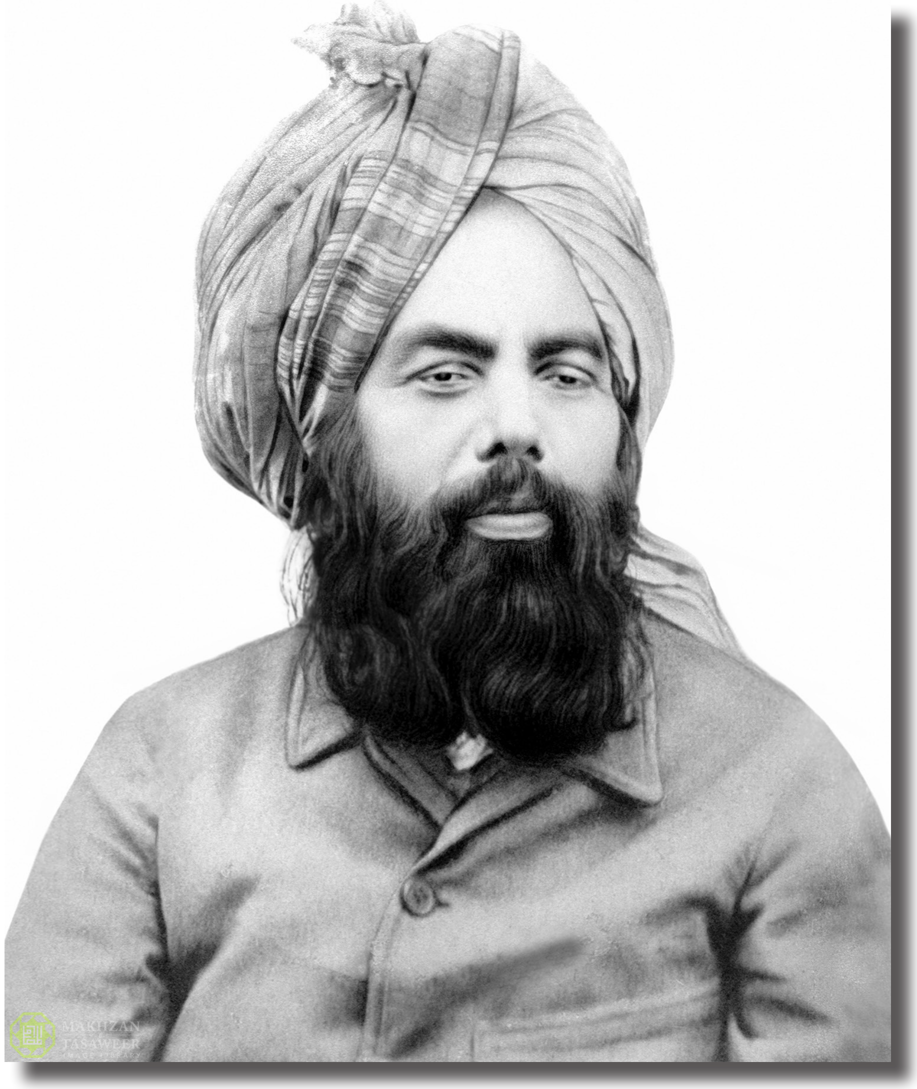

سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنّت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے۔ سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنّت کو ترک کر دیوے۔ اس لیے تم میری اس بات سے جو مَیں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لیے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لیے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن مَیں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لیے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔ جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے۔ اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ مَیں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا۔ سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اس کے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے۔ وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے۔ وہ سب کچھ تمہیں دکھلائے گا جس کا اس نے وعدہ فرمایا ہے۔ اگرچہ یہ دن دنیا کے آخری دن ہیں اور بہت بلائیں ہیں جن کے نزول کا وقت ہے پر ضرور ہے کہ یہ دنیا قائم رہے جب تک وہ تمام باتیں پوری نہ ہو جائیں جن کی خدا نے خبر دی۔ مَیں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور مَیں خدا کی ایک مجسّم قدرت ہوں۔ اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔ سو تم خدا کی قدرتِ ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دُعا کرتے رہو۔ اور چاہیے کہ ہر ایک صالحین کی جماعت ہر ایک ملک میں اکٹھے ہو کر دعا میں لگے رہیں تا دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو اور تمہیں دکھاوے کہ تمہارا خدا ایسا قادر خدا ہے۔ اپنی موت کو قریب سمجھو تم نہیں جانتے کہ کس وقت وہ گھڑی آجائے گی۔ (الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 305-306)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا پیغام قارئینِ الفضل کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی عَبْدِهِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالنّاصر

واجعل لي من لدنك سلطانا نصيرا
إنا فتحنا لك فتحا مبينا
ولقد نصركم الله ببدر وأنتم أذلة

امام جماعت احمدیہ

اسلام آباد یوکے

K-30-4-19

پیارے قارئین الفضل انٹرنیشنل لندن

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی ہے کہ الفضل انٹرنیشنل کا ’’خلافت نمبر‘‘ شائع ہو رہا ہے۔ اللہ کے فضل سے خلافت احمدیہ کو قائم ہوئے 111 سال ہو گئے ہیں اور اللہ کے فضلوں کی بارش کے نظارے ہر روز ہم دیکھتے ہیں۔ یہ سب اسی حقیقی اسلامی تعلیم کا حصہ ہے اور اسی کی وجہ سے ہے جو اس زمانے میں ہمیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی وجہ سے حاصل ہوئی۔ آپ علیہ السلام کی وفات کے بعد جماعت نے اللہ تعالیٰ کے حضور گڑ گڑا کر دعائیں کیں۔ اس کا فضل مانگا، اس کا رحم مانگا۔ اس کے حضور جھکے، اپنے اندر خلافت کی نعمت کو قائم رکھنے کے لئے بے انتہا تڑپے۔ نتیجۃً وہ خدا جو اپنے بندے سے بے انتہا پیار کرنے والا خدا ہے، جو بندے کے ایک قدم آگے کی طرف بڑھانے سے کئی قدم اس کی طرف بڑھتا ہے۔ اس خدا نے جو سچے وعدوں والا خدا ہے اپنے بندوں کی خوف کی حالت کو امن میں بدلا۔ وہ خدا جو سب طاقتوں کا مالک ہے، وہ خدا جو مٹی کے ذرے سے بھی کام لینے کی طاقت رکھتا ہے، وہ خدا جو ایک تنکے میں بھی فولاد کے شہتیر سے بھی زیادہ مضبوطی پیدا کرنے کی طاقت رکھتا ہے اس نے ہم پر رحم فرمایا اور احمدیت کے قافلہ کو پھر سے اپنی منزل کی طرف رواں دواں کر دیا۔ اس پر ہر احمدی نے اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر کے جذبات سے لبریز ہو کر اپنے سر اللہ تعالیٰ کے حضور جھکا دئے۔ اپنی وفاؤں کو انتہا تک پہنچایا اور خلافت کے قیام کے لئے اپنے وعدوں کو پورا کیا۔ اس خدا نے بھی جماعت کی اس شکر گزاری کے جذبہ کی قدر کرتے ہوئے جماعت پر اپنے فضلوں کی بارش اور تیز کر دی۔ اور یہ بارش کوئی رکنے والی بارش نہیں۔ اور یہ بارش انشاء اللہ برسے گی اور برستی رہے گی کیونکہ یہ ہمارے رب کا اعلان ہے کہ اگر تم شکر ادا کرو گے تو مَیں ضرور تمہیں بڑھاؤں گا۔ پس اپنی وفاؤں، اپنی دعاؤں اور اپنے مولا کے حضور اپنے شکر گزاری کے جذبات کے اظہار سے، اس کے فضلوں کی برستی بارش کو کبھی رکنے نہ دیں۔ زیادہ سے زیادہ خلافت سے وابستہ رہ کر اپنی دینی اور اخلاقی حالت کو سدھارنے کی کوشش کریں اور ایک ہاتھ پر جمع ہو کر دنیا کو محمد مصطفیٰ ﷺ کے پیغام کی طرف بلانے کے لئے اور امّتِ واحدہ کے قیام کے لئے کوشاں رہیں تا کہ جلد از جلد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی اغراض پوری ہوں اور آنحضرت ﷺ کا جھنڈا تمام دنیا پر لہرانے لگے اور اللہ کی حکومت دلوں پر قائم ہو جائے۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمین

والسلام

خاکسار

مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس

آیت استخلاف کی تفسیر بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

درس القرآن فرمودہ یکم مارچ 1921ء

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ۪ وَ لَیُمَکِّنَنَّ لَہُمۡ دِیۡنَہُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَہُمۡ وَ لَیُبَدِّلَنَّہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِہِمۡ اَمۡنًا ؕ یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا ؕ وَ مَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ (النور: 56)

یہ آیت اس زمانہ میں بہت ہی زیر بحث ہے۔ اس میں خلافت کا مضمون بیان کیا گیا ہے۔ میں خلافت کے مسئلہ کے متعلق کم بولتا ہوں۔ کیونکہ طبعاً میری طبیعت میں یہ بات داخل ہے کہ جس مسئلہ کا اثر میری ذات پر پڑتا ہو اسے میں بہت کم بیان کیا کرتا ہوں۔ ہاں جب کوئی اعتراض کرے۔ تو جواب دینے کے لیے بولنا پڑتا ہے۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ خلافت کے مسئلہ کے متعلق بہت زور دیا کرتے تھے۔ کیونکہ انہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ علم دیا گیا تھا کہ اس کے متعلق فتنہ ہو گا اس وجہ سے لیکچروں، درسوں اور دعاؤں میں بہت زور دیا کرتے تھے۔

میرے نزدیک یہ مسئلہ اسلام کے ایک حصہ کی جان ہے، مختلف حصوں میں مذاہب کا عملی کام منقسم ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ جس حصہ مذہب سے تعلق رکھتا ہے وہ وحدت قومی ہے۔ کوئی جماعت، کوئی قوم اس وقت تک ترقی نہیں کرسکتی۔ جب تک ایک رنگ کی اس میں وحدت نہ پائی جائے۔ مسلمانوں نے قومی لحاظ سے تنزل ہی اس وقت کیا ہے جب ان میں خلافت نہ رہی اور جب خلافت نہ رہی۔ تو وحدت نہ رہی۔ اور جب وحدت نہ رہی تو ترقی رک گئی اور تنزل شروع ہو گیا کیونکہ خلافت کے بغیر وحدت نہیں ہوسکتی۔ اور وحدت کے بغیر ترقی نہیں ہوسکتی ترقی وحدت کے ذریعہ ہی ہوسکتی ہے۔ جب ایک ایسی رسی ہوتی ہے جو کسی قوم کو باندھے ہوئے ہوتی ہے تو اس قوم کے کمزور بھی طاقتوروں کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتے جاتے ہیں۔ دیکھو اگر شاہ سوار کے پیچھے ایک چھوٹا لڑکا بٹھا کر باندھ دیا جائے۔ تو لڑکا بھی اسی جگہ پہنچ جائے گا جہاں شاہ سوار کو پہنچنا ہو گا۔ یہی حال قوم کا ہوتا ہے اگر وہ ایک رسی میں بندھی ہو۔ تو اس کے کمزور افراد بھی ساتھ دوڑے جاتے ہیں لیکن جب رسی کھل جائے تو گو کچھ دیر تک طاقتور دوڑتے رہتے ہیں لیکن کمزور پیچھے رہ جاتے ہیں اور آخر کار نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کئی طاقتور بھی پیچھے رہنے لگ جاتے ہیں کیونکہ کئی ایسے ہوتے ہیں جو کہتے ہیں فلاں جو پیچھے رہ گئے ہیں ہم بھی رہ جائیں پھر ان لوگوں میں جو آگے بڑھنے کی طاقت رکھتے اور آگے بڑھتے ہیں چلنے کی قابلیت نہیں رہتی۔ مگر قومی اتحاد ایسا ہوتا ہے کہ ساری قوم کی قوم چٹان کی طرح مضبوط ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے کمزور بھی آگے بڑھتے جاتے ہیں۔

جیسا کہ میں نے بتایا تھا سورۂ نور میں اسلام کی اور انسان کی روحانی ترقیات کے ذرائع کا ذکر ہے ان ذرائع میں سے بعض کا تو پہلے ذکر آچکا ہے اور ایک ذریعہ اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ۪ وعدہ فرمایا ہے اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور عمل صالح کیے (اور یہ وعدہ معمولی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ اپنی ذات کی قسم کھا کر فرماتا ہے) کہ ان کو ضرور ضرور خلیفہ بنائے گا اس زمین میں جیسا کہ اس نے خلیفہ بنایا تم سے پہلوں کو۔

اس میں یہ بتایا ہے کہ خدا نے مومنوں سے یہ وعدہ کیا ہے۔

آگے اس وعدہ کی خصوصیات بیان فرماتا ہے۔

وَ لَیُمَکِّنَنَّ لَہُمۡ دِیۡنَہُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَہُمۡ وہ ضرور قائم کر دے گا، ثابت کر دے گا ان کے لیے ان کے دین کو جو ان کے لیے پسند کیا گیا۔

یہ ایک سلوک ہے۔ دوسرا سلوک ان سے یہ کرے گا کہ وَ لَیُبَدِّلَنَّہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِہِمۡ اَمۡنًا ؕ اور خوف کے بعد امن سے ان کی حالت بدل دے گا۔ اس کا نتیجہ کیا ہو گا فرماتا ہے یہ کہ یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا ؕ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔

آگے فرماتا ہے یہ تمہارے لیے اتنا بڑا انعام ہے کہ وَ مَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ جو اس کی قدر نہ کرے گا وہ ہمارے دفتر سے کاٹ دیا جائے گا۔

یہ اس قدر سخت وعید ہے کہ پچھلے کسی وعدہ کی ناقدری کے متعلق ایسی وعید نہیں رکھی گئی۔ اس زمانہ میں بدقسمتی سے بعض لوگوں نے خلافت سے اختلاف کیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ خلافت کا سلسلہ حکومت سے تعلق رکھتا ہے۔ حالانکہ یہاں اللہ تعالیٰ نے جتنا زور دیا ہے مذہب پر ہی دیا ہے۔ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ ایک بات۔ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ دوسری بات۔ وَ لَیُمَکِّنَنَّ لَہُمۡ دِیۡنَہُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَہُمۡ تیسری بات۔ یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا ؕ چوتھی بات۔ وَ مَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ پانچویں بات۔ یہ پانچوں باتیں تو صاف طور پر دین سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور تمکین دین کے ساتھ امن کا آنا ظاہر کرتا ہے۔ کہ اس سے بھی دینی امن ہی مراد ہے۔ اس طرح اس آیت میں تمام کا تمام دین کا ذکر ہے۔ اور اس سے آگے بھی خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ یہ بھی دین ہی کے احکام ہیں۔ پس یہاں دین ہی دین کا ذکر ہے۔ ورنہ اگر یہاں یہ سمجھا جائے کہ سلطنت کا ذکر ہے۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ روحانی ترقیات کے ذرائع بتانے کے سلسلہ میں سلطنت کا ذکر کیا تعلق رکھتا ہے۔ سلطنت تو کافر اور بدکار لوگ بھی قائم کر لیتے ہیں۔

اصل اور سچی بات یہی ہے کہ خلافت جو روحانی ترقیات کا ایک عظیم الشان ذریعہ ہے اسی کا یہاں ذکر ہے۔ سلطنت کا نہیں ہے۔ اس خلافت سے مراد خواہ خلافت ماموریت لے لو۔ یا خلافت نیابت مامورین لے لو بہرحال روحانی خلافت کا ہی یہاں ذکر ہے۔ یہ دونوں قسم کی خلافت روحانیت کی ترقی کا ذریعہ ہے۔ خلافت ماموریت تو اس طرح کہ اس کے ذریعہ ایک انسان خدا سے نور پا کر دوسروں کو منور کرتا ہے۔ اور خلافت نیابت مامورین اس طرح کہ اس انتظام اور نگرانی سے کمزوروں کی بھی حفاظت ہوتی جاتی ہے۔ پس ان دونوں قسم کی خلافتوں میں برکات ہیں اور دونوں روحانی ترقیات کا باعث ہیں۔ اور دونوں کے بغیر روحانیت مفقود ہو جاتی ہے چنانچہ دیکھو رسول کریم ﷺ کے بعد جب خلافت کا سلسلہ ٹوٹا۔ تو پھر اسلام کو کوئی نمایاں ترقی نہیں ہوئی لیکن رسول کریم ﷺ کے بعد جو خلافتیں تھیں۔ ان میں عظیم الشان تغیر ہوئے۔ قوموں کی قومیں اسلام میں داخل ہوگئیں اور اسلام بڑی سرعت کے ساتھ پھیل گیا۔ لیکن جب روحانی خلافت کا سلسلہ نہ رہا۔ تو اسلام کی ترقی بھی رک گئی یا پھر ان لوگوں کے ذریعہ کسی قدر ترقی ہوئی۔ جو خدا سے الہام اور وحی پا کر اسلام کی خدمت کے لیے کھڑے ہوئے۔ تو روحانی خلافت کے بغیر اسلام کو کوئی ترقی نہ ہوئی بلکہ تنزل ہوتا رہا۔

آج بھی لوگ خلافت کا شور ڈال رہے ہیں اور خدا کی قدرت ہے چند ہی سال پہلے جو لوگ ہم پر اس وجہ سے شرک کا الزام لگاتے تھے کہ ہم خلافت کے قائل ہیں۔ اور کہتے تھے کہ خلافت کے مٹانے کا وقت آ گیا ہے۔ چنانچہ وہی ٹریکٹ جو ’’اظہار الحق‘‘ کے نام سے شائع کیا گیا۔ اس کے مضمون کی بنیاد ہی اسی امر پر رکھی گئی تھی کہ ہر ایک مامور کسی خاص کام کے لیے آتا ہے اور حضرت مسیح موعود اس زمانہ میں اسی لیے آئے کہ ہر قسم کی شخصی حکومت مٹا کر جمہوری حکومت قائم کریں۔ یہ ٹریکٹ لاہور کے جن لوگوں کی مرضی اور منشاء کے ماتحت شائع ہوا تھا۔ آج وہی کہہ رہے ہیں کہ خلافت ٹرکی ضرور قائم رہنی چاہیے۔ اور یہ مسلمانوں کا مذہبی مسئلہ ہے۔ کوئی ایسی بات نہیں ہونی چاہیے جس سے اس میں دست اندازی سمجھی جائے۔

اس سے ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان لوگوں کو مجبور کر کے ان کے مونہوں سے وہی باتیں نکلوائی ہیں جن کی بنا پر ہم سے اختلاف کر کے علیحدہ ہوئے تھے تا کہ معلوم ہو جائے کہ ان کے علیحدہ ہونے کی وجہ دنیاوی اغراض ہی تھیں دینی نہ تھیں کیونکہ اس وقت جب انہوں نے خلافت کے مسئلہ کو اپنی اغراض کے خلاف دیکھا تو اس کے مٹانے کے درپے ہو گئے اور اب عام مسلمانوں کو جب خلافت پر زور دیتے دیکھا تو ان کی ہمدردی حاصل کرنے اور ان سے فائدہ اٹھانے کی غرض سے خلافت کو دینی مسئلہ بنا لیا۔ ان کے مقابلہ میں ہمیں دیکھا جائے تو صاف ظاہر ہو گا کہ جو کچھ ہم نے پہلے خلافت کے متعلق کہا تھا۔ اب بھی اسی پر قائم ہیں اور ایک انچ اس سے آگے پیچھے نہیں ہوئے۔

خلافت اسلام کے اہم مسائل میں سے ایک مسئلہ ہے اور اسلام کبھی ترقی نہیں کرسکتا جب تک خلافت نہ ہو ہمیشہ خلفاء کے ذریعہ اسلام نے ترقی کی ہے اور آئندہ بھی اسی ذریعہ سے ترقی کرے گا۔ اور ہمیشہ خدا تعالیٰ خلفاء مقرر کرتا رہا ہے۔ اور آئندہ بھی خدا تعالیٰ ہی خلفاء مقرر کرے گا۔ یہی ہماری جماعت میں جو خلافت کے متعلق جھگڑا ہوا۔ وہ لوگ جنہوں نے اس وقت کے حالات دیکھے۔ وہ جانتے ہیں کہ کتنا بڑا فتنہ برپا ہوا تھا۔ اب تو کہا جاتا ہے کہ منصوبہ کیا ہوا تھا۔ اس لیے کامیابی ہوگئی مگر اس وقت کے حالات کو جاننے والے جانتے ہیں۔ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ۪ کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ہم خلیفہ بناتے ہیں جو کچھ ہوا اسی کے ماتحت ہوا وہ لوگ جو اب یہاں سے علیحدہ ہو گئے ہیں ان کے متعلق بچے (مدرسہ احمدیہ اور ہائی سکول کے لڑکے جو درس میں موجود تھے) نہیں سمجھ سکتے کہ ان کی یہاں کیسی حکومت تھی اور نہ نئے آدمی اس کا اندازہ لگا سکتے ہیں لیکن یہاں کی ہر چیز پر ان کا اتنا قبضہ اور اقتدار تھا کہ خلافت کے اختلاف کے وقت سب سے پہلا سوال یہی پیدا ہوا کہ جب سب انتظام ان کے سپرد ہے تو ہمارا کام کس طرح چلے گا۔ اور ان کو اپنے قبضہ اور انتظام پر اتنا گھمنڈ تھا کہ انہوں نے علی الاعلان کہا ہم تو جاتے ہیں لیکن دس سال کے اندر اندر یہاں سکول وغیرہ کی عمارتوں پر عیسائیوں کا قبضہ ہو گا۔ اس بات کو کہے ہوئے سات سال تو گزر چکے ہیں مگر سکول میں ہر طرح ترقی ہو رہی ہے لڑکے بھی پہلے کی نسبت زیادہ پڑھتے ہیں آبادی بھی دن بدن بڑھ رہی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ خلیفہ خدا ہی بناتا ہے کیونکہ جس حالت میں وہ یہاں کے کاروبار کو چھوڑ کر گئے تھے۔ وہ ایسی تھی کہ تباہی کی حالت تھی چنانچہ جب وہ یہاں سے گئے تو چند آنے کے پیسے خزانے میں تھے اور انجمن اٹھارہ ہزار سے زیادہ کی مقروض تھی۔ ہماری ترقیات کے لحاظ سے قرضہ تو اب بھی ہو گیا ہے۔ مگر قرضہ سے زیادہ اس وقت ہماری دوسری مدات میں روپیہ موجود ہے۔ اور اب خدا تعالیٰ نے اس قدر فضل کیا ہے کہ ایک ایک احمدی 18،18 ہزار دے دیتا ہے۔ اور ہر محکمہ اور ہر صیغہ میں دن بدن ترقی ہو رہی ہے۔ وہ کہتے تھے جس کے ہاتھ میں جماعت کو دیا گیا ہے وہ نوجوان اور ناتجربہ کار ہے اور جماعت کو تباہ کر دے گا۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت خلیفہ اول کے وقت جب ان لوگوں کی کمیٹی مسجد میں ہو رہی تھی اور میں اندر ٹہل رہا تھا تو میں نے سنا شیخ رحمت اللہ صاحب کہہ رہے تھے کیسا غضب ہے بچہ کو خلیفہ بنانے کے لیے یہ فتنہ کھڑا کیا گیا ہے چونکہ میں نہیں جانتا تھا کس کے متعلق یہ کہا جا رہا ہے اس لیے حیران ہو رہا تھا کہ کون سا بچہ ہے جو خلیفہ بن جائے گا۔ مگر جیسا کہ خدا تعالیٰ کی ایک مقدس کتاب میں آیا ہے۔ کہ وہ پتھر جسے معماروں نے رد کر دیا وہی کونہ کا پتھر ہوا۔ ایسا ہی خدا تعالیٰ نے مجھے جس کی اس وقت مخالفت کی جا رہی تھی جبکہ میں بالکل ناواقف تھا وقت پر خلیفہ بنا دیا۔ اور میں سمجھتا ہوں خدا تعالیٰ نے مجھے ان لوگوں

......باقی صفحہ نمبر 36 پر......

خطبہ جمعہ

’’یہ خدا کا رعب ہے جو اس نے کفار کے دلوں پر مسلّط کر دیا ہے‘‘

’’اللہ اس کا مددگار ہے جو اللہ کا مددگار ہے اور وہ اس کو رُسوا کرنے والا ہے جس نے اس کا انکار کیا‘‘

اخلاص و وفا کے پیکر بدری اصحابِ رسول ﷺ حضرت عُبَیْد بن ابوعُبَیْد انصاری اَوْسِی، حضرت عبداللہ بن نعمان بن بلدمہ، حضرت عبداللہ بن عمیر، حضرت عمرو بن حارث، حضرت عبداللہ بن کعب، حضرت عبداللہ بن قیس، حضرت سلمہ بن اسلم، حضرت عقبہ بن عثمان، حضرت عبداللہ بن سہل، حضرت عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کی سیرت مبارکہ کا دلنشین تذکرہ

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی نواسی اور حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ممانی مکرمہ صاحبزادی صبیحہ بیگم صاحبہ اہلیہ محترم صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب کی وفات پر ان کا ذکرِ خیر اور نمازِ جمعہ کے بعد نمازِ جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 03؍ مئی 2019ء بمطابق 03؍ ہجرت 1398 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یو کے

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

آج جن بدری صحابہ کا میں ذکر کروں گا ان میں پہلا نام ہے حضرت عُبَیدؓ۔ ان کا پورا نام حضرت عُبَیْد بن ابوعُبَیْد انصاری اَوْسِیؓ تھا۔ ابن ہشام کے مطابق آپؓ قبیلہ اَوس کے خاندان بنو امیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت عُبَیدؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوۂ بدر، غزوۂ احد اور غزوۂ خندق میں شامل ہوئے تھے۔ (اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ المجلد الثالث صفحہ 538-539 دار الکتب العلمیہ بیروت 2008ء)(السیرۃ النبویہ لابن ہشام صفحہ 465، الْأَنْصَارُ وَمَنْ مَعَهُمْ، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان 2001ء) (الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء 3 صفحہ 243 وَمِنْ حُلَفَاءِ بَنِيْ ظَفَرٍ، عُبَيْدُ بْنُ أَبِيْ عُبَيْدٍ، دار الاحیاء التراث العربی بیروت لبنان 1996ء) اس سے زیادہ ان کی مزید تفصیل نہیں ہے۔

دوسرے صحابی جن کا ذکر ہے ان کا نام حضرت عبداللہ بن نُعمان بن بَلْدَمَہؓ ہے۔ حضرت عبداللہ کے دادا کا نام بَلْدَمَہ یا بَلْذَمَہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن نعمانؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کے خاندان بنو خُنَاس سے تھا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ 471، ذِكْرُ الْأَنْصَارِ وَمَنْ مَعَهُمْ / مِنْ بَنِيْ خُنَاس، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)(الاصابہ فی تمییز الصحابہ الجزء الرابع صفحہ 213، عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ النُّعْمَان، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان 2005ء)

حضرت عبداللہ بن نعمانؓ حضرت ابوقتادہؓ کے چچازاد بھائی تھے۔ حضرت عبداللہ بن نعمانؓ کو غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شامل ہونے کی سعادت ملی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 293 طَبَقَاتُ الْبَدْرِيِّيْنَ مِنَ الْأَنْصَارِ / عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ النُّعْمَان، دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

پھر جن صحابی کا ذکر کرنا ہے ان کا نام ہے حضرت عبداللہ بن عمیرؓ۔ حضرت عبداللہ بن عمیرؓ کا تعلق قبیلہ بَنُو جِدَارَہ سے تھا۔ آپؓ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ ایک قول کے مطابق آپ کے والد کا نام عُمَیر کے بجائے عُبَید بھی بیان ہوا ہے۔ اسی طرح بعض نے آپؓ کے دادا کا نام عَدِی بیان کیا ہے جبکہ بعض نے حَارِثَہ بیان کیا ہے۔ ابن ہشام نے آپؓ کا قبیلہ بَنُو جِدَارَہ بیان کیا ہے جبکہ ابن اسحاق نے بنو حَارِثَہ بیان کیا ہے۔ (السیرۃ النبویہ لابن ہشام صفحہ 467، الانصار ومن معھم/من بنی جدارۃ، دار الکتب العلمیہ بیروت 2001ء) (الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 277، عبداللہ بن عمیر، دار احیاء التراث العربی 1996ء) (الاصابہ فی تمییز الصحابہ لابن حجر العسقلانی الجزء الرابع، صفحہ 172، عبداللہ بن عمیر، دار الکتب العلمیہ بیروت 2005ء) دونوں ہی تاریخ لکھنے والے ہیں۔

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام حضرت عَمرو بن حارثؓ ہے۔ حضرت عَمروؓ کا تعلق قبیلہ بنو حارث سے تھا۔ بعض نے آپؓ کا نام عمرو بیان کیا ہے جبکہ دیگر آپؓ کا نام عامر بھی بیان کرتے ہیں۔ آپؓ کی کنیت ابونَافِع تھی۔ حضرت عَمروؓ نے شروع میں ہی مکہ میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ آپؓ ہجرتِ حبشہ ثانیہ میں شامل تھے۔ آپ کو غزوۂ بدر میں شمولیت کی سعادت نصیب ہوئی۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام صفحہ 463، باب من حضر بدرا من المسلمین، دار الکتب العلمیہ بیروت 2001ء)(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب لابی عمر جلد 3 صفحہ 255، عمرو بن حارث، دار الکتب العلمیہ بیروت 2002ء)(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ لابن اثیر جلد 4، صفحہ 197، عمرو بن حارث، دار الکتب العلمیہ بیروت 2008ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت عبداللہ بن کَعبؓ۔ حضرت عبداللہ بن کعب قبیلہ بنو مَازِن سے تھے۔ آپؓ کے والد کا نام کعب بن عَمرو اور آپؓ کی والدہ کا نام رُبَاب بنتِ عبداللہ تھا۔ آپؓ حضرت اَبُولَیْلیٰ مَازِنیؓ کے بھائی تھے۔ حضرت عبداللہ بن کعبؓ کے ایک بیٹے کا نام حارث تھا جو زُغَیْبَہ بنتِ اَوس سے پیدا ہوئے تھے۔ حضرت عبداللہ بن کعبؓ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ آپؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے روز اموال غنیمت پر نگران مقرر فرمایا تھا۔ اس کے علاوہ دیگر مواقع پر بھی آپؓ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اموالِ خُمس پر نگران بننے کی سعادت نصیب ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن کعبؓ غزوۂ احد، غزوۂ خندق اور اس کے علاوہ تمام دیگر غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن کعبؓ کی وفات مدینے میں حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں 33 ہجری میں ہوئی اور آپؓ کی نمازِ جنازہ حضرت عثمانؓ نے پڑھائی۔ آپؓ کی کنیت ابو حارث کے علاوہ ابویحییٰ بھی بیان کی جاتی ہے۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام صفحہ 475، الانصار ومن معھم / من بنی مازن بن النجار و حلفاءھم، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001)

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 268 ’’عبد اللّٰہ بن کعب بن عمرو‘‘ ۔دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان 1996ء) (الاستیعاب فی معرفة الاصحاب المجلد الثالث صفحہ105 ’’عبداللّٰہ بن کعب المازنی‘‘ دارا کتب العلمیہ بیروت لبنان 2002ء) (اسد الغابہ فی معرفة الصحابہ المجلد الثالث صفحہ 370 ’’عبداللّٰہ بن کعب بن عمرو‘‘ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان2008ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت عبد اللہ بن قیسؓ۔حضرت عبد اللہ بن قیسؓ قبیلہ بنو نجار سے تھے۔آپؓ کے دادا کا نام سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں زیادہ تر خَالِد بیان ہوا ہے تاہم طبقات الکبریٰ میں ان کا نام خَلَّدہ لکھا ہے۔حضرت عبد اللہ بن قیسؓ کے بیٹے کا نام عبد الرحمٰن اور بیٹی کا نام عُمَیرہ تھا۔ان دونوں کی والدہ کا نام سُعَاد بنت قَیس تھا۔ان کے علاوہ آپؓ کی ایک اَور بیٹی بھی تھیں جن کا نام اُمِّ عَوْن تھا۔حضرت عبد اللہ بن قیسؓ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شریک ہوئے۔عبد اللہ بن محمد بن عُمَارہ انصاری کے مطابق آپؓ غزوۂ احد میں شہید ہوئے تھے جبکہ دوسرے قول کے مطابق آپ غزوۂ احد میں شہید نہیں ہوئے بلکہ آپؓ زندہ رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور آپؓ نے حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں وفات پائی۔

(السیرة النبویہ لابن ھشام صفحہ474، الانصار ومن معھم / نسب عفراء، دار الکتب العلمیة بیروت 2001) (الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 258 ’’عبداللّٰہ بن قیس‘‘ ۔دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان 1996ء)

تاریخ کی مختلف کتب میں بعض جگہ اختلاف ہو جاتا ہے اس لیے مَیں بیان کر دیتا ہوں۔

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام حضرت سَلَمَہ بن اسلمؓ ہے۔حضرت سلمہ بن اسلمؓ قبیلہ بنو حارثہ بن حارث سے تھے۔آپؓ کے والد کا نام اسلم تھا۔ایک قول کے مطابق آپ کے دادا کا نام حَرِیْش تھا جبکہ دوسرے قول کے مطابق حَرِیْس تھا۔آپؓ کی کنیت اَبُو سَعْد تھی۔

(السیرة النبویہ لابن ھشام صفحہ464، الانصار ومن معھم / من بنی عبید بن کعب وحلفاءھم، دار الکتب العلمیة بیروت 2001) (الاستیعاب فی معرفة الاصحاب المجلد الثانی صفحہ 198 ’’سلمہ بن اسلم‘‘ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان 2002ء)

حضرت سلمہ بن اسلمؓ کی والدہ کا نام سُعَاد بنت رَافِع تھا۔حضرت سلمہ بن اسلمؓ غزوۂ بدر، غزوۂ احد، غزوۂ خندق اور اس کے علاوہ دیگر تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔آپؓ نے غزوۂ بدر میں صَائب بن عُبَیْد اور نُعْمان بن عَمْرو کو قید کیا تھا۔حضرت سلمہ بن اسلمؓ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں جنگ جِسر میں شہید ہوئے تھے جو دریائے فرات کے کنارے لڑی گئی تھی۔ اس جنگ کی تفصیل، میں گذشتہ خطبات میں بیان کر چکا ہوں۔ بہت بڑی جنگ تھی جو مسلمانوں اور ایرانیوں کے درمیان لڑی گئی تھی اور جِسر پُل کو کہتے ہیں۔ دریا پر ایک پل بنایا گیا تھا۔ اس سے، جِسر نام ہے اس کے ذریعے سے پھر مسلمان دوسرے علاقے میں گئے تھے۔ اور اس جنگ میں ایرانیوں کی طرف سے جنگی ہاتھی بھی استعمال ہوئے تھے۔ بہر حال جنگ میں دونوں فریقَین کا بہت نقصان ہوا۔مسلمانوں کا خاص طور پر بہت نقصان ہوا تھا۔ بوقتِ وفات روایات کے اختلاف کے ساتھ کم و بیش آپؓ کی عمر 38 سال بیان کی جاتی ہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 236 ’’سلمہ بن اسلم‘‘ وَمِنْ حُلَفَاءِ بَنِی عَبْدِ الْأَشْھَلِ بْنِ جُشَمَ ۔دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان 1996ء) (اسد الغابہ فی معرفة الصحابہ المجلد الثانی صفحہ516 ’’سلمہ بن اسلم‘‘ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان2008ء) (الاصابہ فی تمییز الصحابہ لابن حجر عسقلانی جلد3 صفحہ120 سلمہ بن اسلم، دار الفکر بیروت 2001) (تاریخ ابن خلدون مترجم جلد 3 حصہ اول صفحہ271، دار الاشاعت کراچی 2003ء)

علامہ نور الدین حلبی کی مشہور کتاب سیرت حلبیہ میں غزوۂ بدر کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کے ضمن میں بیان ہے کہ غزوۂ بدر میں حضرت سلمہ بن اسلمؓ کی تلوار ٹوٹ گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کھجور کی چھڑی دیتے ہوئے فرمایا کہ اس کے ساتھ لڑائی کرو۔حضرت سلمہ بن اسلمؓ نے جیسے ہی اس چھڑی کو اپنے ہاتھ میں لیا تو وہ ایک بہترین تلوار بن گئی اور وہ بعد میں ہمیشہ آپؓ کے پاس رہی۔

(السیرة الحلبیة جلد2 صفحہ245 ذکر مغازیہ ﷺ غزوة بدر الکبریٰ، دار الکتب العلمیہ بیروت 2002ء)

’شرح زرقانی‘ اور ’دلائلِ نبوت‘ میں ہے کہ بدر کے روز حضرت سلمہ بن اسلمؓ کی تلوار ٹوٹ گئی تو خالی ہاتھ رہ گئے اور بغیر کسی ہتھیار کے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک چھڑی دیتے ہوئے فرمایا اس کے ساتھ لڑائی کرو تو وہ ایک بہترین تلوار بن گئی جو یومِ جِسر میں شہید ہونے تک آپؓ کے پاس رہی۔

(شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیة جزء 2 صفحہ 302 باب غزوة بدر الکبریٰ، دار الکتب العلمیة بیروت1996ء) (دلائل النبوة للبیہقی جلد3 صفحہ99 باب ما ذکر فی المغازی من دعائہ۔۔۔۔دار الکتب العلمیة بیروت1988ء)

ابن سعد غزوۂ خندق کے ذکر کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ غزوۂ خندق کے موقع پر مہاجرین کا جھنڈا حضرت زید بن حارثہؓ کے پاس تھا اور انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن عُبادہؓ کے پاس تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمہ بن اسلمؓ کو دو سو آدمیوں پر نگران مقرر کیا تھا۔ ان جھنڈوں کے نیچے جو مختلف پارٹیاں تھیں ان پہ نگران مقرر کیے گئے تھے تو حضرت سلمہؓ کو دو سو آدمیوں پر نگران مقرر کیا گیا تھا اور حضرت زید بن حارثہؓ کو تین سو آدمیوں پر نگران مقرر کیا گیا تھا اور ان کی یہ ڈیوٹی مقرر فرمائی کہ وہ مدینے کا پہرہ دیں گے اور باآوازِ بلند تکبیر پڑھتے رہیں گے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بنو قُرَیظہ کی طرف سے جہاں بچے وغیرہ حفاظت کی غرض سے رکھے گئے تھے اس جگہ پر حملے کا اندیشہ تھا۔

(عیون الاثر جلد 2 صفحہ 88 غزوة الخندق، دار القلم بیروت1993ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی ایک سازش ہوئی تھی اور اس کے بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ

غزوۂ احزاب کی ذِلّت بھری ناکامی کی یاد نے قریشِ مکہ کے تن بدن میں آگ لگا رکھی تھی اور طبعاًیہ قلبی آگ زیادہ تر ابوسفیان کے حصے میں آئی تھی جو مکہ کا رئیس تھا اور احزاب کی مہم میں خاص طور پر ذلّت کی مار کھا چکا تھا۔ کچھ عرصے تک ابوسفیان اس آگ میں اندر ہی اندر جلتا رہا مگر بالآخر معاملہ اس کی برداشت سے باہر نکل گیا اور اس آگ کے مخفی شعلے باہر آنے شروع ہوئے، ان کا اظہار ہونا شروع ہو گیا۔ طبعاً کفار کی سب سے زیادہ عداوت بلکہ درحقیقت اصل عداوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ساتھ تھی اس لیے اب ابوسفیان اس خیال میں پڑ گیا کہ جب ظاہری تدبیروں اور حیلوں اور جنگوں کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا تو کیوں کسی مخفی تدبیر سے، (کسی بہانے سے، کسی حیلے سے) حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتمہ نہ کر دیا جائے، کیوں ایسی تدبیر نہ کی جائے۔ وہ یہ جانتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد کوئی خاص پہرہ نہیں رہتا بلکہ بعض اوقات آپؐ بالکل بے حفاظتی کی حالت میں اِدھر اُدھر آتے جاتے تھے۔شہر کے گلی کوچوں میں پھرتے تھے۔مسجدِ نبویؐ میں روزانہ کم از کم پانچ وقت نمازوں کے لیے تشریف لاتے تھے اور سفروں میں بالکل بے تکلفانہ اور آزادانہ طور پر رہتے تھے۔اس سے زیادہ اچھا موقع کسی کرایہ دار قاتل کے لیے کیا ہو سکتا تھا؟ یہ خیال آنا تھا کہ ابوسفیان نے اندر ہی اندر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی تجویز پختہ کرنی شروع کر دی۔ جب وہ پورے عزم کے ساتھ اس ارادے پر جم گیا تو اس نے ایک دن موقع پاکر اپنے مطلب کے چند قریشی نوجوانوں سے کہا کہ کیا تم میں سے کوئی ایسا جواں مرد نہیں جو مدینے میں جاکر خفیہ خفیہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کام تمام کر دے؟ تم جانتے ہو کہ محمد کھلے طور پر مدینے کی گلی کوچوں میں پھرتا ہے۔ (جس طرح بھی اس نے اپنی زبان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہا۔) ان نوجوانوں نے اس خیال کو سنا اور لے اڑے۔ (ان کے دل میں یہ بات رَچ گئی۔) یہ بات نکلے ابھی زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ ایک بدوی نوجوان ابوسفیان کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے آپ کی تجویز سنی ہے۔ کسی نوجوان نے بتا دی اور میں اس کے لیے حاضر ہوں۔ میں ایک مضبوط دل والا اور پختہ کار انسان ہوں جس کی گرفت سخت اور حملہ فوری ہوتا ہے۔ اگر آپ مجھے اس کام کے لیے مقرر کر کے میری مدد کریں تو میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنے کی غرض سے جانے کے لیے تیار ہوں اور میرے پاس ایک ایسا خنجر ہے جو شکاری گدھ کے مخفی پروں کی طرح رہے گا یعنی بہت چھپا ہوا ہے، چھپا کے ایسی حالت میں رکھوں گا۔ سو میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کروں گا اور پھر بھاگ کر کسی قافلے میں مل جاؤں گا اور مسلمان مجھے پکڑ نہیں سکیں گے اور میں مدینے کے رستے کا بھی خوب ماہر ہوں۔ ابوسفیان بڑا خوش ہوا اس نے کہا کہ بس بس تم ہمارے مطلب کے آدمی ہو۔ اس کے بعد ابوسفیان نے اسے ایک تیز رَو اونٹنی اور سفر کا زادِ راہ دیا، خرچ دیا اور رخصت کیا اور تاکید کی کہ اس راز کو کسی پر ظاہر نہ ہونے دینا۔

مکّے سے رخصت ہو کر یہ شخص دن کو چھپتا ہوا اور رات کو سفر کرتا ہوا مدینے کی طرف روانہ ہوا۔ چھٹے دن مدینے پہنچ گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پتہ لیتے ہوئے سیدھا قبیلہ بنی عبد الاشہل کی مسجد میں پہنچا جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ چونکہ ان ایام میں نئے سے نئے آدمی مدینے میں آتے رہتے تھے اس لیے کسی مسلمان کو اس کے متعلق شبہ نہیں ہوا کہ کس نیت سے آیا ہے۔ مگر جونہی یہ مسجد میں داخل ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی طرف آتے دیکھا تو آپؐ نے فرمایا یہ شخص کسی بری نیّت سے آیا ہے۔

اونچی آواز میں آپؐ نے فرمایا۔ اس تک یہ الفاظ پہنچ گئے، وہ یہ الفاظ سن کر اَور بھی تیزی کے ساتھ آپؐ کی طرف بڑھا مگر ایک انصاری رئیس اُسَید بِن حُضَیْر فوراً لپک کر اس کے ساتھ لپٹ گئے اور اس جدوجہد میں ان کا ہاتھ اس کے چھپے ہوئے خنجر پر بھی جا پڑا۔ پھر وہ گھبرا کر بولا کہ میرا خون میرا خون۔ یعنی تُو نے مجھے زخمی کر دیا۔ جب اسے مغلوب کر لیا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ سچ سچ بتاؤ کہ تم کون ہو اور کس ارادے سے آئے ہو؟ اس نے کہا کہ میری جان بخشی کی جائے تو میں بتا دوں گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں اگر تم ساری بات سچ سچ بتا دو تو پھر تمہیں معاف کر دیا جائے گا۔ جس پر اس نے سارا قصّہ من وعن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کر دیا اور یہ بھی بتایا کہ ابوسفیان نے اس سے اِس قدر انعام کا وعدہ کیا تھا۔ اس کے بعد یہ شخص چند دن تک مدینے میں ٹھہرا اور پھر اپنی خوشی سے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سن کے، مسلمانوں کے ساتھ رہ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ بگوشوں میں داخل ہو گیا۔ اسلام لے آیا۔

ابوسفیان کی اس خونی سازش نے اس بات کو آگے سے بھی زیادہ ضروری کر دیا کہ مکّے والوں کے ارادے اور نیت سے آگاہی رکھی جائے۔ تا کہ پتا لگے کہ ان کی کیا نیّت ہے کہ اس طرح کی خفیہ سازشیں بھی کر رہے ہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وجہ سے اپنے دو صحابی عمرو بن امیہ ضَمْرِیؓ اور سلمہ بن اسلمؓ، جن کا ذکر ہو رہا ہے، ان کو مکّے کی طرف روانہ فرمایا اور ابوسفیان کی اس سازشِ قتل اور اس کی سابقہ خون آشام کارروائیوں کو دیکھتے ہوئے انہیں یہ بھی اجازت دے دی کہ اگر موقع پائیں تو بے شک اسلام کے اس حربی جنگی دشمن کا خاتمہ کر دیں۔ مگر جب امیہ اور ان کا ساتھی مکہ میں پہنچے تو قریش ہوشیار ہو گئے اور یہ دو صحابی اپنی جان بچا کر مدینے کی طرف واپس لوٹ آئے۔ راستے میں انہیں قریش کے دو جاسوس مل گئے جنہیں رؤسائے قریش نے مسلمانوں کی حرکات وسکنات کا پتا لینے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کا علم حاصل کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ اب یہ بھی کوئی تعجب نہیں کہ یہ تدبیر بھی قریش کی کسی اَور خونی سازش کا پیش خیمہ ہو، جیسے پہلے ایک آدمی کو بھیجا تھا۔ ان کو بھی بھیجا ہو کہ سازش کر کے نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قتل کریں مگر خدا کا ایسا فضل ہوا کہ امیہ اور سلمہ بن اسلم کو ان کی جاسوسی کا پتا چل گیا جس پر انہوں نے ان جاسوسوں پر حملہ کر کے انہیں قید کر لینا چاہا مگر انہوں نے سامنے سے مقابلہ کیا۔ چنانچہ اس لڑائی میں ایک جاسوس تو مارا گیا اور دوسرے کو قید کر کے وہ اپنے ساتھ مدینے میں واپس لے آئے۔

اس سریہ کی تاریخ کے متعلق مؤرخین میں اختلاف ہے۔ ابن ہشام اور طبری اسے 4/ہجری میں بیان کرتے ہیں مگر ابن سعد نے اسے 6/ہجری میں لکھا ہے۔ علامہ قُسطَلانی اور زَرقَانِی نے ابن سعد کی روایت کو ترجیح دی ہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ان ساروں کی (تحقیق کا) تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ لہٰذا میں نے بھی اسے 6/ہجری میں بیان کیا ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔ واللہ اَعلم۔ ابن سعد کی روایت کے مفہوم کی تائید بیہقی نے بھی کی ہے مگر اس میں اس واقعہ کے زمانہ کا پتا نہیں چلتا۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 741 تا 743)

صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت سلمہ بن اسلمؓ کا ذکر یوں ملتا ہے کہ حضرت ام عُمَارہ بیان کرتی ہیں کہ میں صلح حدیبیہ کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہی تھی جبکہ آپؐ بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت عَبَّاد بن بِشرؓ اور حضرت سلمہ بن اسلمؓ دونوں آہنی خود پہنے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے پہرہ دے رہے تھے۔ جب قریش کے سفیر سُہَیل بن عَمرو نے اپنی آواز کو بلند کیا تو ان دونوں نے اسے کہا کہ اپنی آواز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دھیما رکھو، آہستہ رکھو، ہلکی رکھو۔ (کتاب المغازی جلد 2 صفحہ 93 باب غزوۃ الحدیبیۃ، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2004ء) یہ ان کی ایک خاص خدمت کا ذکر ہے جو اس موقعے پر بیان ہوا۔

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام حضرت عُقبَہ بن عثمانؓ ہے۔ حضرت عُقبَہ بن عثمانؓ کی والدہ کا نام ام جَمِیل بنت قُطبَہ تھا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 300 وَمِنْ بَنِی زُرَیْق بِنْ عَامِرْ بِنْ زُرَیْق ...دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان 1996ء)

حضرت عُقبَہؓ انصار کے قبیلہ بَنُو زُرَیْق میں سے تھے۔ حضرت عقبہؓ اور آپؓ کے بھائی حضرت سعد بن عثمانؓ کو غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ مختلف تاریخی کتب میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ غزوۂ احد کے موقعے پر جو چند لوگ حملے کی شدت سے وقتی طور پر بھاگ اٹھے تھے ان میں سے دو شخص حضرت عقبہ بن عثمانؓ اور حضرت سعد بن عثمانؓ بھی تھے۔ یہاں تک کہ وہ اَعْوَص کے بالمقابل ایک پہاڑ جَلْعَب پر پہنچ گئے اور تین روز تک وہاں قیام کیا۔ اَعْوَص مدینے سے چند میل کے فاصلے پر ایک مقام ہے۔ پھر جب وہ دونوں واپس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے اس بات کا ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لَقَدْ ذَهَبْتُمْ فِيهَا عَرِيْضَةً۔ یعنی تم اس طرف چل دیے جس میں کشادگی تھی۔

(اسدالغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ الجزء الرابع صفحہ 54-55 عُقْبَةُ بِنْ عُثْمَانْ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2008ء)(جامع البیان فی تاویل القرآن، معروف تفسیر طبری جزء 4 صفحہ 183-184، سورۃ آل عمران زیر آیت 156 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 2001ء)(معجم البلدان جزء 1 صفحہ 180 زیر لفظ اعوص)

بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی چشم پوشی فرمائی اور ان کی غلطی سے درگزر فرمایا۔ کوئی باز پرس نہیں کی۔

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت عبداللہ بن سہلؓ۔ حضرت عبداللہ بن سہلؓ کا تعلق قبیلہ بنی زَعُورَاء سے تھا جو کہ بنو عبدالاشہل کے حلیف تھے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپؓ غسّانی تھے۔ حضرت عبداللہ کے دادا کا نام بعض نے زید اور بعض نے رافع بھی بیان کیا ہے۔ حضرت عبداللہ کی والدہ کا نام صَعْبَہ بنت تَیِّہَان تھا جو حضرت اَبُوالهَیْثَم بن تَیِّہَانؓ کی بہن تھیں۔ آپؓ حضرت رافع بن سہلؓ کے بھائی تھے۔ حضرت عبداللہ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔ آپؓ کے بھائی حضرت رافعؓ آپؓ کے ہمراہ غزوۂ احد اور خندق میں شریک ہوئے۔ حضرت عبداللہ غزوۂ خندق میں شہید ہوئے۔ بنو عُوَیْف کے ایک شخص نے آپؓ کو تیر مار کر شہید کیا تھا۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام صفحہ 464، الانصار ومن معہم، دار الکتب العلمیہ بیروت 2001ء)
(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 236، عبداللہ بن سہل، دار احیاء التراث العربی 1996ء)(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ لابن اثیر جلد 3، صفحہ 269 عبداللہ بن سہل، دار الکتب العلمیہ بیروت 2008ء)

مُغَیْرَہ بن حکیم بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ سے پوچھا کہ کیا آپؓ غزوۂ بدر میں شریک تھے؟ آپؓ نے جواب دیا کہ ہاں اَور میں بیعتِ عقبہ میں بھی شامل تھا۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد لعلی بن ابی بکر جلد 6 صفحہ 108، کتاب المغازی والسیر باب قد حضر بدرا جماعۃ، حدیث 10044، دار الکتب العلمیہ بیروت 2001ء)

حضرت عبداللہ کے غزوۂ حَمْرَاءُ الْاَسَد، جو مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر ایک مقام ہے، (معجم البلدان جلد 2 صفحہ 181 زیر لفظ حمراء الاسد) اس میں شامل ہونے کا ذکر بھی سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب 'سُبُلُ الْهُدٰی' میں یوں ملتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سہلؓ اور حضرت رافع بن سہلؓ دونوں بھائی جو قبیلہ بنو عبدالاشہل میں سے تھے جب وہ دونوں غزوۂ احد سے واپس آئے تو وہ شدید زخمی تھے۔ جنگ میں زخمی ہو گئے اور حضرت عبداللہ زیادہ زخمی تھے۔ جب ان دونوں بھائیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حَمْرَاءُ الْاَسَد کی طرف جانے اور اس میں شمولیت کی بابت آپؐ کے حکم کے بارے میں سنا تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا۔ بخدا اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوہ میں شرکت نہ کر سکے تو یہ ایک بہت بڑی محرومی ہو گی۔ زخمی حالت میں تھے لیکن اس کے باوجود بھی ایک جذبہ تھا۔ ایمان میں پختگی تھی۔ پھر کہنے لگے بخدا ہمارے پاس کوئی سواری بھی نہیں ہے جس پر ہم سوار ہوں اور نہ ہی ہم جانتے ہیں کہ ہم کس طرح یہ کام کریں۔ حضرت عبداللہ نے کہا کہ آؤ میرے ساتھ ہم پیدل چلتے ہیں۔ حضرت رافعؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم! مجھے تو زخموں کی وجہ سے چلنے کی سکت بھی نہیں ہے۔ آپؓ کے بھائی نے کہا کہ آؤ ہم آہستہ آہستہ چلتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جاتے ہیں۔ چنانچہ وہ دونوں گرتے پڑتے چلنے لگے۔ حضرت رافعؓ نے کبھی کمزوری محسوس کی تو حضرت عبداللہ نے حضرت رافعؓ کو اپنی پیٹھ پر اٹھا لیا۔ کبھی وہ پیدل چلنے لگے۔ ایسی حالت تھی کہ دونوں ہی زخمی تھے لیکن جو بہتر تھے وہ زیادہ زخمی کو اپنی پیٹھ پر اٹھا لیتے تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلتے رہے۔ کمزوری کی وجہ سے بعض دفعہ ایسی حالت ہوتی تھی کہ وہ حرکت بھی نہیں کر سکتے تھے۔ یہاں تک کہ عشاء کے وقت وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ صحابہ کرامؓ اس وقت آگ جلا رہے تھے۔ ایک ڈیرہ ڈال لیا تھا۔ رات کا وقت تھا تو آپ دونوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہرے پر حضرت عَبَّاد بِن بِشرؓ متعین تھے۔ جب یہ پہنچے وہاں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے، دونوں سے پوچھا کہ کس چیز نے تمہیں روکے رکھا تو ان دونوں نے اس کا سبب بتایا کہ کیا وجہ ہو گئی۔ اس پر آپؐ نے ان دونوں کو دعائے

خیر دیتے ہوئے فرمایا اگر تم دونوں کو لمبی عمر نصیب ہوئی تو تم دیکھو گے کہ تم لوگوں کو گھوڑے اور خچر اور اونٹ بطور سواریوں کے نصیب ہوں گے۔ ابھی تو تم گرتے پڑتے پیدل آئے ہو لیکن لمبی زندگی پاؤ گے تو یہ دیکھو گے کہ یہ سب سواریاں تمہیں میسر آجائیں گی لیکن ساتھ یہ بھی فرمایا کہ لیکن وہ تمہارے لیے تم دونوں کے اس سفر سے بہتر نہیں ہوں گی جو تم نے پیدل گرتے پڑتے کیا ہے۔ (سُبُل الھدٰی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد لمحمد بن یوسف، جلد 4 صفحہ 310، الباب الرابع عشر فی غزوہ حمراء الاسد، دار الکتب العلمیہ بیروت 1993ء) جو اِس کا ثواب ہے اور جو اِس کا اجر ملے گا اور جو اِس کی برکات ہیں وہ بہت زیادہ ہیں۔

غزوہ حَمۡرَاءُ الۡاَسَد کی تفصیل کہ یہ کیا تھا جس کے لیے یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے گئے تھے اس کے بارے میں کچھ تفصیل حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھی ہے۔ نبی کریمؐ اور آپؐ کے اصحابؓ کی غزوۂ احد سے واپسی اور غزوۂ حَمۡرَاءُ الۡاَسَد کی تفصیل اس طرح ہے کہ احد کی جنگ کے بعد مدینہ میں جو رات تھی ایک سخت خوف کی رات تھی کیونکہ باوجود اس کے کہ بظاہر لشکرِ قریش نے مکہ کی راہ لے لی تھی یہ اندیشہ تھا کہ یہ فعل مسلمانوں کو غافل کرنے کی نیت سے نہ ہو۔ بظاہر تو احد کی جنگ میں وہ جیتے ہوئے تھے اور مکہ واپس لوٹ رہے تھے لیکن مسلمانوں کو یہ فکر تھی کہ کہیں یہ نہ ہو کہ یہ بھی کوئی چال ہو اور مدینے پر حملہ کرنے کے لیے پھر واپس لوٹ آئیں اور اچانک لوٹ کر مدینہ پر حملہ آور ہو جائیں۔ لہٰذا اس رات کو مدینے میں اسی احتیاط کی وجہ سے، شک کی وجہ سے پہرے کا انتظام کیا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کا خصوصیت سے تمام رات صحابہ نے پہرہ دیا۔

صبح ہوئی تو پتا لگا کہ یہ اندیشہ محض خیالی نہیں تھا کیونکہ فجر کی نماز سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع پہنچی کہ قریش کا لشکر مدینے سے چند میل کے فاصلے پر ٹھہر گیا ہے اور رؤسائے قریش میں یہ سرگرم بحث جاری ہے کہ اس فتح سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کیوں نہ مدینے پر حملہ کر دیا جائے اور بعض قریش ایک دوسرے کو طعنہ دے رہے تھے کہ نہ تو تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کیا اور نہ مسلمان عورتوں کو لونڈیاں بنایا اور نہ ان کے مال ومتاع پر قابض ہوئے، قبضہ کیا بلکہ جب تم ان پر غالب آئے اور تمہیں یہ موقع ملا کہ تم ان کو ملیا میٹ کر دیتے تو تم انہیں یونہی چھوڑ کر واپس چلے آئے ہو تا کہ وہ پھر زور پکڑ جائیں۔ پس اب بھی موقع ہے کہ واپس چلو اور مدینے پر حملہ کر کے مسلمانوں کی جڑ کاٹ دو۔ اس کے مقابل بعض دوسرے یہ بھی کہتے تھے کہ تمہیں ایک فتح حاصل ہوئی ہے۔ اسے غنیمت سمجھو اور مکہ واپس لوٹ چلو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ شہرت بھی کھو بیٹھو جو تمہیں حاصل ہوئی ہے اور یہ فتح جو ہے وہ شکست کی صورت میں بدل جائے کیونکہ اب اگر تم لوگ واپس لَوٹے اور مدینے پر حملہ آور ہوئے تو یقیناً مسلمان جان توڑ کر لڑیں گے اور جو لوگ احد میں شامل نہیں ہوئے تھے وہ بھی میدان میں نکل آئیں گے۔ مگر بالآخر جوشیلے لوگوں کی رائے غالب آئی اور قریش مدینہ کی طرف واپس لوٹنے کے لیے تیار ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو آپؐ نے فوراً اعلان فرمایا کہ مسلمان تیار ہو جائیں مگر ساتھ ہی یہ بھی حکم دیا کہ سوائے ان لوگوں کے جو احد میں شریک ہوئے تھے اَور کوئی شخص ہمارے ساتھ نہ نکلے۔ چنانچہ احد کے مجاہدین جن میں سے اکثر زخمی تھے (اور دو زخمیوں کا ذکر تو میں نے کر ہی دیا) اپنے زخموں کو باندھ کر اپنے آقا کے ساتھ ہو لیے اور لکھا ہے کہ اس موقعے پر مسلمان ایسی خوشی اور جوش کے ساتھ نکلے کہ جیسے کوئی فاتح لشکر فتح کے بعد دشمن کے تعاقب میں نکلتا ہے۔ آٹھ میل کا فاصلہ طے کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم حَمۡرَاءُ الۡاَسَد میں پہنچے جہاں دو مسلمانوں کی نعشیں، لاشیں ان کو میدان میں پڑی ہوئی ملی تھیں۔ تحقیقات پر معلوم ہوا کہ یہ وہ جاسوس تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے پیچھے روانہ کیے تھے مگر جنہیں قریش نے موقع پا کر قتل کر دیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شہداء کو ایک قبر کھدوا کر اس میں اکٹھا دفن کروا دیا اور اب چونکہ شام ہو چکی تھی آپؐ نے وہیں ڈیرا ڈالنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ میدان میں مختلف مقامات پر آگ روشن کر دی جائے۔ وسیع جگہ پر آگیں جلا دی جائیں۔ چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے حَمۡرَاءُ الۡاَسَد کے میدان میں پانچ سو آگیں شعلہ زن ہو گئیں جو ہر دُور سے دیکھنے والے کے دل کو مرعوب کرتی تھیں۔ بڑا رعب پڑنے لگ گیا۔ مختلف لوگ سمجھیں کہ یہ آبادی ہے اور بڑے بڑے مختلف کیمپ بنے ہوئے ہیں۔ غالباً اسی موقع پر قبیلہ خُزَاعَہ کا ایک مشرک رئیس مَعۡبَد نامی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے احد کے مقتولین کے متعلق اظہارِ ہمدردی کی اور پھر اپنے راستے پر روانہ ہو گیا۔ دوسرے دن جب وہ مقام رَوۡحَاء (یہ بھی ایک مقام ہے، جگہ ہے جو مدینہ سے چالیس میل کے فاصلے پر ہے۔ وہاں) پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ قریش کا لشکر وہاں ڈیرا ڈالے پڑا ہے (جو بحث کر کے واپس مدینہ میں آرہے تھے) اور مدینہ کی طرف واپس چلنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ مَعۡبَد فوراً ابوسفیان کے پاس گیا اور اسے جا کر کہنے لگا کہ تم کیا کرنے لگے ہو۔ اللہ کی قَسم! میں نے تو ابھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کو حَمۡرَاء الۡاَسَد میں چھوڑا ہے۔ میں انہیں وہاں چھوڑ کر آیا ہوں اور ایسا بارعب لشکر ہے جو میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ اور احد کی ہزیمت کی ندامت، (جو جنگ ہاری ہے اس کی ندامت) میں ان کو اتنا جوش ہے کہ تمہیں دیکھتے ہی وہ بھسم کر دیں گے، کھا جائیں گے، ختم کر دیں گے۔ ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں پر معبد کی ان باتوں سے ایسا رعب پڑا کہ وہ مدینے کی طرف لوٹنے کا ارادہ ترک کر کے فوراً مکّے کی طرف روانہ ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لشکرِ قریش کے اس طرح بھاگ نکلنے کی اطلاع موصول ہوئی تو آپؐ نے خدا کا شکر ادا کیا اور فرمایا کہ یہ خدا کا رعب ہے جو اس نے کفار کے دلوں پر مسلط کر دیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے حَمۡرَاء الۡاَسَد میں دو تین دن اَور قیام فرمایا اور پھر پانچ دن کی غیر حاضری کے بعد مدینے میں واپس تشریف لے آئے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 504-505) (لغات الحدیث جلد 2 صفحہ 149 زیر لفظ روحاء)

اگلا ذکر جن صحابی کا ہے ان کا نام حضرت عُتۡبَہ بن رَبِیعہؓ ہے۔ حضرت عتبہؓ کا تعلق کس قبیلے سے تھا اس کے بارے میں مؤرخین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عُتۡبَہ بن رَبِیعہؓ قبیلہ بنو لَوۡذَانۡ کے حلیف تھے اور ان کا تعلق قبیلہ بَہۡرَاء سے تھا۔ بعض کے نزدیک آپؓ قبیلہ اَوس کے حلیف تھے۔ بہرحال آپؓ کو غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شامل ہونے کی سعادت ملی۔ علامہ ابن حجر عسقلانی بیان کرتے ہیں کہ جنگِ یرموک میں شامل ہونے والے امراء میں سے ایک کا نام عتبہ بن ربیعہ ملتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک یہی وہ صحابی ہیں۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 469 ''الانصار ومن معھم/من بنی لوذان وحلفاءھم'' دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان 2001ء) (الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 284 عُتۡبَۃُ بِنۡ رَبِیۡعَۃُ بِنۡ خَالِدۡ دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان 1996ء) (الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 4 صفحہ 360 عُتۡبَۃُ بِنۡ رَبِیۡعَۃُ بِنۡ خَالِدۡ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2005ء)

جنگِ یرموک کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ 12/ ہجری میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حج کی ادائیگی سے واپس مدینہ تشریف لائے تو آپؓ نے 13/ ہجری کے آغاز میں مسلمانوں کی فوجوں کو ملکِ شام کی طرف روانہ کیا۔ چنانچہ حضرت عمرو بن عاصؓ کو فلسطین کی طرف، یزید بن ابوسفیان، حضرت اَبُوعُبَیۡدَہ بن الجَرَّاحؓ اور حضرت شُرَحۡبِیۡل بن حَسَنَہؓ کو حکم دیا کہ شام کے بالائی علاقے بلقاء پر سے ہوتے ہوئے تبوکیہ چلے جائیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے پہلے خالد بن سعیدؓ کو امیر مقرر کیا تاہم بعد میں ان کی جگہ یزید بن سفیان کو امیر بنا لیا۔ یہ لوگ سات ہزار مجاہدین کے ہمراہ ملکِ شام کی طرف روانہ ہوئے۔ اسلامی لشکر کے امراء اپنی فوجوں کو لے کر شام پہنچے۔ ہرقل خود چل کر حِمص آیا اور رومیوں کا بہت بڑا لشکر تیار کیا۔ اس نے مسلمان امراء کے مقابلے کے لیے الگ الگ امیر مقرر کیے۔ دشمن کی تیاری دیکھ کر مسلمانوں پر اور بعض ان میں سے اتنے ایمان والے بھی نہیں تھے، ہیبت طاری ہو گئی کیونکہ مسلمانوں کی تعداد اس وقت ستائیس ہزار تھی۔ اس صورت حال میں حضرت عمرو بن عاصؓ نے ہدایت دی کہ تم سب ایک جگہ جمع ہو جاؤ کیونکہ جمع ہونے کی صورت میں قلّت تعداد کے باوجود تمہیں مغلوب کرنا آسان نہیں ہو گا۔ تھوڑے ہو اس لشکر کے مقابلے پر لیکن اگر اکٹھے ہو جاؤ گے تو آسانی سے تمہارے پر فتح نہیں پائی جائے گی۔ اگر علیحدہ علیحدہ رہے ہر لیڈر کے اندر تو یاد رکھو تم میں سے ایک بھی ایسا باقی نہیں رہے گا جو کسی آگے والے کے کام آسکے کیونکہ ہم میں سے ہر ایک پر بڑی بڑی فوجیں مسلط کر دی گئی ہیں۔ چنانچہ طے یہ ہوا کہ یرموک کے مقام پر سب مسلمان فوجیں اکٹھی ہو جائیں۔ یہی مشورہ حضرت ابوبکرؓ نے بھی مسلمانوں کو بھجوایا اور فرمایا کہ جمع ہو کر ایک لشکر بن جاؤ اور اپنی فوجوں کو مشرکین کی فوجوں سے بھڑا دو۔ تم اللہ کے مددگار ہو۔ اللہ اس کا مددگار ہے جو اللہ کا مددگار ہے اور وہ اس کو رسوا کرنے والا ہے جس نے اس کا انکار کیا۔ تم جیسے لوگ قلّت تعداد کی وجہ سے کبھی مغلوب نہیں ہو سکتے۔ حضرت ابوبکرؓ نے پیغام بھجوایا کہ بیشک تم تھوڑے ہو لیکن اگر ایمان ہے اور اکٹھے ہو کر لڑو گے تو کبھی مغلوب نہیں ہو سکتے کیونکہ تم خدا تعالیٰ کی خاطر لڑ رہے ہو۔ فرمایا کہ دس ہزار بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ اگر گناہوں کے طرفدار بن کر اٹھیں گے تو وہ دس ہزار سے ضرور مغلوب ہو جائیں گے۔ تعداد کی فکر نہ کرو کیونکہ اگر تم دس ہزار ہو یا اس سے بھی زیادہ ہو لیکن اگر وہ گناہ کرنے والے ہیں اور غلط کام کرنے والے ہیں تو پھر ضرور مغلوب ہوں گے لہٰذا تم گناہوں سے بچو۔ اپنے آپ کو پاک بھی کرو اور ایک ہو جاؤ۔ اکائی پیدا کرو اور یرموک میں مل کر کام کرنے کے لیے جمع ہو جاؤ۔ تم میں سے ہر ایک امیر اپنی فوج کے ساتھ نماز ادا کرے۔ صفر 13/ ہجری سے لے کر ربیع الثانی تک مسلمانوں نے رومی لشکر کا محاصرہ کیا تاہم مسلمانوں کو اس دوران کامیابی نہیں ملی۔ اس

دوران حضرت ابوبکرؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو بطور کمک کے عراق سے یرموک پہنچنے کا حکم دیا۔حضرت خالد بن ولیدؓ اس وقت عراق کے گورنر تھے۔حضرت خالدؓ کے پہنچنے سے قبل تمام امراء الگ الگ اپنی فوج کو لے کر لڑ رہے تھے تاہم حضرت خالدؓ نے وہاں پہنچ کر تمام مسلمانوں کو ایک امیر مقرر کرنے کی نصیحت کی جس پر سب نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو امیر مقرر کرلیا۔ رومیوں کے لشکر کی تعداد دو لاکھ یا دو لاکھ چالیس ہزار کے قریب بیان کی جاتی ہے اور اس کے مقابل پر مسلمانوں کے لشکر کی تعداد سینتیس ہزار سے لے کر چھیالیس ہزار تک بیان کی جاتی ہے، تقریباً پانچواں حصہ تھی۔ رومی لشکر کی طاقت کا یہ عالَم تھا کہ اسّی ہزار کے پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں اور چالیس ہزار آدمی زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے تا کہ جان دینے کے سوا بھاگنے کا ان کو خیال بھی نہ آئے۔ ایک لاکھ بیس ہزار آدمی ایسا تھا جن کو اس لیے باندھا گیا تھا کہ صرف انہوں نے لڑنا ہے اور مرنا ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں اور چالیس ہزار آدمیوں نے خود کو اپنی پگڑیوں کے ساتھ باندھا ہوا تھا اور اسّی ہزار سوار اور اسّی ہزار پیدل تھے۔ بے شمار پادری لشکر کو جوش دلانے کے لیے رومی لشکر کے ساتھ تھے۔ اسی جنگ کے دوران حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمادی الاولیٰ میں بیمار ہوئے اور جمادی الاخریٰ میں وفات پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت خالدؓ نے اس جنگ میں مسلمانوں کے لشکر کو بہت سارے دستوں میں تقسیم کر دیا جن کی تقسیم چھتیس سے لے کر چالیس تک بیان کی جاتی ہے لیکن ایک ہی امیر کے تحت لڑ رہے تھے۔ ان دستوں میں سے ایک دستے کے نگران حضرت عتبہ بن ربیعہؓ تھے۔حضرت خالدؓ نے کہا کہ دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے لیکن ہماری اس ترتیب کی وجہ سے مسلمانوں کا لشکر دشمن کو بظاہر زیادہ نظر آئے گا۔ اسلامی لشکر کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ تقریباً ایک ہزار ایسے بزرگ اس لشکر میں تھے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک دیکھا ہوا تھا۔سو ایسے صحابہؓ تھے جو غزوۂ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک ہو چکے تھے۔فریقین میں بڑی خونریز جنگ کا آغاز ہوا۔ اسی دوران مدینہ سے ایک قاصد خبر لے کر آیا کوئی خبر لے کر آیا۔سواروں نے اسے روکا تو اس نے بتایا کہ سب خیریت ہے مگر اصل واقعہ یہ تھا کہ وہ حضرت ابوبکرؓ کی وفات کی خبر لایا تھا۔لوگوں نے قاصد کو حضرت خالدؓ کے پاس پہنچایا اور اس نے چپکے سے حضرت ابوبکرؓ کی وفات کی خبر دی اور فوج کے لوگوں سے جو کچھ کہا وہ بھی بتادیا کہ میں نے ان کو کچھ نہیں بتایا۔حضرت خالد بن ولیدؓ نے اس سے خط لے کر اپنے ترکش میں تیر رکھنے کی جگہ میں ڈال لیا، کیونکہ انہیں اندیشہ تھا کہ اگر یہ خبر لشکر کو معلوم ہوگئی تو پھر ابتری پھیلنے کا خدشہ ہے۔مسلمان شاید اس طرح نہ لڑیں۔ بہرحال مسلمان ثابت قدم رہے اور شام تک خوب لڑائی ہوئی تاہم رومی لشکر نے پھر بھاگنا شروع کر دیا۔ اس جنگ میں ایک لاکھ سے زائد رومی فوجی ہلاک ہوئے اور کل تین ہزار مسلمان اس جنگ میں شہید ہوئے۔ ان شہداء میں حضرت عکرمہ بن ابوجہلؓ بھی تھے۔ قیصر کو جب اس ہزیمت کی خبر ملی تو وہ اس وقت حمص میں مقیم تھا وہ فوراً وہاں سے نکل کے بھاگ گیا۔

فتح یرموک کے بعد اسلامی فوجیں پورے ملکِ شام میں پھیل گئیں اور قِنَّسْرِین، اَنْطَاکِیہ، جُوْمَہ، سَرْمِیْن، تِیْزِیْن، قُوْرُسْ، تَلِّ عَزَازْ، دُلُوْک، رَعْبَانْ وغیرہ مقامات پر نہایت آسانی سے فتح حاصل کی۔

(ماخوذ از تاریخ الطبری جلد 4 صفحہ 53 تا 63 ثم دخلت سنة ثلاث عشرة...... دار الفکر بیروت 2002ء)

(خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم، از شاہ معین الدین احمد ندوی، صفحہ 126، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(الکامل فی التاریخ جلد 2 صفحہ 326 سنة 15 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت 2012ء)

آج جن صحابہؓ کا ذکر تھا وہ یہی ہے۔ اگلے ذکر اب شاید پھر رمضان کے بعد ہی ہوں گے۔ ان شاء اللہ اب رمضان بھی اگلے ہفتے سے شروع ہونے والا ہے۔

اب ایک ذکر میں کرنا چاہتا ہوں۔ ایک جنازہ نماز جمعہ کے بعد پڑھاؤں گا جو مکرمہ صاحبزادی صبیحہ بیگم صاحبہ کا ہے جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی نواسی تھیں۔ آپؓ کی سب سے بڑی بیٹی کی بڑی بیٹی تھیں اور حضرت مرزا رشید احمد صاحب کی بیٹی تھیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے، حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امِّ ناصر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹے صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب کی اہلیہ تھیں۔ 30/ اپریل کو نوّے سال کی عمر میں، طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ میں ان کی وفات ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اور اس رشتے سے وہ میری ممانی بھی تھیں۔حضرت مرزا رشید احمد صاحب حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے بیٹے تھے اور جیسا کہ میں نے بتایا کہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی سب سے بڑی بیٹی امۃ السلام بیگم صاحبہ کی یہ بیٹی تھیں۔حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ربوہ میں اپنے خاندان کی جس آخری شادی میں شمولیت فرمائی وہ ان کی شادی تھی۔ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی بیگم حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ کی بڑی بہن تھیں۔ ان کے باقی ایک بہن اور تین بھائی ہیں۔

آپ کی ہمشیرہ انیسہ فوزیہ صاحبہ لکھتی ہیں کہ اپنے والدین کی سب سے بڑی بیٹی تھیں۔ اس لیے اکثر فیصلوں میں والدین ان کی رائے کو بڑی اہمیت دیتے تھے کیونکہ بڑی سمجھدار بھی تھیں۔ ان پہ بڑا اعتماد کرتے تھے اور یہ بھی اپنے والدین کے اعتماد پر ہمیشہ پورا اتریں اور اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کی بھی پرورش کی۔ اچھی طرح تربیت کرنے کی کوشش کی۔ یہ لکھتی ہیں کہ میرے لیے حضرت مصلح موعودؓ کے کسی بیٹے کے رشتے کے حوالے سے بات چلی تو حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ یہ اچھا خاندان ہے۔ اس گھرانے سے دو بہنیں میری بہوئیں ہیں یعنی ایک یہ جن کی وفات کا میں ذکر کر رہا ہوں اور ایک حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ علیہ کی بیگم۔فرمایا کہ یہ دو بہنیں میری بہوئیں ہیں جو بہت پیار کرنے والی اور خاندان کو جوڑنے والی ہیں۔

ان کے بیٹے لکھتے ہیں کہ میری والدہ نہایت سادہ، غریب پرور اور ہر کسی کے دکھ سکھ میں کام آنے والی تھیں۔ضرورت مندوں کا دلی احساس کرتی تھیں۔ خیال رکھتی تھیں اور بڑی ہمدرد تھیں۔غریبوں کی ہمدرد تھیں۔ ان کی باتیں سن کے آبدیدہ ہو جایا کرتی تھیں۔جس حد تک مدد ہو سکتی تھی کیا کرتی تھیں۔ اور کوئی مبالغہ نہیں کہ ان میں یہ خصوصیات تھیں۔ اپنے ملازمین کے ساتھ بھی بڑا اچھا سلوک کرتیں بلکہ ان کی ایک بیٹی نے لکھا کہ کس طرح (انہیں) بچوں کی طرح پالا کہ ایک ملازمہ کی جب شادی ہونے لگی تو اس نے کہا کہ مجھے ویسا ہی جہیز چاہیے جیسا آپ نے اپنی بیٹی کو جہیز دیا ہے اور پھر اس کے لیے ان کو جہیز بنا کے بھی دیا۔

ان کی تین بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ موصیہ بھی تھیں۔ کل ہی ان کا جنازہ ہوا ہے اور بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو بھی اپنی والدہ کی نیکیاں اپنانے کی توفیق عطا فرمائے اور آپس میں بھی محبت اور پیار سے رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور جماعت سے اور خلافت سے ہمیشہ وابستہ رکھے۔

☆...☆...☆

امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی مصروفیات

مورخہ 13/ تا19/ مئی 2019ء کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی گوناگوں مصروفیات کے علاوہ دیگر امور کی ایک جھلک ہدیہ ٔ قارئین ہے:

☆...**16/ مئی بروز جمعرات:** حضور انور نے آج 12 بجے دفتر سے باہر تشریف لاکر مکرمہ امۃ العزیز صاحبہ اہلیہ مکرم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب (لندن) کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی اور پسماندگان سے ملاقات فرمائی۔ نیز نماز جنازہ حاضر کے ساتھ 8 مرحومین کی نماز جنازہ غائب بھی پڑھائی۔

☆...**17/ مئی بروز جمعۃ المبارک:** حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے آج جمعہ سے پہلے نئے مرکزِ احمدیت 'اسلام آباد' میں نَو تعمیر شدہ 'مسجد مبارک' کی یادگاری تختی کی نقاب کشائی فرمائی۔ بعد ازاں مسجد میں تشریف لے جاکر سجدۂ شکر بجالائے۔ اس تاریخی موقع پر تمام حاضرین نے نیز ایم ٹی اے کے توسط سے تمام عالم احمدیت نے بھی حضورِ انور کی اقتدا میں سجدۂ شکر بجالانے کی سعادت حاصل کی۔ اس کے بعد خطبہ جمعہ کا باقاعدہ آغاز ہوا۔

یہ ایمان افروز نظارہ اور خطبہ جمعہ ایم ٹی اے کے مواصلاتی رابطوں نیز یوٹیوب اور دیگر میڈیا پلیٹ فارمز کے ذریعہ ساری دنیا میں سنا اور دیکھا گیا۔

دنیا بھر کے مختلف علاقوں میں مختلف قوموں سے تعلق رکھنے والے احباب کے استفادہ کے لیے امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبات جمعہ و خطابات کا باقاعدگی کے ساتھ اردو کے علاوہ سات زبانوں میں رواں ترجمہ ایم ٹی اے پر براہِ راست نشر کیا جاتا ہے۔ ان زبانوں میں عربی، انگریزی، بنگلہ، جرمن، فرنچ، سواحیلی اور انڈونیشین شامل ہیں۔ جبکہ ایم ٹی اے افریقہ پر الگ سے انگریزی کے افریقی لہجہ (accent) میں بھی ترجمہ نشر کیا جاتا ہے۔

☆... آج شام کو نمازِ عصر کے بعد حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اسلام آباد میں واقع حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ وحضرت سیّدہ آصفہ بیگم صاحبہ (حرم حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ) کے مبارک مزاروں پر تشریف لے گئے اور دعا کی۔ ان بابرکت مزاروں کے کتبوں کی از سر نو تنصیب کا کام آج مکمل ہوا تھا۔

حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہدایت پر کچھ عرصہ قبل محترم رفیق احمد حیات صاحب امیر جماعت احمدیہ یوکے نے ان مزاروں کے کتبوں کی تعمیرِ نَو کا کام شروع کروایا تھا۔ یہ کتبے اپنے حجم اور ڈیزائن وغیرہ کے لحاظ سے قادیان اور ربوہ میں موجود خلفائے کرام کے مزارات پر نصب کتبوں سے مماثلت رکھتے ہیں۔ ڈیزائن وغیرہ کے بعد عبارت سے کندہ کتبوں کی سلیں وکالت تعمیل وتنفیذ برائے بھارت، نیپال وبھوٹان کے توسّط سے قادیان سے تیار کرواکر منگوائی گئیں۔ سب سامان مہیا ہو جانے کے بعد 10/ اپریل 2019ء کو باقاعدہ کتبوں کی تنصیب کا کام شروع کیا گیا جس کی سعادت دو بھائیوں اشرف احمد صاحب اور ناصر احمد صاحب کے حصے میں آئی۔ یہ کام اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ آج ہی پایۂ تکمیل کو پہنچا تھا جس پر محترم امیر صاحب یوکے نے نمازِ جمعہ کے فوراً بعد حضورِ انور کی خدمتِ اقدس میں رپورٹ پیش کی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے مزار مبارک پر دعا

حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہدایت پر اس تعمیر کے دوران جماعت احمدیہ برطانیہ کی نیشنل عاملہ کے ممبران نے ڈیوٹی دینے کی سعادت حاصل کی۔ مزید برآں ہر وقت دو خدام بھی ڈیوٹی پر موجود رہے۔ یہ ڈیوٹیاں آج حضورِ انور کی دعا تک جاری رہیں۔ ان خصوصی ڈیوٹیز کے ختم ہونے کے بعد مزار مبارک پر مستقل ڈیوٹیز کا اجرا ہو رہا ہے۔ اس احاطہ میں مزار مبارک کے دو اطراف پر سفید سنگِ مرمر کا فرش لگایا گیا ہے۔

☆... آج شام سات بجے کے بعد حضرت امیر المومنین ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اسلام آباد کے اندر مختلف مقامات پر جاری تعمیرات کا جائزہ لیا۔ اس دوران پیارے حضور نے کمال شفقت فرماتے ہوئے بالترتیب مکرم محمود خان صاحب (شعبہ حفاظت خاص)، مکرم رشید احمد ظفر صاحب (مربی سلسلہ ایڈیشنل وکالت تبشیر لندن) اور مکرم مرزا ناصر انعام صاحب (پرنسپل جامعہ احمدیہ یوکے) کے گھروں میں تشریف لے جاکر ان کو برکت بخشی۔

☆... **18/ مئی بروز ہفتہ:** آج دیگر دفتری ملاقاتوں کے علاوہ Mr Manolis Ulbricht نے حضور انور سے ملاقات کی سعادت حاصل کی۔

ملاقات حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

اس ہفتہ کے دوران حضورِ انور نے پانچ روز دفتری جبکہ چھ روز ذاتی ملاقاتیں فرمائیں۔ متعدد افسرانِ صیغہ جات، ذیلی تنظیموں کے صدور، مربیانِ سلسلہ اور دیگر احباب نے حضورِ انور سے اپنی دفتری ملاقاتوں میں ہدایات اور رہنمائی حاصل کی۔

اس عرصہ کے دوران 65/ فیملیز اور 42/ احباب نے انفرادی طور پر حضورِ انور سے شرفِ ملاقات کی سعادت پائی۔ اپنے آقا سے ملاقات کے لیے حاضر ہونے والے ان احبابِ جماعت کا تعلق 7/ ممالک سے تھا جن میں جرمنی، پاکستان، کینیڈا، اٹلی، گیمبیا، آئس لینڈ اور یوکے شامل ہیں۔

اَللّٰھُمَّ أَیِّدْ اِمَامَنَا بِرُوْحِ الْقُدُسِ
وکُنْ مَعَہٗ حَیْثُ مَا کَانَ وَانْصُرْہُ نَصْرًا عَزِیْزًا

اوّلیاتِ اسلام آباد

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے 15/ اپریل 2019ء کو بعد نمازِ عصر نئے مرکزِ احمدیت اسلام آباد منتقل ہونے سے جماعتِ احمدیہ کے ایک نئے سنہری دَور کا آغاز ہوا۔ اس بابرکت مرکز کی اوّلیات میں سے بعض درج ذیل ہیں:

☆...**پہلا جمعۃ المبارک:** مورخہ 17/ مئی 2019ء کو حضورِ انور نے مسجد مبارک میں پہلا جمعہ پڑھایا۔

☆... **پہلی نماز اور پہلی اذان:** مورخہ 15/ اپریل 2019ء بروز سوموار، نمازِ مغرب۔ اذان دینے کی سعادت محترم محمد سلیم ظفر صاحب (واقفِ زندگی) کارکن دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کو حاصل ہوئی۔

☆... **حضورِ انور سے پہلی دفتری ملاقات:** مورخہ 16/ اپریل 2019ء بروز منگل مکرم عابد وحید خان صاحب

☆... **حضورِ انور کے دفتر سے پہلی رخصتی:** مورخہ 17/ اپریل 2019ء بروز بدھ بعد نمازِ عصر۔ عزیزہ ہانیہ سندھو (واقفۂ نو) بنت مکرم رفاقت احمد سندھو صاحب ہمراہ مکرم حافظ محمد شفیع صاحب ابن مکرم بشارت احمد ناصر (مرحوم)۔

☆...**پہلا جمعہ جو حضورِ انور نے نئے مرکز میں منتقل ہونے کے بعد پڑھایا:** مورخہ 19/ اپریل 2019ء۔ مسجد بیت الفتوح

☆... **حضورِ انور سے پہلے وفد کی ملاقات:** مورخہ 20/ اپریل 2019ء بروز ہفتہ نمازِ ظہر سے قبل۔ ناصرات الاحمدیہ جرمنی کا ایک وفد۔

☆...**پہلی تقریب نکاح:** مورخہ 20/ اپریل 2019ء بروز ہفتہ حضورِ انور نے پانچ نکاحوں کا اعلان فرمایا۔

☆ ... عزیزہ حافظہ عطیۃ الرحیم (واقفۂ نو) بنت مکرم مسرور احمد نعیم صاحب (ربوہ) ہمراہ مکرم راشد مجید صاحب (مربی سلسلہ۔ شعبہ تخصص جامعہ احمدیہ ربوہ) ابن مکرم عبد المجید طیّب صاحب (ربوہ)

☆ ... عزیزہ فاطمہ صدف بنت مکرم مرزا اکرم بیگ صاحب مرحوم (ربوہ) ہمراہ مکرم سجیل احمد صاحب (مربی سلسلہ۔ شعبہ تخصص جامعہ احمدیہ ربوہ) ابن مکرم محمد نواز صاحب (ربوہ)

☆ ... عزیزہ فیضیہ انور (واقفۂ نو) بنت مکرم مبارک احمد انور صاحب (ناروے) ہمراہ مکرم نوید احمد خان (واقفِ نو) ابن مکرم مبارک احمد خان صاحب (یوکے)

☆ ... عزیزہ زارا احمد بنت مکرم بشارت احمد گھمن صاحب (کینیڈا) ہمراہ مکرم نادر احمد سندھو صاحب (واقفِ نو) ابن مکرم ناصر احمد سندھو صاحب (جرمنی)

☆ ... عزیزہ تنزیلہ انعم بنت مکرم نعیم احمد صاحب (یوکے) ہمراہ مکرم افتخار احمد صاحب (واقفِ نو) ابن مکرم ناصر احمد صاحب (جرمنی)

☆... **حضورِ انور سے پہلی ذاتی ملاقات:** مورخہ 18/ اپریل 2019ء بروز جمعرات۔ مکرم توصیف احمد ابن مکرم ذوالفقار صاحب آف ناصر آباد۔ سندھ

☆...**پہلا جنازہ حاضر و غائب:** حضورِ انور نے مورخہ 03/ مئی 2019ء بروز جمعۃ المبارک۔ محترمہ احمدہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری محمد یعقوب صاحب (کرائیڈن یوکے) کا جنازہ حاضر پڑھایا

☆...**پہلی تقریب جس میں حضورِ انور شمولیت کے لیے تشریف لے کر گئے:** مورخہ 27/ اپریل 2019ء بروز ہفتہ۔ IAAAE یوروپین چیپٹر کا سالانہ سمپوزیم۔ مسجد بیت الفتوح

☆... **حضورِ انور سے پہلے غیر از جماعت مہمان کی ملاقات:** مورخہ 28/ اپریل 2019ء بروز اتوار۔ Miss Patricia Haveman۔ بانی صدر Mundo Younido، ہالینڈ

☆...**پہلا چاند جسے دیکھ کر حضورِ انور نے دعا کی:** مورخہ 7/ مئی 2019ء بروز منگل، یکم رمضان۔

☆...**نئے مرکزِ احمدیت کے نَو تعمیر شدہ رہائشی بلاکس کے پہلے آباد کار:** مکرم حافظ اعجاز احمد طاہر صاحب۔ استاد جامعہ احمدیہ یوکے۔ مورخہ 22/ مارچ 2019ء بروز جمعۃ المبارک اسلام آباد منتقل ہوئے۔

☆...☆...☆

نور و ظہورِ قدرتِ ثانی! خدا گواہ بگڑی سنور گئی ہے ترے انتخاب سے

نظامِ خلافت، اہمیت اور برکات

(امین احمد تنویر۔مربی سلسلہ ربوہ)

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے:

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّھُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِھِمۡ ۪ وَ لَیُمَکِّنَنَّ لَھُمۡ دِیۡنَھُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَھُمۡ وَ لَیُبَدِّلَنَّھُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِھِمۡ اَمۡنًا ؕ یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا ؕ وَ مَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ (النور 56)

’’تم میں سے جولوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے اُن سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اُس نے اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور اُن کے لیے اُن کے دین کو، جو اُس نے اُن کے لیے پسند کیا، ضرور تمکنت عطا کرے گا اور اُن کی خوف کی حالت کے بعد ضرور اُنہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور جو اس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔‘‘

(اردو ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ)

اللہ تبارک وتعالیٰ کی یہ سنتِ مستمرہ ہے کہ جب بھی دنیا ظلمت و تاریکی میں ڈوب جاتی ہے اور ظھر الفساد فی البر والبحر کا نمونہ پیش کر رہی ہوتی ہے اور جب یہ اندھیرے اپنی انتہا کو پہنچ جاتے ہیں باوجود اس کے کہ انسانوں کی یہ حالت ان کی اپنی ہی غلطیوں اور کوتاہیوں اور ظلم کی وجہ سے ہوتی ہے پھر بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت بے پایاں اپنی مخلوق کو اس برے حال میں دیکھ نہیں پاتی اور اس کی رحمت جوش میں آتی ہے اور وہ اپنی مخلوق کو اس گمراہی اور اندھیرے سے نکالنے کے لیے اپنے محبوب انبیاء کا ظہور فرماتا ہے اور انبیاء کی بعثت کے طفیل ان ظلمتوں اور اندھیروں کو اپنے نور کے ذریعہ زائل کرتا ہے۔ مگر شیطانی قوّتوں کو کہاں یہ گوارہ ہوتا ہے کہ مخلوقِ خدا اندھیروں سے نکل کر اپنے خدا کے سائے تلے آجائے۔ یہ شیطانی قوّتیں انبیاء کے مقابلے کے لیے سرگرم ہوجاتی ہیں اور انبیاء اور ان پر ابتدائی ایمان لانے والوں کو جو بظاہر نظر بہت کمزور بھی ہوتے ہیں ان کو تباہ و برباد کرنے کے دعووں کے ساتھ ساتھ ان کو نابود کرنے کے لیے سر سے پاؤں تک زور بھی لگانے لگتی ہیں اور اپنے زعم میں اس یقین پر قائم ہوتی ہیں کہ ان کمزور سے لوگوں کو ختم کرنا تو گویا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے مگر ان کو کیا معلوم کہ ان بظاہر کمزور نظر آنے والوں کا تعلق ایک ایسی قادرِ مطلق ہستی سے ہے اور وہ ان کی پشت پر کھڑا ہے کہ جس کا مقابلہ کرنے کی کسی کو بھی طاقت نہیں۔ اور اس قادرِ مطلق خدا کا وعدہ ہے کہ کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیۡ

(المجادلۃ:23)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے کہ اُس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اِس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور اُن کو غلبہ دیتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیۡ اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ خدا کی حجت زمین پر پوری ہو جائے اور اُس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے اِسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ اُن کی سچائی ظاہر کر دیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اُس کی تخم ریزی اُنہیں کے ہاتھ سے کر دیتا ہے لیکن اُس کی پوری تکمیل اُن کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں اُن کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن اور تشنیع کا موقع دے دیتا ہے اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے (1) اوّل خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے (2) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردّد میں پڑ جاتے ہیں اور اُن کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں۔ تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے اور صحابہؓ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے۔ تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا اور اُس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا وَ لَیُمَکِّنَنَّ لَھُمۡ دِیۡنَھُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَھُمۡ وَ لَیُبَدِّلَنَّھُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِھِمۡ اَمۡنًا یعنی خوف کے بعد پھر ہم ان کے پیر جما دیں گے۔ ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں ہوا جب کہ حضرت موسیٰؑ مصر اور کنعان کی راہ میں پہلے اِس سے جو بنی اسرائیل کو وعدہ کے موافق منزل مقصود تک پہنچا دیں فوت ہو گئے اور بنی اسرائیل میں اُن کے مرنے سے ایک بڑا ماتم برپا ہوا جیسا کہ توریت میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل اس بے وقت موت کے صدمہ سے اور حضرت موسیٰؑ کی ناگہانی جدائی سے چالیس 40 دن تک روتے رہے۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ معاملہ ہوا۔ اور صلیب کے واقعہ کے وقت تمام حواری تتر بتر ہو گئے اور ایک ان میں سے مرتد بھی ہو گیا۔

سو اے عزیزو! جب کہ قدیم سے سُنّت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لیے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لیے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اُس کا آنا تمہارے لیے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہو گا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک مَیں نہ جاؤں۔ لیکن مَیں جب جاؤں گا تو پھر خدا اُس دوسری قدرت کو تمہارے لیے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔ (رسالہ الوصیت صفحہ 3تا5)

پیارے آقا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خلافت علیٰ منہاج النبوّۃ کی خوشخبری

عَنۡ حُذَیۡفَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ تَکُوۡنُ النُّبُوَّۃُ فِیۡکُمۡ مَاشَآءَ اللّٰہُ اَنۡ تَکُوۡنَ ثُمَّ یَرۡفَعُھَا اللّٰہُ تَعَالٰی ثُمَّ تَکُوۡنُ خِلَافَۃٌ عَلٰی مِنۡھَاجِ النُّبُوَّۃِ مَاشَآءَ اللّٰہُ اَنۡ تَکُوۡنَ ثُمَّ یَرۡفَعُھَا اللّٰہُ تَعَالٰی ثُمَّ تَکُوۡنُ مُلۡکًا عَاضًّا فَتَکُوۡنُ مَاشَآءَ اللّٰہُ اَنۡ تَکُوۡنَ ثُمَّ یَرۡفَعُھَا اللّٰہُ تَعَالٰی ثُمَّ تَکُوۡنُ مُلۡکًا جَبۡرِیَّۃً فَیَکُوۡنُ مَاشَآءَ اللّٰہُ اَنۡ یَکُوۡنَ ثُمَّ یَرۡفَعُھَا اللّٰہُ تَعَالٰی ثُمَّ تَکُوۡنُ خِلَافَۃً عَلٰی مِنۡھَاجِ النُّبُوَّۃِ ثُمَّ سَکَتَ۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 4 صفحہ 273 ۔ مشکوٰۃ بَابُ الۡاِنۡذَارِ وَالتَّحۡذِیۡرِ)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں نبوت قائم رہے گی جب تک اللہ چاہے گا پھر وہ اس کو اٹھالے گا اور خلافت عَلٰی مِنۡھَاجِ النُّبُوَّۃِ قائم ہو گی، پھر اللہ تعالیٰ جب چاہے گا اس نعمت کو بھی اٹھا لے گا، پھر ایذا رساں بادشاہت قائم ہو گی اور تب تک رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ جب یہ دور ختم ہو گا تو اس سے بھی بڑھ کر جابر بادشاہت قائم ہو گی اور تب تک رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا پھر وہ ظلم وستم کے اس دور کو ختم کر دے گا جس کے بعد پھر نبوت کے طریق پر خلافت قائم ہو گی! یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔

جہاں ہمارے پیارے آقا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانے میں خلافت کے قیام کی خوشخبری عطا فرمائی وہیں یہ بھی سمجھا دیا کہ خدا کے اس انعام کی بڑی اہمیت ہے اس لیے اس کی قدر کرنا اور فرمایا اتنی زیادہ اہمیت ہے کہ اگر اس کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی بھی دینی پڑے تو دینا مگر خلافت کے ساتھ تعلق نہ توڑنا۔

حدیث نبوی ﷺ میں خلافت کی اہمیت کا بیان

’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اِنۡ رَأَیۡتَ یَوۡمَئِذٍ خَلِیۡفَۃَ اللّٰہِ فِی الۡاَرۡضِ فَالۡزِمۡہُ وَاِنۡ نُھِکَ جِسۡمُکَ وَأُخِذَ مَالُکَ۔ یعنی اگر تو اللہ کے خلیفہ کو زمین میں دیکھے تو اسے مضبوطی سے پکڑ لینا اگرچہ تیرا جسم نوچ دیا جائے اور تیرا مال چھین لیا جائے۔‘‘

(مسند احمد بن حنبل حدیث حذیفۃ بن الیمان حدیث نمبر 22916)

قیام خلافت حقیقت میں نبوّت کے فیضان کو جاری رکھنے کا ذریعہ ہے جو نبوّت کے اختتام پر اس فیض کو بڑھانے اور لمبے عرصے پر محیط کرنے کے لیے جاری ہوتا ہے۔ اسی لیے خدا تعالیٰ کی تائید ونصرت جس طرح نبوّت کے ساتھ ہوتی ہے اسی طرح خلافت کے ساتھ بھی ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ جس پر ہاتھ رکھتا ہے، جسے اپنے لیے چُن لیتا ہے اس کے ساتھ ہی ساری برکتیں وابستہ کر دیتا ہے اور جس نے برکتیں سمیٹنی ہوں اس کا خدا کے اس چنیدہ وجود سے وابستہ ہونا ضروری ہو جاتا ہے اور اس سے علیحدگی یا دوری سب کچھ برباد کر دیتی ہے۔ جیسے ہمارے پیارے آقا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کو خدا نے چنا تو جو بھی رسولِ پاک صلّی اللہ علیہ وسلم سے چمٹ گیا وہ ایک لازوال مقام پا گیا اور ہمیشہ کے لیے امر ہو گیا خواہ وہ پہلے اپنے معاشرے میں ایک حبشی غلام کا مقام رکھتا تھا تو اس تعلق کے نتیجہ میں وہ سیّدنا بلال کا مقام پا گیا مگر دوسری طرف رسول پاک ﷺ کو چھوڑنے والا آپ سے دوری اختیار کرنے والا اگر پہلے ابوالحکم بھی کہلاتا تھا تو خدا کے رسول سے دوری کے نتیجے میں وہی ابوالحکم ابوجہل بن گیا اور ساری برکتیں اور اعزاز جو معاشرے میں اسے حاصل تھے سب برباد کر بیٹھا اور جاہلوں کا بھی باپ کہلایا۔ یہ ہے فرق جو خدا تعالیٰ پیدا فرماتا ہے۔ اور اسی طرح نبوّت کے بعد ہر برکت خلافت کے ساتھ وابستہ کر دیتا ہے کیونکہ خلافت نبوّت کی ہی تو قائم مقام ہے اور انہی برکتوں کو تو پھیلانے والی ہے تو جو بھی خلافت سے چمٹ جائے گا سب کچھ پائے گا اور جو اس سے الگ ہو گا سب کچھ برباد کر کے ناکام ونامراد ہو گا۔ یہ اس خدا کا فیصلہ ہے جس نے ہمیں خلافت کی نعمت سے نوازا ہے۔

خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں اور رسول کا جانشین حقیقی معنوں کے لحاظ سے وہی ہوسکتا ہے جو ظلّی طور پر رسول کے کمالات اپنے اندر رکھتا ہو اس واسطے رسول کریم نے نہ چاہا کہ ظالم بادشاہوں پر خلیفہ کا لفظ اطلاق ہو کیونکہ خلیفہ درحقیقت رسول کا ظل ہوتا ہے اور چونکہ کسی انسان کے لیے دائمی طور پر بقا نہیں لہٰذا خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ رسول کے وجود کو جو تمام دنیا کے وجودوں سے اشرف و اولیٰ ہیں ظلی طور پر ہمیشہ کے لیے تا قیامت قائم رکھے۔ سو اسی غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا تا کہ دنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکاتِ رسالت سے محروم نہ رہے۔‘‘

(شہادۃ القرآن روحانی خزائن جلد 6۔صفحہ 353)

خلیفہ خدا بناتا ہے اور اس کے انتخاب میں نقص نہیں ہوتا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’صوفیا نے لکھا کہ جو شخص کسی شیخ یا رسول اور نبی کے بعد

خلیفہ ہونے والا ہوتا ہے تو سب سے پہلے خدا کی طرف سے اس کے دل میں حق ڈالا جاتا ہے۔ جب کوئی رسول یا مشائخ وفات پاتے ہیں تو دنیا پر ایک زلزلہ آجاتا ہے اور وہ ایک بہت ہی خطرناک وقت ہوتا ہے مگر خدا تعالیٰ کسی خلیفہ کے ذریعہ اس کو مٹاتا ہے اور پھر گویا اس امر کا ازسرنو اس خلیفہ کے ذریعہ اصلاح و استحکام ہوتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں اپنے بعد خلیفہ مقرر نہ کیا اس میں بھی یہی بھید تھا کہ آپؐ کو خوب علم تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ خود ایک خلیفہ مقرر فرماوے گا کیونکہ یہ خدا کا ہی کام ہے اور خدا کے انتخاب میں نقص نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کام کے واسطے خلیفہ بنایا اور سب سے اول حق انہی کے دل میں ڈالا۔ (ملفوظات جلد 10 صفحہ 229)

خلافت کی اطاعت سے باہر ہونے والا نبی کی اطاعت سے باہر ہو جاتا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

"بے شک میں نبی نہیں ہوں لیکن میں نبوت کے قدموں پر اور اس کی جگہ پر کھڑا ہوں۔ ہر وہ شخص جو میری اطاعت سے باہر ہوتا ہے وہ یقیناً نبی کی اطاعت سے باہر ہوتا ہے............ میری اطاعت اور فرمانبرداری میں خدا تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری ہے۔" (الفضل 4 ستمبر 1937ء)

خلیفہ اپنے زمانے میں سب لوگوں سے افضل ہوتا ہے

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ہماری جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ جماعت کا جو خلیفہ ہو وہ اپنے زمانہ میں جماعت کے تمام لوگوں سے افضل ہوتا ہے اور چونکہ ہماری جماعت ہمارے عقیدہ کی رُو سے باقی تمام جماعتوں سے افضل ہے اس لیے ساری دنیا میں سے افضل جماعت میں سے ایک شخص جب سب سے افضل ہوگا تو موجودہ لوگوں کے لحاظ سے یقیناً اُسے 'بعد از خدا بزرگ توئی' کہہ سکتے ہیں۔" (الفضل 27 اگست 1937ء صفحہ 6)

"جماعت احمدیہ کے خلیفہ کی حیثیت دنیا کے تمام بادشاہوں اور شہنشاہوں سے زیادہ ہے، وہ دنیا میں خدا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نمائندہ ہے۔"

(الفضل 27 اگست 1937ء صفحہ 8)

حضرت سید محمد اسماعیل صاحب شہید فرماتے ہیں:

امام رسول کے سعادت مند فرزند کی مانند ہے اور تمام اکابر امت و بزرگان ملت ملازموں اور خدمت گاروں اور جانثار غلاموں کی مانند ہیں۔ پس جس طرح تمام اکابر سلطنت و ارکان مملکت کے لیے شہزادہ والا قدر کی تعظیم ضروری اور اس سے توسل واجب ہے اور اس سے مقابلہ کرنا نمک حرامی کی علامت اور اس پر مفاخرت کا اظہار بد انجامی پر دلالت کرتا ہے ایسا ہی ہر صاحب کمال کے حضور میں تواضع اور تذلل سعادت دارین کا باعث ہے اور اس کے حضور میں اپنے علم و کمال کو کچھ سمجھ بیٹھنا دونوں جہان کی شقاوت ہے اس کے ساتھ یگانگت رکھنا رسول سے یگانگت ہے اور اس سے بیگانگی ہو تو خود رسول سے بیگانگی ہے۔ (منصب امامت صفحہ 78)

خدا تعالیٰ کے منتخب خلیفہ کو کوئی معزول نہیں کرسکتا

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"خلافت کیسری کی دُکان کا سوڈا واٹر نہیں۔ تم اس بکھیڑے سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے، نہ تم کو کسی نے خلیفہ بنانا ہے اور نہ میری زندگی میں کوئی اور بن سکتا ہے۔ میں جب مر جاؤں گا تو پھر وہی کھڑا ہو گا جس کو خدا چاہے گا اور خدا اس کو آپ کھڑا کر دے گا۔ تم نے میرے ہاتھوں پر اقرار کیے ہیں تم خلافت کا نام نہ لو۔ مجھے خدا نے خلیفہ بنا دیا ہے اور اب نہ تمہارے کہنے سے معزول ہو سکتا ہوں اور نہ کسی میں طاقت ہے کہ وہ معزول کرے۔ اگر تم زیادہ زور دو گے تو یاد رکھو میرے پاس ایسے خالد بن ولید ہیں جو تمہیں مرتدوں کی طرح سزا دیں گے۔"

(اخبار بدر 11 جولائی 1912ء۔ جلد 12 نمبر 2۔ صفحہ 4)

خلیفہ کی دعا ہی سب سے زیادہ قبول ہوتی ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ جب کسی کو منصب خلافت پر سرفراز کرتا ہے تو اس کی دعاؤں کی قبولیت کو بڑھا دیتا ہے کیونکہ اگر اس کی دعائیں قبول نہ ہوں تو پھر اس کے اپنے انتخاب کی ہتک ہوتی ہے...... میں جو دعا کروں گا وہ ان شاء اللہ فرداً فرداً ہر شخص کی دعا سے زیادہ طاقت رکھے گی۔ (منصب خلافت صفحہ 32)

خلافت سے چمٹنے میں ہی بقا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"آخر میں ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں اور یہ وصیت کرتا ہوں کہ تمہارا اعتصام حبل اللہ کے ساتھ ہو۔ قرآن تمہارا دستور العمل ہو، باہم کوئی تنازع نہ ہو کیونکہ تنازع فیضان الٰہی کو روکتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی قوم جنگل میں اسی طرح نقص کی وجہ سے ہلاک ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم نے احتیاط کی اور وہ کامیاب ہو گئے۔ اب تیسری مرتبہ تمہاری باری آئی ہے اس لیے چاہیے کہ تمہاری حالت اپنے امام کے ہاتھ میں ایسی ہو جیسے میت غسال کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ تمہارے تمام ارادے اور خواہشیں مردہ ہوں اور تم اپنے آپ کو امام کے ساتھ ایسا وابستہ کرو جیسے گاڑیاں انجن کے ساتھ اور پھر ہر روز دیکھو کہ ظلمت سے نکلتے ہو یا نہیں، استغفار کثرت سے کرو اور دعاؤں میں لگے رہو، وحدت کو ہاتھ سے نہ دو، دوسرے کے ساتھ نیکی اور خوش معاملگی میں کوتاہی نہ کرو۔ تیرہ سو برس کے بعد یہ زمانہ ملا ہے اور آئندہ یہ زمانہ قیامت تک نہیں آسکتا۔ پس اس نعمت کا شکر کرنے پر ازدیاد نعمت ہوتا ہے۔ لَئِنۡ شَکَرۡتُمۡ لَاَزِیۡدَنَّکُمۡ لیکن جو شکر نہیں کرتا وہ یاد رکھے اِنَّ عَذَابِیۡ لَشَدِیۡدٌ۔"

(ابراہیم: 8) (الحکم 24 جنوری 1903ء جلد 7 نمبر 3۔ صفحہ 15)

خلافت قوم کے تفرقہ سے بچاؤ اور اتحاد کی ضمانت ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کا یہ بہت بڑا احسان ہے احمدیوں پر کہ نہ صرف ہادیٔ کامل صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں شامل ہونے کی توفیق ملی بلکہ اس زمانے میں مسیح موعود علیہ السلام اور مہدی کی جماعت میں شامل ہونے کی توفیق بھی اس نے عطا فرمائی جس میں ایک نظام قائم ہے، ایک نظام خلافت قائم ہے، ایک مضبوط کڑا آپ کے ہاتھ میں ہے جس کا ٹوٹنا ممکن نہیں لیکن یاد رکھیں کہ یہ کڑا تو ٹوٹنے والا نہیں لیکن اگر آپ نے اپنے ہاتھ ذرا ڈھیلے کیے تو آپ کے ٹوٹنے کے امکان پیدا ہو سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس سے بچائے اس لیے اس حکم کو ہمیشہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھو اور نظام جماعت سے ہمیشہ چمٹے رہو کیونکہ اب اس کے بغیر آپ کی بقا نہیں۔" (خطبات مسرور جلد 1۔ صفحہ 256۔ 257 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 22 اگست 2003ء)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 11 مئی 2003ء کو احباب جماعت کے نام ایک خصوصی پیغام میں فرمایا:

"قدرتِ ثانیہ خدا کی طرف سے ایک بڑا انعام ہے جس کا مقصد قوم کو متحد کرنا اور تفرقہ سے محفوظ رکھنا ہے۔ یہ وہ لڑی ہے جس میں جماعت موتیوں کی مانند پروئی ہوئی ہے۔ اگر موتی بکھرے ہوں تو نہ تو وہ محفوظ ہوتے ہیں اور نہ ہی خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ ایک لڑی میں پروئے ہوئے موتی ہی خوبصورت اور محفوظ ہوتے ہیں۔ اگر قدرتِ ثانیہ نہ ہو تو اسلام کبھی ترقی نہیں کرسکتا۔"

(الفضل انٹرنیشنل 23 تا 30 مئی 2003ء۔ صفحہ 1)

تمام برکات خلیفۂ وقت سے تعلق کے نتیجہ میں ہی مل سکتی ہیں

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"جب تک بار بار ہم سے مشورے نہیں لیں گے اس وقت تک ان کے کام میں کبھی برکت پیدا نہیں ہو سکتی آخر خدا نے ان کے ہاتھ میں سلسلے کی باگ نہیں دی میرے ہاتھ میں سلسلے کی باگ دی ہے۔ انہیں خدا نے خلیفہ نہیں بنایا مجھے خدا نے خلیفہ بنایا ہے اور جب خدا نے اپنی مرضی بتانی ہوتی ہے تو مجھے بتاتا ہے انہیں نہیں بتاتا۔ پس تم مرکز سے الگ ہو کر کیا کر سکتے ہو جس کو خدا اپنی مرضی بتاتا ہے جس پر خدا اپنے الہام نازل فرماتا ہے جس کو خدا نے اس جماعت کا خلیفہ اور امام بنا دیا ہے اس سے مشورہ اور ہدایت حاصل کر کے ہی تم کام کر سکتے ہو۔ اس سے جتنا تعلق رکھو گے اسی قدر تمہارے کاموں میں برکت پیدا ہو گی.......وہی شخص سلسلہ کا مفید کام کر سکتا ہے جو اپنے آپ کو امام سے وابستہ رکھتا ہے۔ اگر کوئی شخص امام کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ نہ رکھے تو وہ دنیا بھر کے علوم جانتا ہو وہ اتنا کام بھی نہیں کر سکے گا جتنا بکری کا بکروٹا کر سکتا ہے۔"

(الفضل 20 نومبر 1946ء)

خلافت کے تابع ہونے سے ہی ہر برکت نصیب ہو گی

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"اگر ایک امام اور خلیفہ کی موجودگی میں انسان یہ سمجھے کہ ہمارے لیے کسی آزاد تدبیر اور مظاہرہ کی ضرورت ہے تو پھر خلیفہ کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ امام اور خلیفہ کی ضرورت یہی ہے کہ ہر قدم جو مومن اٹھاتا ہے اس کے پیچھے اٹھاتا ہے، اپنی مرضی اور خواہشات کو اس کی مرضی اور خواہشات کے تابع کرتا ہے، اپنی تدبیروں کو اس کی تدبیروں کے تابع کرتا ہے، اپنے ارادوں کو اس کے ارادوں کے تابع کرتا ہے، اپنی آرزوؤں کو اس کی آرزوؤں کے تابع کرتا ہے، اپنے سامانوں کو اس کے سامانوں کے تابع کرتا ہے۔ اگر اس مقام پر مومن کھڑے ہو جائیں تو ان کے لیے کامیابی اور فتح یقینی ہے۔" (خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 27 اگست 1937ء الفضل 4 ستمبر 1937۔ صفحہ 4-3)

تمام ترقیات خلافت سے وابستگی میں ہی ہیں

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"پس تم خوب یاد رکھو کہ تمہاری ترقیات خلافت کے ساتھ وابستہ ہیں اور جس دن تم نے اس کو نہ سمجھا اور اسے قائم

نہ رکھا، وہی دن تمہاری ہلاکت اور تباہی کا دن ہو گا لیکن اگر تم اس کی حقیقت کو سمجھے رہو گے اور اسے قائم رکھو گے تو پھر اگر ساری دنیا مل کر بھی تمہیں ہلاک کرنا چاہے گی تو نہیں کر سکے گی اور تمہارے مقابل میں بالکل ناکام و نامراد رہے گی جیسا کہ مشہور ہے اسفند یار ایسا تھا کہ اس پر تیر اثر نہ کرتا تھا۔ تمہارے لیے ایسی حالت خلافت کی وجہ سے پیدا ہو سکتی ہے۔ جب تک تم اس کو پکڑے رکھو گے تو کبھی دنیا کی مخالفت تم پر اثر نہ کر سکے گی بیشک افراد مریں گے، مشکلات آئیں گی، تکالیف پہنچیں گی مگر جماعت کبھی تباہ نہ ہو گی بلکہ دن بہ دن بڑھے گی اور اس وقت تم میں سے کسی کا دشمنوں کے ہاتھوں مرنا ایسا ہو گا جیسا کہ مشہور رہے کہ اگر ایک دیو کٹتا ہے تو ہزاروں پیدا ہو جاتے ہیں تم میں سے اگر ایک مارا جائے گا تو اس کی بجائے ہزاروں اس کے خون کے قطروں سے پیدا ہو جائیں گے۔‘‘

(حقائق القرآن مجموعہ القرآن حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب رضی اللہ عنہ سورۃ النور زیر آیت استخلاف۔ صفحہ 73)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے یوم خلافت کے حوالے سے جماعت احمدیہ راولپنڈی کے نام پیغام میں فرمایا:

’’آپ میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ دعاؤں پر بہت زور دے اور اپنے آپ کو خلافت سے وابستہ رکھے اور یہ نکتہ ہمیشہ یاد رکھے کہ اس کی ساری ترقیات اور کامیابیوں کا راز خلافت سے وابستگی میں ہی ہے۔ وہی شخص سلسلہ کا مفید وجود بن سکتا ہے جو اپنے آپ کو امام سے وابستہ رکھتا ہے۔ اگر کوئی شخص امام کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ نہ رکھے تو خواہ دنیا بھر کے علوم جانتا ہو اس کی کوئی بھی حیثیت نہیں۔ جب تک آپ کی عقلیں اور تدبیریں خلافت کے ماتحت رہیں گی اور آپ اپنے امام کے پیچھے پیچھے اس کے اشاروں پر چلتے رہیں گے اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت آپ کو حاصل رہے گی۔‘‘ (روزنامہ الفضل 30 مئی 2003ء۔ صفحہ 2)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 11 مئی 2003ء کو احباب جماعت کے نام ایک خصوصی پیغام میں فرمایا:

’’پس اس قدرت کے ساتھ کامل اخلاص اور محبت اور وفا اور عقیدت کا تعلق رکھیں اور خلافت کی اطاعت کے جذبہ کو دائمی بنائیں اور اس کے ساتھ محبت کے جذبہ کو اس قدر بڑھائیں کہ اس محبت کے بالمقابل دوسرے تمام رشتے کمتر نظر آئیں۔ امام سے وابستگی میں ہی سب برکتیں ہیں اور وہی آپ کے لیے ہر قسم کے فتنوں اور ابتلاؤں کے مقابلہ کے لیے ایک ڈھال ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں: ’’جس طرح وہی شاخ پھل لا سکتی ہے جو درخت کے ساتھ ہو۔ وہ کٹی ہوئی شاخ پھل پیدا نہیں کر سکتی جو درخت سے جدا ہو اس طرح وہی شخص سلسلہ کا مفید کام کر سکتا ہے جو اپنے آپ کو امام سے وابستہ رکھتا ہے۔ اگر کوئی شخص امام کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ نہ رکھے تو خواہ وہ دنیا بھر کے علوم جانتا ہو وہ اتنا بھی کام نہیں کر سکے گا جتنا بکری کا بکروٹا۔‘‘ پس اگر آپ نے ترقی کرنی ہے اور دنیا پر غالب آنا ہے تو میری آپ کو یہی نصیحت ہے اور میرا یہی پیغام ہے کہ آپ خلافت سے وابستہ ہو جائیں۔ اس حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامے رکھیں۔ ہماری ساری ترقیات کا دار و مدار خلافت سے وابستگی میں ہی پنہاں ہے۔‘‘

(الفضل انٹرنیشنل 23 تا 30 مئی 2003 صفحہ 1)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ماہنامہ خالد کے ’سیدنا طاہر نمبر‘ کے لیے اپنے پیغام میں فرمایا:

’’یہ خلافت کی ہی نعمت ہے جو جماعت کی جان ہے اس لیے اگر زندگی چاہتے ہیں تو خلافتِ احمدیہ کے ساتھ اخلاص اور وفا کے ساتھ چمٹ جائیں، پوری طرح اس سے وابستہ ہو جائیں کہ آپ کی ہر ترقی کا راز خلافت سے وابستگی میں ہی مضمر ہے۔ ایسے بن جائیں کہ خلیفۂ وقت کی رضا آپ کی رضا ہو جائے۔ خلیفۂ وقت کے قدموں پر آپ کا قدم ہو اور خلیفۂ وقت کی خوشنودی آپ کا مطمح نظر ہو جائے۔‘‘

(ماہنامہ خالد سیدنا طاہر نمبر مارچ اپریل 2004ء۔ صفحہ 4)

ہر قسم کی فضیلت امام کی اطاعت میں ہے

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

یاد رکھو ایمان کسی خاص چیز کا نام نہیں بلکہ ایمان نام ہے اس بات کا کہ خدا تعالیٰ کے قائم کردہ نمائندہ کی زبان سے جو بھی آواز بلند ہو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کی جائے...... ہزار دفعہ کوئی شخص کہے کہ میں مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لاتا ہوں ہزار دفعہ کوئی کہے کہ میں احمدیت پر ایمان رکھتا ہوں۔ خدا کے حضور اس کے ان دعوؤں کی کوئی قیمت نہیں ہو گی جب تک وہ اس شخص کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہیں دیتا جس کے ذریعہ خدا اس زمانہ میں اسلام قائم کرنا چاہتا ہے جب تک جماعت کا ہر شخص پاگلوں کی طرح اس کی اطاعت نہیں کرتا اور جب تک اطاعت میں اپنی زندگی کا ہر لمحہ بسر نہیں کرتا۔ اس وقت تک وہ کسی قسم کی فضیلت اور بڑائی کا حقدار نہیں ہو سکتا۔

(الفضل 15 نومبر 1946ء)

خلیفۂ وقت کی سکیم کے سوا اَور کوئی سکیم قابل عمل نہیں ہونی چاہیے

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

خلافت کے تو معنی ہی یہ ہیں کہ جس وقت خلیفہ کے منہ سے کوئی لفظ نکلے اس وقت سب سکیموں سب تجویزوں اور سب تدبیروں کو پھینک کر رکھ دیا جائے اور سمجھ لیا جائے کہ اب وہی سکیم وہی تجویز اور وہی تدبیر مفید ہے جس کا خلیفۂ وقت کی طرف سے حکم ملا ہے جب تک یہ روح جماعت میں پیدا نہ ہو اس وقت تک سب خطبات رائیگاں تمام سکیمیں باطل اور تمام تدبیریں ناکام ہیں۔ (خطبہ جمعہ 31 جنوری 1937ء)

انسانی عقلیں اور تدبیریں خلافت کے تحت ہی کامیابی کی راہ دکھا سکتی ہیں

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ خواہ تم کتنے ہی عقلمند اور مدبر ہو اپنی تدابیر اور عقلوں پر چل کر دین کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے جب تک تمہاری عقلیں اور تدبیریں خلافت کے ماتحت نہ ہوں اور تم امام کے پیچھے پیچھے نہ چلو ہرگز اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت تم حاصل نہیں کر سکتے۔ پس اگر تم خدا تعالیٰ کی نصرت چاہتے ہو تو یاد رکھو اس کا کوئی ذریعہ نہیں سوائے اس کے کہ تمہارا اٹھنا، بیٹھنا، کھڑا ہونا اور چلنا اور تمہارا بولنا اور خاموش ہونا میرے ماتحت ہو۔

(الفضل 4 ستمبر 1937ء)

اطاعت ہو تو صحابہ رسول ﷺ جیسی ہو

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’اللہ اور اس کے رسول اور ملوک کی اطاعت اختیار کرو۔ اطاعت ایک ایسی چیز ہے کہ اگر سچے دل سے اختیار کی جائے تو دل میں ایک نور اور روح میں ایک لذت اور روشنی آتی ہے۔ مجاہدات کی اس قدر ضرورت نہیں ہے جس قدر اطاعت کی ضرورت ہے مگر ہاں یہ شرط ہے کہ سچی اطاعت ہو اور یہی ایک مشکل امر ہے۔ اطاعت میں اپنے ہوائے نفس کو ذبح کر دینا ضروری ہوتا ہے۔ بدوں اس کے اطاعت ہو نہیں سکتی اور ہوائے نفس ہی ایک ایسی چیز ہے جو بڑے بڑے مؤحدوں کے قلب میں بھی بت بن سکتی ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر کیسا فضل تھا اور وہ کس قدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں فنا شدہ قوم تھی۔ یہ سچ بات ہے کہ کوئی قوم، قوم نہیں کہلا سکتی اور ان میں ملیت اور یگانگت کی روح نہیں پھونکی جاتی جب تک کہ وہ فرماں برداری کے اصول کو اختیار نہ کرے......... اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے اس میں یہی تو سرّ ہے۔ اللہ تعالیٰ توحید کو پسند فرماتا ہے اور یہ وحدت قائم نہیں ہو سکتی جب تک اطاعت نہ کی جاوے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ بڑے بڑے اہل الرائے تھے، خدا نے ان کی بناوٹ ایسی ہی رکھی تھی، وہ اصول سیاست سے بھی خوب واقف تھے کیونکہ آخر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام خلیفہ ہوئے اور ان میں سلطنت آئی تو انہوں نے جس خوبی اور انتظام کے ساتھ سلطنت کے بارگراں کو سنبھالا ہے اس سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ ان میں اہل الرائے ہونے کی کیسی قابلیت تھی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ان کا یہ حال تھا کہ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ فرمایا اپنی تمام راؤں اور دانشوں کو اس کے سامنے حقیر سمجھا اور جو کچھ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی کو واجب العمل قرار دیا...... ناسمجھ مخالفوں نے کہا ہے کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلایا گیا مگر میں یہ کہتا ہوں کہ یہ صحیح نہیں ہے اصل بات یہ ہے کہ دل کی نالیاں اطاعت کے پانی سے لبریز ہو کر بہ نکلی تھیں۔ یہ اس اطاعت اور اتحاد کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے دوسرے دلوں کو تسخیر کر لیا......... تم جو مسیح موعود کی جماعت کہلا کر صحابہ کی جماعت سے ملنے کی آرزو رکھتے ہو اپنے اندر صحابہ کا رنگ پیدا کرو۔ اطاعت ہو تو ویسی ہو، باہم محبت اور اخوت ہو تو ویسی ہو۔ غرض ہر رنگ میں، ہر صورت میں تم وہی شکل اختیار کرو جو صحابہ کی تھی۔‘‘ (تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 2۔ صفحہ 246 تا 248 ۔ تفسیر سورۃ النساء زیر آیت 60)

خلیفہ سے بحث جائز نہیں

حضرت سید محمد اسماعیل صاحب شہید فرماتے ہیں:

’’لازم ہے کہ احکام کے اجراء اور مہمات کا انجام امام کے سپرد کیا جائے اور اس سے قیل و قال اور بحث وجدال نہ کیا جائے اس کے حضور میں زبان کو بند رکھیں اور اپنی رائے سے سرانجام مقدمات میں دخل نہ دیں اور کسی طرح بھی اس کے سامنے استقلال کا دم نہ ماریں۔‘‘ (منصب امامت صفحہ 92)

قرب خداوندی کے لیے خلیفۂ وقت کی اطاعت ضروری ہے

حضرت سید محمد اسماعیل صاحب شہید فرماتے ہیں:

امام وقت سے سرکشی اور روح گردانی اس کے ساتھ گستاخی ہے اور اس کے ساتھ بلکہ خود رسول کے ساتھ ہمسری ہے اور خفیہ طور پر خود رب العزت پر اعتراض ہے کہ ایسے ناقص شخص کو کامل شخص کی نیابت کا منصب عطا ہوا۔ الغرض اس کے توسل کے بغیر تقرب الٰہی محض خلل اور وہم ہے اور ایک خیال ہے جو سراسر باطل اور محال ہے۔ (منصب امامت صفحہ 78)

آخر پر صد سالہ خلافت جوبلی 2008ء کے موقعہ پر ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جو عہد ہم سے لیا تھا اس کو پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں خلافت سے محبت، عشق اور فدائیت میں ہمیشہ بڑھنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ ہم خلافت کی کامل اطاعت کرنے والے ہوں تا کہ اللہ تعالیٰ نے جو برکات خلافت سے وابستہ کی ہیں ہم ان تمام برکات کے وارث ہوں اور اپنے خالق حقیقی کی خوشنودی حاصل کرنے والے بنیں۔ اور اِس عہد پر جو ہم نے حضرت خلیفۃ المسیح کے ساتھ مل کر کیا ہے اس پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

’’اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ۔ آج خلافتِ احمدیہ کے سو سال پورے ہونے پر ہم اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ ہم اسلام اور احمدیت کی اشاعت اور محمد رسول اللہ ﷺ کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لیے اپنی زندگیوں کے آخری لمحات تک کوشش کرتے چلے جائیں گے اور اس مقدس فریضہ کی تکمیل کے لیے ہمیشہ اپنی زندگیاں خدا اور اس کے رسول ﷺ کے لیے وقف رکھیں گے اور ہر بڑی سے بڑی قربانی پیش کر کے قیامت تک اسلام کے جھنڈے کو دنیا کے ہر ملک میں اونچا رکھیں گے۔ ہم اس بات کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ ہم نظامِ خلافت کی حفاظت اور اس کے استحکام کے لیے آخری دم تک جدوجہد کرتے رہیں گے اور اپنی اولاد در اولاد کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے اور اس کی برکات سے مستفیض ہونے کی تلقین کرتے رہیں گے تا کہ قیامت تک خلافتِ احمدیہ محفوظ چلی جائے اور قیامت تک سلسلہ احمدیہ کے ذریعہ اسلام کی اشاعت ہوتی رہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا دنیا کے تمام جھنڈوں سے اونچا لہرانے لگے۔ اے خدا! تو ہمیں اس عہد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اللّٰھم آمین، اللّٰھم آمین، اللّٰھم آمین‘‘

☆...☆...☆

الفضل انٹرنیشنل کی سہ روزہ اشاعت

اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی بابرکت رہنمائی، توجہ اور ہدایات کی بدولت اس خصوصی اشاعت بسلسلہ یومِ خلافت سے الفضل انٹرنیشنل کی اشاعت ’’ہفت روزہ‘‘ سے ’’سہ روزہ‘‘ کی جا رہی ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ یہ شمارہ نمبر 21 اور 22 دو سہ روزہ شماروں پر مشتمل ہے۔ قارئین الفضل نوٹ فرمالیں۔

نیز دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ادارہ الفضل انٹرنیشنل کو ترقیات سے نوازے اور اپنی ذمہ داریاں بطور احسن ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

کیا آپ جہاد بالقلم کرنے کی خواہش رکھتے ہیں؟

اللہ تعالیٰ کے فضل سے الفضل انٹرنیشنل کو حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اردو خطباتِ جمعہ و خطابات نیز انگریزی خطابات کے اردو تراجم و رپورٹس دورہ جات شائع کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ مزید برآں دنیا بھر سے موصول ہونے والی جماعتی مساعی کی رپورٹس شائع کرنا بھی ادارے کی اوّلین ترجیحات میں شامل ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ ادارے کو بہت سے علمی، تحقیقی، تاریخی، معلوماتی، سائنسی، طبی وغیرہ عناوین پر دلچسپ اور مفید مضامین موصول ہوتے ہیں جنہیں وقتاً فوقتاً شاملِ اشاعت کیا جاتا ہے۔ ذیل میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے بیان فرمودہ اخبار الفضل کے اجراء کے بنیادی اغراض درج کیے جاتے ہیں۔ اگر آپ جہاد بالقلم کرنے کی خواہش رکھتے ہیں تو ان خطوط پر لکھیے۔ اس طرح یقیناً آپ حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد کی برکات سے بھی فیضیاب ہوں گے اور اس اخبار کے اجراء کے مقاصد پورے کرتے ہوئے قلم کے جہاد میں بھرپور طریقہ سے شامل ہوں گے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے 'اخبار الفضل کا پراسپکٹس' کے عنوان سے 'بدر' قادیان جون 1913ء میں اخبار الفضل کے اجراء کی آٹھ ضرورتیں اور دس بنیادی اغراض بیان فرمائے۔ حضورؓ نے فرمایا کہ

"میں مختصراً اس اخبار کے اغراض بیان کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔

1۔ مذہب اسلام کی خوبیوں کو مخالفوں کے سامنے پیش کرنا قرآن شریف کے کمالات سے آگاہ کرنا۔

2۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم اور آپ کی جماعت کی خصوصیات لوگوں پر ظاہر کرنا۔

3۔ جماعت کو مذہب اسلام سے واقف کرنا اور ہر قسم کی بدعات اور رسومات کی ظلمتوں سے نکالنے کی کوشش کرنا اور اخلاق کی درستی کی طرف توجہ دلانا۔

4۔ تاریخ اسلام کے ان مفید حصوں کو شائع کرنا جن میں ہمت۔ استقلال۔ قربانی۔ جرأت۔ ایثار۔ ایمان۔ وفاداری وغیرہ خصال حسنہ میں ترقی کی تحریک ہو۔

5۔ تعلیم کی ترغیب دینا اور اس کے لیے مفید تجاویز پیش کرنا۔

6۔ تبلیغ اسلام کی ترغیب دینا اور اس کے لیے ذرائع کی تلاش کرنا اور مخالفین کی تبلیغی کوششوں سے آگاہ کرنا۔

7۔ سیاست میں جماعت کو ان اصولوں پر چلنے کی تعلیم دینا کہ جن پر حضرت مسیح موعودؑ قوم کو چلانا چاہتے تھے۔ اور گورنمنٹ کی وفاداری کی تعلیم دینا۔

8 ضروری مفید اخبار کی واقفیت بہم پہنچانا جن سے عموماً خبروں کے لیے اور کسی اخبار کی احتیاج نہ رہے خصوصاً عالم اسلام کی خبروں سے آگاہ کرنا۔

9۔ احمدی جماعت میں آپس میں میل ملاپ اور واقفیت بڑھانے اور مرکزی حیثیت میں ملانے کی کوشش کرنا۔

10۔ صنعت و حرفت تجارت وغیرہ کے متعلق اور ایجادات جدیدہ کے متعلق بقدر امکان واقفیت بہم پہنچانا۔"

(اخبار الفضل کا پراسپکٹس۔ انوار العلوم جلد اوّل)

مضامین: مذکورہ بالا عناوین کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے علمی، تحقیقی، تاریخی، معلوماتی، سائنسی، طبی موضوعات پر مضامین لکھ کر بذریعہ ای میل یا خط ادارے کو ارسال کیجیے۔ اگر کوئی مضمون ضبطِ تحریر میں لانے یا کسی موضوع پر تحقیق سے قبل ادارے سے مشورہ کرنا مقصود ہو تو بذریعہ ای میل یا خط ہمیں لکھ بھیجیے۔ خط/ای میل میں مکمل پتہ اور رابطہ نمبر ضرور لکھیے۔

مدیر کے نام خطوط: اگر آپ مندرجہ بالا موضوعات سے متعلق اپنی رائے کا اظہار بذریعہ خط کرنا چاہتے ہوں، کسی اخبار میں شائع شدہ کسی مضمون، یا کسی کتاب پر تبصرہ کرنا چاہتے ہوں یا حالاتِ حاضرہ پر تبصرہ کرنا مقصود ہو تو 'مدیر کے نام خطوط' کا سلسلہ آپ کے لیے شروع کیا جا رہا ہے۔

تعارفِ کتب: اگر آپ کسی مفید کتاب پر ریویو لکھنے یا لکھوانے کے خواہش مند ہیں تو ادارہ الفضل انٹرنیشنل کے پتہ پر متعلقہ کتاب کی دو عدد مطبوعہ کاپیاں بھی ارسال فرمائیے۔

ایک ضروری بات پیشِ نظر رہے کہ کسی خاص موقع کی مناسبت سے لکھے جانے والے مضامین کم از کم ڈیڑھ ماہ پہلے ہمیں مل سکیں تو انہیں شائع کرنے میں سہولت ہوتی ہے۔ مثلاً مارچ میں یوم مسیح موعودؑ کی مناسبت سے شائع کیے جانے والے مضامین ادارہ ہذا کو جنوری کے اختتام تک مل جانے چاہئیں۔ اسی طرح یومِ مصلح موعود، یوم خلافت، عیدین اور حج وغیرہ کے مواقع ہیں۔

اخبار الفضل انٹرنیشنل دنیا بھر میں بسنے والے اردو دان احمدیوں کا اپنا اخبار ہے۔ اس کو پڑھیے اور اس میں لکھیے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو محض اپنے فضل سے اس اخبار کے اجراء کے بنیادی مقاصد اور ضرورتوں کو حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منشائے مبارک کے مطابق پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (مدیر)

آبادیٔ مرکزِ نو اور جشنِ بہاراں

میرے اللہ! مرے آقا کی حفاظت کرنا
اور مبارک یہ نیا قصرِ خلافت کرنا
لحظہ لحظہ وہاں تائید و حمایت کرنا
خود نئی شان سے اس دیں کی اشاعت کرنا

سیدی! آپ کے مسکن سے ہے وابستہ سکوں
وہ سکوں جس کو ہے انتھک حرکت میں ہی قرار
چل گیا چل گیا ہاں تیری محبت کا فسوں
کھل گیا حسن کا، احساں کا، عطا کا دربار

آپ ہیں جانِ چمن، آپ ہی ہیں شانِ چمن
آپ نے ہاتھ سے سینچے ہیں نہالانِ چمن
آپ کی فصلیں یہ پاتی ہیں نمو آپ سے ہی
آج عرفان کے ہیں جام و صبو آپ سے ہی

ترے ہونے سے ہی فصلوں پہ نکھار آتا ہے
آج اس باغ کے ہر پھول پہ پیار آتا ہے

اے خدا اس کو وہی مرکزِ توحید بنا
جس کو ہر آن پہنچتی رہے کعبہ کی دعا
مرکزِ نو رہے کعبہ کے ہی مقصد کا سفیر
اور اس کے لیے ملتے رہیں سلطانِ نصیر

آج سے سولہ برس پہلے تھا ایسا ہی نکھار
آمدِ دوست کی خاطر جو تھی جوبن پہ بہار
آج بھی چاروں طرف دیکھیے مہکے ہیں گلاب
آج بھی دید ہے ہم سب کو وہی کارِ ثواب
آج جب مژدۂ نو لائی ہے پھر بادِ بہار
پھر سے جذبوں نے کیا دل کو سپردِ اشعار

سیدی! آپ کے آنگن میں صدا پھول کھلیں
پھول ایسے کہ خزاں بھی ہو گریزاں جن سے
سال بھر ہوتا رہے جشنِ بہاراں جن سے
امن کی گود میں ہر ایک بشر آ جائے
دشتِ ظلمت پہ بہت جلد سحر آ جائے
قومِ یوسف کو بھی یوسف کی خبر آ جائے
روزِ روشن کی طرح حُسن نظر آ جائے

(فاروق محمود)

بے وفاؤں میں نہیں ہوں مَیں وفاداروں میں ہوں

خلفائے احمدیت کی مثالی اطاعتِ خلافت

(افتخار احمد۔ مربی سلسلہ ربوہ)

اگر ہم کائنات میں موجود اجرام فلکی کے نظام کی طرف نگاہ دوڑائیں تو موتیوں کی لڑی کی مانند اطاعت کرتا ہوا ایک سلسلہ دکھائی دیتا ہے۔ جس میں نافرمانی کا تصور نہیں اور یہی چیز اس سلسلے کی بقا کی ضمانت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے انبیائے کرام بھی سورج کی مانند صفت رحمان کے تحت اندھیروں کی دلدل میں بھٹکے ہوئے لوگوں کے لیے ہدایت پر مبنی روشنی مہیا کرتے ہیں۔ جو کامل اطاعت کرتے ہیں وہ خود روشن ہو کر دوسروں کے لیے بھی روشنی مہیا کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ اور جو نافرمانی کرتے ہیں وہ خس وخاشاک کی مانند گمراہی کی دلدل میں فنا ہو جاتے ہیں۔ ابھی ایسے وجودں کے واقعات کا تذکرہ کیا جائے گا جنہوں نے امامِ وقت کی کامل اطاعت کی روشنی سے نہ صرف خود فائدہ اٹھایا۔ بلکہ بہتوں کے لیے روشنی کا باعث بنے۔

اطاعت کے اصطلاحی معنی کامل فرمانبرداری اختیار کرنے کے ہیں ۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام اطاعت کے متعلق فرماتے ہیں۔ ’’اطاعت کوئی چھوٹی سی بات نہیں اور سَہل امر نہیں، یہ بھی موت ہوتی ہے۔ جیسے ایک زندہ آدمی کی کھال اتاری جائے ویسی ہی اطاعت ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 74 حاشیہ)

ایک اَور جگہ فرمایا:

’’اطاعت ایک ایسی چیز ہے اگر سچے دل سے اختیار کی جائے تو دل میں ایک نور اور روح میں لذت اور روشنی آتی ہے۔ مجاہدات کی اس قدر ضرورت نہیں جس قدر اطاعت کی ضرورت ہے۔ مگر ہاں یہ شرط ہے کہ سچی اطاعت ہو اور یہی ایک مشکل امر ہے۔ اطاعت میں اپنے ھوائے نفس کو ذبح کر دینا ضروری ہوتا ہے بدُوں اس کے اطاعت ہو نہیں سکتی۔‘‘

(تفسیر بیان فرمودہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 2 صفحہ 246)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ

اطاعت امام کے حوالے سے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا ایک واقعہ ملتا ہے۔ آپؓ کے اپنے الفاظ یہ ہیں کہ

(تحصیل علم کے بعد) بھیرہ میں پہنچ کر میرا ارادہ ہوا کہ میں ایک بہت بڑے پیمانہ پر شفاخانہ کھولوں اور ایک عالی شان مکان بنالوں۔ وہاں میں نے ایک مکان بنایا۔ ابھی وہ ناتمام ہی تھا۔ اور غالباً سات ہزار روپیہ اس پر خرچ ہونے پایا تھا کہ میں کسی ضرورت کے سبب لاہور آیا۔ اور میرا جی چاہا کہ حضرت صاحب کو بھی دیکھوں۔ اس واسطے میں قادیان آیا۔ چونکہ بھیرہ میں بڑے پیمانہ پر عمارت کا کام شروع تھا۔ اس لیے میں نے واپسی کا یکہ کرایہ کیا تھا۔ یہاں آ کر حضرت صاحب سے ملا اور ارادہ کیا کہ آپ سے ابھی اجازت لیکر رخصت ہوں۔ آپ نے اثنائے گفتگو میں مجھ سے فرمایا کہ اب تو آپ فارغ ہو گئے۔ میں نے کہا ہاں اب تو میں فارغ ہی ہوں۔ یکہ والے سے میں نے کہہ دیا کہ اب تم چلے جاؤ۔ آج اجازت لینا مناسب نہیں ہے کل پرسوں اجازت لیں گے۔ اگلے روز آپؑ نے فرمایا کہ آپ کو اکیلے رہنے میں تو تکلیف ہو گی۔ آپ اپنی ایک بیوی کو بلوا لیں۔ میں نے حسب الارشاد بیوی کے بلانے کے لیے خط لکھ دیا اور یہ بھی لکھ دیا کہ ابھی میں شاید جلد نہ آسکوں اس لیے عمارت کا کام بند کر دیں۔ جب میری بیوی آ گئی تو آپ نے فرمایا کہ آپ کو کتابوں کا بڑا شوق ہے لہٰذا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ اپنا کتب خانہ منگوا لیں۔ تھوڑے دنوں کے بعد فرمایا کہ دوسری بیوی آپ کی مزاج شناس اور پرانی ہے آپ اس کو ضرور بلا لیں۔ لیکن مولوی عبد الکریم صاحب سے فرمایا کہ مجھ کو نور الدین کے متعلق الہام ہوا ہے۔ اور وہ شعر حریری میں موجود ہے

لَا تَصْبُوَنَّ اِلَی الْوَطَنِ فِیْہِ تُھَانُ وَ تُمْتَحَنُ

خدا تعالیٰ کے بھی عجیب تصرفات ہوتے ہیں میری واہمہ اور خواب میں بھی پھر مجھے وطن کا خیال نہ آیا۔ پھر تو ہم قادیان کے ہو گئے۔

(مرقات الیقین فی حیات نور الدین مرتبہ اکبر شاہ خاں نجیب آبادی صفحہ نمبر 191 تا 192)

حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کا بیان ہے کہ

’’ایک مرتبہ ایک ہندو بٹالہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ میری اہلیہ سخت بیمار ہے۔ از راہ نوازش بٹالہ چل کر اسے دیکھ لیں۔ آپ نے فرمایا۔ حضرت مرزا صاحب سے اجازت حاصل کرو۔ اس نے حضرت کی خدمت میں درخواست کی۔ حضور نے اجازت دی۔ بعد نماز عصر جب حضرت مولوی صاحب حضرت اقدس کی خدمت میں ملاقات کے لیے حاضر ہوئے تو حضور نے فرمایا کہ ’ امید ہے آپ آج ہی واپس آجائیں گے‘۔ عرض کی، بہت اچھا۔ بٹالہ پہنچے۔ مریضہ کو دیکھا۔ واپسی کا ارادہ کیا مگر بارش اس قدر ہوئی کہ جل تھل ایک ہو گئے۔ ان لوگوں نے عرض کی کہ حضرت! راستے میں چوروں اور ڈاکوؤں کا بھی خطرہ ہے۔ پھر بارش اس قدر زور سے ہوئی ہے کہ واپس پہنچنا مشکل ہے کئی مقامات پر پیدل پانی میں سے گزرنا پڑے گا۔ مگر آپ نے فرمایا خواہ کچھ ہو۔ سواری کا انتظام بھی ہو یا نہ ہو۔ میں پیدل چل کر بھی قادیان ضرور پہنچوں گا کیونکہ میرے آقا کا ارشاد یہی ہے کہ آج ہی مجھے واپس قادیان پہنچنا ہے۔ خیر یکہ کا انتظام ہو گیا اور آپ چل پڑے۔ مگر بارش کی وجہ سے راستہ میں کئی مقامات پر اس قدر پانی جمع ہو چکا تھا کہ آپ کو پیدل وہ پانی عبور کرنا پڑا۔ کانٹوں سے آپ کے پاؤں زخمی ہو گئے مگر قادیان پہنچ گئے۔ اور فجر کی نماز کے وقت مسجد مبارک میں حاضر ہو گئے۔ حضرت اقدس نے لوگوں سے دریافت فرمایا کہ کیا مولوی صاحب رات بٹالہ سے واپس تشریف لے آئے تھے۔ قبل اس کے کوئی اَور جواب دیتا آپ فوراً آگے بڑھے اور عرض کی حضور! میں واپس آ گیا تھا۔ یہ بالکل نہیں کہا کہ حضور! رات شدت کی بارش تھی، اکثر جگہ پیدل چلنے کی وجہ سے میرے پاؤں زخمی ہو چکے ہیں اور میں سخت تکلیف اُٹھا کر واپس پہنچا ہوں۔ وغیرہ وغیرہ بلکہ اپنی تکالیف کا ذکر تک نہیں کیا۔‘‘

اپنے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے دائیں جانب حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد رحمہ اللہ (خلیفۃ المسیح الثالثؒ)

(حیات نور مرتبہ شیخ عبد القادر صاحب صفحہ 189)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں کہ

’’جن دنوں ہمارا چھوٹا بھائی مبارک احمد بیمار تھا۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت مولوی نور الدین صاحب (خلیفہ اول) کو اس کے دیکھنے کے لیے گھر میں بلایا۔ اس وقت آپ صحن میں ایک چارپائی پر تشریف رکھتے تھے اور صحن میں کوئی فرش وغیرہ نہیں تھا۔ مولوی صاحب آتے ہی آپ کی چارپائی کے پاس زمین پر بیٹھ گئے۔ حضرت نے فرمایا۔ مولوی صاحب چارپائی پر بیٹھیں۔ مولوی صاحب نے عرض کیا۔ حضور! میں بیٹھا ہوں اور کچھ اُونچے ہو گئے اور ہاتھ چارپائی پر رکھ لیا مگر حضرت صاحب نے جب دوبارہ کہا تو مولوی صاحب اُٹھ کر چارپائی کے ایک کنارہ پر پائنتی کے اُوپر بیٹھ گئے‘‘۔

اس روایت کے نیچے حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کا نوٹ بایں الفاظ درج ہے کہ

’’مولوی صاحب میں اطاعت اور ادب کا مادہ کمال درجہ پر تھا‘‘۔ (سیرت المہدی جلد اول صفحہ نمبر 57 روایت نمبر 78)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

حضرت بھائی عبد الرحمٰن صاحبؓ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی اطاعتِ امام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں

ایک دفعہ خواجہ کمال الدین صاحب نے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو مخاطب کر کے کہا:

میاں ہم سے ایک غلطی ہو گئی ہے جس کا تدارک اب سوائے اس کے کچھ نظر نہیں آتا کہ ہم کسی ڈھنگ سے خلیفہ کے اختیارات کو محدود کر دیں۔ وہ بیعت لے لیا کریں۔ نماز پڑھا دیا کریں۔ خطبہ نکاح پڑھ کر ایجاب وقبول اور اعلان نکاح فرما دیا کریں یا جنازہ پڑھا دیا کریں اور بس۔

خواجہ صاحب کی بات سن کر جو جواب حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دیا اسے ہم حضور ہی کے الفاظ میں درج کرتے ہیں۔ حضور فرماتے ہیں:

’’میں نے کہا کہ اختیارات کے فیصلہ کا وہ وقت تھا جبکہ ابھی بیعت نہ ہوئی تھی جبکہ حضرت خلیفہ اولؓ نے صاف صاف کہہ دیا (تھا) کہ بیعت کے بعد تم کو پوری پوری اطاعت کرنی ہو گی اور اس تقریر کو سن کر ہم نے بیعت کی۔ تو اب آقا کے اختیار مقرر کرنے کا حق غلاموں کو کب حاصل ہے؟‘‘

(حیات نور مرتبہ شیخ عبد القادر صاحب صفحہ 365)

محترم مولانا ظہور حسین صاحب مجاہد بخارا آپؓ کے متعلق خلیفہ اولؓ کی فرمانبرداری کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ

’’حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ اپنی وفات سے کچھ عرصہ قبل

اپنے مکان کی بیٹھک میں بعد نماز فجر حضرت صاحبزادہ میاں بشیر احمد صاحب کو روزانہ قرآن شریف کے دو تین رکوع ترجمہ کے ساتھ پڑھایا کرتے تھے۔ جن کو سننے کے لیے کافی لوگ جمع ہو جایا کرتے تھے۔ عاجز بھی ان دنوں مدرسہ احمدیہ کا طالب علم تھا اور درس سننے کے لیے جایا کرتا تھا۔ میں نے کئی دفعہ دیکھا کہ حضرت صاحبزادہ میاں محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ تشریف لاتے اور لوگوں کے پیچھے بیٹھ جاتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح جب آپ کو دیکھتے تو جس گدیلے پر آپ بیٹھے ہوتے۔ اس میں سے آدھا خالی کر کے فرماتے میاں آگے تشریف لائیے۔ اس پر حضرت میاں صاحب آپ کے ارشاد کی تعمیل میں آپ کے پاس بیٹھ جاتے۔ آپ کے دوسری طرف حضرت میاں بشیر احمد صاحب بیٹھا کرتے تھے۔" (حیات نور صفحہ 600 تا 601)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ

1927ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر آپؒ نے خلیفہ وقت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے جو اطاعت کا نمونہ قائم کیا اس کا ذکر الفضل میں یوں ملتا ہے۔

مہمانوں کی غیر معمولی کثرت اور اژدہام اس سال کی ایک خاص خصوصیت تھی۔ حاضرین کا ہجوم اس قدر تھا کہ تیار کردہ جلسہ گاہ ناکافی ثابت ہوئی اور خصوصاً حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی تقریر کے وقت اس قدر کثرت تھی کہ لوگ جگہ نہ ملنے کی وجہ سے جلسہ گاہ کے باہر کھڑے رہے۔ اس پر حضور نے اظہار افسوس فرماتے ہوئے ذمہ دار کارکنوں کو توجہ دلائی اور منتظمین نے اس قدر ہمت اور کوشش سے کام لیا 27 دسمبر کی کارروائی ختم ہونے کے بعد راتوں رات جلسہ گاہ کو پہلے سے بہت وسیع کر دیا اور صبح جلسہ گاہ میں جانے والوں کو وہ بہت فراخ نظر آئی اور اس پر حضرت اقدس نے بھی اظہارِ خوشنودی فرمایا۔ جلسہ گاہ کی تیاری میں ساری رات مدرسہ احمدیہ کے طلباء اور دیگر اصحاب مصروف رہے۔ طلبہ نے شہتیریاں اٹھا کر لانے، اینٹیں اور گارا بہم پہنچانے میں بڑی تن دہی اور محنت سے کام کیا۔ ان کام کرنے والوں میں صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد سلمہ اللہ تعالیٰ ابن حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ بھی تھے۔ خدا تعالیٰ ان کی عمر میں برکت دے۔

(الفضل 3 جنوری 1928ء صفحہ 2)

اس حوالے سے توسیع جلسہ گاہ کے موقع پر صاحبزادہ مرزا ناصر صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ارشاد پر جو اطاعت کا مظاہرہ کیا اس کا مزید حال مولوی محمد صدیق امرتسری یوں بیان کرتے ہیں:

"مجھے اب بھی یاد ہے اور وہ نظارہ میرے سامنے ہے جب کہ گیس لیمپوں کی روشنی میں ہمارے ٹروپ (troop) لیڈر اور قائد حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بڑی تیزی اور تن دہی سے اپنے جملہ ساتھی سکاؤٹس کے ساتھ شہتیریاں اٹھا اٹھا کر اپنے جگہ پر رکھ رہے تھے اور کبھی گارا اپنے کندھے پر اٹھا کر لاتے اور خالی کر کے دوبارہ لانے کے لیے لے جاتے تھے۔ اور یوں یہ سلسلہ تمام رات جاری رہا یہاں تک کہ محض اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت سے صبح کی اذان تک جلسہ گاہ ہر طرف سے سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی خواہش کے مطابق وسیع کر کے سب گیلریاں دوبارہ صحیح طور پر بنا دی گئیں۔"

(ماہنامہ خالد سیدنا ناصر نمبر اپریل مئی 1983ء صفحہ 298)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی خدمت میں حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد (خلیفۃ المسیح الرابعؒ) حاضر ہیں

حضرت مصلح موعودؓ کی طرف سے جب پنجاب باؤنڈری کمیشن کے لیے مسلم اکثریتی علاقوں کا ریکارڈ تیار کرنے کے لیے حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کو مقرر کیا گیا تو آپ نے خلیفہ وقت کی ہدایت پر لبیک کہتے ہوئے نہایت محنت سے کام کیا جس کا نقشہ مکرم صوفی بشارت الرحمان نے بیان کیا ہے۔

حضور رحمہ اللہ تعالیٰ (مراد حضرت مرزا ناصر احمد صاحب) کے کیریکٹر کا نمایاں وصف اطاعت امام میں فنا کا مقام تھا۔ 1947ء کے پُر آشوب زمانہ میں خلیفہ وقت کی طرف سے حفاظت مرکز کا کام آپ کے سپرد ہوا تو آپ نے نہایت بہادری اور جوانمردی سے اپنی جان کو خطرات کے سامنے پیش کرتے ہوئے سر انجام دیا۔ باؤنڈری کمیشن کے سامنے مسلمان اکثریت والے ضلعوں اور تحصیلوں کے نقشے پیش کرنے کا کام تھا۔ صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے اپنے کالج کے پروفیسروں اور طلبہ کو رات دن اسی کام پر لگا دیا۔ خاکسار کو یاد ہے کہ کالج کے طلبہ کی ٹیمیں لے کر خاکسار قادیان سے سول سیکرٹریٹ میں آیا کرتا تھا اور خواجہ عبدالرحیم صاحب جو کمشنر تھے ان کی مدد سے ہم سیکرٹریٹ کے ریکارڈ سے قصبات اور دیہات کی مسلم اور غیر مسلم یعنی ہندو اور سکھ آبادی کو نوٹ کیا کرتے تھے۔ اور پھر اس کے مطابق تھانہ وائز، تحصیل وائز اور ضلع وائز مسلم اکثریت رکھنے والے علاقوں کے نقشے تیار کیا کرتے تھے۔

(ماہنامہ خالد سیدنا ناصر نمبر اپریل مئی 1983ء صفحہ 235)

محترم ثاقب زیروی صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا اطاعت خلافت کا ایک ناقابل فراموش واقعہ بیان کرتے ہیں:

1947ء میں خاکسار صاحبزادہ مرزا ناصر صاحب کے ساتھ فرقان فورس کے رضا کاروں سے ملنے کشمیر کے محاذ پر گیا۔ اور مسلسل کئی دن جاگتے ہوئے گزرے۔ ایک دن نماز مغرب سے چند منٹ پہلے اپنے Base Camp میں پہنچ گئے۔ وضو کیا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے نماز پڑھائی۔ جونہی سنن سے فارغ ہوئے۔ کیمپ کے انچارج نے حضرت صاحبزادہ کو ایک طرف لے جا کر حضرت مصلح موعودؓ کا کوئی ضروری پیغام پہنچایا جسے سنتے ہی آپ نے وہیں سے مجھے آواز دی۔ ثاقب! آؤ گاڑی میں بیٹھو، لاہور چلیں، مجھے چونکہ ارشاد خلافت اور اس کی اہمیت کا کچھ علم نہ تھا میں نے بڑی بے تکلفی سے عرض کیا "حضرت میاں صاحب! جسم تھکے ہوئے ہیں رات بھر جاگتے رہے ہیں۔ اس سے پہلی ساری رات پیدل سفر میں گزری ہے۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ چند گھنٹے آرام کر لیں پھر چل پڑیں گے۔ ساری رات اپنی ہی تو ہے۔" آپ نے سنتے ہی فرمایا حضور کا ارشاد ہے کہ جونہی واپس پہنچیں فوراً لاہور کے لیے روانہ ہو پڑیں۔ بتاؤ اس فوری حکم کے بعد کسی قسم کے توقف کی کیا گنجائش ہے، ہم چند ہی منٹوں میں لاہور کے لیے روانہ ہو پڑے۔ پھر فرمایا۔ ثاقب نظم سنانا شروع کرو تاکہ میں گاڑی چلا سکوں اور اس پر میں نے تعمیلِ ارشاد کی یہاں تک کہ میں سو گیا۔ اور آپ بھی گاڑی چلاتے چلاتے سو گئے......... جب ہماری آنکھ کھلی۔ اس وقت ایک بہت بڑا درخت صرف چند گز کے فاصلے پر تھا۔ اور ہماری کار سیدھی اس طرف جا رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہمیں حادثے سے محفوظ رکھا اس پر میں نے پھر لجاجت سے عرض کیا کہ مجھے تو چھوڑیں، آپ کا وجود از حد قیمتی ہے۔ پھر آپ کو گاڑی بھی چلانی ہے اس لیے بہتر ہو کہ ہم کچھ دیر گاڑی میں ہی آرام کر لیں تاکہ باقی سفر بخیریت گزرے۔ اس دفعہ میری درخواست قبول کر لی گئی۔ لیکن فرمایا کہ ہم زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹے کے لیے رکیں گے، میں اس قدر تھک گیا تھا اور میری آنکھیں نیند سے اس قدر بھری ہوئی تھیں کہ میں سر گریبان میں جھکاتے ہی سو گیا لیکن نہیں کہہ سکتا کہ اس عرصہ میں آپ سوئے یا نہیں کیونکہ ٹھیک انسٹھویں منٹ پر آپ نے مجھے جھنجھوڑ کر جگا دیا اور سبحان الذی سخرلنا ھذا پڑھ کر گاڑی سٹارٹ کر دی......... حتیٰ کہ ہم کوئی رات کے ساڑھے گیارہ بجے کے قریب لاہور کی مال روڈ پر تھے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نمبر 12 مارچ 1983ء صفحہ 66 تا 67)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی قربت میں حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد (خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ خلافت کا بے حد احترام فرماتے اور خلیفہ وقت کی بے مثال اطاعت کا مظاہرہ فرماتے۔ چنانچہ آپؒ نے ایک بار بیان فرمایا: حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ایک کام میرے سپرد کیا اور حکم دیا فوری طور پر مشرقی بنگال (اب بنگلہ دیش) چلے جاؤ۔ میں نے پتہ کروایا تو ساری سیٹیں بک تھیں معلوم ہوا کہ بیس آدمی چانس پر مجھ سے پہلے ہیں۔ میں نے کہا کوئی اور جائے نہ جائے، میں ضرور جاؤں گا کیونکہ مجھے حکم آ گیا ہے۔ ایئر پورٹ پر لمبی قطار تھی۔ کچھ دیر بعد لوگوں کو کہا گیا کہ جہاز چل پڑا ہے۔ اس اعلان کے بعد سب چلے گئے لیکن میں وہاں کھڑا تھا مجھے یقین تھا کہ میں ضرور جاؤں گا۔ اچانک ڈیسک سے آواز آئی کہ ایک مسافر کی جگہ ہے، کسی کے پاس ٹکٹ ہے۔ میں نے کہا: میرے پاس ہے۔ انہوں نے کہا: دوڑو، جہاز ایک مسافر کا انتظار کر رہا ہے۔

(سیدنا طاہر سوونیئر جماعت احمدیہ برطانیہ صفحہ نمبر 58)

ڈاکٹر مسعود الحسن نوری حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی اطاعت امام کا واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ

حضرت منصورہ بیگم صاحبہ (حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ) کی آخری بیماری میں میَں ربوہ حاضر تھا۔ اُن دنوں اکثر حضورؒ فرماتے

کہ مرزا طاہر احمد کو بلائیں۔ تو ایک مرتبہ بھی ایسا نہیں ہوا کہ حضورؒ نے فرمایا ہو اور فوری طور پر مرزا طاہر احمد صاحب وہاں نہ پہنچے ہوں۔ آپؒ فوراً وہاں آتے اور جس حالت میں بھی ہوتے اور جو وقت بھی ہوتا، آجاتے۔ اور باوجودیکہ کمرے میں تخت پوش اور کرسیاں موجود ہوتیں، لیکن آپؒ حضورؒ کے بالکل پاس آ کر زمین پر چوکڑی مار کے بیٹھ جاتے۔ نہایت ادب سے بیماری کی علامات حضورؒ سے پوچھ کر پھر دوا تجویز کرتے اور خود جا کر دوائی لاتے۔ نہ یہ کہ کسی اور کو بھیجتے۔ نو دس دنوں میں کوئی تیس چالیس مرتبہ آپؒ آئے اور ہر مرتبہ یہی طریقِ کار آپ کا ہوتا۔

(سیدنا طاہر سووینئر جماعت احمدیہ برطانیہ صفحہ نمبر 59)

اطاعتِ امام میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے کبھی اپنی جان کی بھی پروا نہ کی۔ اسی مناسبت سے آپ کی بیٹی محترمہ فائزہ صاحبہ بیان کرتی ہیں۔ 1974ء میں تمام ملک میں احمدیت کے خلاف فسادات کی آگ بھڑک اٹھی تو ان دنوں گوجرانوالہ اور اس کے گرد و نواح میں بہت دردناک واقعات کی خبریں ملیں۔ بعض احمدیوں کو بہت دردناک طریقے سے شہید کر دیا گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فوری طور پر حضور کو بلوایا اور فرمایا کہ تم اسی وقت جا کر موقع پر حالات کا جائزہ لو اور جو ممکن کوشش ان مظلوم احمدیوں کے لیے کی جا سکتی ہے کرو۔ اس میں ذرا بھی دریغ نہ کرو۔ حضور نے واپس آ کر امی کو بتایا کہ میں اسی وقت گوجرانوالہ جا رہا ہوں۔ تو امی قدرتی طور پر بہت گھبرا گئیں اور حضورؒ سے اس کا اظہار بھی کر دیا۔ حضورؒ نے ناراضگی سے فرمایا تمہیں تو اس وقت خوش ہونا چاہیے کہ خدا مجھے خدمت کا ایک موقع دے رہا ہے۔ اگر تم میری جان کے خوف سے گھبرا رہی ہو تو مجھے یہ بات بالکل پسند نہیں۔ اگر خدا کی راہ میں میری جان جائے تو اس سے بہتر اور کوئی بات نہیں ہو سکتی۔

(سیدنا طاہر سووینئر جماعت احمدیہ برطانیہ صفحہ نمبر 164)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضرت سیدہ امۃ السبوح بیگم صاحبہ (حرم خلیفۃ المسیح الخامس) اطاعت امام کے حوالے سے خلیفۃ المسیح الخامس کے بارے میں فرماتی ہیں۔ خلفاء کے ساتھ اطاعت آپ کی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور ہمیشہ اشارہ سمجھ کر اطاعت کی۔ آپ ہر معاملہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ہر حکم کی پوری تعمیل کرتے۔ انیس بیس کا فرق بھی نہ ہونے دیتے۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ بیمار ہوئے آپ نے منع فرمایا تھا کہ کسی کے آنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن طبیعت کمزور تھی اور فکر مندی تھی۔ انتہائی گرتی ہوئی حالت دیکھ کر میاں سیفی (مرزا سفیر احمد صاحب) نے حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ کو فون کر دیا اور صورتِ حال بتا کر کہا کہ اگر آپ آجائیں تو اچھا ہے۔ چنانچہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ لندن تشریف لے آئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سے ملاقات کے لیے گئے تو حضورؒ نے دریافت فرمایا۔ ’’کیسے آئے ہو۔‘‘ آپ نے جواب دیا کہ آپ کی طبیعت کی وجہ سے جماعت فکرمند ہے اس لیے پوچھنے کے لیے آیا ہوں تو حضورؒ نے فرمایا حالات ایسے ہیں کہ فوراً واپس چلے جاؤ۔ چنانچہ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ بہت بہتر۔ میں فوراً واپسی کی سیٹ Book کروا لیتا ہوں۔ بعد میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے میاں سیفی سے پوچھا کہ اس (حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ) میں تو اتنی اطاعت ہے کہ یہ میرے کہے بغیر آ ہی نہیں سکتا۔ یہ آیا کیسے؟ تب میاں سیفی نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو بتایا کہ ان کو تو میں نے فون پر آنے کو کہا تھا اس لیے آئے ہیں۔ اس پر حضور رحمہ اللہ کو اطمینان ہوا کہ ان کی توقعات کے مطابق ان کے مجاہد بیٹے کی اطاعت اعلیٰ ترین معیار پر ہی تھی۔

(ماہنامہ تشحیذ الاذہان سیدنا مسرور ایدہ اللہ نمبر ستمبر، اکتوبر 2008ء صفحہ 20 تا 21)

حال میں ہی ایک بچے نے آپ سے سوال کیا کہ کیا آپ کی حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ساتھ دوستی تھی؟ حضور ایّدہ اللہ نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ میری کیا مجال، وہ میرے خلیفہ تھے۔ میں ان کا دوست نہیں بلکہ میں ان کا ایک ادنیٰ غلام تھا۔

حضورِ انور نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سے کامل محبت اور عزت پر بات کرتے ہوئے ایک موقعے پر فرمایا:

’’میرا دل فی الحقیقت اس بات پر مضبوطی سے قائم تھا کہ خواہ کچھ بھی ہو مَیں آپ کی ہر بات سنوں گا اور ہر اُس چیز کی کامل ترین فرمانبرداری کروں گا جو آپ مجھ سے چاہیں گے۔ اور یہ کہ میں ہر وقت دوسروں سے زیادہ آپ کی عزت اور اطاعت کروں گا۔ میرے والدین نے میری تربیت اِس انداز میں کی تھی جس کا اثر پوری زندگی میرے اوپر رہا ہے۔‘‘

(عابد وحید خان صاحب کی ذاتی ڈائری اپریل-جون 2018ء)

خدا کرے کہ صُحبت امام بھی ہمیں ملے
یہ نعمتِ خلافت مدام بھی ہمیں ملے
خدا کرے اطاعت امام ہم بھی کر سکیں
خدا کرے کہ معرفت کا جام بھی ہمیں ملے

☆...☆...☆

ہم کو خاص الخاص بخشا ہے خدا نے یہ انعام

سایۂ ابرِ خلافت، نعمتِ خیرالوریٰ
یہ سروں پر ہے ہمارے شفقتوں کی اک رِدا
مَے کدۂ علم و عرفاں بہرِ فیضِ خاص و عام
ہم کو خاص الخاص بخشا ہے خدا نے یہ انعام
خیر سے معمور ہے جو یہ ہے وہ کوہِ بلند
اس کے سائے میں جو آیا ہو گیا وہ ارجمند
یہ ہے چشمہ جس کا پانی معرفت آمیز ہے
رحمتِ رحماں سے جو ہر ثانیہ لبریز ہے
یہ ہے دریا جس میں لاکھوں ہی بصیرت کے صدف
شان دکھلاتے نظر آتے ہیں روشن ہر طرف
یہ لڑی ہے پھول جو بکھریں، پروئے جاتے ہیں
جو غبار آلود گُل ہوں سارے دھوئے جاتے ہیں
خوشا کہ ہے نور پایا ہم نے اس مہتاب سے
اپنے سینے ہیں فروزاں اس کی آب و تاب سے
ہم پریشاں ہوں تو اس کے در پہ ہی جاتے ہیں ہم
اور اسی دہلیز پر جا کر سکوں پاتے ہیں ہم
مُنضبط یہ رشتۂ طاعت، قیادت ہو ہمیش
سر پہ اپنے سایۂ ابرِ خلافت ہو ہمیش

(پروفیسر مبارک احمد عابدؔ)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں

دعائیہ خط لکھنے کا پتہ

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ خط و کتابت کرنے والے احباب کی سہولت کے لیے ڈاک کا پتہ اور فیکس نمبر درج ذیل ہیں:

ڈاک کا پتہ:
1. ...ISLAMABAD, 2-Sheephatch Lane, Tilford, GU10 2AQ, UK
2. ...The London Mosque, 16 Gressenhall Road, London SW18 5QL, UK

فیکس نمبر:
1 ...+44-2039883922   2 ...+44-2088705234

رمضان المبارک کی مناسبت سے آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ نبویہؐ اور ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روشنی میں روزوں کی فرضیت، ان کی اہمیت اور مومنوں کی ذمہ داریوں نیز دعا کی قبولیت کے طریق کا پُرحکمت اور بصیرت افروز بیان۔

مکرم ڈاکٹر طاہر عزیز احمد صاحب آف اسلام آباد پاکستان اور مکرم ڈاکٹر افتخار احمد صاحب آف امریکہ کی افسوسناک وفات پر ان کا ذکرِ خیر اور نمازِ جمعہ کے بعد نمازِ جنازہ غائب

خلاصہ خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 10/ مئی 2019ء بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، یو کے

تشہد، تعوذ، تسمیہ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضورِانور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سورۃ البقرۃ کی آیات 185 تا 187 کی تلاوت کی، اور ان آیات کا ترجمہ پیش فرمایا۔

حضورِ انور نے فرمایا اِن آیات میں روزوں کی فرضیت، اہمیت، اس ماہ میں مؤمنوں کی ذمہ داریوں اور دعا کی قبولیت کے طریق بیان فرمائے گئے ہیں۔ یہ ایک ایسا مہینہ ہے کہ جس میں خدا تعالیٰ بندوں کے قریب ترین آجاتا ہے۔ شیطان کو جکڑ دیا جاتا ہے، رحمتوں اور فضلوں کے اِس قدر دروازے کھلنے پر ہمیں اللہ تعالیٰ کی بات سُن کر روزوں کا حق ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمہیں پتا ہوتا کہ رمضان کی کیا کیا فضیلتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کس طرح اور کس قدر تم پر مہربان ہوتا ہے تو تم خواہش کرتے کہ سارا سال ہی رمضان ہو۔ ہم روزوں سے روحانی، جسمانی ہر طرح کے فوائد حاصل کرسکتے ہیں۔ اب تو غیر مسلم ڈاکٹرز بھی اس بات کے قائل ہوتے جارہے ہیں کہ روزوں کا انسانی صحت پر خوشگوار اثر پڑتا ہے۔ روزے جہاں مومن کی جسمانی حالت کو بہتر کرتے ہیں وہاں روحانی حالت کو بہتری کی طرف لے جانے کا باعث بنتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا منشا اس سے یہ ہے ایک غذا کو کم کرو اور دوسری کو بڑھاؤ۔ روزے دار کو چاہیے کہ خدا کے ذکر میں مصروف رہے تا کہ تبتّل اور انقطاع حاصل ہو۔

روزہ تم پر اس لیے فرض کیا گیا ہے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ تقویٰ یہ ہے کہ تم روحانی اور اخلاقی کمزوریوں سے بچو۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ مُتّقی بننے کے واسطے یہ ضروری ہے کہ اخلاقِ رذیلہ سے پرہیز کرے اور اس کے مقابل اخلاقِ فاضلہ میں ترقی کرے۔ سچی وفا اور صدق دکھلاوے۔ خدمات کے مقامِ محمود تلاش کرے۔ اللہ تعالیٰ ایسوں کا متولّی ہوجاتا ہے جیسا کہ فرمایا وھو یتولی الصالحین۔

حضورِ انور نے مختلف احادیث کی روشنی میں اللہ کے، اپنے ولی کے لیے نشانات اور سلوک، اور روزوں کی اہمیت و برکات اور روزے دار کے لیے احکامات کا تذکرہ فرمایا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ انسان کا ہر عمل اس کی ذات کے لیے ہوتا ہے سوائے روزوں کے۔ جو میری خاطر روزہ رکھتا ہے میں اس کا جزا ہوتا ہوں۔ روزے ڈھال ہیں اور جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو وہ شہوانی باتیں اور گالی گلوچ نہ کرے۔ حضورِ انور نے فرمایا کہ روزہ ان کے لیے ڈھال بنتا ہے جو روزے کی حقیقت کو سمجھتے ہوئے تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے تمام تر افضال و برکات کے ساتھ یہ انذار بھی فرمایا ہے کہ جو شخص رمضان کو پائے اور بخشا نہ جائے تو پھر وہ کب بخشا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی اتنی وسیع رحمت کے باوجود اگر بخشش کے سامان نہیں ہوسکے تو پھر کب ہوں گے؟

اگلی آیت میں ذکر ہے کہ یہ گنتی کے چند دن ہیں؛ سال کے دنوں کا بارہواں حصّہ۔ بعض لوگ روزہ رکھ کر بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ ہم نے روزہ رکھا ہوا ہے تو یہ کوئی غیر معمولی قربانی نہیں۔ گنتی کے چند دنوں میں بھی اگر تم بیمار ہوجاتے ہو یا سفر درپیش ہوجاتا ہے تو ان دنوں میں روزے سے رخصت ہے۔ لیکن یہ تعداد، جو چُھوٹے ہوئے روزے ہیں انہیں سال کے دوران، کسی وقت بھی پورا کرنا ہوگا۔ جو مستقل مریض ہیں اور مالی لحاظ سے استطاعت رکھتے ہیں تو ان کے لیے مسکین کو روزے رکھوانے ضروری ہیں۔ عارضی مریض بھی فدیہ دے سکتے ہیں لیکن صحت ہونے پر روزہ رکھنا بھی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو بھی تم پوری فرماں برداری کے ساتھ نیکی کرتے ہو تو اللہ اس کے بہتر نتائج پیدا کرے گا۔ بعد میں روزہ رکھ لینے کی نیّت ہوتے ہوئے فدیہ دینا یہ زائد نیکی ہے۔ یہی فمن تطوع خیراً کا مطلب ہے۔

حضورِانور نے فرمایا کہ قرآنِ کریم کو رمضان کے مہینے سے خاص نسبت ہے۔ ہر کوئی قرآن کے گہرے مطالب تک خود نہیں پہنچ سکتا اس لیے تلاوت و ترجمے کے ساتھ جہاں جہاں درس کا انتظام ہے اُس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ ایم ٹی اے پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے درس چل رہے ہیں ان سے استفادہ ضروری ہے۔ ہم خوش قسمت ہیں کہ اس دور میں آنحضرت ﷺ کے غلامِ صادق کو ماننے کی توفیق ملی جنہوں نے قرآنِ کریم کے اسرار و رموز اور تفسیر و معانی کے نئے زاویے بتائے اور اس پر عمل کرنے، عزت دینے، پڑھنے، غور کرنے کی طرف بھی خاص توجہ دلائی۔ حضورِانور نے قرآنِ کریم پڑھنے اور اُس پر عمل کرنے کے متعلق سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے اقتباس پیش کیے۔ فرمایا؛ قرآنِ کریم اللہ کی کتاب ہے سو اُس کے عُلوم خدا کے ہاتھ میں ہیں جن کو سمجھنے کے لیے تقویٰ بطور 'نردبان' یعنی سیڑھی کے ہے۔ تقویٰ کی سیڑھی استعمال کروگے تو قرآنی عُلوم کا ادراک حاصل ہوگا۔ مغرب کی ترقی کے زیرِ اثر مسلمانوں نے بھی یہ سمجھ لیا ہے کہ ان کی ترقی مغرب کی تقلید میں پوشیدہ ہے۔ جو پرانے فیشن کے مسلمان ہیں ان کی ساری عمر صرف ونحو اور صحیح تلفّظ کے جھگڑوں میں بسر ہوجاتی ہے۔ گویا تزکیہ نفس کی طرف توجہ ہی نہیں۔ پس احمدیوں کو صرف دنیا میں نہیں پڑنا چاہیے بلکہ قرآنِ کریم کے عُلوم کو بھی حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ حدیث میں آیا ہے کہ قرآن ایسے شخص پر لعنت بھیجتا ہے جو قرآن پڑھتا اور اس پر عمل نہیں کرتا۔ جو شخص قرآن کے سات سو احکامات میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے پر بند کرلیتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو مخاطب کرکے فرمایا کہ الخیر کلّه فی القراٰن۔ قرآنِ کریم ایک پیاری نعمت اور بڑی دولت ہے۔ اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغے کی طرح تھی۔

رمضان کے مہینے میں خدا کی تلاش کرنے والے پہلے سے زیادہ بڑھ جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں ان کے قریب ہوں، ان کی پکار سنتا ہوں۔ دعا قبول کروانے کے لیے ضروری ہے کہ بندہ بھی میری بات مانے۔ میرے حکم قبول کرے، مجھ پر ایمان مضبوط کرے۔ حضورِ انور نے قبولتِ دعا کی شرائط اور طریق کے حوالے سے سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے اقتباس پیش کیے اور فرمایا کہ اِن دنوں میں خاص طور پر جماعت کے لیے دعا کریں اللہ تعالیٰ دشمنانِ احمدیت کے شر ان پر الٹائے۔ امّتِ مسلمہ کو بھی ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے سے روکے۔ دنیا بڑی تیزی سے تباہی کی طرف بڑھ رہی ہے، اللہ تعالیٰ دنیا کو عقل دے اور یہ خدا کو پہچانیں۔

آخر میں حضورِ انور نے مکرم ڈاکٹر طاہر عزیز احمد صاحب ابن ارشد اللہ بھٹی صاحب آف اسلام آباد (پاکستان) اور مکرم ڈاکٹر افتخار احمد صاحب ابن ڈاکٹر خواجہ نذیر احمد صاحب مرحوم آف امریکہ کی نماز ہائے جنازہ پڑھائے جانے کا اعلان فرمایا۔ دونوں ڈاکٹر صاحبان کو 13/ مارچ کو اغوا کے بعد بے دردی سے قتل کر دیا گیا تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضورِانور نے فرمایا کہ پاکستان میں احمدیوں کو قتل کرنے پر، قاتلوں کو پکڑے جانے کی فکر نہیں ہوتی کیوں کہ احمدیوں کا قتل اُن کے لیے ثواب کا کام ہے۔ پھر انہیں مولوی کا اشیر باد بھی حاصل ہوتا ہے۔ سو ہم اس لحاظ سے اسے شہادت بھی کہہ سکتے ہیں کہ کچھ نہ کچھ احمدیت کا عنصر بھی شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ دونوں مرحومین کے ساتھ رحمت اور مغفرت کا سلوک فرمائے اور اُن کی اولاد کو بھی جماعت اور خلافت سے وابستہ رکھے۔

☆...☆...☆

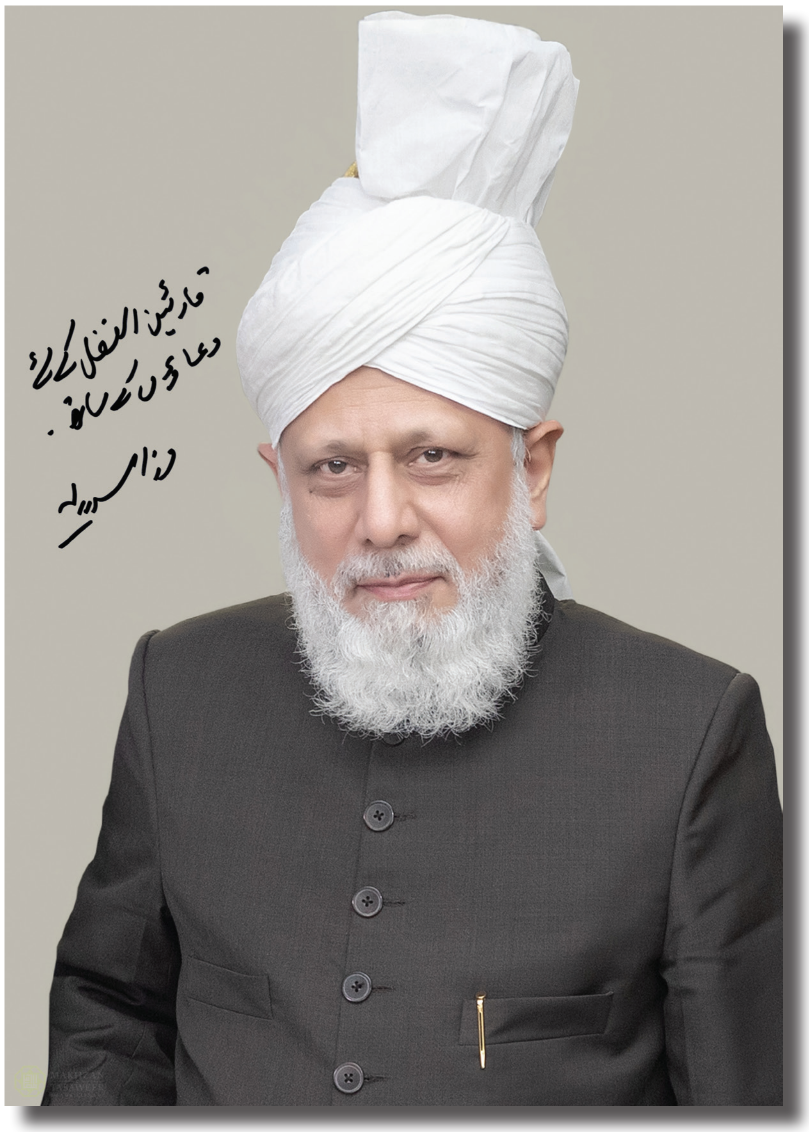

خریداران و قارئین الفضل انٹرنیشنل کے لیے ایک انمول تحفہ

حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہِ شفقت اپنی ایک انتہائی قیمتی دستخطی تصویر ''قارئین الفضل کے لئے دعاؤں کے ساتھ۔'' عطا فرمائی ہے جو خریداران الفضل انٹرنیشنل کو اس شمارے کے ساتھ الگ سے A4 سائز پر پرنٹ کر کے تحفۃً ارسال کی جارہی ہے۔ احبابِ جماعت سے درخواست ہے کہ وہ حضرت امیر المومنین ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی عمر اور فیض میں بے انتہا برکت کے لیے دعا گو رہیں۔ اَللّٰھُمَّ اَیِّدْ اِمَامَنَا بِرُوْحِ الْقُدُسِ وَکُنْ مَعَہٗ حَیْثُ مَا کَانَ وَانْصُرْہُ نَصْرًا عَزِیْزًا

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

خلفائے احمدیت کی خدمتِ قرآن کریم

(حافظ محمد نصر اللہ جان۔ استاد جامعہ احمدیہ ربوہ)

ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جلو میں تشریف فرما تھے کہ سورۃ الجمعہ نازل ہوئی اور حضور ﷺ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سنائی۔ جب آیت وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ (اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی اُن سے نہیں ملے) سنا چکے تو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟ حضور ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اگر ایمان ثریا پر بھی پہنچ جائے تو ان میں سے ایک شخص، یا فرمایا اشخاص اسے لے آئیں گے۔

(صحیح البخاری کتاب التفسیر باب قولہ وآخرین منہم...)

ایک اور جگہ اس حدیث میں ''ایمان'' کی جگہ ''قرآن'' کے الفاظ ملتے ہیں۔ دورِ آخرین میں جب حدیث میں موجود اس پیشگوئی کا پہلا حصہ پورا ہو چکا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ کریمہ کے مصدق کے طور پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن کریم کے معارف اور سچائیاں اس طریق سے بیان فرمائیں گویا علم قرآن کو آسمان سے زمین پر اتار لائے۔ قرآن کریم جس کی حقیقی تعلیم کو بھلا دینے کی وجہ سے امت مسلمہ تفرقے اور زوال کا شکار ہے، آپ علیہ السلام نے اسلام کے دفاع میں اسے اپنا سب سے بڑا ہتھیار قرار دیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد قدرت ثانیہ کے مظاہر، خلفائے عظام حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدمت قرآن کے مقدس مشن کو آگے بڑھایا۔ ہر روز نئی منزل طے ہوئی اور نئے معارف کے خزائن کھلتے چلے گئے۔ خدمتِ قرآن کریم کے جو بھی پہلو ہو سکتے تھے خدا تعالیٰ کے مامور خلفائے احمدیت انہیں بروئے کار لائے۔ احمدیت کی ترقی کا قافلہ علومِ قرآن کریم کی سواری پر قریہ قریہ فتوحات کے جھنڈے گاڑ رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے خلفائے احمدیت کو اپنی جنابِ خاص سے قرآن کریم کا حقیقی اور گہرا علم عطا فرمایا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے عشق قرآن اور فہم قرآن کے بارہ میں امام الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

ما انست فی قلب احد محبة القرآن کما اری قلبه مملوء بمودة الفرقان

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 586)

ترجمہ: میں نے کسی کے دل میں اس طرح قرآن کریم کی محبت نہیں پائی جس طرح آپ کا دل فرقانِ حمید کی محبت سے لبریز ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپؓ کی کتب کے بارے میں فرمایا:

''جو شخص قرآن کریم کے عمیق مطالب کو حل کرنے اور ربِ جلیل کی کتاب کے اسرار جاننے کا ارادہ رکھتا ہو اسے چاہیے کہ آپ کی کتب کا مطالعہ کرے۔''

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 584)

حضرت المصلح موعود رضی اللہ کا گہرا فہم قرآن بھی اللہ تعالیٰ کی عطا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنی ایک رؤیا کا ذکر فرماتے ہیں:

''رؤیا میں میں نے ایک عجیب نظارہ دیکھا میں نے دیکھا کہ میرا دل ایک کٹورے کی طرح ہے جیسے مراد آبادی کٹورے ہوتے ہیں۔ اس کو کسی نے ٹھکورا ہے جس سے ٹن ٹن کی آواز نکل رہی ہے اور جوں جوں وہ آواز دھیمی ہوتی جاتی ہے مادے کی شکل میں منتقل ہوتی جاتی ہے۔ ہوتے ہوتے اس میں ایک میدان بن گیا۔ اس میں سے مجھے ایک تصویر سی نظر آئی جو فرشتہ معلوم ہونے لگا۔ میں اس میدان میں کھڑا ہو گیا، اس فرشتے نے مجھے بلایا اور کہا کیا میں تم کو سورۂ فاتحہ کی تفسیر سکھاؤں؟ میں نے کہا، سکھاؤ، اس نے سکھانا شروع کی۔ سکھاتے سکھاتے جب إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ (الفاتحہ:5) پر پہنچا تو کہنے لگا تمام مفسرین میں سے کسی نے اس سے آگے کی تفسیر نہیں لکھی سارے کے سارے یہاں آ کر رک گئے ہیں لیکن میں تمہیں اگلی تفسیر بھی سکھاتا ہوں چنانچہ اس نے ساری سکھائی۔ جب میری آنکھ کھلی تو میں نے اس بات پر غور کیا اس کا کیا مطلب ہے کہ تمام مفسرین نے إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ تک کی تفسیر کی ہے آگے کسی نے نہیں کی؟ اس کے متعلق میرے دل میں یہ تعبیر ڈالی گئی کہ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ تک تو بندے کا کام ہے جو اس جگہ آ کر ختم ہو جاتا ہے آگے اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ (الفاتحہ:6) سے خدا کا کام شروع ہو جاتا ہے تو تمام مفسرین کے اس حصہ کی تفسیر نہ لکھنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اس حصہ کی تفسیر تو کر سکتا ہے جو انسانوں سے متعلق ہے اور جن کاموں کو انسان کرتا ہے ان کو بیان کر سکتا ہے مگر اس حصہ کی تفسیر کرنا اس کی طاقت سے باہر ہے جس کا ذکر خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتا ہے۔''

(رؤیا و کشوف سیدنا محمودؓ صفحہ 7-6)

ایک بڑے مخالف مولانا مظہر علی اظہر اپنے ساتھیوں کو مخاطب ہوتے ہوئے کہتے ہیں:

''کان کھول کر سن لو! تم اور تمہارے لگے بندھے مرزا محمود کا مقابلہ قیامت تک نہیں کر سکتے۔ مرزا محمود کے پاس قرآن کا علم ہے تمہارے پاس کیا دھرا ہے؟''

(ایک خوفناک سازش از مولانا مظہر علی اظہر صفحہ:196)

قرآن کریم کا یہ علم سیّدنا محمود اور آپؓ کے بعد آنے والے خلفاء کو بھی ودیعت ہوا جو دروس القرآن، تراجم قرآن اور قرآنی آیات سے استنباط کرتے ہوئے دنیا کی مشکلات کا حل اور نجات کی راہ بیان فرما رہے ہیں۔ خلفائے احمدیت کی خدمتِ قرآن کریم کے چند پہلو مختصراً پیش ہیں:

قرآن کریم کی آیات سے منسوب غلط تفاسیر اور عقائد کی تصحیح

قرآن کریم کے زمین سے اٹھ کر ثریا تک جا پہنچنے کا ایک معنی یہ ہے کہ قرآن کریم کی آیات سے ایسے عقائد اور تفاسیر منسوب کر دی جائیں جو اللہ تعالیٰ کی شان اور انبیاء کے تقدس کے خلاف ہوں۔ خلفائے احمدیت نے قرآن کریم کے ایسے حصوں سے منسوب تفاسیر کی نہ صرف تردید فرمائی بلکہ صحیح معانی بیان فرما کر انہی مقامات پر مذکور عظیم الشان نکات کی طرف توجہ دلائی۔

ناسخ منسوخ

مفسرین قرآن میں قرآن کریم کے بارہ میں ایک نہایت خطرناک عقیدہ ناسخ و منسوخ کے نام سے پیدا ہو گیا۔ اس کے مطابق کچھ آیات نے کچھ دوسری آیات میں بیان فرمودہ احکامات کو کالعدم کر دیا۔ کچھ مفسرین کے مطابق احکامات منسوخ کرنے والی آیات کی تعداد 500 اور جن آیات کو منسوخ کیا گیا ان کی تعداد بھی 500 تک بیان کی گئی ہے گویا قرآن کریم کی ایک ہزار آیات کو ناسخ و منسوخ کے عقیدے نے مشتبہ کر دیا۔ نہ صرف یہ آیات بلکہ پورے قرآن کریم کے احکامات کی حیثیت مشتبہ کر دی کہ نہ جانے کون سا حکم ناسخ ہے اور کون سا منسوخ۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عالم اسلام پر کیے گئے ان گنت احسانات میں سے ایک احسان اس عقیدہ کی سختی سے تردید بھی ہے۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے اور ایک شعشہ یا نقطہ اس کی شرائع اور حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہو سکتا اور نہ کم ہو سکتا ہے اور اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام منجانب اللہ نہیں ہو سکتا جو احکام فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کے تبدیل یا تغییر کر سکتا ہو اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے۔''

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 170)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے احمدیت کی جانب سے اس عقیدے کی پرزور تردید کے بعد دیگر علماء بھی اس عقیدے سے متنفر ہونے لگے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ابتدائے دعویٰ میں جب قرآن مجید کے کامل ہونے کا دعویٰ پیش کیا گیا اور بتایا گیا کہ قرآن مجید کی کوئی آیت منسوخ نہیں تو علماء کہلانے والے اتنے جوش میں آ گئے کہ ان کے مونہوں سے جھاگ اور ان کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔ اس وقت یوں محسوس ہوتا تھا کہ قرآن مجید کی بعض آیات کا منسوخ ہونا ہی ان کے نزدیک اسلام کے زندہ ہونے کا مترادف ہے اور اس مسئلہ کو بھی الحاد اور زندقہ کا موجب قرار دیا گیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ اپنا ایک واقعہ سنایا کرتے تھے۔ فرمایا کرتے میں ایک دفعہ لاہور گیا غالباً مسجد چینیاں میں نماز پڑھنے چلا گیا، میں وضو کر رہا تھا کہ مولوی محمد حسین بٹالوی آ گئے اور ان سے گفتگو شروع ہوئی۔ دورانِ گفتگو میں نے کوئی آیت پڑھی تو وہ کہنے لگے یہ منسوخ ہے۔ حضرت مولوی صاحب فرماتے ہیں میں نے انہیں کہا میں قرآن مجید میں ناسخ و منسوخ کا قائل نہیں ہوں۔ اس پر وہ بڑے جوش میں آ گئے اور کہنے لگے یہ ملحد لوگوں کا عقیدہ ہے، ابو مسلم خراسانی بھی ایک ملحد تھا اور اس کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ قرآن مجید کی کوئی آیت منسوخ نہیں۔ حضرت مولوی صاحب نے فرمایا چلو ہم ایک سے دو بن گئے اور پرانے آدمیوں کی بھی اس مسئلہ کی تائید میں ایک روایت مل گئی۔

تو اس زمانہ میں یہ ایک عجیب بات سمجھی جاتی تھی اور جو اس کا قائل ہوتا اس کے متعلق سمجھا جاتا کہ وہ الحاد کا مرتکب ہے اور خیال کیا جاتا کہ جب تک قرآن مجید میں بعض آیات کو منسوخ نہ سمجھا جائے اس وقت تک اسلام کو غلبہ حاصل نہیں ہو سکتا مگر آج جاؤ اور ان علماء یا عوام سے جو اسلام سے دلچسپی رکھتے ہیں پوچھ لو وہ قرآن مجید کی تمام آیتوں سے استدلال کریں گے اور منسوخ کا نام بھی نہیں لیں گے۔''

(خطبات محمود، خطبہ جمعہ 22 مئی 1936ء، خطبات محمود جلد 17 صفحہ 318)

رسول کریم ﷺ کے متعلق غلط عقائد

قرآن کریم کی بعض آیات کریمہ کا غلط ترجمہ کرتے ہوئے مفسرین اور دیگر علماء رسول کریم ﷺ کی ذات اقدس پر بھی حملے کے موجب ہو رہے تھے۔ مستشرقین اور دیگر مخالفین اسلام یہی حوالہ جات پھر اسلام اور رسول کریم ﷺ کے خلاف بیان کرتے تھے۔ خلفائے احمدیت کی خدمت قرآن کا ایک پہلو اِن آیات کے درست تراجم اور تفاسیر بیان کرنا بھی ہے۔ صرف ایک مثال پیش ہے:

سورۃ الضحیٰ کی آیت وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى (الضحیٰ:8) میں لفظ ضال کا ترجمہ مفسرین گمراہ کرتے ہیں۔ گویا نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو ''گمراہ'' پایا اور ہدایت دی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى میں ضلال کا اثبات نبی کریمؐ کے لیے ہے۔ مگر مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى (النجم:3) میں ضلال کی نفی بھی آپؐ کے حق میں موجود ہے۔ تو دونوں پر ایمان لا کر ایک جگہ ضلال کے معنے محب طالب سائل کے کرو۔ جو أَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ (الضحیٰ:11) کی ترتیب سے ظاہر ہوتے ہیں اور دوسری جگہ گمراہ کے معنے لو جو مَا غَوٰى کی مناسبت سے درست ہیں۔ (نور الدین صفحہ 10)

دیگر انبیاء کے گناہ گار ہونے کا عقیدہ

ایک خطرناک عقیدہ جس کی تردید حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کی روشنی میں خلفائے احمدیت نے فرمائی وہ انبیاء کرام کے گنہگار ہونے کا عقیدہ ہے۔ مولوی حضرات اپنی محافل میں بڑے شوق سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مزعومہ جھوٹ گنواتے، حضرت یوسف علیہ السلام کے

عشق کی داستانیں اور پھر آپ علیہ السلام سے منسوب چوریاں گنواتے۔ حضرت لوط علیہ السلام کا اپنی قوم کو اپنی بیٹیاں پیش کرنے کا ذکر کرتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کرنے کا واقعہ بھی عوام الناس کی توجہ حاصل کرنے کے لیے مختلف پیرایوں میں کبھی اشعار میں اور کبھی تقریروں میں بیان کر کے داد وصول کرتے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ تفسیر کبیر جلد 3 میں سورۂ ہود کی آیات کے تحت حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مفسرین کا خیال تھا کہ جو مہمان حضرت لوطؑ کے پاس آئے وہ خوش شکل کے لڑکے تھے وہ بدکاری کرنا چاہتے تھے۔ یہ خیال غلط ہے اصل میں قوم نے غیر قوموں کے آدمیوں کو لانے سے منع کیا ہوا تھا۔ اور دوسری طرف ان کی خوشی سے آنے کا سبب یہ تھا کہ آج لوطؑ کو سزا دینے کا بہانہ مل گیا۔ اصل میں یہ قوم جو سدوم کی قوم تھی مسافروں کو لوٹ لیا کرتے تھے اور وہ سمجھتے تھے کہ قریبی علاقہ کے لوگ ہیں وہ ان سے بدلہ لیں گے تو اس سے انہوں نے منع کیا ہوا تھا کہ غیر لوگوں کو نہ لایا جائے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا کہ 1۔(آپ کی دونوں بیٹیاں اس قوم میں شادی شدہ تھیں) یہ اس لیے کہا کہ اگر میرا مقصد نقصان پہنچانا ہوتا ان لوگوں کے ساتھ مل کر تو میری بیٹیوں کو سزا دے کر بدلہ لے سکتے ہو۔ اصل مراد یہی کہ میری بیٹیاں تم لوگوں کے پاس ہیں اگر میں شرارت کروں تو میری بیٹیوں کو نقصان پہنچا سکتے ہو لیکن میں باپ ہو کر کیسی حرکت کر سکتا ہوں۔

2۔ یہ مراد بھی ہو سکتی ہے کہ حضرت لوطؑ ان لوگوں کی بیویوں کو اپنی بیٹیاں کہتے ہوں۔ کہ یہ میری بیٹیاں جو تمہارے گھروں میں ہیں، ان سے تعلق تمہارے لیے بہت پاکیزہ امر ہے۔ ان کو چھوڑ کر کن بدکاریوں میں مبتلا ہو رہے ہو۔

(ملخص از تفسیر کبیر جلد 3 صفحہ 229-230)

ان آیات کی تفسیر پڑھ کر علامہ نیاز فتح پوری بے اختیار تعریف کرنے پر مجبور ہو گئے۔ لکھتے ہیں:

''کل سورۂ ہود کی تفسیر میں حضرت لوطؑ پر آپ کے خیالات معلوم کر کے جی پھڑک گیا اور بے اختیار یہ خط لکھنے پر مجبور ہو گیا۔ آپ نے ھٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ (ہود:79) کی تفسیر کرتے ہوئے عام مفسرین سے جدا بحث کا جو پہلو اختیار کیا ہے اس کی داد دینا میرے امکان میں نہیں ہے۔ خدا آپ کو تادیر سلامت رکھے۔''

(ملاحظات نیاز، بحوالہ روزنامہ الفضل 17 نومبر 1953ء)

ترتیب قرآن کریم کا بیان

قدرت ثانیہ کے مظاہر، خلفائے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت قرآن کا ایک پہلو قرآن کریم کی ان گنت خوبیاں بیان کرنا بھی ہے جنہیں اس سے قبل یا تو بیان ہی نہیں کیا گیا یا اگر بیان کیا تو اس کے بیان کا حق ادا نہیں کیا گیا۔ انہیں میں سے ایک خوبی ترتیب قرآن کریم کی ہے۔ چند مفسرین نے اس پہلو پر قلم اٹھایا ہے جو ابتدائی مراحل ہی بیان کرتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

''قرآن شریف اوّل سے خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور ایک سمندر کی طرح اس کی روانی ہے جس میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ بشر کے کلام کا اس میں کوئی حصہ نہیں اور چونکہ یہ کلام کسی خاص مکان کے واسطے تھا اور نہ کسی خاص قوم کے واسطے جیسا کہ توریت انجیل وغیرہ دیگر کتب سماوی ہیں۔ اس واسطے اس میں شانِ نزول ساتھ ساتھ نہ لکھے گئے۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے یہی چاہا کہ اس بات کی حفاظت بھی پورے طور سے نہ ہوئی کہ یہ آیتیں کب اور کس کے حق میں اول نازل ہوئی تھیں یہاں تک کہ ترتیبِ نزولی بھی خدا تعالیٰ نے قائم نہ رہنے دی۔ قرآن شریف کی ترتیب اور اس کے درمیان شانِ نزول اور مقامِ نزول کا نہ لکھا جانا خود اس بات کی ایک بڑی بھاری دلیل ہے کہ یہ کتاب برخلاف دیگر کتبِ سماوی کے تمام زمین کے واسطے اور قیامت تک سب زمانوں کے واسطے اور سب قوموں کے واسطے خدا تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے۔''

(حقائق الفرقان جلد چہارم صفحہ 476)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

''قرآن کریم کی دوسری ظاہری خوبی اس کی اعلیٰ درجہ کی ترتیب ہے۔ ترتیب کا اعلیٰ ہونا بذاتِ خود روحانیت سے تعلق نہیں رکھتا، کیونکہ مجرد ترتیب انسانی کلام میں بھی پائی جاتی ہے۔ لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ترتیب ایک ظاہری خوبی ہے جو کسی کلام کو خوبصورت بنا دیتی ہے۔ اور اس خوبی کے لحاظ سے بھی قرآن کریم تمام دوسری کتب سے افضل ہے۔ بظاہر وہ ایک بے ترتیب کلام نظر آتا ہے مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ایک اعلیٰ درجہ کی ترتیب موجود ہے۔ بلکہ جہاں سب سے بڑھ کر بے ترتیبی نظر آتی ہے وہاں سب سے زیادہ ترتیب ہوتی ہے۔ اور یہی اس کی بہت بڑی خوبی ہے۔ دنیا میں کوئی انسان ایسی کتاب نہیں لکھ سکتا جو بظاہر تو بے ترتیب ہو مگر غور کرنے سے اس میں اعلیٰ درجہ کی ترتیب پائی جاتی ہو۔ پس اس حسن میں بھی قرآن کریم نہ صرف دوسری کتب کے مشابہ ہے، بلکہ ان سے افضل ہے۔''

(فضائل القرآن (2)۔ انوار العلوم جلد 11 صفحہ 126)

آپ رضی اللہ عنہ ایک اور جگہ بیان فرماتے ہیں

''میرا ترجمہ اور میری تفسیر ہمیشہ ترتیبِ آیات اور ترتیب سوَر کے ماتحت ہوتی ہے اور یہ لازمی بات ہے کہ جو شخص اس نکتہ کو مدنظر رکھے گا وہ فوراً یہ نتیجہ نکال لے گا کہ اس ترتیب کے ماتحت فلاں فلاں آیات کے کیا معنیٰ ہیں۔''

(الفضل 11 جولائی 1962ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع قبل از خلافت جلسہ سالانہ 1970ء کے خطاب میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی تفسیر القرآن کی اس خوبی کا بیان اس طرح فرماتے ہیں:

''اور کہا کہ نہ صرف یہ کہ ہر آیت کا دوسری آیت سے تعلق ہے بلکہ ہر سورت کا اپنی آئندہ آنے والی سورت کے ساتھ تعلق ہے۔ ایک سورت کا آخر دوسری سورت کے شروع سے تعلق رکھتا ہے پھر وہ مضمون چلتا چلا جاتا ہے پھر اس سورت کے ختم ہونے کے بعد اس کا اگلی سورت سے تعلق پیدا ہو جاتا ہے اور تفسیر کبیر میں اس کو عقلی دلائل کے ساتھ، واضح دلائل کے ساتھ ثابت فرمایا ہے۔

مثال کے طور پر سورۂ یونس کے متعلق حضورؓ فرماتے ہیں کہ سورۂ یونس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے ساتھ سلوک کے دو پہلو بیان فرمائے تھے ایک سزا کا دوسرا رحم کا۔ سزا کے پہلو کو سورۂ ہود میں تفصیل سے بیان کیا...... اور سورۂ یوسف میں رحم کا پہلو لیا گیا ہے۔ (تعارف سورۃ یوسف تفسیر کبیر جلد 3 صفحہ:273)

(خطابات طاہر، تقاریر جلسہ سالانہ قبل از خلافت، صفحہ:184)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سورۃ البقرہ کے مضامین کی ترتیب بیان فرماتے ہیں:

''ستائیس سال کا عرصہ گزرا کہ میں چند دوستوں کو قرآن کریم پڑھا رہا تھا سورۂ بقرہ کا درس تھا جب میں اس آیت پر پہنچا کہ رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِیۡہِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡہُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِکَ وَ یُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ وَیُزَکِّیۡہِمۡ ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ (بقرہ ع 15) تو یکدم میرے دل پر القاء ہوا کہ یہ آیت اس سورت کے مضامین کی کنجی ہے اور اس سورت کے مضامین اس آیت کے مضامین کے مطابق اور اسی ترتیب سے بیان ہوئے ہیں میں نے جب اس علم سے فائدہ اُٹھا کر سورۂ بقرہ کا مطالعہ کیا تو میری حیرت اور عقیدت کی کوئی حد نہ رہی کیونکہ سورۂ بقرہ کو میں نے نہ صرف اس آیت کے مضامین کے مطابق پایا بلکہ اس کے مضامین باوجود مختلف قسم کے ہونے کے میرے ذہن میں ایسے مستحضر ہو گئے کہ مجھے یُوں معلوم ہوا کہ گویا اس کے مضامین موتیوں کی لڑی کی طرح پروئے ہوئے ہیں۔''

(تفسیر کبیر جلد اول صفحہ 55)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ سورۃ البقرہ آیت 221 میں الفاظ کی ترتیب بیان فرماتے ہیں:

اِصۡلَاحٌ لَّہُمۡ خَیۡرٌ کا سوال سے کیا تعلق ہے؟ وہ پوچھتے ہیں یتیموں کے متعلق جواب دیا گیا کہ ان کی اصلاح کرو۔ سارا فساد کیا یتیموں میں ہی ہوتا ہے؟ نعوذ باللہ یہ فسادی لوگ ہیں کہ ان کی اصلاح کرو؟...... بات یہ ہے کہ یتیموں کے ساتھ دو قسم کے سلوک ہوتے ہیں، یا تو لاڈ پیار میں انھیں بگاڑ دیا جاتا ہے اور یا ان سے معمولی سی بھی کمی کی جائے تو ان کے اندر ردعمل پیدا ہوتا ہے اور احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں اور بعض دفعہ سوسائٹی کے خلاف ان میں بغاوت پیدا ہو جاتی ہے۔... تو فرمایا یاد رکھنا کہ یتیموں کے ساتھ جو بھی سلوک کرو اس میں ان کے نفس کی اصلاح اور ان کے مزاج کی اصلاح سب سے زیادہ اولیت رکھتی ہے۔ اگر اس میں کوئی کمی آئی تو تم خدا کے احکامات کو بجا لانے والے نہیں ہو گے۔ اور ان کو نظر انداز کرنے والے بنو گے۔

یتیموں کے گھر کھولے جاتے ہیں، ان کے ہاتھوں میں کشکول پکڑائے جاتے ہیں کہ بھیک مانگو۔ اب یہ مضمون اس آیت کی رُو کے خلاف ہے۔ اگر یتیم پالنے کا شوق ہے تو اصلاح کے مقصد کو قربان کر کے یتیم کو پالنے کی اجازت نہیں۔ اگر اس سے ان کے اندر خرابیاں پیدا ہوں ان کے اندر گہرے نقائص پیدا ہو جائیں تو یہ کوئی طریق نہیں ہے یتیم پالنے کا۔ اصل میں اصلاح پیش نظر ہونی چاہیے۔

بعض دفعہ لوگ یتیموں کو بہت لاڈ دے کر بھی بگاڑ دیتے ہیں۔ ایسا بگاڑتے ہیں کہ وہ معاشرے کے اندر unfit وجود بن جاتے ہیں۔ تو اہم چیز کی طرف پہلے توجہ دلائی گئی ہے قُلۡ اِصۡلَاحٌ لَّہُمۡ خَیۡرٌ۔ اور اگر تم اپنے اندر ان کو ملاؤ جلاؤ، برابری کا رتبہ دو تو یہ اصلاح کا طریق ہے۔ یاد رکھو کہ وہ تمہارے بھائی ہیں اور یہ نہ دیکھو کہ غریب کا بیٹا ہے یا کسی ایسے خاندان کا بیٹا تھا جسے تم اپنے سے نیچا دیکھتے ہو۔ نہ اس کی ذات دیکھو گے، نہ خاندانی پس منظر۔ اگر یتیم تمہارے ساتھ رہیں تو بھائی بن کر رہیں، گرے ہوئے رتبہ کیساتھ نہ رہیں۔

(ترجمۃ القرآن کلاس نمبر 24، زیر آیت ھٰذا)

قرآن کریم کی فضیلت دیگر مذاہب کی کتب کے مقابل میں ثابت کرنا

خلفائے احمدیت نے قرآن کریم کو دیگر کتب مقدسہ خصوصاً بائبل کے مقابل پر اتنی نمایاں فضیلت کے ساتھ پیش کیا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے اور کوئی موازنہ ہی باقی نظر نہیں آتا۔ قرآن کریم کی فضیلت کے رنگ میں شوکتِ کلام اور فصاحت اور بلاغت کے نقطۂ نگاہ سے بھی فضیلت ثابت فرمائی۔ تاریخی نقطۂ نگاہ سے بھی بائبل کی اغلاط بتائیں اور قرآن کریم کے ہر تاریخی بیان کی صحت کو ثابت فرمایا۔ پھر اپنے نقطہ نگاہ سے بائبل کے تضاد دکھائے اور قرآن کریم کے متعلق جو تضاد کے دعوے تھے ان کو غلط ثابت فرمایا۔ فطری نقطہ نگاہ سے بائبل کی تعلیم کو موجودہ دنیا کے لحاظ سے غیر فطری قرار دیا اور قرآن کریم کی تعلیم کا فطری ہونا ثابت فرمایا۔ قانونِ قدرت کے راز دان ہونے کے لحاظ سے بتایا کہ بائبل تو بے شمار ایسی باتوں سے، غلطیوں سے بھری پڑی ہے جن کو خدا کی طرف منسوب ہی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ کائناتِ قدرت کی ایک غلط تشریح پیش کرتی ہے لیکن قرآن ہر بات پر گہری نظر رکھتا ہے اور اسی خدا کا کلام ہے جس خدا نے قانونِ قدرت کو پیدا فرمایا۔

مثلاً سورۃ البقرہ کی آیت اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ خَرَجُوۡا مِنۡ دِیَارِہِمۡ وَہُمۡ اُلُوۡفٌ حَذَرَ الۡمَوۡتِ فَقَالَ لَہُمُ اللّٰہُ مُوۡتُوۡا ثُمَّ اَحۡیَاہُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَذُوۡ فَضۡلٍ عَلَی النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَشۡکُرُوۡنَ (البقرۃ:244) کی تفسیر میں فرمایا کہ اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بنی اسرائیل کا مصر سے نکلنے کا ذکر ہے۔ قرآن کریم بیان فرماتا ہے کہ وہ لوگ چند ہزار تھے۔ بائبل کے مطابق عورتوں اور بچوں کو چھوڑ کر چھ لاکھ تھے۔ یعنی کل تعداد تقریباً 25 لاکھ تھی۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے والدین اور بھائی جو تعداد میں 70 تھے، 215 سال میں پچیس لاکھ نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح صحرائے سینا میں 40 سال تک پچیس لاکھ افراد کی خوراک کا انتظام بھی بعید از قیاس ہے۔ پچیس لاکھ افراد کے پانی کا انتظام بھی صحرا میں ناممکنات میں سے ہے۔ (ملخص از تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 541 تا 543)

قرآن کریم کو زندہ کتاب ثابت کرنا

دیگر مذاہب کی کتب تو اس زمانے میں صرف پرانی کہانیوں تک ہی محدود ہیں۔ عالم اسلام بھی خدا تعالیٰ سے تعلق میں دوری اور کلام الٰہی کو نہ سمجھنے کے نتیجے میں اس زندہ کتاب کی تاثیرات اور راہنمائیوں سے محروم تھے۔ یہی وجہ تھی کہ دیگر مذاہب کی طرح مسلمان علماء بھی پرانے بزرگوں کے معجزات کو کہانیوں کی صورت میں بیان کرنے لگے۔ مخالفین جو خود بھی تعلق باللہ سے محروم تھے، اسلام اور قرآن کریم پر یہی الزام دھرنے لگے۔

خلفائے احمدیت کی ایک بہت بڑی خدمت قرآن یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم اور راہنمائی کے مطابق دنیا کے سامنے قرآن کریم کو ایک زندہ کتاب کے طور پر پیش فرمایا۔ قرآن کریم کی روحانی تاثیرات کے ثبوت کے طور پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنے وجود کو پیش کیا۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی علم غیب کی خبروں کو اور روحانی میدان میں مقابلہ کے لیے دیگر مذاہب کو بلایا۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اب میں اس علمی تحفہ کے پیش کرنے کے علاوہ دنیا کے

تمام مذاہب کے راستی پسند لوگوں سے کہتا ہوں کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ قرآن کریم بھی ہر زمانے میں پھل دیتا ہے اور اس کے ساتھ تعلق رکھنے والوں پر اللہ تعالیٰ اپنا تازہ الہام نازل کرتا ہے اور ان کے ہاتھ پر اپنی قدرتوں کا اظہار کرتا رہتا ہے۔ پس علمی غور و فکر کے علاوہ اس مشاہدہ کے ذریعے صداقت معلوم کی جاسکتی ہے۔ اگر مسیحی پوپ یا اپنے آرچ بشپوں کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ میرے مقابل پر اپنے پر نازل ہونے والا تازہ کلام پیش کریں جو خدا تعالیٰ کی قدرت اور علم غیب پر مشتمل ہو تو دنیا کو سچائی کے معلوم کرنے میں کس قدر سہولت ہو جائے گی اور پوپ اور پادری جو مسیحؑ کی صلح کی پالیسی کو ترک کر کے عیسائی خدا کو صلیبی جنگوں پر اکساتے رہتے ہیں کیا وہ آج اس روحانی جنگ کے لیے اپنے آپ کو پیش نہیں کر سکتے۔"

(خطاباتِ طاہر، خطابات قبل از خلافت صفحہ: 191-190)

قرآن کریم کو زندہ کتاب ثابت کرنے کے لیے خلفائے احمدیت نے واضح کیا کہ قران کریم چودہ سو سال قبل کی کتاب نہیں بلکہ آج کے زمانے کی خبریں دیتی ہے اور مسائل کو حل بھی کرتی ہے۔ پریس کی ایجاد، علم معیشت کی غیر معمولی ترقی، علم طبقات الارض کی ترقی کا ذکر، چڑیا گھروں کا ذکر، نہر سویز، نہر پانامہ کا تذکرہ، ریل گاڑیوں، ہوائی جہازوں کا ذکر، ایٹمی ہتھیاروں اور میزائلوں کا ذکر، یورپی اقوام کی ترقی کا ذکر اور پھر جنگ عظیم جس کے نتیجہ میں ان کی ترقیات ختم ہو جائیں گی ان سب کا تذکرہ فرمایا ہے۔

صرف یہی نہیں بلکہ موجودہ زمانے کے مسائل کا حل بھی قران کریم سے پیش کیا۔ سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکیت، دونوں کا ردّ بیان فرمایا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فی زمانے سب سے خطرناک مسئلہ یعنی دنیا میں امن و امان کے قیام اور جنگوں کے خطرات کو ختم کرنے کے لیے قرآن کریم کے اصول بیان فرماتے ہیں۔ فرمایا:

"اگر کوئی معاشرہ، گروہ یا حکومت آج آپ کے مذہبی فرائض کی ادائیگی میں حارج ہے اور کل کو حالات آپ کے حق میں تبدیل ہو جاتے ہیں تو اسلام ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کبھی بھی اپنے دل میں ان کے لیے کوئی کینہ یا نفرت نہ رکھیں۔ آپ کو کبھی انتقام کا خیال نہیں آنا چاہیے۔ بلکہ آپ کا فرض عدل و انصاف کا قیام ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے:

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کی خاطر مضبوطی سے نگرانی کرتے ہوئے انصاف کی تائید میں گواہ بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو یہ تقویٰ کے سب سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو۔ یقیناً اللہ اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے جو تم کرتے ہو۔" (سورۃ المائدہ:9)

یہ وہ تعلیم ہے جو معاشرے میں امن قائم کرتی ہے۔ فرمایا کہ اپنے دشمن کے معاملہ میں بھی عدل کو نہ چھوڑو۔ ابتدائی تاریخ اسلام بتاتی ہے کہ اس تعلیم پر عمل کیا گیا تھا اور عدل و انصاف کے تمام تقاضے پورے کیے گئے تھے۔ میں یہاں اس کی بہت زیادہ مثالیں تو پیش نہیں کرسکتا مگر تاریخ اس حقیقت پر شاہد ہے کہ فتح مکہ کے بعد حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے لوگوں سے کوئی انتقام نہیں لیا جنہوں نے آپؐ کو شدید تکالیف دیں...... آج بھی بے چینی بڑھ رہی ہے۔ وہ جنگیں اور دیگر اقدامات جو امن کو قائم کرنے کی خاطر کیے جا رہے ہیں ایک اور عالمی جنگ کا پیش خیمہ بن رہے ہیں۔ موجودہ اقتصادی اور سماجی مسائل اس صورتحال میں اَور بھی ابتری کا باعث بن رہے ہیں۔ قرآن کریم نے دنیا میں امن قائم کرنے کے لیے بعض سنہری اصول عطا فرمائے ہیں... اس ضمن میں قرآن کریم فرماتا ہے: ترجمہ: "اور اگر مومنوں میں سے دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرواؤ۔ پس اگر ان میں سے ایک دوسری کے خلاف سرکشی کرے تو جو زیادتی کر رہی ہے اس سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے فیصلہ کی طرف لوٹ آئے۔ پس اگر وہ لوٹ آئے تو ان دونوں کے درمیان عدل سے صلح کرواؤ اور انصاف کرو۔ یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے"۔ (سورۃ الحجرات:10)

اگرچہ یہ تعلیم مسلمانوں کے متعلق ہے لیکن اس اصول کو اختیار کر کے عالمی امن کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے......

(عالمی بحران اور امن کی راہ۔ صفحہ 14 تا 16)

قرآن کریم کی تعلیم کا ہر دَور میں قابل عمل ہونے اور اس کے نیک اثرات تاقیامت جاری رہنے کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز واقفات نو کو نصائح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"دوسرا اصول جس کی طرف میں آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں یہ ہے کہ آپ ہمیشہ اپنے ذہنوں میں مستحضر رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی بابرکت شکل میں ہمیں ہمیشہ قابلِ عمل رہنے والی تعلیم عطا فرمائی ہے۔ قرآن کریم کا ہر ایک حکم فطرت انسانی کے عین مطابق ہے۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ قرآن مجید چونکہ چودہ سو سال پہلے نازل ہوا تھا اس لیے یہ دورِ حاضر کی ضرورتوں کو پورا نہیں کرسکتا یا یہ کہ قرآن صرف پرانے زمانے کے لوگوں کی ہدایت کے لیے نازل ہوا تھا۔ قرآن کریم کا ہر لفظ آج بھی اسی طرح قابل عمل ہے جیسا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں تھا۔

یہ کہنا بھی درست نہیں ہے کہ قرآن عربوں پر نازل ہوا تھا اس لیے یہ صرف عربوں کے لیے ہے۔ جیسے قرآن کریم کی تعلیم عربوں کے لیے ہے ویسے ہی یہ یورپ میں رہنے والوں کے لیے بھی ہے اور امریکہ کے اور ایشیا کے اور افریقہ کے اور دنیا کے تمام علاقوں کے باشندوں کے لیے بھی ہے۔ قرآن کریم دورِ حاضر میں بھی اسی طرح موزوں (relevant) اور قابل عمل ہے جس طرح 1400 سال قبل کے زمانہ کے لیے تھا۔ پس تمام واقفاتِ نَو کو اس بات کا خیال بھی اپنے ذہنوں سے نکال دینا چاہیے کہ اسلام پرانی طرز کا مذہب ہے یا کسی بھی طرح فرسودہ ہے۔ اسلام جس طرح گذشتہ زمانہ کا مذہب ہے اسی طرح حال اور مستقبل کا بھی مذہب ہے اور قیامت تک ایسا ہی رہے گا۔ ان شاء اللہ۔

پس اسلام کو کیسی ہی تنقید اور اعتراض کا نشانہ کیوں نہ بنایا جائے اس کی وجہ سے آپ کبھی اپنے عقیدہ کے بارہ میں احساس کمتری یا شرمندگی کا شکار نہ ہوں۔ کوئی بھی ایسا اعتراض یا تنقید نہیں جس کا جواب نہ دیا جاسکتا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام پر کیے جانے والے ہر اعتراض کا جواب قرآنِ کریم میں ہی مہیا کر رکھا ہے، چاہے وہ غیر مسلموں کی طرف سے ہوں یا لامذہب لوگوں کی طرف سے۔ (خطاب سالانہ اجتماع واقفات نو، فرمودہ 6/ اپریل 2019ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 10/ مئی 2019ء صفحہ 24)

دروس القرآن

خلفائے احمدیت نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت

حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ایک نمائش قرآن کریم کا معائنہ فرما رہے ہیں

کیے گئے علم قرآن کو عوام تک پہنچانے کے لیے اور اس راہنما کتاب سے دنیا کے مسائل کے حل بتانے کے لیے دروس القرآن کا سلسلہ جاری رکھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی زندگی کا مقصد ہی گویا قرآن کریم پڑھنا اور پڑھانا تھا۔ زندگی کے اخیر تک درس القرآن کا سلسلہ جاری رہا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد نظام خلافت کے اجراء پر ایک مخالف اخبار نے یہ خبر دی جسے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل خود اس طرح بیان فرماتے ہیں:

"کرزن گزٹ ایک اخبار ہے جو دہلی سے نکلتا ہے۔ اس نے جہاں حضرت صاحب کی وفات کا ذکر کیا وہاں ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ اب مرزائیوں میں کیا رہ گیا ہے۔ ان کا سر کٹ چکا ہے ایک شخص جو، ان کا امام بنا ہے اس سے اَور تو کچھ ہو گا نہیں ہاں یہ ہے کہ وہ تمہیں کسی مسجد میں قرآن سنایا کرے۔ سو خدا کرے یہی ہو کہ میں تمہیں قرآن ہی سنایا کروں"۔

(حیات نور صفحہ 425)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے بھی قرآن کریم کی درس و تدریس کو اوڑھنا اور بچھونا بنائے رکھا۔ معرکۃ الآرا تفسیر کبیر انہیں دروس القرآن کے مرہون منت ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے درس القرآن رمضان اور ترجمۃ القرآن کلاسز میں قرآن کریم پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات اور قرآنی تعلیمات کی خوبیاں بیان فرمائیں۔ قرآن کریم پر ہونے والے مستشرقین کے اعتراضات، شیعہ علماء کی طرف سے کی جانے والی تفاسیر جو رسول کریم ﷺ اور آپؐ کے اصحاب کے مقام کے خلاف ہیں ان کا مسکت جواب، موجودہ دَور کے مسائل اور ان کا حل بیان فرمایا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے دروس القران رمضان المبارک ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔ آخری 4 سورتوں کے مضامین کو موجودہ دَور کی اسلام مخالف طاقتوں پر منطبق کرنا، انہیں اسلام کی مخالفت، تکبر اور مظالم پر متنبہ کرنا اور ان کے برے انجام سے انذار کرنا۔ یہ سبھی اللہ تعالیٰ کے اس بطلِ جلیل کی ہی خدمات قرآنیہ ہیں۔

تراجم قرآن کریم

خدمت قرآن کا ایک بہت بڑا پہلو قرآن کریم کو سمجھنے کے لیے اس کے دنیا کی مختلف زبانوں میں تراجم کروانا، انہیں شائع کرنا اور ان علاقوں میں پھیلانا بھی ہے۔ یہ کام نہ صرف مالی فراخی چاہتے ہیں بلکہ زبانوں کے علماء کے بغیر ناممکن ہیں۔ نظام خلافت کی برکات سے نہ صرف مالی وسائل مہیا ہوئے بلکہ ہر مطلوبہ زبان کے ماہرین بھی ملتے گئے۔ اس وقت خلافتِ احمدیہ حقہ 75 زبانوں میں تراجم قرآن کر کے ان کی اشاعت کر رہی ہے۔ (خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس، جلسہ سالانہ برطانیہ 2018ء، دوسرا روز) خدمت قرآن کریم کی یہ سعادت خلفائے احمدیت کے حصہ میں ہی آئی ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے امیر مسلم ممالک بھی تراجم قرآن میں جماعت احمدیہ کے مقابل نہیں ہیں۔

خادمین قرآن کریم کی تیاری

خدمت قرآن کو تاقیامت جاری رکھنے اور غیروں پر اس کی برتری قائم رکھنے کے لیے ایسے خادمین قرآن کا ہونا ضروری ہے جو نہ صرف قران کریم کا علم رکھنے والے ہوں بلکہ دوسرے مذاہب کی تعلیمات بھی جانتے ہوں۔ قرآن کریم کی تعلیمات اور ہدایات کے نور سے منور ہوں اور قرآن کریم کے مقابل دوسرے مذاہب کے اعتراضات کا مسکت جواب دینے والے ہوں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ منصبِ خلافت پر متمکن ہونے سے قبل جلسہ سالانہ کی ایک تقریر میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ کی خدمتِ قرآن کے اس پہلو کو اس طرح بیان فرماتے ہیں:

"حضورؓ نے قرآن کریم کی خدمت کے لیے جو سلسلہ جاری فرمایا وہ ایک نہایت ہی عمدہ ذہن کا سوچا ہوا ایک منصوبہ تھا جو ہر پہلو سے خدمتِ قرآن کے لیے مکمل منصوبہ تھا اس میں کوئی بھی سقم ہم نہیں دیکھتے۔ خالی تفسیر لکھ دینا اور پھر اسے شائع کر دینا یہ اپنی ذات میں کافی نہیں ہے۔ حاملِ قرآن علماء کی تیاری ضروری ہے، اس نظام کی ضرورت ہے جو اس قرآن کو تمام دنیا میں کونے کونے تک پہنچائیں۔ ان ربانی علماء کی ضرورت ہے جو اپنی زندگیوں سے یہ ثابت کریں کہ قرآن ایک زندہ کتاب ہے محض علمی لحاظ سے آج دنیا فتح نہیں ہوسکتی اس پہلو سے علم کے پہلو سے بھی اور عمل کے پہلو سے بھی اور پھر اس سلسلہ (احمدیہ) میں وہ قربانی کی روح پیدا کرنے کے لحاظ سے بھی جس کے نتیجے میں سلسلہ قرآن کی خدمت کے لیے بحیثیتِ مجموعی تیار ہو آپؓ نے عظیم الشان خدمت کی ہے۔ جہاں تک علماء کی تیاری کا تعلق ہے آپ سب جانتے ہیں جامعہ احمدیہ میں حضور نے غیر معمولی توجہ کے ساتھ خدمت قرآن کا سلسلہ شروع کیا۔ علماء تیار کیے، ایسے علماء تیار کیے ......باقی صفحہ نمبر 27 پر......

سلسلہ وار ایک ہی آواز دشت در دشت کو بہ کو بولے

خلافتِ حقّہ اسلامیہ کے مراکز

(محمد موسیٰ۔ استاد جامعہ احمدیہ ربوہ)

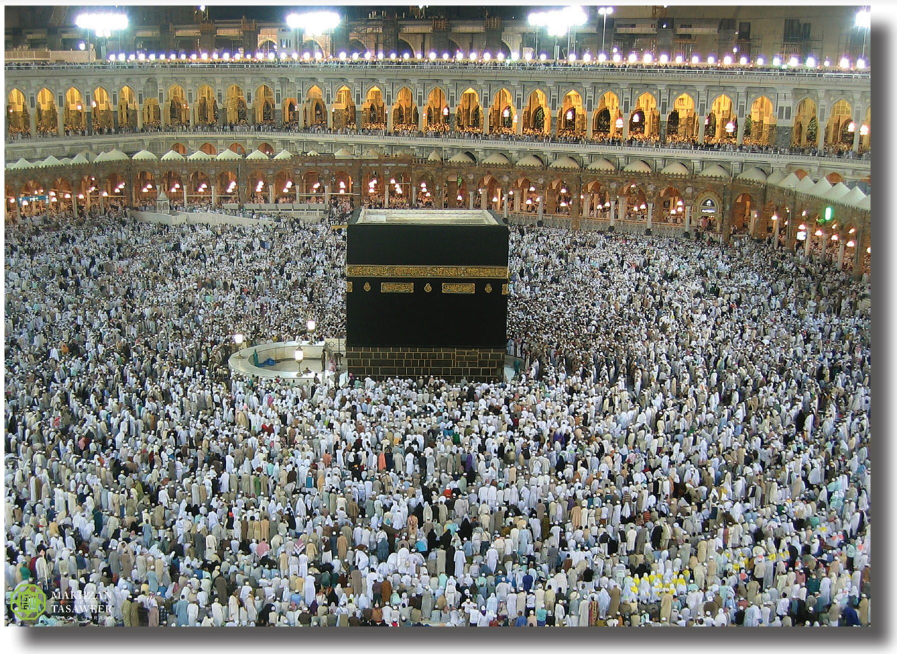

مرکزِ اسلام۔ مسجد حرام

مدینہ منوّرہ

کسی بھی جماعت یا تنظیم کو اپنے مقصد کو پانے کے لیے ایک مضبوط مرکز کی ضرورت ہوتی ہے جو ان میں مرکزیت اور وحدانیت قائم رکھتا ہے۔ الٰہی جماعتوں میں اصل مرکزِ توجہ تو وہی بابرکت وجود ہوتا ہے جس کو خدا نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے چنا ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ اس بابرکت وجود کے ماحول کو بھی برکت بخش دیتا ہے۔ پھر جس بستی یا جگہ پر اس کی رہائش ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس جگہ کو بھی مرکز کا درجہ دے دیتا ہے۔

حقیقی مرکز اسلام: اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے لیے اوّل مرکز مکہ میں مقرر فرمایا جیسا کہ فرمایا: اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ ھُدًی لِّلۡعٰلَمِیۡنَ (آل عمران: 97) یعنی یقیناً پہلا گھر جو بنی نوع انسان کے فائدے کے لیے بنایا گیا وہ ہے جو بکہ (بکہ۔ مکہ کا قدیم ترین نام) میں ہے وہ مبارک اور باعثِ ہدایت بنایا گیا ہے تمام جہانوں کے لیے۔ یعنی بیت اللہ۔ بنیادی طور پر یہی ایک مرکز خدا کی طرف سے قائم ہوا باقی تمام مراکز اسی مرکز کے ظل کے طور پر خدا کی منشا کے مطابق اپنے اپنے وقت پر تیار ہوتے رہے اور خانہ کعبہ کی تعمیر کے بنیادی مقاصد کو آگے بڑھاتے رہے۔ ہر مرکز کے قیام کے وقت یہی بات سامنے رہی کہ اصل مرکز یہی ہے جس کی طرف ہر مسلمان کی توجہ رہنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہی حکم دیا ہے کہ فَوَلِّ وَجۡھَکَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ ؕ وَ حَیۡثُ مَا کُنۡتُمۡ فَوَلُّوۡا وُجُوۡھَکُمۡ شَطۡرَہٗ (البقرۃ: 145) یعنی: پس اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لے اور جہاں کہیں بھی تم ہو اسی کی طرف اپنا منہ پھیر لو۔ اس سے مراد یہی ہے کہ تم جہاں کہیں بھی مرکز اسلام قائم کرو تمہاری ساری توجہ اپنے حقیقی مرکز مسجد الحرام کی طرف ہونی چاہیے اور خلافتِ حقہ اسلامیہ کا اصل مرکز بھی وہی ہے جو مرکز اسلام ہے۔

اس مضمون میں خاکسار خلافتِ حقہ اسلامیہ کے مراکز کا مختصر ذکر کر رہا ہے۔ جنہوں نے خانہ کعبہ کی ظلیّت میں عالم اسلام کو مجتمع رکھا۔ یہ ایک نہایت وسیع مضمون ہے اور ہر ایک مرکز پر علیحدہ کئی مقالہ جات تحریر کیے جا سکتے ہیں۔

مدینہ منورہ: اسلام کا آغاز اسی بستی جس کو ام القریٰ بھی کہا گیا ہے، سے ہوا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کو سنتِ انبیاء کے مطابق یہاں سے ہجرت کرنا پڑی اور آپ ﷺ نے الٰہی منشاء اور گذشتہ صحائف میں مذکور پیش گوئیوں کے مطابق مدینہ منورہ کو ایک نیا مرکز اسلام بنایا جہاں دیگر مذاہب بالخصوص یہود آپ کی آمد کے انتظار میں پہلے سے آ کر آباد ہو چکے تھے۔

(بحوالہ سیرۃ النبی ﷺ لابن ہشام)

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد پہلے تین خلفائے راشدین نے اسی بستی کو جسے رسول اللہ ﷺ نے مکہ کی طرح حرم قرار دیا اپنا دار الخلافہ بنائے رکھا۔ اس بستی کو یہ شرف حاصل ہوا کہ ان تین خلفائے راشدین کی قیادت میں اسلام عرب سے باہر نکل کر قیصر و کسریٰ کی عظیم سلطنتوں کو اپنے زیرنگیں کر کے ایشیا، یورپ اور افریقہ کے بعض علاقوں تک وسیع ہو گیا۔

اس مرکز کو یہ سعادت بھی نصیب ہوئی کہ قرآن کریم کا نزول جس کا آغاز مکہ سے ہوا تھا اس کی تکمیل اس بستی میں ہوئی۔ پھر اس کی جمع و تدوین اور اشاعت کا کام خلفائے راشدین کے زمانے میں تدریجاً مکمل ہوا اور اس کی اشاعت مدینے سے نکل کر جہاں تک اسلام کا پیغام پہنچا وہاں تک ہوئی۔

فلاحی ریاست جس کو آج کل کے دور میں ویلفیئر سٹیٹ کہا جاتا ہے اس کو پہلی مرتبہ متعارف کروانے والا یہی مرکزِ اسلام ہے۔ ایک ریاست کو مضبوط کرنے کے لیے اس کی بہت سی خوبیوں میں سے درج ذیل نمایاں خوبیوں کا ہونا ضروری ہے۔ مضبوط اقتصادی و معاشی نظام، قضاء کا نظام، تعلیم و تدریس کا نظام، طبی سہولیات، پارلیمانی یعنی مشاورتی نظام اور ہر طرح کی معاشرتی ضرورتوں کو پورا کرنا حکومت کا فرض ہوتا ہے۔ اس نظام حکومت کی پوری شکل ہمیں اس مرکز اسلام میں نظر آتی ہے۔ یہ بابرکت شہر تقریباً 24 سال تک خلافتِ حقہ اسلامیہ کا مرکز رہا۔

کوفہ: حضرت علیؓ کے دور خلافت میں کوفے کو مرکزِ خلافت بننے کی توفیق ملی۔ اس زمانہ میں یہ مرکز اسلام کا علمی گہوارہ بنا۔ حضرت علیؓ نے اسی شہر کی جامع مسجد میں بہت سے پُرمعارف اور علمی خطبات و خطابات اور دروس القرآن بیان فرمائے۔ جس کے نتیجے میں کوفہ سے کثیر تعداد میں جیّد علماء اور فقہاء اور ائمہ پیدا ہوئے۔ امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہؒ جن کے مسلک کو عالم اسلام نے سب سے زیادہ اپنایا اسی شہر کوفہ کے رہنے والے تھے۔ یہ شہر تقریباً 6 سال خلافتِ حقہ اسلامیہ کا مرکز رہا۔

قادیان دار الامان: آنحضرت ﷺ نے آخری زمانے میں دوبارہ اپنے ظلِ کامل اور بروز کے ذریعہ اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کی پیشگوئی فرمائی۔ الٰہی منشا کے مطابق اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے مرکزِ خلافتِ حقہ اسلامیہ کے طور پر قادیان کو چنا گیا۔ اپنی ابتدا سے ہی قادیان جس کا نام ہی اسلام پور قاضی تھا اسلامی علوم کا گہوارہ تھا۔ پھر مسیح پاک علیہ السلام کے زمانے سے جب ثریا پر پہنچا ہوا ایمان واپس زمین پر آیا تو اسی سرزمین میں بسنے والے رجال فارسی کے ذریعہ آیا۔

پھر مسیح پاک کے وصال کے بعد 27/ مئی 1908ء کو قدرت ثانیہ کا ظہور اسی بابرکت بستی قادیان دار الامان سے ہوا۔ دَورِ آخَرین میں اسلام کی تبلیغ اور اشاعت کے لیے اسی مبارک بستی کو چنا گیا۔ اور دنیا کی قضاء و قدر کے فیصلے مسیح پاک علیہ السلام اور آپ کے پہلے دو خلفا کو اسی مقدس زمین پر بتائے گئے۔

قدرت ثانیہ کے پہلے مظہر حضرت حکیم مولوی نور الدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دَورِ خلافت میں اس پاک بستی سے حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال پہلا مشن کھولنے کے لیے لندن، جو اس وقت دنیا کے لیے مرکزی حیثیت رکھتا تھا تشریف لے گئے۔ اسی دور خلافت میں قادیان میں تعمیرات کا آغاز ہوا اور کالج اور سکول کی عالیشان عمارتیں بننا شروع ہوئیں۔ دَورِ خلافت اولیٰ میں بھی قادیان سے قرآن اور حدیث کے معارف پھوٹتے رہے اور حق کے پیاسے اس مرکز کی طرف آ کر اپنی روحانی پیاس بجھاتے رہے۔

پھر قدرت ثانیہ کے مظہر ثانیؓ کا عظیم الشان دور آتا ہے جس دور میں مسجد مبارک، مسجد اقصیٰ، اور دیگر عمارات میں توسیع ہوئی۔ جماعت احمدیہ کا انتظامی ڈھانچہ مضبوط ہوا۔ انجمنوں، تنظیموں اور مجلس مشاورت کا قیام عمل میں آیا۔ اس مرکزِ خلافت کو یہ شرف حاصل ہوا کہ لوائے احمدیت یعنی حقیقی اسلام کا پرچم پہلی مرتبہ اسی مقدس بستی میں لہرایا گیا جو آج دنیا کے 200 سے زائد ممالک میں لہرا رہا ہے۔ پرمعارف دروس القرآن میں قرآن کریم کے مخفی و مدفون خزائن اس دور میں ظاہر ہوتے رہے۔ دنیا کے سیاسی افق پر اٹھنے والی تبدیلیوں پر بھی یہ مرکزِ خلافتِ حقہ اسلامیہ اثرانداز ہوتا رہا۔ اس مرکز سے تربیت پانے والے اور حضرت مصلح موعودؓ کی ہدایات کو عملی جامہ پہنانے والی شخصیت حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے ذریعہ کئی اسلامی ممالک جن میں لیبیا، مصر، فلسطین، الجزائر اور پاکستان جیسے ممالک آزادی کی نعمت سے متمتع ہوئے۔ یہ بستی 39 سال تک خلافتِ حقہ

اسلامیہ کا مستقل دارالخلافہ رہی اور اسلام کا پیغام اس بستی سے افریقہ، یورپ اور ایشیا کے کئی ممالک میں پہنچا۔

غیروں نے کئی دعوے کیے کہ ہم اس مرکز خلافت کی اینٹ سے اینٹ بجادیں گے اور اس مقدس بستی کی بے حرمتی کریں گے مگر اس بستی کو جسے خدا نے دارالامان قرار دیا اس کو کون نقصان پہنچا سکتا ہے۔ ہاں جنہوں نے دعوے کیے آج ان کا

مرکزِ خلافت کے لیے چنا گیا۔ 20 ستمبر 1948ء کو حضرت مصلح موعودؓ نے یہاں تشریف لا کر ابرہیمی دعاؤں اور صدقات کے ساتھ اس مرکز کی بنیاد رکھی۔ اس غیر ذی زرع بستی کی آبادکاری جہاں سبزے کا نام و نشان نہ تھا اپنی ذات میں ایک معجزہ ہے۔ یہ مبارک بستی جس کو 3 خلفائے حقہ اسلامیہ کا دارالخلافہ رہنے کا شرف حاصل ہے وہیں یہ پیاری بستی اس بات پر بھی نازاں ہے

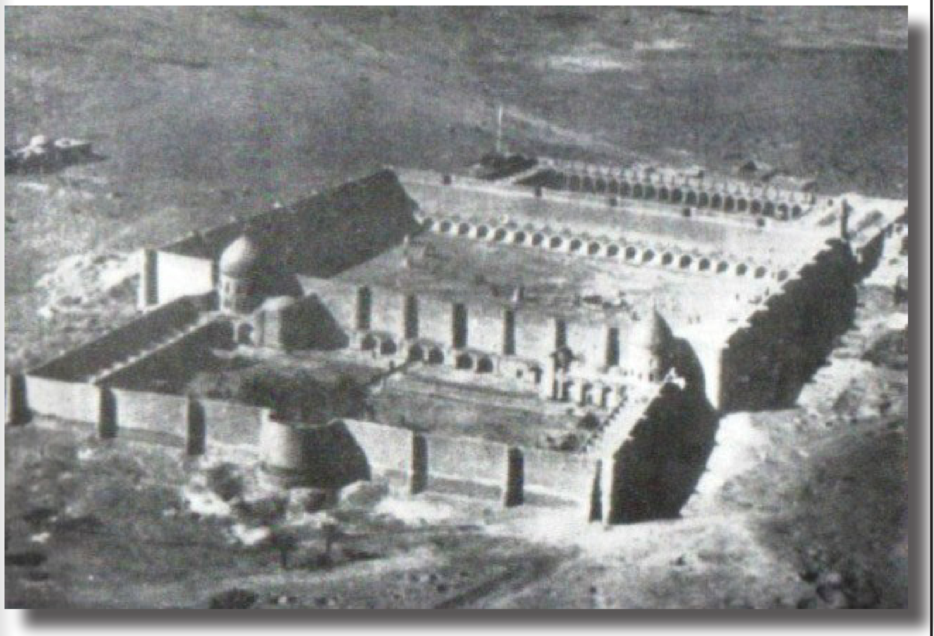

جامع مسجد کوفہ

کوئی نام لیوا باقی نہیں اور قادیان دارالامان آج بھی مرجع خاص وعام ہے اور تا قیامت مرجع خاص وعام اور خلافتِ حقہ اسلامیہ کا دائمی مرکز رہے گا۔ انشاء اللہ۔

رتن باغ لاہور: حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے الہام ''داغ ہجرت'' کے مطابق جماعت احمدیہ مسلمہ کو قادیان دارالامان سے ہجرت کرنا پڑی۔ اس ہجرت کے بعد عارضی طور پر مرکزِ خلافت نئے مرکز کی تیاری و تلاش کے مراحل طے ہونے تک رتن باغ لاہور میں رہا۔ قادیان سے ہجرت کے بعد حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ عرصہ کے لیے رتن باغ میں قیام فرما ہوئے۔

اس کوٹھی کو کچھ عرصے کے لیے مرکزِ خلافت رہنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس کوٹھی میں حضورؓ کے تمام معمولات اسی طرح چلتے رہے جس طرح قادیان دارالامان میں چل رہے تھے۔ دفتر الفضل۔ نظارت تعلیم و تربیت اور دیگر کئی جماعتی دفاتر اس کوٹھی میں منتقل ہو گئے۔ اس کوٹھی میں حضرت خلیفۃ المسیح کے ساتھ 152 خاندانوں کے 801 افراد رہائش پذیر رہے۔ ربوہ کے قیام سے پہلے تک تمام ضروری دفتری معاملات اسی کوٹھی میں دیکھے جاتے رہے۔ یہ مقام خلافتِ حقہ اسلامیہ کا ستمبر 1947ء تا ستمبر 1949ء تک مرکز رہا۔ اس دوران کئی مشنز کا دوبارہ احیاء ہوا جن میں اردن اور جرمنی کے مشن وغیرہ بھی شامل ہیں اور کئی مجالس مشاورت اور ذیلی تنظیموں کے دیگر پروگرامز یہاں ہوتے رہے۔

ربوہ: قادیان دارالامان سے ہجرت کے بعد ایک نئے مرکزِ خلافت کی اشد ضرورت محسوس کی جا رہی تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس کے لیے کئی مقامات کا معائنہ کیا۔ پھر ایک رؤیا کے مطابق دریائے چناب کے کنارے ایک بنجر قطعہ اراضی نئے

کہ ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اس بستی میں خاندان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام میں پیدا ہونے والے پہلے لڑکے ہیں۔

اس مرکزِ خلافت کی ابتدا خیموں میں رہائش کے ساتھ ہوئی پھر کچے مکانات تعمیر ہوئے اور پھر پختہ تعمیرات کا آغاز ہوا۔ تمام انجمنوں اور ذیلی تنظیموں کے مرکزی دفاتر یہاں تعمیر اور قائم ہوئے۔ 1949ء تا 1983ء تک جلسہ ہائے سالانہ پر ربوہ مرجع خاص وعام رہا اور لاکھوں کی تعداد میں خلافتِ حقہ کے پروانے یہاں علم و عرفان کی روشن مشعل سے اکتساب نور کے لیے آتے رہے۔

یہاں کی مسجد مبارک کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ چار خلفا نے یہاں نمازیں پڑھیں اور پڑھائی ہیں جبکہ 2 خلفائے حقہ کو اللہ تعالیٰ نے خلافت کی ردا اسی مسجد میں پہنائی۔ ستمبر 1949ء تا اپریل 1984ء تقریباً 35 سال تک یہ مقام خلافتِ حقہ اسلامیہ کا مرکز رہا۔ اس دور میں کئی یورپین ممالک میں مشنز کا قیام اور احیاء ہوا۔ جن میں سپین کا مشن قابل ذکر ہے مسلمانوں کو 700 سال کے بعد یہاں مسجد کی تعمیر کا موقع ملا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے مسجد بشارت سپین کا سنگ بنیاد رکھا اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اس مسجد کا افتتاح فرمایا۔

مسجد فضل لندن: اپریل 1984ء میں حکومت پاکستان کے بدنام زمانہ آرڈیننس کی وجہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کو ربوہ سے لندن ہجرت کرنا پڑی اور مسجد فضل لندن کو مرکزِ خلافتِ حقہ اسلامیہ بنایا۔ یہ مسجد بھی الٰہی منشاء کے مطابق مرکزِ خلافت بنی۔ اس کے متعلق پہلے سے ہی حضرت اقدس مسیح موعود کی کئی پیش گوئیاں موجود تھیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ ......باقی صفحہ نمبر 40 پر......

قادیان دارالامان

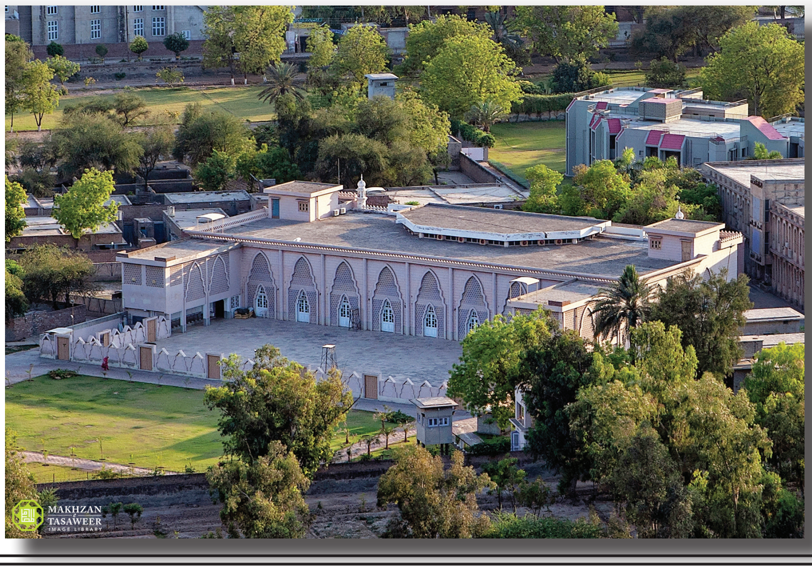

مسجد مبارک ربوہ

مسجد فضل لندن

مسجد مبارک اسلام آباد

جہاں تو ہے مرا دل بھی وہیں ہے
وہیں پر ہے، وہیں پر ہے، وہیں پر ہے

نئے مرکزِ احمدیت ’اسلام آباد‘ میں ایک ہفتہ

(عابد وحید خان۔ انچارج پریس اینڈ میڈیا آفس)
(اردو ترجمہ۔ ناصر محمود طاہر۔ مربی سلسلہ)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مسجد فضل لندن کے احاطہ میں 16 بابرکت سال رہائش پذیر رہنے کے بعد 15/ اپریل 2019ء کو اسلام آباد منتقل ہو گئے۔ تب سے بہت سارے احباب نے مجھے تاریخ کے اس انتہائی اہم باب سے متعلق ڈائری لکھنے کی تحریک کی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ چونکہ میرا اسلام آباد منتقل ہونے کے ساتھ براہ راست تعلق نہیں تھا اس لیے میں کسی بھی طرح اپنے آپ کو اس لائق نہیں سمجھتا تھا کہ اس بارے میں کچھ لکھوں۔

گو کہ وقت کے ساتھ ساتھ یہ بات واضح ہو چکی تھی کہ حضور اسلام آباد منتقل ہونے والے ہیں لیکن حضورِ انور کے احترام کی وجہ سے مجھے کبھی ہمت نہ ہوئی کہ از خود حضورِ انور سے اسلام آباد پراجیکٹ کے بارے میں کوئی سوال پوچھوں۔ حضورِ انور بذاتِ خود گذشتہ کچھ ماہ کے دوران بسااوقات مجھے زیر تعمیر نئے مرکز میں جاری کام کے بارے میں کچھ فرما دیتے۔ بہت سارے ایسے احباب ہیں جو اس پراجیکٹ کو زیادہ قریب سے دیکھ رہے تھے اور وہ حضورِ انور کی اسلام آباد منتقلی کے بارے میں مجھ سے زیادہ واقف ہوں گے۔ یقیناً وہ اس کے ہر مرحلہ پر بہتر طریق پر روشنی ڈال سکیں گے۔

اس کے علاوہ ’الحکم‘ میں ’نیا مرکز‘ کے عنوان سے ایک تفصیلی مضمون شائع ہو چکا ہے جس میں حضورِ انور کے بابرکت الفاظ بھی شامل ہیں۔ اس لیے میں حضورِ انور کے اسلام آباد منتقل ہونے کے حوالہ سے شاید کوئی نئی بات بیان نہیں کر سکتا۔ تاہم یہ میری خوش قسمتی ہے کہ میں حضورِ انور کے مسجد فضل میں گزرے آخری چند ایام اور اسی طرح اسلام آباد منتقل ہونے کے بعد پہلے ہفتہ میں حضور انور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا رہا۔ اس لیے اس بارے میں چند ایک یادداشتیں بیان کرنے کی کوشش کروں گا۔

ایک بہت خاص جگہ

مرکز کی منتقلی کے بارے میں میرے جذبات بھی ہر ایک احمدی مسلمان کی طرح، خاص طور پر وہ جو لندن اور اس کے گردونواح میں آباد ہیں، ملے جلے تھے۔ ایک طرف تو میں افسردہ تھا کہ مسجد فضل کا دَور بطور جماعتی مرکز اختتام پذیر ہو رہا ہے اور دوسری طرف جماعت کی ترقی اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو دیکھ کر مجھے انتہائی خوشی بھی ہوتی تھی کہ اسلام آباد منتقل ہونے کا فیصلہ کیا گیا۔

مسجد فضل ایک بہت خاص جگہ تھی اور ہمیشہ رہے گی۔ ہزارہا احمدیوں کی اس مقام کے ساتھ یادیں وابستہ ہیں۔ اس جگہ سے وابستہ میری یادیں میرے بچپن سے شروع ہوتی ہیں۔ یہ وہ مسجد تھی جہاں وقتاً فوقتاً میں اپنے والدین کے ساتھ آیا کرتا تھا۔ مجھے ہارٹلے پول سے طویل اور تھکا دینے والے کار کے سفر یاد ہیں اور یہ بھی کہ کیسے ہر طرح کی تھکان حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی محبت بھری مسکراہٹ کو دیکھ کر خوشی اور فرحت میں بدل جاتی تھی۔

دسمبر 1994ء میں میری والدہ کی وفات کے چند ہفتے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے رمضان المبارک میں مجھے ایک ہفتہ مسجد فضل میں گزارنے کے لیے بلایا۔ یہاں آ کر خلافت کی محبت کی بدولت والدہ کی وفات کا غم گویا بالکل ختم ہو گیا۔ مجھے یہ سعادت بھی نصیب ہوتی کہ روزانہ حضورِ انورؒ کے ساتھ آپ کی رہائش گاہ پر سحری کروں۔ میرا دن حضورِ انور کے نواسوں کے ساتھ گزرتا۔ اس دوران کئی مرتبہ حضور کچھ لمحوں کے لیے ہمارے پاس تشریف لائے اور ہر دفعہ میرا حال پوچھا۔

سال 2000ء کے اوائل میں، اپنے والد صاحب کی وفات کے بعد مسجد فضل ہی وہ جگہ تھی جہاں میں اپنے غم کے زخموں کو مندمل کرنے کے لیے گیا۔ ان کی وفات کے چند دن بعد میرا سارا خاندان حضور سے ملاقات کرنے گیا۔ میرے بڑے بھائی اور بڑی بہنوں کے علاوہ میرے انکل اور آنٹیاں بھی اس ملاقات میں شامل تھیں۔ میں حضور کے دفتر کے ایک کونے میں بیٹھا ہوا تھا۔ میرا خیال تھا کہ حضور مجھے دیکھ نہیں سکتے تھے لیکن آپ نے مجھے دیکھا اور میرے کرب اور غم کو محسوس کیا۔ میں حیران رہ گیا جب حضور اپنے سامنے والی کرسیوں کے اوپر سے میری طرف جو کہ ایک سترہ سال کا ناکارہ اور کمزور سا لڑکا تھا متوجہ ہوئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بہت محبت اور شفقت سے فرمایا:

’مجھے تمہاری بڑی فکر ہے۔‘‘

حضورؒ نے پھر میرے بہن بھائیوں اور بڑے رشتہ داروں کی طرف دیکھا اور فرمایا:

’’بہتر ہے کہ عابد کی شادی ہو جائے۔ یہ جوان ہو چکا ہے اور ابھی تک settle نہیں ہوا۔‘‘

یہ جان کر کہ حضور میرے لیے فکرمند ہیں اور لازماً میرے لیے دعا بھی کریں گے، میرا خوف اور مایوسی دُور ہو گئی۔

یہ کرب اور خوف کی کیفیت اپریل 2003ء میں اس وقت لَوٹ آئی جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا وصال ہوا۔ مجھے یہ ڈر محسوس ہوا کہ خلافت سے میرا ذاتی رشتہ اور تعلق گویا ختم ہو گیا ہے۔ لیکن محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے سب سے زیادہ بابرکت ایام، سب سے زیادہ خوش قسمت لمحات، سب سے زیادہ محبت بھرے لمحے آئندہ آنے والے تھے جو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی معیّت میں گزرنے تھے۔

مسجد فضل وہی مسجد تھی جہاں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے میری شادی کروائی۔ یہ وہی مسجد تھی جہاں حضور نے انتہائی مایوسی کے دنوں میں ہمیں یہ یقین دہانی کرائی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اولاد کی نعمت عطا فرمائے گا۔ اور سب سے زیادہ قابلِ ذکر امر یہ کہ یہ وہی مسجد تھی جہاں حضور نے ایک نوجوان اور ناتجربہ کار لڑکے کی خدمت کو قبول فرمایا۔ یہ وہی مسجد تھی جہاں اگلے 12/ سال مَیں نے حضور سے بہت کچھ سیکھنے، آپ کی محبت کو محسوس کرنے، خلافتِ احمدیہ کی عظمت کا بارہا تجربہ کرنے، زندگی کے اسلوب سیکھنے، اور دنیا کے عظیم ترین استاد سے ہزاروں ملاقاتوں کے دوران روزانہ کی بنیاد پر حقیقی روحانیت اور اعلیٰ ترین دیانتداری کے معیار کا مشاہدہ کرنے کی سعادت پائی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

مسجد فضل میرے لیے جائے امن تھی۔ یہ میری زندگی کا محور تھی۔ پس جہاں ادب اور اطاعت کی وجہ سے میں نے حضور سے کبھی اسلام آباد منتقل ہونے کے بارے میں نہیں پوچھا، وہاں یہ خوف کی وجہ سے بھی تھا۔ نامعلوم سا خوف! اسلام آباد میں زندگی کیسی ہو گی؟ کیا یہ مختلف ہو گی؟ کیا یہ کبھی پہلے جیسی بھی ہو سکتی ہے؟

میرے جیسے افراد دور اندیشی سے کام نہ لیتے ہوئے صرف یہ دیکھتے ہیں کہ چیزیں ہمیں ذاتی طور پر کس طرح متاثر کرتی ہیں، جبکہ حضرت خلیفۃ المسیح ہمیشہ جماعت کی مجموعی ضروریات پر نظر رکھتے ہیں۔ چنانچہ یہ بات حضور انور کے 12/ اپریل 2019ء کے خطبہ جمعہ سے ایک دفعہ پھر ثابت ہوئی جب حضور نے اسلام آباد منتقل ہونے کا ذکر فرماتے ہوئے اس کی وجوہات بیان فرمائیں۔ حضورِ انور نے یہ واضح فرمایا کہ یہ ضروری تھا اور اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق بھی۔

مسجد فضل میں آخری ملاقات

روانگی سے ایک دن قبل 14/ اپریل 2019ء کو میں صبح کے وقت مسجد فضل میں حاضر ہوا جس وقت اقوام متحدہ کے ایک سینئر مندوب کی حضور کے ساتھ ملاقات تھی۔

حضورِ انور کا دفتر زیادہ تر خالی ہو چکا تھا۔ کتابوں والی الماری جو کہ پہلے مکمل طور پر بھری ہوتی تھی، اب بالکل خالی تھی۔ پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کا دفتر مختلف ڈبوں سے پوری طرح بھرا ہوا تھا۔ سامان سے بھرے ڈبے پیک ہو چکے تھے یا پیکنگ کے مراحل میں تھے۔ بہت سارے پہلے ہی اسلام آباد بھجوائے جا چکے تھے۔

مہمان کے ساتھ ملاقات اچھی رہی۔ انہوں نے حضور کی روزمرہ مصروفیات پر حیرانی کا اظہار کیا۔ اس پر حضورِ انور مسکرائے اور فرمایا:

’’جس آدمی نے آپ کو میرے شیڈیول کے بارے میں بتایا ہے اسے میرے شیڈیول کا پانچ، دس فیصد ہی پتا ہے!‘‘

میٹنگ کے آخر پر مہمان نے حضورِ انور کے ساتھ تصویر بنوانے کی درخواست کی۔ جماعت کے فوٹوگرافر عمیر علیم صاحب نے تصویر بنائی۔ ایم ٹی اے کا ایک نمائندہ بھی حضورِ انور کی مسجد فضل میں کسی اعلیٰ عہدیدار کے ساتھ آخری ملاقات کے اختتامی لمحات کو محفوظ کرنے کے لیے موجود تھا۔

@MTA Intl.

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی مسجد فضل لندن سے نئے مرکز احمدیت اسلام آباد روانگی

میں حیران رہ گیا جب آفیشل فوٹو کے بعد حضور نے مجھے دوسری تصویر میں شامل ہونے کا ارشاد فرمایا۔ گذشتہ سالوں میں سینکڑوں مہمانوں اور اعلیٰ عہدے داروں کے ساتھ ہونے والی تصاویر کے وقت مَیں موجود ہوتا تھا لیکن اس سے پہلے کبھی یہ سعادت میرے حصے میں نہ آئی تھی۔

مجھے یوں لگا جیسے شاید حضور نے یہ خیال فرمایا ہو کہ مسجد فضل میں یہ کسی مہمان کے ساتھ آخری تصویر ہے اس لیے ازراہِ شفقت آپ نے مجھے بھی اس تاریخی لمحے میں شامل فرمادیا۔ اس پر میرا دل شکر کے جذبات سے پُر تھا۔

ایک نیا مرکز

15 اپریل 2019ء کو نماز عصر کے کچھ دیر بعد حضورِ انور مسجد فضل سے روانہ ہوئے۔ اگرچہ میں جانتا تھا کہ مجھے روزانہ اسلام آباد میں حضورِ انور کی خدمت میں حاضر ہونے کی سعادت حاصل رہے گی لیکن پھر بھی اُس وقت وہاں پر حضورِ انور کو الوداع کہنے کے لیے موجود دو ہزار سے زائد احباب سمیت میری کیفیت بھی بہت جذباتی تھی۔

حضورِ انور کے مسجد فضل سے رخصت ہونے پر جو بھی غم تھا وہ اسلام آباد کمپلیکس کو پہلی بار دیکھتے ہی فی الفور انتہائی خوشی میں بدل گیا۔ یہ ایک نہایت مسحور کن منظر تھا۔ اس میں وہ سب کچھ تھا جو میں نے تصور کیا تھا بلکہ شاید اس سے بھی کہیں زیادہ۔ یہ مسجد نہایت خوبصورت اور دیدہ زیب ڈیزائن کی تھی اور یقیناً یہ جگہ خلافت کے مسکن کے طور پر موزوں تھی!

پرائیویٹ سیکرٹری، ایڈیشنل وکالت تبشیر، ایڈیشنل وکالت مال اور وکالت تعمیل وتنفیذ کے نَو تعمیر شدہ دفاتر ابھی پوری طرح کام کے لیے تیار نہ تھے۔ مگر پھر بھی پہلے دفاتر سے بہتر ڈیزائن کیے گئے ہیں اور یقیناً کام کرنے کے لیے زیادہ موزوں ثابت ہوں گے۔

ابھی تک میں نے وہ دفتر نہیں دیکھا تھا جسے دیکھنے کی مجھے سب سے زیادہ تمنّا تھی اور وہی واحد دفتر تھا جسے دیکھنے میں مجھے دلچسپی تھی۔ حضورِ انور اور آپ کے نئے دفتر کو دیکھنا میرے لیے ایک نہایت جذباتی خواہش بن چکا تھا۔

نیا دفتر، پرانا معمول

کئی سال سے مجھے حضورِ انور کی خدمت میں روزانہ حاضر ہونے کی توفیق مل رہی ہے۔ چنانچہ جب یہ بات واضح ہوئی کہ حضورِ انور اسلام آباد تشریف لے جارہے ہیں تو میں اس سوچ میں رہا کہ کیا مجھے اب بھی یہ بابرکت سعادت نصیب ہو گی یا نہیں!

مجھے ذاتی طور پر شعروشاعری سے کچھ زیادہ شغف نہیں مگر نئے دفاتر میں جانے سے کچھ ہفتے قبل مجھے خواہش پیدا ہوئی کہ میں اپنے دلی جذبات حضورِ انور کی خدمت میں پیش کروں۔ سو میں نے چند ایک اشعار لکھے۔ شاعری سے واقف لوگ انہیں یقیناً غیر معیاری اور بالکل عام سے اشعار تصور کریں گے۔

میں خود بھی حضورِ انور کی طرف سے کسی جواب کا منتظر نہ تھا مگر چند دن بعد ہی مجھے حضورِ انور کا خط ملا جس میں لکھا تھا کہ حضور نے میری نظم پڑھی ہے۔

گو مَیں نے اس میں حضور کو روزانہ رپورٹ کرنے کے معمول کے حوالے سے کوئی بات نہیں کی تھی، مگر حضور نے کچھ اس طرح جواب دیا کہ آپ ان خدشات کو جو مَیں محسوس کر رہا تھا اچھی طرح سمجھ گئے ہیں۔

حضورِ انور نے اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرمایا:

”خواہ میں اسلام آباد میں ہوں یا لندن میں، تمہارا معمول وہی رہے گا۔ تم روزانہ مجھے رپورٹ کیا کروگے۔“

بہرحال جب 16/ اپریل 2019ء کی شام مَیں اسلام آباد میں حضورِ انور کے نئے دفتر کے باہر بیٹھا ہوا تھا تو معمول سے زیادہ نروس تھا۔ سوا چھے بجے منیر جاوید صاحب، پرائیویٹ سیکرٹری نے جب میرا نام پکارا تو میں نے ایک لمبا سانس بھرا اور حضور کے دفتر میں داخل ہوگیا۔ حضورِ انور اپنی میز پر کام میں مصروف تھے لیکن جب میں اندر داخل ہوا تو حضور نے مجھے دیکھا اور مسکرائے۔ یہ ایک نہایت محبت اور شفقت بھری مسکراہٹ تھی۔

حضورِ انور کا چہرہ چمک رہا تھا۔ آپ نہایت پُروقار اور شگفتہ لباس میں ملبوس تھے۔ آپ نے شلوار قمیص اور اچکن زیبِ تن فرما رکھی تھی مگر پگڑی اتاری ہوئی تھی۔

حضورِ انور کا دفتر پہلے والے دفتر سے زیادہ کشادہ تھا۔ لمبائی میں تو کافی بڑا تھا اور کچھ حد تک چوڑائی میں بھی۔ ابھی تک دفتر کی سیٹنگ مکمل نہیں ہوئی تھی۔ گو کہ حضورِ انور کی کرسی کے عقب میں موجود کئی الماریوں میں کتب رکھی جاچکی تھیں مگر کئی ایک خالی بھی تھیں۔ ایک طرف ایک الماری تھی جس میں وہ تصاویر اور قیمتی اشیاء تھیں جو حضور مسجد فضل میں رکھا کرتے تھے۔ قالین کی بجائے فرش پر ٹائلیں نصب تھیں۔

حضور کے دفتر میں ایک چیز جو پہلے جیسے ہی رہی وہ حضور کی میز پر موجود کاغذات وغیرہ تھے۔ اس پر وہی تمام فائلیں موجود تھیں جن پر حضورِ انور سارا دن کام کرتے تھے۔ گھر تبدیل کرنے کے دوران بھی حضورِ انور کا کام متاثر نہ ہوا تھا بلکہ پہلے کی طرح جاری رہا۔ میں آہستہ آہستہ حضور کی میز کی طرف بڑھا کیونکہ میں غلطی سے بھی کسی چیز کو گرانا نہیں چاہتا تھا اور حضورِ انور کے دفتر میں گزرنے والا ایک ایک لمحہ خاص احساس میں گزارنا چاہتا تھا۔ جب میں حضور کی میز کے سامنے بیٹھ گیا تو حضورِ انور کی دل نشیں مسکراہٹ نے میرا استقبال کیا اور آپ کے الفاظ نے میرا دل باغ باغ کر دیا۔ حضورِ انور نے فرمایا:

”اس دفتر میں پہلی ملاقات تم کر رہے ہو۔“

یہ الفاظ سن کر جہاں میں اپنی اس سعادت پر خوش ہو رہا تھا وہاں اس ناچیز پر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو سوچ کر آنکھیں بھر آئیں۔ میں جذبات پر قابو نہ رکھ سکا اور میری آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے۔ میں یہ لمحات زندگی بھر نہیں بھلا سکوں گا۔ جب تک میں زندہ رہوں گا میں اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھوں گا کہ میں خلیفۃ المسیح کے ساتھ آپ کے اسلام آباد کے دفتر میں ملاقات کرنے والا پہلا شخص تھا۔ الحمد للہ

شاید حضور نے بھانپ لیا کہ میں جذبات پر قابو نہیں رکھ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا نئے مرکز احمدیت اسلام آباد میں ورودِ مسعود

پارہا تو آپ نے بات کا رخ بدل دیا اور دریافت فرمایا کہ مجھے اسلام آباد آنے میں کتنا وقت لگا؟ میں نے عرض کیا کہ ایک گھنٹہ۔ کیونکہ ایک جگہ راستہ بدلنے کی وجہ سے مجھے 15 منٹ تاخیر ہوئی تھی۔ اس کے جواب میں حضورِ انور نے فرمایا:

”یہ کوئی زیادہ وقت نہیں۔“

دل تو بہت چاہ رہا تھا کہ حضور مجھ پر ترس ہی کھالیں! مگر حضورِ انور نے تو واضح فرمادیا کہ ایک گھنٹے کا سفر واقفِ زندگی کے لیے کچھ زیادہ نہیں۔ یہ بھی حضورِ انور کا تربیت کا ایک طریق تھا۔ ایک لحظہ قبل آپ نے ہی مجھے بتایا تھا کہ میں آپ کے دفتر میں شرفِ ملاقات کرنے والا پہلا شخص تھا۔ اور دوسرے ہی لمحے مجھے بتادیا کہ میں کسی خاص ذاتی سہولت کی توقع نہ رکھوں۔ آپ ایک لمحے میں آسمان سے مجھے زمین پر لے آئے!

جب میں حضور کے دفتر میں تھا تو احساس ہوا کہ مجھے مسجد فضل سے زیادہ اونچا بولنا پڑے گا۔ کیونکہ یہ دفتر زیادہ کشادہ اور چھت اونچی تھی اس لیے حضورِ انور اور میرے درمیان فاصلہ بھی کچھ زیادہ تھا۔

میں نے فوراً حضورِ انور کی خدمت میں مبارک باد پیش کی اور عرض کیا کہ حضور کا نیا دفتر خلافتِ احمدیہ کے مقام کی نسبت سے زیادہ موزوں ہے۔ مجھے یہ بات خاص طور پر اچھی لگی کہ دفتر بالکل مستطیل نما تھا جبکہ مسجد فضل والا دفتر چونکہ وقت کے ساتھ ساتھ وسیع کیا گیا تھا اس لیے اس کی ہیئت بظاہر بے قاعدہ سی تھی۔

حضورِ انور کی طبیعت میں عاجزی اور سادگی کچھ ایسی ہے کہ آپ کو صرف کام کے لیے جگہ چاہیے۔ آپ کو بہت زیادہ کھلی یا غیر معمولی جگہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ درحقیقت حضورِ انور اپنے پہلے دفتر سے زیادہ مانوس تھے۔

حضور نے فرمایا:

”مجھے اپنا مسجد فضل والا دفتر زیادہ پسند تھا۔ ویسے میں نے ابھی اس دفتر کی setting مکمل نہیں کی اور شاید یہاں ایک صوفہ بھی رکھا جائے، پھر دیکھیں گے کیسا لگتا ہے۔“

ان ابتدائی لمحات کے بعد حضورِ انور نے مجھے ڈیلی بریفنگ (daily briefing) پیش کرنے کی ہدایت فرمائی اور حضور نے وہ پریس ریلیز بھی چیک کی جو میں نے اسلام آباد منتقل ہونے کے حوالے سے تیار کی تھی۔ آپ نے خود کئی چیزیں درست فرمائیں اور کئی ایک جملوں میں اپنے قلمِ مبارک سے تصحیحات کیں۔

دفتری امور سے متعلق میٹنگ مکمل ہونے کے بعد حضورِ انور نے ازراہِ شفقت مجھے مزید کچھ وقت دفتر میں رہنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اس پر میں نے حضورِ انور سے ایک سوال پوچھا جو میرے دل میں حضور کے مسجد فضل سے رخصت ہونے کے وقت سے تھا۔ میں نے عرض کیا:

”حضور کل جب آپ مسجد فضل سے رخصت ہوئے تو کیا آپ جذباتی ہوئے تھے؟“

حضورِ انور نے فرمایا: ”یہ میرا طریق نہیں ہے کہ زیادہ جذباتی ہو جاؤں۔ میں جہاں بھی جاتا ہوں جلد ہی settle ہو جاتا ہوں۔ میرا ہمیشہ سے یہی طریق رہا ہے۔ اسلام آباد میں مجھے اپنی نئی routine کا عادی ہونے میں صرف ایک گھنٹہ لگا۔ اور رات کو مجھے بغیر کسی دِقت کے پرسکون نیند آئی۔“

نہایت دلآویز انداز سے حضورِ انور نے مزید فرمایا:

”لیکن میں مسجد فضل 15۔16 سال رہا ہوں اس لیے اس میں شک نہیں کہ میرا مسجد فضل سے ایک تعلق ہے اور اس سے بہت ساری یادیں وابستہ ہیں۔ وہاں مَیں روزانہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا مشاہدہ کرتا رہا ہوں۔ جب میں وہاں سے روانہ ہوا تو یقیناً مسجد فضل سے لگاؤ کے جذبات تھے اور یہ ہمیشہ میرے دل میں رہیں گے۔“

پھر حضورِ انور نے دریافت فرمایا کہ مسجد فضل میں آج نمازِ فجر پر کتنے لوگ حاضر تھے ۔ میں نے وہاں قریب رہنے والے ایک دوست سے بذریعہ text پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ مسجد تقریباً بھری ہوئی تھی۔ حضور یہ سن کر خوش ہوئے۔ لیکن کچھ دن بعد حضور کو بتایا گیا کہ نماز فجر پر حاضری کم ہوگئی ہے۔

اس کے بعد حضورِ انور نے مجھے فرمایا کہ کھڑکیوں سے دفتر کے باہر دونوں طرف کا نظارہ کروں۔ حضور نے یہ بھی فرمایا کہ دفتر کے بالکل پیچھے والے کمرے کو بھی دیکھوں جو کہ ابھی تک پوری طرح تیار نہیں ہوا تھا لیکن جب یہ مکمل تیار ہو جائے گا تو اسے چیدہ چیدہ مہمانوں سے ملاقات کے لیے استعمال کیا جائے گا جیسا کہ مسجد فضل والے دفتر سے ملحقہ کمرہ استعمال ہوا کرتا تھا۔

ملاقات ختم ہونے کے بعد جونہی میں حضورِ انور کے دفتر سے باہر نکلا تو مجھے یہ محسوس ہوا کہ حضور اسلام آباد تشریف لاکر خوش اور مطمئن ہیں۔ یہ بات بھی میرے ذہن میں آئی کہ کس طرح 24 گھنٹے کے اندر دنیا کا مرکز Surrey کا ایک چھوٹا سا گاؤں بن گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمتیں

اگلے دن سہ پہر کے وقت میں ملاقات کے لیے حاضر ہوا اور رپورٹ پیش کی ۔حضور نے فرمایا کہ کیا میں نے اسلام آباد میں نوتعمیر شدہ رہائشی مکان دیکھے ہیں؟ میں نے عرض کیا حضور صرف باہر سے دیکھے ہیں۔ اس پر حضور نے فرمایا:

”اگر حافظ اعجاز صاحب (استاد جامعہ احمدیہ) کے ساتھ تمہارے اچھے تعلقات ہیں تو ان سے کہو، شاید وہ تمہیں اپنا گھر دکھا دیں۔“

حضورِ انور نے مجھے یہ بھی بتایا کہ بڑے (multi-purpose) ہال کو کیسے تعمیر کیا گیا ہے۔ چھت سبز رنگ کے ایک خاص مواد سے ڈھانپی گئی ہے تا کہ اسلام آباد کے گردونواح میں جو مجموعی طور پر سرسبز ماحول ہے وہ متاثر نہ ہو۔

حضور نے نہایت افسوس کے ساتھ یہ بھی بیان فرمایا کہ حضور کے علم میں آیا ہے کہ بعض لوگوں نے یہ باتیں کی ہیں کہ اسلام آباد کی تعمیر پر بہت زیادہ خرچ کر دیا گیا ہے۔

جب حضور یہ فرمارہے تھے تو صاف ظاہر تھا کہ اس بات سے حضورِ انور کو بہت تکلیف اور دکھ پہنچا تھا۔

حضورِ انور نے فرمایا:

”کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ اسلام آباد کے پراجیکٹ کے لیے کوئی خصوصی تحریک نہیں کی گئی۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے تعمیر ہوا ہے۔ دنیا بھر میں کسی جگہ بھی جماعت کے کسی پروجیکٹ کو اس کی وجہ سے روکا نہیں گیا۔ مثلاً مالی میں ابھی حال ہی میں ایک بہت خوبصورت مسجد کا افتتاح ہوا ہے۔“

حضورِ انور نے ایک سوشل میڈیا پوسٹ کا بھی ذکر کیا جو میں آپ کو دکھا چکا تھا جس میں راولپنڈی کے ایک احمدی نے اسلام آباد پراجیکٹ پر اعتراض کرنے والوں کے جواب میں لکھا تھا کہ جب کوئی شخص بیعت کرلے تو اس کی ذاتی پسند اور ناپسند خود بخود خلیفۂ وقت کی پسند ناپسند کے مطابق ہو جانی چاہیے۔ اور یہی ایک متحد جماعت کی پہچان ہے۔

حضورِ انور نے فرمایا:

”یہ بات ایک سچے احمدی کی نمائندگی کرتی ہے۔“

مقدّر میں لکھی بات

جمعرات 18/ اپریل 2019ء کو مَیں حضورِ انور کے دفتر میں داخل ہوا اور عرض کیا کہ مَیں نے اسلام آباد میں حافظ اعجاز صاحب کا گھر دیکھا ہے جن کی فیملی کو اسلام آباد کے نَو تعمیر ہونے والے کمپلیکس میں سب سے پہلے رہائشی ہونے کا اعزاز حاصل ہوا ہے۔

حضور یہ سن کر خوش ہوئے۔ اور آپ نے اسلام آباد میں واقفینِ زندگی کے لیے تعمیر ہونے والے گھروں کے بارے میں مزید تفصیلات بیان فرمائیں۔

حضورِ انور نے فرمایا:

”ان شاء اللہ جب تمام گھر تیار ہو جائیں گے تو یہاں ایک پوری کمیونٹی بن جائے گی۔ مسجد اور دیگر عمارات پر ابھی مزید کام ہونے والا ہے۔ اور جب یہ مکمل ہو جائے گا تو ہم بچوں کے لیے ایک چھوٹا سا پارک بھی بنائیں گے تا کہ وہ اس میں کھیل سکیں۔“

اس کمپلیکس کی تعمیرات اور ان کے ڈیزائن کی تمام تر تفصیلات حضورِ انور کی راہنمائی اور ہدایات کے مطابق تیار ہوئی ہیں۔ اور جس طرح حضور نے اس کا نقشہ کھینچا اس سے یوں محسوس ہوا کہ یہ زمین پر ایک جنت ہے۔

اُس دن کی بقیہ ملاقات میرے لیے انتہائی شرمندگی اور صد افسوس کا باعث تھی۔ MTA News کی تیار کردہ ایک رپورٹ جو حضورِ انور کے اسلام آباد منتقل ہونے کے بارے میں تھی، میں پہلے ہی منظوری کے لیے پیش کر چکا تھا۔ ملاقات کے دوران حضورِ انور نے فرمایا کہ یہ رپورٹ مناسب نہیں ہے۔ حضور نے مزید فرمایا کہ رپورٹ کے الفاظ اور tone سے غلط تأثر ملتا ہے۔

حضورِ انور نے فرمایا:

”رپورٹ میں تم نے یہ واضح نہیں کیا کہ اسلام آباد منتقل ہونا میرے دور میں شروع ہونے والی کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ یہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خواہش تھی۔ یہ اُس وقت سے مقدّر تھا جب سے اسلام آباد کی زمین خریدی گئی تھی۔ یہ درحقیقت ایک نشان ہے کہ کس طرح خلافتِ احمدیہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے مشن کو پورا کر رہی ہے۔ اگر کوئی کام ایک دَورِ خلافت میں مکمل نہیں ہوتا تو اللہ تعالیٰ اسے آئندہ دَور میں پورا فرما دیتا ہے۔ میں نے اپنے خطبے میں بھی بیان کیا تھا کہ ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔“

مجھے انتہائی شرمساری اور دکھ ہوا مگر پھر بھی مَیں نے حضورِ انور کی شفقت اور محبت کا مشاہدہ کیا۔ رپورٹ کی غلطیوں کی نشاندہی کرنے کے بعد حضور نے بہت شفقت کے ساتھ میری راہنمائی فرمائی کہ اسے کس طرح بہتر بنایا جاسکتا ہے اور آپ نے بذاتِ خود سکرپٹ کے بعض حصے لکھوائے۔ جب ملاقات ختم ہوئی اور میں باہر نکلنے لگا تو حضور نے فرمایا:

”حضرت مصلح موعودؓ کے زمانے میں ایک سال جلسہ سالانہ کے پہلے دن حضرت مصلح موعودؓ نے محسوس کیا کہ جلسہ گاہ میں لوگوں کے سہولت کے ساتھ بیٹھنے کے لیے جگہ کم ہے۔ اس بات کا ذکر آپؓ نے اپنے افتتاحی خطاب میں بھی فرمایا۔“

اس کے بعد جو ہوا اس کو بیان کرتے ہوئے حضورِ انور نے فرمایا:

”حضرت مصلح موعودؓ کے الفاظ سن کر حضرت مرزا ناصر احمدؒ نے نوجوانوں کو اکٹھا کیا اور ساری رات جلسہ گاہ کو کشادہ کرنے اور ضروری سہولیات فراہم کرنے کے لیے کام

کیا۔ اگلی صبح جب حضرت مصلح موعودؓ نے یہ دیکھا تو آپ بہت خوش ہوئے۔"

حضورِ انور نے فرمایا: "یہ ہے وہ جذبہ جس کے ساتھ MTA کے کارکنان اور واقفینِ زندگی کو ہمیشہ سب کام کرنے چاہئیں۔ جس کسی نے بھی اسلام کی خاطر اپنی زندگی وقف کی ہے اسے ہر گز یہ خیال نہیں ہونا چاہیے کہ رات کے آٹھ بج گئے ہیں اور اب کام ختم۔ بلکہ انہیں اُس وقت تک آرام سے نہیں بیٹھنا چاہیے جب تک کام ٹھیک طریقے سے مکمل نہ ہو جائے۔"

میں اس افسوس کے ساتھ میٹنگ سے رخصت ہوا کہ خلیفہٴ وقت جو معیار چاہتے ہیں ہم اس تک نہیں پہنچ سکے لیکن مجھے یقین تھا کہ اب ہم بہت بہتر رپورٹ تیار کر سکیں گے کیونکہ حضورِ انور نے بہت واضح راہنمائی اور ہدایات عطا فرمائی تھیں۔

میں نے اپنی کار میں بیٹھ کر نیوز رپورٹ کا سکرپٹ (script) دوبارہ لکھا اور پھر MTA ٹیم رات دیر تک کام کر کے حضورِ انور کی ہدایات کے مطابق رپورٹ تیار کرنے میں کامیاب ہوگئی۔

الحمد للہ اگلے دن حضورِ انور نے فرمایا کہ آپ نے نئی رپورٹ دیکھ لی ہے جو بہت بہتر ہے۔ البتہ حضور نے یہ بھی توجہ دلا دی کہ ہمیں عاجزی کے ساتھ رہنا چاہیے۔

حضورِ انور نے فرمایا: 'تمہاری نظر ثانی شدہ رپورٹ ابتدائی ڈرافٹ سے بہت بہتر ہے لیکن میں نہیں سمجھتا کہ اسے اتنی پذیرائی ملے گی جتنی 'الحکم' کے مضمون کو ملی ہے جو آج شائع ہوا ہے جس میں مسجد فضل کی یادوں اور یہاں منتقل ہونے کی وجوہات کا ذکر ہے۔" (نوٹ: اس مضمون کے لیے ملاحظہ فرمائیں ہفت روزہ 'الحکم' 19/ اپریل 2019ء)

اس پر میں نے عرض کیا: "حضور، آپ نے درست فرمایا الحکم کا مضمون بہت بہتر ہے کیونکہ اس میں اس مرکز میں منتقل ہونے کے بارے میں حضورِ انور کے اپنے الفاظ درج ہیں۔ خلیفہٴ وقت کے اپنے الفاظ کے قریب بھی کوئی اور چیز نہیں پہنچ سکتی۔"

لندن آنے جانے کا سفر

جمعۃ المبارک، 19/ اپریل 2019ء کو حضورِ انور اسلام آباد منتقل ہونے کے بعد پہلی مرتبہ یہاں سے روانہ ہوئے۔ حضورِ انور خطبہ جمعہ ارشاد فرمانے کے لیے بیت الفتوح تشریف لے گئے۔ اور جمعہ کے فوراً بعد اسلام آباد واپس تشریف لے آئے۔

نمازِ عصر کے تھوڑی دیر بعد میری حضورِ انور کے ساتھ ملاقات تھی جس میں مَیں نے عرض کیا کہ حضور کا بیت الفتوح کا سفر کیسا رہا؟

حضورِ انور نے فرمایا:

"جاتے ہوئے لندن سے آنے والی ٹریفک کافی زیادہ تھی، چونکہ ایسٹر کا ہفتہ ہے اس لیے بہت سارے لوگ چھٹیاں منانے جا رہے ہوں گے۔ شکر ہے لندن کی طرف جانے والی سڑک زیادہ تر خالی تھی اس لیے ہم وقت پر پہنچ گئے اور خطبہ بھی وقت پر شروع ہو گیا۔ اسلام آباد واپس آتے ہوئے بھی سڑک خالی تھی اور ہم جلدی واپس پہنچ گئے۔ میں نے تقریباً اسی وقت دوپہر کا کھانا کھایا جس وقت جمعہ کے دن میں مسجد فضل میں کھاتا تھا۔"

حضورِ انور نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

"دراصل واپسی کے سفر میں نظمیں سنتے ہوئے میری آنکھ لگ گئی تھی اور میں اس وقت بیدار ہوا جب ہم اسلام آباد کے قریب پہنچ چکے تھے۔"

میں خوش تھا کہ حضورِ انور کو جمعہ کے بعد سفر میں کچھ منٹ آرام کا موقع مل گیا۔ الحمد للہ

اس کے بعد حضورِ انور نے فرمایا کہ نیا دفتر ابھی تک پوری طرح تیار نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا: "اگرچہ میرے سٹاف نے کتابوں کے شیلف ترتیب دینے کا اچھا کام کیا ہے لیکن یہ پوری طرح میری ضرورت کے مطابق نہیں ہے۔ اس لیے میں اسے دوبارہ set کر رہا ہوں۔ اور اب زیادہ تر کتابیں ٹھیک جگہ پر ہیں۔ جہاں تک باقی دفتر کا تعلق ہے تو جیسے جیسے مجھے وقت ملے گا آہستہ آہستہ ٹھیک کروں گا۔"

ایک دل سوز لمحہ

الحمد للہ میں نے یہ ہفتہ حضورِ انور سے ملاقاتوں میں گزارا اور یہ مشاہدہ کیا کہ حضور کا معمول بالکل بھی تبدیل نہیں ہوا۔ جگہ اگرچہ مختلف ہے لیکن حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا مشن اسی طرح جاری ہے جس طرح پہلے بھی جاری و ساری تھا اور ہمیشہ رہے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

ایک وقت تھا جب قادیان ایک گمنام بستی تھی۔ ایک وقت تھا جب ربوہ ایک بے آباد اور ویران مقام تھا۔ ایک وقت تھا جب Southfields لندن کا ایک غیر معروف حصہ تھا۔ اب ان مقامات کو دنیا بھر کے لوگ جانتے ہیں اور ان کے نام تاریخ عالم میں ہمیشہ روشن رہیں گے۔ اور اب یہی "ٹلفورڈ سرے" کے بارے میں کہا جا سکتا ہے۔

اب جبکہ جماعت احمدیہ کا مرکز اور میری زندگی کا محور بھی اسلام آباد ہے، حضورِ انور کے وہ الفاظ جو آپ نے چند ہفتے قبل مجھ سے مسجد فضل میں فرمائے تھے، ہر وقت میرے ذہن میں گونجتے ہیں۔ مارچ کے مہینے میں ایک روز بعد دوپہر حضورِ انور اسلام آباد پروجیکٹ کا معائنہ فرمانے کے بعد مسجد فضل پہنچے۔ حضور نے ازراہِ شفقت مجھے اسلام آباد کی چند تصاویر اور ایک وڈیو دکھائی تو مَیں مختلف عمارات میں ہر ایک چیز کی مکمل تفصیل اور ان کی وسعت اور خوبصورتی کو دیکھ کر دَنگ رہ گیا۔

مجھے تصاویر دکھانے کے بعد حضورِ انور نے جو فرمایا اس سے میرا دل کانپ اٹھا اور میں اداس سا ہو گیا۔ لیکن سچ پوچھیں تو حضورِ انور کے الفاظ سن کر میرا دل حضورِ انور کی محبت میں اور بھی سرشار ہو گیا۔ حضور نے کمال عاجزی سے اسلام آباد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"اب میرے بعد آنے والے خلفاء کو بہتر سہولیات میسر ہوں گی اور وہ یہ کہہ سکیں گے کہ مَیں نے بھی اُن کے لیے اور جماعت کے لیے پیچھے کچھ چھوڑا ہے۔"

اس بات کو ہوئے ہفتوں گزر چکے ہیں لیکن اب بھی ان الفاظ کو یاد کر کے میں اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھ سکتا۔ اور جس بات کا ذکر حضور نے فرمایا اس کا تصور بھی اپنے ذہن میں لانا میرے لیے ممکن نہیں کیونکہ میرا دل اس کی اجازت نہیں دیتا، میرا دماغ اس سوچ سے ہی مفلوج ہو جاتا ہے۔

حضورِ انور کی اس بات کے جواب میں مَیں حضورِ انور کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا تھا کہ مجھے پورا یقین ہے کہ آئندہ آنے والے خلفاء حضورِ انور کو نہ صرف اسلام آباد منتقل ہونے کی بابرکت وجہ سے یاد رکھیں گے بلکہ ہمیشہ اس حقیقت کی وجہ سے بھی یاد رکھیں گے کہ حضور نے اپنی ذات کا ذرہ ذرہ اور جسم کا رواں رواں جماعت کے لیے قربان کر دیا۔ وہ اپنے پورے دل کے ساتھ آپ سے محبت کریں گے اور آپ کی عزت کریں گے جس طرح حضور اپنے سے پہلے خلفاء سے محبت اور ان کی عزت کرتے ہیں اور ہمیشہ ان کی خواہشات کا احترام فرماتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ حضورِ انور کا اسلام آباد تشریف لانا بھی حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خواہش کے احترام میں ہے اور اُن کی اس آرزو کو پورا کرنے کے لیے ہے کہ اسلام آباد کو مرکز بنایا جائے۔

لیکن میں خاموش رہا اور دل میں دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ہمارے محبوب آقا کو صحت و سلامتی والی لمبی زندگی عطا فرمائے۔ آمین

یہ میری زندگی کا ایسا یادگار لمحہ تھا جو ہمیشہ میرے ساتھ رہے گا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضورِ انور کی کمال شفقت اور مہربانی سے مجھے لندن میں پریس اور میڈیا کے دفتر کے علاوہ یہاں تبشیر کے دفتر میں اپنے کام کے لیے جگہ عنایت کی گئی ہے۔ دوپہر اور شام کے اوقات میں مجھے اسلام آباد میں پیارے حضور کے قرب میں کام کرنے اور نماز مغرب تک یہاں رہنے کی سعادت مل رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے ہمیشہ خلافت کی عاجزانہ خدمت کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی قیادت میں اسلام آباد منتقل ہونا ہر لحاظ سے مبارک اور جماعت کی ترقیات کا موجب بنائے۔ آمین

☆☆*☆*

بقیہ: خلفائے احمدیت کی خدمتِ قرآنِ کریم......از صفحہ 21

جن کی دنیا کے علوم پر بھی نظر تھی۔ واقفین کو بلایا اس لیے کہ وہ اپنی دنیا کے علم لے کر ابراہیمی پرندہ بننے کے لیے مرکز میں حاضر ہو جائیں اور یہاں پھر سے دین کی تربیت لے کر تمام دنیا میں اسلام کے اور قرآن کے خادم کے طور پر نکلیں۔

اس لحاظ سے آپؓ نے عملی قربانی بھی دی اور جماعت کو بار بار فرمایا کہ دیکھو خدا کے حضور پیش کرنے کے لیے بہترین چیز چاہیے۔ یہ نہ کیا کرو کہ اپنے کمزور بچے، ذہنی لحاظ سے کمزور یا دنیاوی لحاظ سے جسمانی لحاظ سے کمزور ہوں وہ خدمت کے لیے پیش کیا کرو اور آج جو قربانی کرے گا اس راہ میں اس کے لیے ہمیشہ ہمیش کا ایک نہ مٹنے والا فخر ہو گا۔ چنانچہ مثال کے طور پر حضورؓ کے تیرہ لڑکے تھے تیرہ کے تیرہ حضور نے وقف کر دیے۔ میں جب گورنمنٹ کالج سے فارغ ہو کر یہاں آیا تو حضورؓ نے مجھے بلا کر خود فرمایا کہ دیکھو میں نے تو تم لوگوں کو دین کی خدمت کے لیے ہی پیدا کیا ہے اور اسی لحاظ سے میں تمہیں آئندہ دیکھنا چاہتا ہوں اور میں تمہیں جامعہ احمدیہ میں داخل کروانا چاہتا ہوں، پھر مولوی فاضل کی تعلیم بھی دلواؤں گا تا کہ دین کی خدمت کے قابل بن سکو، دنیا کی تعلیم تو کوئی حقیقت نہیں رکھتی اور یہ بات حضورؓ نے اپنے سب بچوں سے کہی کسی ایک کو مستثنیٰ نہیں کیا۔ تو جو کچھ آپؓ کو عطا ہوا وہ ہوا بھی خدمت قرآن کے لیے تھا اور کم سے کم آپؓ نے انتہائی اخلاص کے ساتھ وہ سب کچھ پیش کر دیا۔ اگر ہم اپنی بد قسمتی سے اس قابل نہ ہو سکیں تو یہ ہمارا قصور ہے لیکن مصلح موعودؓ نے خدمت کا حق جہاں تک ممکن تھا وہ ادا کیا اور ساری زندگی ادا کرتے رہے۔"

(خطابات طاہر، تقاریر جلسہ سالانہ قبل از خلافت۔ صفحہ: 180-179)

آج بھی خادمین قرآن کی تیاری کا سلسلہ جاری ہے۔ دنیا کے ہر کونے میں جامعہ احمدیہ کا قیام اسی مقصد کے حصول کے لیے ہے۔ انڈونیشیا سے لے کر کینیڈا تک، انڈیا، پاکستان، بنگلہ دیش، گھانا، انگلستان اور جرمنی کے جامعات شبانہ روز ایسے علماء تیار کر رہے ہیں جو سچے خادم قرآن ہوں اور مخالفین اسلام کے لیے شہب ثاقب ہوں۔

متفرق تحریکات

ہر خلیفہ وقت نے خدمت قرآن کریم کو نصب العین قرار دیا۔ قرآن کریم کی تعلیم، اس کی اشاعت، اس پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات، اس کی تعلیمات کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لیے تراجم قرآن کی کوششیں اور ان پر بلا دریغ سرمایہ خرچ کرنا خلفائے احمدیت کی ترجیح رہا ہے۔ قرآن کریم خوش الحانی سے پڑھنا، قرآن کریم کی تفسیر پڑھنا، اسے یاد کرنا، وقف عارضی کرنا اور اس دوران قرآن کریم کی تعلیم دینا، تراجم قرآن کرنا، اشاعت قرآن کے لیے مالی قربانی کرنا وغیرہ، ان گنت تحریکات میں سے چند ہیں جو خلفائے احمدیت نے خدمت قرآن کے لیے جاری فرمائیں۔

خلافتِ احمدیہ کی خدمت قرآن کے ہمہ جہت پہلوؤں میں سے چند مختصر جھلکیاں ہی اس بات کا ثبوت ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش خبری کے مطابق دورِ آخرین کے حقیقی ائمہ خلفائے عظام حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ خدا تعالیٰ کے پیارے اور مقرر کردہ مظاہر قدرت ثانیہ ہی قرآن کریم کی حقیقی تعلیمات کے حامل، اس کی نشر و اشاعت کے لیے خدا تعالیٰ کی طرف سے مقرر حقیقی خادمین قرآن ہیں۔ اللّٰھم ایدْ امامنا بروح القدس۔ آمین۔

☆...☆...☆

جماعت کو بھلا پھر کس لیے ہو خوفِ ناکامی
کہ جب ہم میں قیادت ہے خلافت اور امانت ہے
خلافت کا فدائی بن امامت پر فدا ہو جا
اگر اے قیسؔ تجھ کو ادّعائے احمدیت ہے

(قیس مینائی نجیب آبادی)

نام تیرا کر رہے ہیں ساری دنیا میں بلند جان ہتھیلی پر دھرے سر پر کفن باندھے ہوئے
تیرے بندے اے خدا سچ ہے کہ کچھ ایسے بھی ہیں

خلافتِ احمدیہ، حقیقی جہاد کی عملی تصویر

(مرزا طلحہ احمد بشیر۔ربوہ)

ازل سے یہ دستور ہے کہ دنیا میں جب انبیائے کرام آتے ہیں تو مخالفین کی طرف سے ان پر طرح طرح کے الزام لگائے جاتے ہیں مگر خدا تعالیٰ ان کی سچائی کو ہمیشہ کھول کر دنیا کے آگے پیش کر دیتا ہے۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت پر آپ کی ذات پر بھی کئی قسم کے اعتراض کیے گئے۔ ان میں سے ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ آپ علیہ السلام نے ’جہاد‘ کی ممانعت کا فتویٰ دیا ہے جبکہ جہاد اسلام کی ایک بنیادی جڑ ہے۔ یہ اعتراض دراصل اسلام کی حقیقی تعلیم اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جہاد کے حکم کی اصل روح کو نہ سمجھنے کے باعث پیدا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں مومنوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں۔ چنانچہ متعدد آیات کے ذریعہ ہم اپنی جہاد کی اس ذمہ داری کو سمجھنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سورۃ العنکبوت آیت نمبر 7 میں فرماتا ہے:۔ ”وَمَنۡ جَاهَدَ فَاِنَّمَا یُجَاهِدُ لِنَفۡسِهٖ“ یعنی جو شخص خدا تعالیٰ کی راہ میں کوشش کرتا ہے درحقیقت وہ اپنے لیے ہی کوشش کرتا ہے۔ اسی طرح فرمایا: ”فَلَا تُطِعِ الۡکٰفِرِیۡنَ وَجَاهِدۡهُمۡ بِهٖ جِهَادًا کَبِیۡرًا“ (الفرقان 53) یعنی تُو کافروں کی بات نہ مان اور اس (قرآن کریم) کے ذریعہ سے ان سے بڑا جہاد کر۔ مزید فرمایا: ”وَجَاهِدُوۡا بِاَمۡوَالِکُمۡ وَاَنۡفُسِکُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ“ (التوبۃ:41) یعنی اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کر۔

پس قرآن کریم سے یہ بات ثابت ہے کہ ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ دین کی راہ میں جہاد کرے اور یہ امر ایک مسلمان کی کامیابی کے لیے ضروری ہے۔ جماعتِ احمدیہ اس پر پورے طور پر ایمان رکھتی ہے۔مگر کیا جہاد کے معنی محض یہی ہیں کہ انسان تلوار اٹھائے اور دوسروں کو قتل کرتا چلا جائے جیسا کہ موجودہ دور میں اکثر غیر احمدی نام نہاد علماء کہتے نظر آتے ہیں؟ یا پھر اس پُرحکمت ارشاد کا منشاء کچھ اور ہے؟ اس سوال کا جواب بھی ہمیں قرآن کریم میں ہی تلاش کرنا ہے۔ پس جیسا کہ خدا تعالیٰ فرما چکا ہے جہاد کے اصل معنی دین کی راہ میں کوشش کے ہیں۔ اس کوشش کا مقام اتنا ادنیٰ نہیں کہ اس کو صرف تلوار کی حد تک محدود کر دیا جائے۔قرآن کریم میں ہی ہمیں بتایا گیا ہے کہ اصل ذریعہ جہاد فی سبیل اللہ کا قرآن کریم ہی ہے یعنی اس پاک کتاب کی وہ مکمل تعلیم جس پر عمل کرنا بنی نوع انسان کی بقا کے لیے ضروری ہے۔

یہ سچ ہے کہ اسلام ہمیں اجازت دیتا ہے کہ ایسے وقت میں کہ جب دشمن اسلام کے خلاف تلوار اٹھائے اور مسلمانوں پر اپنے ظلم کو اس حد تک بڑھا دے کہ ایک مسلمان کا مسلمان رہنا مشکل ہو جائے تو اپنے دفاع کے لیے ایک مسلمان بھی تلوار اٹھا سکتا ہے۔ اور اسلام کے دفاع کے لیے اس کی اس کوشش کا نام جہاد رکھا گیا ہے۔لیکن اس کے لیے کچھ مخصوص شرائط عائد کی گئی ہیں اور ان شرائط کے ساتھ جماعت احمدیہ خدا تعالیٰ کے فضل سے اس جہاد کی بھی قائل ہے۔لیکن اصل جہاد قرآن کریم کی تعلیم کو دنیا میں قائم کرنے کے لیے ایک مسلمان کی جدوجہد ہے جس میں قرآن کریم ہی کی حقیقی تعلیم کو دنیا کے آگے پیش کر کے کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے۔ اس حکم کو سمجھنے کے لیے ہمارے لیے سب سے بڑھ کر آنحضرت ﷺ کا اسوہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے متعدد بار وقت کی ضرورت کے پیش نظر تلوار کا جہاد کیا مگر ایک موقع پر جب آپ جنگ سے واپس تشریف لا رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”رَجَعۡنَا مِنَ الۡجِهَادِ الۡاَصۡغَرِ اِلَی الۡجِهَادِ الۡاَکۡبَرِ“ یعنی ہم چھوٹے جہاد (جنگ) سے فارغ ہو کر جہاد اکبر میں مشغول ہونے کے لیے جا رہے ہیں۔(ردالمختار علی الدر المختار جلد3 ص 532)۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ جہاد اکبر کیا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ نفس کا جہاد ہے۔یعنی اس قسم میں اصلاح نفس کے علاوہ دین کے کاموں کے لیے زندگی وقف کرنا ہے۔

آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد سے یہ واضح ہے کہ افضل جہاد اصلاح نفس کا جہاد ہے۔ یہ ایک اندرونی جنگ ہے جو اپنے نفس سے کی جاتی ہے جس کے ذریعہ دلوں کے زنگ دھلتے چلے جاتے ہیں اور یہی وہ جہاد ہے جو ایک مسلمان کو مومن بنا دیتا ہے۔ اسی کا نام جہاد اکبر رکھا گیا ہے اور اسی کا اسلام ہمیں حکم دیتا ہے جس کے ذریعہ ہم نے دنیا میں روحانیت کا ایک انقلاب برپا کرنا ہے اور قرآن کریم کے حکم کے مطابق قرآن کریم ہی کی تعلیم کے ذریعہ دنیا کو اسلام کے جھنڈے تلے لے کر آنا ہے۔

پس حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام پر اعتراض کرنے والوں کو معلوم ہی نہیں کہ جہاد کی اصل روح کیا ہے۔ نیز وہ یہ بھی بھول جاتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق مسیح موعود کے زمانہ کے متعلق یہ بتا دیا گیا تھا کہ جب وہ آئے گا تو تلوار کے جہاد کو ختم کر دیا جائے گا اور صرف اور صرف جہاد اکبر ہی قائم ہو گا۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ

”یضع الحرب“

(صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب نزول عیسیٰ بن مریم مطابقاً للنسخہ الصحیحۃ المصطفائیہ المطبوعہ فی 1305ھ)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اس حدیث کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”چنانچہ صحیح بخاری میں مسیح موعود کی نسبت حدیث یضع الحرب موجود ہے یعنی جب مسیح موعود آئے گا تو جنگ اور جہاد کی رسم کو اٹھا دے گا اور کوئی جنگ نہیں کرے گا اور صرف آسمانی نشانوں اور خدائی تصرفات سے دین اسلام کو زمین پر پھیلائے گا۔ چنانچہ میرے وقت میں اب یہ آثار دنیا میں موجود بھی ہو رہے ہیں اور یہی سچ ہے اور میں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مسیح موعود ہوں خدا نے مجھے یہ حکم نہیں دیا کہ میں جہاد کروں اور دین کے لیے لڑائیاں کروں بلکہ مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں نرمی کروں اور دین کی اشاعت کے لیے خدا سے مدد مانگوں اور آسمانی نشان اور آسمانی حملے طلب کروں اور مجھے اس خدائے قدیر نے وعدہ دیا ہے کہ میرے لیے بڑے بڑے نشان دکھائے جائیں گے اور کسی قوم کو طاقت نہیں ہو گی کہ میرے خدا کے مقابل پر جو آسمان سے میری مدد کرتا ہے اپنے باطل خداؤں کا کوئی نشان ظاہر کر سکیں۔ چنانچہ میرا خدا اب تک میری تائید میں صدہا نشان ظاہر کر چکا ہے۔“ (حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 468)

نیز ایک موقعے پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

”تمام سچے مسلمان جو دنیا میں گزرے کبھی ان کا یہ عقیدہ نہیں ہوا کہ اسلام کو تلوار سے پھیلانا چاہیے بلکہ ہمیشہ اسلام اپنی ذاتی خوبیوں کی وجہ سے دنیا میں پھیلا ہے۔ پس جو لوگ مسلمان کہلا کر صرف یہی بات جانتے ہیں کہ اسلام کو تلوار سے پھیلانا چاہیے وہ اسلام کی ذاتی خوبیوں کے معترف نہیں ہیں اور ان کی کارروائی درندوں کی کارروائی سے مشابہ ہے۔“

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15، حاشیہ صفحہ 167)

پس یہ زمانہ جو مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ ہے وہ دراصل جہاد اکبر کا ہی زمانہ ہے جس کے بارہ میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ نفس کا جہاد ہے اور دین کے لیے اپنی زندگی وقف کرنے کا جہاد ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق جب یہ ارادہ کیا کہ آنحضرت ﷺ کے روحانی فیوض کے ذریعہ مسیح موعود کے ہاتھوں اسلام کو ایک بار پھر ایک نئی زندگی عطا کرے، تو آپ کے ہاتھ میں تلوار نہیں تھمائی بلکہ قلم پکڑا کر دنیا میں تبلیغ کرنے کا حکم فرمایا۔ پس خدا تعالیٰ کے اس پہلوان، جری اللہ کے قلم سے لکھے الفاظ نے دنیا میں ایک انقلاب برپا کیا اور الٰہی پیشگوئیوں کو پورا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ مثیل عیسیٰ مردوں کو زندگی عطا کرتا چلا گیا۔ آپ کی پاک سیرت، آپ کا عملی نمونہ، آپ کی ذات کی کشش، آپ کی 80 سے زائد کتب، آپ کے مکتوبات، آپ کے اشتہارات، آپ کے ملفوظات، آپ کی احباب جماعت اور دنیا والوں کے لیے ہر وقت راہ راست پر لانے کی کوششیں اور سب سے بڑھ کر آپ کا بنی نوع کے لیے خدا تعالیٰ کے حضور جھکنا اور دعائیں کرنا، یہ تمام چیزیں اس کوشش کا حصہ ہیں، اس جہاد اکبر کا حصہ ہیں جو آپ نے خدا تعالیٰ کے دین کو دنیا میں قائم کرنے کے لیے کیں۔ آپ نے دنیا میں آ کر قرآن کریم کی حقیقی تعلیم کو دوبارہ قائم فرمایا، آنحضرت ﷺ کی سنت کو رواج دیا اور ایک ایسی جماعت کی بنیاد رکھی جس نے جہاد کے اصل معنی کو سمجھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے دین کو دنیا میں پھیلانا ہے۔

آپ علیہ السلام کے وصال کے بعد قدرت ثانیہ کا ظہور ہوا تو خلافتِ احمدیہ نے بھی آپ ہی کے نقشِ قدم پر چل کر آپ کی وصیت کے مطابق امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی تعلیم کو جاری رکھا۔ اور آج جب ایک شخص خلافتِ احمدیہ کی تاریخ پر نظر ڈالے، اس نظام پر نظر ڈالے جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق دنیا والوں کی اصلاح کے لیے قائم فرمایا تو تاریخ کا ہر ایک پنّا پکار پکار کر یہ گواہی دیتا ہے کہ آج کے دور میں خلافتِ احمدیہ ہی حقیقی جہاد کی عملی تصویر ہے۔ جماعت احمدیہ میں خلافت کا نظام اپنے اندر وہ تمام خوبیاں سمیٹے ہوئے ہے جو جہاد اکبر کی تعلیم پر عمل درآمد کے لیے ضروری ہے۔ چنانچہ خلیفہ وقت ہر لحاظ سے احباب جماعت کی تعلیم و تربیت کے لیے کوشاں ہیں۔ اس میں سب سے اوّل خلفائے احمدیت کے اپنے پاک نمونے ہیں جن کے ذریعہ وہ اپنے ادوار میں دنیا کو اسلام کی زندہ تصویر دکھاتے ہیں۔ وہ پاک نمونے بیماروں کو شفا عطا کرتے ہیں۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے تمام مخالفین کے لیے یہ اعلان فرمایا تھا کہ اگر وہ اسلام کی صداقت کا نشان دیکھنا چاہتے ہیں تو قادیان آئیں اور حضور علیہ السلام کے ذریعہ وہ ایک ایسا نشان دیکھ پائیں گے جو زندہ اسلام کی صداقت کی دلیل ہو گا۔ اسی طرح اگر آج کوئی متلاشی حق زندہ اسلام کی تلاش میں ہے تو خلافتِ احمدیہ کے ذریعہ زندہ اور سچے اسلام کی علامات دیکھ سکتا ہے۔

پھر خلافتِ احمدیہ کی وہ کوششیں ہیں جن کے نتیجہ میں اسلام کا حقیقی پیغام دنیا کے کونے کونے میں گونج رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق جو پودا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ لگایا تھا وہ آج خلافتِ احمدیہ کے ذریعہ ایک تناور درخت بن چکا ہے۔ 100 سال سے زائد عرصہ میں جماعت نے وہ دینی کام کیے ہیں جو قرون اولیٰ کے بعد اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے درمیانی 1400 سال میں امت مسلمہ نہ کر پائی۔ قرآن کریم کی تعلیم جو کہ ایک مکمل تعلیم ہے اس کا ترجمہ کرنا، احادیث کا ترجمہ کرنا، دنیا کے کونے کونے میں تبلیغ کا کام کرنا، مساجد تعمیر کروانا، مشن ہاؤسز کھولنا، خدمت خلق کے جذبہ کے تحت اسکول اور ہسپتال کھولنا، بیوگان، یتیموں، مسکینوں، غرباء کی کفالت کرنا، وہ لوگ جو دین کی خاطر دکھ دیئے جاتے ہیں ان کا خیال رکھنا، کمزوروں کا سہارا بننا، پانی سے محروم قوموں کو قدرت کی بنیادی ضرورت مہیا کرنا، اسلام کی خوبصورت تعلیم نہ صرف پہنچانا بلکہ اس پر عمل کر کے دکھانا۔ یہ ایک مختصر سا خلاصہ ہے ان کاموں کا جو آج خلافتِ احمدیہ کے زیر سایہ کیے جا رہے ہیں۔

اسی طرح خلافتِ احمدیہ کے ذریعہ نہ صرف دنیا کے کونے کونے تک صدائے حق پہنچ رہی ہے بلکہ وہ لوگ جو زمانے کے مسیح کو پہچان چکے ہیں ان کی تعلیم و تربیت کے لیے کوشش اور ایسی کوشش کہ اپنی ذات کو اس راہ میں فنا کر لینا مگر اپنی کوششوں میں کمی نہ آنے دینا، یہ وہ خصوصیت ہے جو آج کے دور میں صرف اور صرف خلافتِ احمدیہ میں پائی جاتی ہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک موقعے پر فرمایا:

”غرض کہ کوئی مسئلہ بھی دنیا میں پھیلے ہوئے احمدیوں کا چاہے وہ ذاتی ہو یا جماعتی ایسا نہیں جس پر خلیفہ وقت کی نظر نہ ہو اور اس کے حل کے لیے وہ عملی کوشش کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے حضور

جھکتا نہ ہو۔ اس سے دعائیں نہ مانگتا ہو۔ میں بھی اور میرے سے پہلے خلفاء بھی یہی کچھ کرتے رہے''۔ نیز فرماتے ہیں: ''دنیا کا کوئی ملک نہیں جہاں رات سونے سے پہلے چشم تصور میں میں نہ پہنچا ہوں اور ان کے لیے سوتے وقت بھی اور جاگتے وقت بھی دعا نہ ہو'' (خطبہ جمعہ فرمودہ 6 جون 2014ء)

چنانچہ خلیفۂ وقت نہ صرف احباب جماعت کی تعلیم وتربیت کے لیے دعائیں کرتے ہیں بلکہ ہر لحاظ سے یہ بھی کوشش کرتے ہیں کہ ان کی ہر معاملہ میں راہنمائی فرمائیں۔ ان کو ایسی راہ دکھائیں جس پر چل کر وہ خدا کو پا سکیں۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ کو پانے کے لیے آج کے دور میں خلافتِ احمدیہ ہی حبل اللہ کا مقام رکھتی ہے۔ درس القرآن کے ذریعہ، اپنے خطبات کے ذریعہ، خطابات کے ذریعہ، دورہ جات کے ذریعہ خلیفۂ وقت ہمہ وقت ہمیں نصائح فرماتے ہیں تاہم اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرسکیں۔ اسی طرح اسلام کی ترقی کے لیے بھی ہر وقت کوشاں رہتے ہیں۔ 111 سال کا عرصہ جس میں جماعت احمدیہ انتہائی تیزی سے ترقی کی راہوں کی طرف گامزن رہی، خلافتِ احمدیہ کی قیادت تلے جو کام اور جد و جہد ہوئی اور وہ کارنامے جو ہماری تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں، ان کے ذکر کے بغیر یہ مضمون ادھورا ہوگا۔ اس لیے اپنی تاریخ پر نظر ڈالنا ضروری ہے۔

خلافتِ اولیٰ

سیدنا حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفۃ المسیح الاوّل نے جب جماعت احمدیہ کی کمان سنبھالی تو جماعت احمدیہ کو اندرونی اور بیرونی ہر قسم کے فتنوں سے خطرہ تھا مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انتہائی حکمت سے ان تمام فتنوں کا مقابلہ کیا۔ مخالفین احمدیت کی طرف سے جماعت احمدیہ کے بانی اور جماعت کی تعلیم پر ہر قسم کے الزامات لگائے گئے مگر آپ اور آپ کی قیادت تلے جماعت کے علماء نے ہر اعتراض کا جواب دیا۔ اسی طرح اندرونی فتنے جن سے خلافت کے نظام کو ہی درہم برہم کیے جانے کی کوشش کی جارہی تھی، آپ کی اولوالعزمی کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ نے اس بہت بڑے فتنے سے بروقت نجات پائی اور خلافتِ احمدیہ کو استحکام حاصل ہوا۔ ان تمام فتنوں کے مقابلے کے ساتھ ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی نظر جماعتی ترقیات اور احباب جماعت کی روحانی ترقیات کی طرف بھی قائم رہی۔ درس القرآن جاری رہا اور قرآن کریم کے تراجم کے کام کا بھی آغاز ہوا۔ واعظین سلسلہ کے تقرر کا نظام جاری فرمایا۔ مدرسہ احمدیہ کی ایک باقاعدہ درسگاہ قائم کی گئی۔ سکھ احباب میں تبلیغ کی غرض سے اخبار ''نور'' کا اجراء ہوا۔ اخبار ''الحق'' کا اجراء ہوا۔ بیرون ملک تبلیغ کے لیے مبلغین بھجوائے جانے شروع ہوئے۔ اخبار ''الفضل'' کا اجراء ہوا۔ یہ تمام وہ کام ہیں جو مخالفین کے مقابلے کے ساتھ ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر دورِ خلافت میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوئے۔ وہ خدا کا پیارا وجود جو عمر بھر جہاد اکبر میں مشغول رہا، جاتے ہوئے بھی اپنی جماعت کے لیے ایک انتہائی پیاری نصیحت چھوڑ کر گیا۔ چنانچہ آپ کی وفات سے قبل آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو وصیت تحریر فرمائی اس میں یہ الفاظ بھی شامل تھے کہ: ''قرآن وحدیث کا درس جاری رہے'' پس ان الفاظ سے بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ دراصل خلفائے احمدیت دنیا میں قرآن وحدیث ہی کی تعلیم کو جاری و قائم رکھنے کے لیے کوشش کرتے ہیں۔

خلافتِ ثانیہ

خلافتِ ثانیہ کا دور مصلح موعود کا دور تھا۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں تو یہ پیش گوئی تھی کہ آپ کا وجود خدا تعالیٰ کی طرف سے رحمت کے ایک نشان کے طور پر ظاہر ہوا ہے۔ چنانچہ ''خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجے سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو'' (مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 96-95) چنانچہ آپ کا 52 سالہ دورِ خلافت اللہ تعالیٰ کے وعدے کے موافق احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی ترقیات سے بھرا پڑا ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی مقصد سے جماعت کو بہت سی تحریکات اور منصوبہ جات سے نوازا، جن کا مختصر خلاصہ پیش ہے۔

جماعت احمدیہ میں مجلس شوریٰ کے نظام کا باقاعدہ اجراء فرمایا۔ جماعتی کاموں میں تیزی اور بہتری پیدا کرنے کے لیے صدر انجمن احمدیہ کے نظام میں اصلاحات فرمائیں۔ بیرون ملک تبلیغ کے کاموں میں وسعت پیدا کرنے کے لیے 1934ء میں تحریک جدید کو جاری فرمایا۔ نیز آپ نے اپنے دورِ خلافت میں بیرون ممالک میں تبلیغ کی غرض سے خود بھی دورہ فرمایا اور کئی مبلغین کو بھی بھجوایا۔ نیز متعدد مشن ہاؤسز قائم ہوئے اور مساجد تعمیر ہوئیں۔ 1957ء میں دیہاتی علاقوں میں تبلیغ اور تربیت کے کام کو بہتر بنانے کے لیے وقف جدید کا آغاز فرمایا۔ ہر احمدی جماعت کے کاموں میں حصہ لے سکے اور ہر احمدی کی تربیت کا آغاز بچپن سے کیا جائے، اس غرض سے آپ نے ذیلی تنظیموں کا آغاز کیا۔ دارالقضاء اور دارالافتاء کا نظام جاری فرمایا۔ ربوہ کو آباد کیا۔ متعدد والیان ریاست اور سربراہان مملکت کو تبلیغی خطوط لکھے جن میں امیر امان اللہ خاں والی افغانستان، نظام دکن، پرنس آف ویلز اور لارڈ ارون وائسرائے ہند شامل تھے۔ اسلام اور احمدیت کی سچائی کو دنیا پر ظاہر کرنے کے لیے تاریخی خطابات فرمائے اور 100 سے زائد کتب تحریر فرمائیں۔ اور سب سے بڑھ کر قرآن کریم کی تعلیم سے دنیا والوں کو روشناس کروانے کے لیے تفسیر کبیر اور تفسیر صغیر جیسی عظیم الشان تصانیف رقم فرمائی۔ یہ ان تمام کاموں کا انتہائی مختصر خلاصہ ہے جو آپ نے اپنے دور خلافت میں کیے۔ ایک اور بڑا کارنامہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا 1954ء میں مجلس انتخاب کمیٹی کی بنیاد رکھنا بھی تھا۔ اس کے بارے میں آپ نے فرمایا: ''مقررہ طریق کے مطابق جو بھی خلیفہ چنا جائے میں اس کو ابھی سے بشارت دیتا ہوں کہ اگر اس قانون کے ماتحت وہ چنا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہوگا اور جو بھی اس کے مقابل میں کھڑا ہوگا وہ بڑا ہو یا چھوٹا ہو، ذلیل کیا جائے گا اور تباہ کیا جائے گا'' (خلافتِ حقہ اسلامیہ اور نظام آسمانی کی مخالفت، انوار العلوم، جلد 26، صفحہ 30) نیز فرمایا: ''میں یہ بھی شرط کرتا ہوں کہ جو بھی خلیفہ چنا جائے وہ کھڑے ہو کر یہ قسم کھائے کہ میں خلافتِ احمدیہ پر ایمان رکھتا ہوں اور میں خلافتِ احمدیہ کو قیامت تک جاری رکھنے کے لیے پوری کوشش کروں گا اور اسلام کی تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لیے انتہائی کوشش کرتا رہوں گا''۔ (خلافتِ حقہ اسلامیہ اور نظام آسمانی کی مخالفت، انوار العلوم، جلد 26، صفحہ 35)

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ یہ الزام قطعاً غلط ہے کہ جماعت احمدیہ جہاد کی منکر ہے۔ نیز یہ بھی ثابت کیا جاچکا ہے کہ جماعت احمدیہ ہمیشہ جہاد اکبر کی صفِ اوّل میں کھڑی رہی ہے۔ اسی طرح جب بھی جہاد اصغر کی شرائط پوری ہوئیں اور ملک و قوم کی خاطر جنگ کی ضرورت پیش آئی تو جماعت احمدیہ کبھی بھی اس سے پیچھے نہیں ہٹی۔ اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ اس کی سب سے عمدہ مثال فرقان فورس کا قیام ہے۔

خلافتِ ثالثہ

اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق خلافت ثالثہ کے دور میں بھی اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت خلافتِ احمدیہ کے شامل حال رہی۔ مصلح موعود کا دور اختتام پذیر ہوا تو جماعت کے لیے ایک بہت بڑا دکھ تھا جس کو برداشت کرنا مشکل تھا مگر اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت مرزا ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو خلافت کے منصب پر فائز کرکے اس خوف کی حالت کو ایک بار پھر امن میں بدل دیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور کے تسلسل کو جاری رکھتے ہوئے، جماعت احمدیہ کو اسی تیزی سے ترقی کی راہوں پر گامزن رکھا۔ آپ نے ابتداء میں ہی قرآن کریم کی تعلیم کو مزید وسعت دینے کے لیے جماعت میں ایسا انتظام فرمایا کہ 100 فیصد احباب جماعت کو قرآن کریم کی تعلیم سکھائی جائے اور کوئی ایسا فرد نہ رہے جو قرآن کریم ناظرہ نہ جانتا ہو۔ اسی طرح ترجمہ پڑھنے اور سیکھنے پر بھی بہت زور دیا۔ اس کے لیے وقف عارضی کی سکیم بھی جاری فرمائی۔ مجلس موصیان کا قیام فرمایا۔ بدرسومات کے خلاف جہاد کی مہم کا آغاز فرمایا۔ بچپن سے ہی مالی قربانی کی عادت پیدا کرنے کے لیے چندہ وقف جدید اطفال کا اجراء فرمایا۔ جماعت کے خوشحال طبقے کو تحریک فرمائی کہ وہ غرباء، مساکین اور یتامیٰ کے لیے مناسب بندوبست کریں۔ احباب جماعت کو نصیحت فرمائی کہ وہ ہر وقت دعاؤں پر زور دیں اور تسبیح وتحمید اور درود شریف کا بالالتزام ورد کیا کریں۔ اسی طرح لا إله إلا الله کے ورد کرنے کی بھی ہدایت فرمائی۔ آپ ہی کے دور میں قرآن کریم کی عالمی اشاعت کے کام کا آغاز ہوا اور آپ کی ہدایت پر جماعت احمدیہ کی طرف سے دنیا کے مختلف ممالک کے ہوٹلوں میں قرآن کریم رکھنے کی مہم جاری ہوئی۔ اسی طرح یورپ میں تبلیغ کی غرض سے سپین میں بیت بشارت کی بنیاد رکھی۔ یہ تاریخی مسجد 744 سال بعد تعمیر ہونے والی سپین کی پہلی مسجد تھی۔ قرآن کریم کی تعلیم کے پیش نظر افریقہ کے غریب ممالک کی خدمت کی غرض سے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے نصرت جہاں سکیم کا آغاز فرمایا جس کا مقصد ان ممالک میں صحت اور تعلیم کی بنیادی سہولیات مہیا کرنا تھا۔ اس سکیم کے تحت آج بھی ان ممالک میں جماعت احمدیہ خدمت میں مصروف نظر آتی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی احادیث کے ذریعہ علم پر بہت زور دیا۔ پس خدا کے اس پیارے خلیفہ نے اپنے آقا کی محبت میں ان احمدی بچوں کی حوصلہ افزائی کے لیے، جو علم کے میدان میں نمایاں کامیابیاں حاصل کرتے، جماعت کی طرف سے مختلف انعامی سکیمیں جاری فرمائیں تاجماعت کے بچے زیادہ سے زیادہ علم کے میدان میں آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔

خلافتِ رابعہ

10/ جون 1982ء کو سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح منتخب ہوئے۔ آپ کے دورِ خلافت میں جماعت کی مخالفت میں مزید شدت پیدا ہوئی یہاں تک کہ آپ کو مرکز ربوہ سے ہجرت کرکے انگلستان جانا پڑا۔ مگر دنیاوی قوموں کی طرح اس الٰہی جماعت کے قدم مخالفین کے خوف کی وجہ سے ڈگمگائے نہیں بلکہ ہمیشہ کی طرح خلافت کی قیادت تلے جماعت اور زیادہ تیزی سے آگے بڑھتی رہی۔ چنانچہ جہاں مخالفین نے پاکستان کے اندر جماعت کو نیست و نابود کرنے کی ناکام کوششیں کیں وہاں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی بابرکت ہجرت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کو عالم گیریت کے ایک نئے دور میں داخل کردیا۔ اس دور میں بھی جہاں گذشتہ تحریکات نے مزید ترقی کی وہاں خلیفہ وقت نے جماعت کو کئی نئی تحریکات سے بھی نوازا۔ اس دور میں بیوت الحمد کی تحریک کا آغاز ہوا۔ سیدنا بلال فنڈ کا آغاز ہوا۔ مریم شادی فنڈ کا آغاز ہوا۔ خدمت خلق کے کام کی غرض سے ہیومینیٹی فرسٹ کو جاری فرمایا۔ جرمنی میں 100 مساجد تعمیر کرنے کی تحریک فرمائی۔ تبلیغ کے کام کو مزید وسعت دینے کے لیے آپ نے دعوت الی اللہ کی تحریک فرمائی۔ اس تحریک کا مقصد یہ تھا کہ ہر احمدی، مرد، عورت، جوان، بوڑھا، اور بچہ داعی الی اللہ بن جائے۔ اسی طرح جہاد اکبر میں شامل ہونے کے لیے آپ نے وقف نو کی تحریک جاری فرمائی۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک بڑا کارنامہ ایم ٹی اے کا اجراء تھا جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے قادیان کی ایک چھوٹی سی بستی سے اٹھنے والی آواز، آج کل عالم میں گونج رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس دور میں جماعت احمدیہ کو اپنے تبلیغ کے کام کو انتہائی تیزی سے بڑھانے کی توفیق ملی۔ 19 اپریل 2003ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا وصال ہوا اور یہ دن جماعت احمدیہ کے لیے ایک عظیم سانحے کا دن تھا۔ وہ خدا کا پیارا جس نے خدا کی خاطر اپنے وطن سے ہجرت کی، اب وہ اس دنیا سے بھی ہجرت کر چکا تھا۔

دنیا بھر کے احمدی اللہ تعالیٰ کے حضور اس یقین کے ساتھ جھکے ہوئے تھے کہ وہ ایک بار پھر ان کے غمگین دلوں کو مسرور کرے گا۔ مورخہ 22/ اپریل 2003ء کو حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح منتخب ہوئے اور موجودہ دورِ خلافت کا آغاز ہوا۔ پہلے خطاب میں ہی احباب جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ''آج کل دعاؤں پہ زور دیں۔ دعاؤں پہ زور دیں۔ دعاؤں پہ زور دیں۔ بہت دعائیں کریں۔ بہت دعائیں کریں۔ بہت دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ اپنی تائید ونصرت فرمائے اور احمدیت کا یہ قافلہ اپنی ترقیات کی طرف رواں دواں رہے''۔

(الفضل 24/ اپریل 2003ء صفحہ 2)

خلافتِ خامسہ

جہاد اکبر کا یہ سنہری دور الحمد للہ جاری و ساری ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق کہ ''اِنِّیْ مَعَكَ یَا مَسْرُوْرُ'' سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے خلافت خامسہ میں تبلیغ کو بہت وسعت عطا ہوئی اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ آسمان پر ایک شور برپا ہے اور فرشتے پاک دلوں کو کھینچ کر اس کی طرف لارہے ہیں، آج بھی ہر سال لاکھوں افراد اسلام کی صداقت کو پہچانتے ہوئے احمدیت میں شامل ہو رہے ہیں۔ گذشتہ ایک سال میں ہی 6,47,000 افراد نے احمدیت کو پہچانا ہے۔ حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ احباب جماعت کی تعلیم وتربیت پر بھی بہت زور دے رہے ہیں۔ چنانچہ آپ نے احباب جماعت کو خصوصی دعاؤں کی تحریک فرمائی، نفلی روزہ رکھنے کی تحریک فرمائی، حضرت مسیح

موعود علیہ السلام کے جاری کردہ نظام وصیت میں شامل ہونے کی تحریک فرمائی۔ نور فاؤنڈیشن کو قائم فرمایا، طاہر فاؤنڈیشن کا آغاز فرمایا۔ آپ کے دورِ خلافت میں قرآن کریم کے تراجم کے کام میں مزید وسعت پیدا ہوئی اور اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ دنیا کی 75 زبانوں میں قرآن کریم کا ترجمہ شائع کر چکی ہے۔ 212 ممالک میں جماعت احمدیہ کا پودا لگ چکا ہے۔ دنیا میں 2,826 مشن ہاؤسز قائم ہیں۔ واقفین نو کی تعداد 66,525 ہو چکی ہے۔ مختلف زبانوں کے ڈیسک قائم ہیں جن میں عربی، روسی، فرانسیسی، بنگلہ، ترکی، جاپانی، سواحیلی، انڈونیشین اور چینی شامل ہیں جماعتی کتب کے تراجم کرنے میں مصروف ہیں۔ ہر سال کروڑوں کی تعداد میں تبلیغی لیف لیٹس اور فلائرز تقسیم کیے جا رہے ہیں۔ ریویو آف ریلیجنز جس کا آغاز حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے دور میں ہوا، اس کو موجودہ دور میں ایک نئی زندگی عطا ہوئی۔ پرنٹنگ پریس کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ مخزن تصاویر کا شعبہ قائم فرمایا تا جماعتی تاریخ تصویری شکل میں محفوظ ہو جائے۔ الحکم کا دوبارہ اجراء کیا گیا۔ گلدستہ علم و ادب کا آغاز ہوا۔ ہیومینٹی فرسٹ کے کاموں میں مزید وسعت پیدا ہوئی اور اب یہ ادارہ دنیا کے 50 ممالک میں رجسٹرڈ ہے۔ ایم ٹی اے کا آغاز خلافت رابعہ میں ہوا اور اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایم ٹی کے چار چینلز ایم ٹی اے ون، ایم ٹی اے ٹو، ایم ٹی اے العربیہ اور ایم ٹی اے افریقہ جاری ہو چکے ہیں۔ دنیا میں جماعت احمدیہ کے کل 21 ریڈیو سٹیشنز جاری ہیں جن کے ذریعہ 77 ممالک میں احمدیت کا پیغام پہنچ رہا ہے۔ خلافتِ احمدیہ کی اپنی جماعت اور دنیا کی تعلیم و تربیت کے لیے درد کی یہ انتہا ہے کہ اپنے دور خلافت میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک مختصر سے وقت میں کل 29 ممالک کے 109 مرتبہ دورے فرمائے۔ 1,071 ایام آپ دورہ پر رہے اور ان دورہ جات کے ذریعہ آپ نے 42 مساجد کا سنگ بنیاد رکھا، 103 مساجد کا افتتاح کیا، 14,237 بااثر اور پڑھے لکھے لوگوں سے ملاقات فرمائی جبکہ 1,90,692 احمدیوں سے ملاقات کی۔

امن عالم کے لیے آپ انتھک مساعی فرما رہے ہیں۔ اس کے لیے آپ نے دنیا کے بڑے مذہبی و سیاسی لیڈروں کو خطوط لکھے اور ان کو نصیحت فرمائی کہ وہ دنیا میں امن قائم رکھنے کے لیے اپنا کردار ادا کریں۔ دنیا کے مختلف بڑے ممالک کے پارلیمنٹس میں نہایت جرأت سے ان کی غلط پالیسیوں کی نشان دہی کرتے ہوئے ان کی راہنمائی فرمائی۔ مختلف ممالک کے اعلیٰ لیڈرز جب بھی آپ سے ذاتی ملاقات کے لیے حاضر ہوتے ہیں تو آپ ان کو انتہائی مفید مشوروں سے نوازتے ہیں۔ پریس کانفرنسوں اور پریس ریلیز کے ذریعہ بھی آپ نے امن عالم کے لیے اپنی جدو جہد کو جاری رکھتے ہوئے ایک بہترین لائحہ عمل پیش فرمایا۔ نیز متعدد Peace Symposiums کے ذریعہ آپ اسلام کی پر امن تعلیم سے دنیا کو روشناس کروانے کے جہاد کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ پس اس سے بڑھ کر جہاد کیا ہو سکتا ہے؟

مزید برآں خلافت کے زیر سایہ ایک ایسا نظام بھی قائم ہے جو احباب جماعت سے مل کر ان کی اعلیٰ تربیت کی کوشش کرتا ہے۔ اسی نظام کا ایک حصہ جامعہ احمدیہ میں مبلغین کی تیاری بھی ہے جس میں حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا بہت بڑا کردار ہے۔ آپ انتہائی گہرائی میں جا کر ان کی ٹریننگ کرتے ہیں تا وہ بھی آپ کے منشاء کے مطابق جماعت احمدیہ کے افراد کی صحیح رنگ میں تربیت کر سکیں۔ خلیفۂ وقت کا احباب جماعت سے ایک ذاتی تعلق بھی قائم ہے جس کے ذریعہ ہر ایک شخص اپنے مسائل آپ کے سامنے پیش کر سکتا ہے اور آپ، جیسا کہ آپ نے اپنے خطبے میں ارشاد فرمایا، نہ صرف دعاؤں کے ذریعہ بلکہ عمل کے ذریعہ بھی ان کی مدد فرماتے ہیں۔ اسی طرح حضورِ انور کے احباب جماعت کو بھجوائے گئے خطوط ہیں جو ہر روز ہزاروں چہروں کی خوشی کا باعث بنتے ہیں۔

پس یہ وہ جہاد ہے جو آج دنیا میں صرف اور صرف خلافتِ احمدیہ ہی کر رہی ہے تا دنیا والے اسلام کی سچی تعلیم کو پہچان کر اس کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں اور تا وہ جو صداقت کو پہچان چکے ہیں کبھی اس راہ راست سے بھٹک نہ جائیں۔ پس اگر آج روئے زمین پر جہاد اکبر کی اعلیٰ مثال کہیں قائم ہے تو وہ جماعت احمدیہ میں خلافت کا نظام ہے۔

جماعت احمدیہ میں اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے خلافت خامسہ کا دور جاری ہے۔ تاریخ پر نظر ڈال کر یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ ہر دور میں خلافت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کس قدر نظام جماعت میں مضبوطی پیدا ہوئی ہے جس کا مختصر ذکر اس مضمون میں بھی موجود ہے مگر ایک عام آدمی یہ احساس نہیں کر سکتا کہ خلیفہ وقت اللہ تعالیٰ سے ہمت پا کر کس حد تک احباب جماعت کی بھلائی، تعلیم و تربیت اور دنیا کی بہتری کے لیے کوشش کرتے ہیں۔ ان کی جدو جہد کا صرف ایک محدود اندازہ لگایا جا سکتا ہے مگر اس کا مکمل علم صرف خدا کو ہوتا ہے جس کی خاطر وہ یہ سب کچھ کرتے ہیں۔ ایک عام آدمی یہ طاقت نہیں رکھتا کہ وہ ایسے الفاظ تلاش کر سکے جن سے خلیفہ وقت کی اس جدو جہد کے ساتھ انصاف کیا جا سکے۔ اور نہ ہی تنہائی میں کی گئی گریہ وزاری اور سجدوں کی کیفیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے جو خلیفہ وقت خدا کے حضور کرتے ہیں۔ مگر یہ سچ ہے کہ ان کی یہ کوشش اللہ تعالیٰ کے بے پناہ فضلوں کو کھینچنے والی کامیاب کوشش ہے اور خدا کو راضی کرنے والی کوشش ہے جو کہ در اصل جہاد اکبر کا اصل مقصد ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر خلافتِ احمدیہ کا سایہ قیامت تک جاری رکھے۔ آمین

☆...☆...☆

خلافت دائمی نعمت ہے منہاج نبوّت پر

انہیں زعمِ تفاخر ہے زر و مال و حکومت پر
ہمیں شرفِ فضیلت ہے کہ مرتے ہیں خلافت پر
زہے قسمت ہمارے سر پہ سایہ ہے امامت کا
ہمیں وہ لوگ ہیں جن کا یقیں پختہ خلافت پر
یہ اس کا فضل و احساں ہے یہ اس کی مہربانی ہے
یہ خاص الخاص رحمت ہے جو اس نے کی جماعت پر
بہ فیضِ نصرتِ ایزد ہوئی ہم کو عطا بہجت
کیا شاداں ہمیں اس نے عظیم الشان نعمت پر
بشارت دی مسیحائے زماں نے الوصیت میں
عزیزو غم نہ کرنا تم مری دنیا سے رخصت پر
مرا جانا ہی لازم ہے مگر غمگین مت ہونا
خدا تم کو سکینت دے کے لائے گا خلافت پر
تمہارے خوف کو وہ امن میں تبدیل کر دے گا
خلافت ایک مرہم ہے دلِ زخمیدہ صورت پر
خدا کا شکر واجب ہے کریں حمد و ثنا اس کی
جھکیں اس آستانے پر جھکیں اس کی عنایت پر
نبوّت قدرتِ اول خلافت قدرتِ ثانی
یہ دونوں قدرتیں شاہد ہیں مہدی کی صداقت پر
خلافت منبعِ خیر و عمل رشد و ہدایت ہے
خلافت دائمی نعمت ہے منہاج نبوت پر
کہاں ہوگا جہاں میں اَور کوئی ہم سا خوش قسمت
کہ خود کو بیچ ڈالا ہے ترے دستِ امامت پر
ترا ہر بول شیریں ہے ترا ہر لفظ خوشبو ہے
ملائک وجد کرتے ہیں ترے حسنِ خطابت پر

(ڈاکٹر عبدالکریم خالد)

دل و جاں پہ اس کی حکومت تو ہے   حکومت یہ اب تا قیامت تو ہے

خلافت اور ریاست کے بارے میں ’غامدی‘ صاحب کے نظریہ کا تحقیقی جائزہ

(حافظ مظفر احمد۔ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد مقامی ربوہ)

علامہ جاوید غامدی صاحب نے سوشل میڈیا پر خلافتِ احمدیہ کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں خلافت کے متعلق یہ عجیب وغریب تبصرہ کیا کہ خلافت کیا چیز ہوتی ہے یہ تو سرے سے کوئی دینی تصور ہی نہیں ہے۔مسلمانوں میں اگر کوئی ریاست ہوگی تو اس کے اندر حکمران مقرر کیا جائے گا۔اسلام میں تو اس کے سوا کسی خلیفہ کا کوئی تصور نہیں۔کسی جماعت میں بھی کوئی خلیفہ ہوتا ہے؟(جس کے پاس اقتدار نہیں ہے)اس کا تصور کہاں سے آیا ہے؟ گویا غامدی صاحب کے نزدیک حکومت کے بغیر خلافتِ احمدیہ کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔

دَورحاضر میں ایک صدی سے خلافتِ احمدیہ کی غیر معمولی دینی ودنیوی ترقیات سے واقف مگر نعمت خلافت سے محروم کسی بھی مسلمان کی طرف سے حسرت ویاس کا ایسا ردّعمل طبعی اور قابل فہم ہے۔مگر غامدی صاحب جیسے روشن خیال عالم کی ایسی رائے اس لیے خلاف توقع ٹھہری کہ وہ اس سے پہلے علامہ ابن عربی کے حوالے سے امتِ محمدیہ میں غیر تشریعی وحی جاری رہنے کے متعلق حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کے دلائل سے متاثر ہوکر برملا یہ اظہار کر چکے ہیں کہ

’’مرزا غلام احمد صاحب قادیانی...نے اس بات کے بہت دلائل دیے ہیں کہ ... الہام جاری رہنا چاہیے...یہ خدا کی نعمت ہے...بنی اسرائیل میں سب لوگوں کو ہوتا تھا، محمد رسول اللہؐ کی امت کیوں محروم کر دی گئی؟اس طرح کے عقلی دلائل انہوں نے دیے۔پھر الہام،وحی یعنی خدا سے رابطہ...بیان کیا تمام صوفیانہ تعبیرات میں... ختم نبوت کے بارے میں بھی انہوں نے کہا کہ میں اس کا قائل ہوں...اور زیادہ سے زیادہ بات جو وہ کہتے تھے وہ اسی طرح کی بات تھی، جیسے ابن عربی نے کہہ دی۔‘‘

(Lecture of Ghamidi on Ahmadiyya Prophethood Claim Part1)

مگر نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ خلافت کے بارہ میں غامدی صاحب کا نقطۂ نظر کہ یہ کوئی دینی تصور نہیں بلکہ اس سے حکومت مراد ہوتی ہے،نہ صرف عربی زبان بلکہ قرآن وحدیث کے مطابق بھی درست نہیں۔کیونکہ خلیفہ عربی زبان کا لفظ ہے اور تمام مشہور عربی لغات لسان العرب، تاج العروس، اقرب الموارد کے مطابق اس کے بنیادی حقیقی معنیٰ جانشین کے ہیں۔اور نبی کے جانشین کے لیے خلیفہ کا لفظ ایک خالصتاً دینی اصطلاح ہے۔بے شک دنیوی بادشاہوں کے جانشین بھی ظاہری عظمت وشوکت کی خاطر یہ اصطلاح استعمال کرتے آئے ہیں۔مگر خلافت کے بنیادی حقیقی معنی امارت وریاست کے نہیں۔

جیسا کہ مشہور عربی لغت اقرب الموارد میں ہے کہ

’’(الخلیفة) من یخلف غیرہ و یقوم مقامه و السلطان الاعظم و فی الشرع الامام الذی لیس فوقه امام‘‘ (اقرب الموارد زیر لفظ خلف صفحہ 296)

کہ خلیفہ وہ ہوتا ہے جو کسی کی جانشینی کرے یا اس کا قائم مقام ہو اور سلطان اعظم۔اور شرع میں خلیفہ اس امام کو کہتے ہیں جس کے اوپر کوئی امام نہ ہو۔

اس سے ظاہر ہے خلیفہ کے مادہ ’خ-ل-ف‘اور اس کے افعال خَلَفَ۔یَخْلُفُ وغیرہ میں حکومت کے نہیں بلکہ جانشینی کے معنے ہوتے ہیں اگرچہ خلیفہ کا لفظ سلطان اعظم یا بادشاہ کے لیے بھی استعمال کیا گیا ہے مگر یہ اس کے حقیقی معنیٰ میں شامل نہیں۔

علامہ امام راغب اصفہانی نے خلافت کے یہ معنے کیے ہیں:

’’الخلافة کے معنیٰ دوسرے کا نائب بننے کے ہیں۔خواہ وہ نیابت اس کی غیر حاضری کی وجہ سے ہو۔یا موت کے سبب سے ہو (یا عزت وشرف کے لیے)۔ان آخری معنیٰ کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو زمین میں خلافت بخشی ہے۔‘‘

(مفردات القرآن اردو جلد اول صفحہ 337 مترجم از ابو عبدہ فیروز پوری)

خلافت کے مذہبی اصطلاح ہونے کی بڑی دلیل یہ ہے کہ خود اللہ تعالیٰ کا اپنے پہلے نبی حضرت آدمؑ کو خلیفہ قرار دیتے ہوئے یہ فرمایا کہ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (البقرة 31) کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں حالانکہ حضرت آدمؑ کے پاس کوئی حکومت نہ تھی!

چنانچہ علامہ صدیق حسن خان صاحب (متوفیٰ:1307ھ) حضرت آدمؑ کے ’’خلیفہ‘‘ ہونے کی وجہ تسمیہ یہ بیان کرتے ہیں:

’’انما سمی خلیفة لانه خلیفة الله فی ارضه لاقامة حدودہ‘‘ (فتح البیان فی مقاصد القرآن جزء1 صفحہ 126)

یعنی (آدمؑ) کا نام خلیفہ اس لیے رکھا گیا کہ وہ اللہ کی زمین میں اس کے حدود واحکام قائم کرنے کے لیے خلیفہ تھے۔

بغیر بادشاہت کے خلافت کی دوسری مثال حضرت ہارونؑ کی ہے۔جنہیں حضرت موسیٰؑ نے کوہِ طور پر جاتے ہوئے تربیتی و دینی اغراض کے لیے بنی اسرائیل میں اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا۔اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:وَقَالَ مُوْسٰی لِاَخِیْهِ هَارُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ (الاعراف 143)

اور کہا موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہ میرا خلیفہ رہ میری قوم میں اور اصلاح کرتے رہنا اور مت چلنا مفسدوں کی راہ۔(ترجمہ شیخ الہند محمود الحسن صفحہ 222)

پس غامدی صاحب جیسے سکالر کا خلیفہ کی دینی اصطلاح سے انکار تعجب خیز ہی نہیں حیرت ناک بھی ہے کیونکہ یہ قرآن کریم کے علاوہ حدیث رسولؐ کے بھی خلاف ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (الحشر:8)اور رسول جو تمہیں عطا کرے تو اسے لے لو اور جس سے تمہیں روکے اُس سے رُک جاؤ۔

اور رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے خلافت کے بارے میں فرمایا کہ

’’مَا كَانَتْ نُبُوَّةٌ قَطُّ اِلَّا تَبِعَتْهَا خِلَافَةٌ وَلَا كَانَتْ خِلَافَةٌ قَطُّ اِلَّا تَبِعَهَا مُلْكٌ‘‘(مشیخۃ ابن طھمان (168ھ) جزء1 صفحہ 94، کنز العمال جزء11 صفحہ 476، تاریخ دمشق ابن عساکر)

یعنی کبھی کوئی نبوت نہیں ہوئی مگر اس کے بعد خلافت قائم ہوئی اور کوئی خلافت نہیں ہوئی مگر اس کے بعد بادشاہت آئی۔

پس اگر غامدی صاحب نے خلافت کا مطلب ریاست لینا ہی ہے تو پہلے انہیں ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کی حکومت ثابت کرنی ہوگی ورنہ تاریخ انبیاء سے تو ہمارے آقا ومولا حضرت محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے علاوہ تین اور انبیاء حضرت موسیٰؑ،حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کو روحانی خلافت ونبوت کے ساتھ حکومت ملنا ثابت ہے۔

حضرت سلیمانؑ کے بعد ان کے بیٹوں یربعام اور رحبعام میں حکومت بھی تقسیم ہوگئی۔اور حکومت ونبوت کے سلسلے بھی الگ ہوگئے۔

اسی دور کے متعلق حدیث میں بھی مذکور ہے کہ بنی اسرائیل میں انبیاء کرام کی خلافت کا سلسلہ جاری رہا۔كَانَتْ بَنُوْ اِسْرَآئِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِيَآءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهٗ نَبِيٌّ۔ (بخاری کتاب الانبیاء باب ماذکر عن بنی اسرائیل)

یعنی بنی اسرائیل کی اصلاح احوال کے لیے انبیاء آتے رہے،جب ایک نبی فوت ہوا تو اس کا خلیفہ بھی نبی ہوا۔

چنانچہ سلسلۂ انبیاء میں حضرت ہارونؑ کے علاوہ حضرت یسعیاہ،حزقیل،دانیال،یرمیاہ، حجی ،زکریا ،ملاکی علیہم السلام کی مثالیں موجود ہیں جو بغیر کسی ریاست وحکومت اپنے سے پہلے نبی کے خلیفہ ہوئے۔

ہمارے آقا و مولیٰ محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اللہ تعالیٰ نے نفاذ شریعت کے لیے حکومت بھی دی۔اس لیے آپ کے خلفاء ضرورتاً حاکم وقت بھی ہوئے۔مگر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انہیں ’’الخلفاء الراشدین المھدیین‘‘ کا خطاب دے کر منصب خلافت کو ایک دینی و روحانی تقدس عطا کیا اور اپنی امت کو ہدایت فرمائی:فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِیْ، وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ۔ (سنن ابن ماجہ بَابُ اتِّبَاعِ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ)

تم پر صرف میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت واجب ہے۔

جبکہ آپؐ نے امت کو ظالم حکام سے بچنے کی یہ دعا سکھائی:

’’اَللّٰهُمَّ وَلَا تُسَلِّطْ عَلَیْنَا مَنْ لَا یَرْحَمُنَا‘‘

(ترمذی ابواب الدعوات باب 83 حدیث 3502)

کہ اے اللہ!ایسے لوگ ہم پر مسلّط نہ کرنا جو ہم پر رحم نہ کریں۔

اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہ پیشگوئی بھی فرمائی تھی کہ الخِلَافَةُ فِی اُمَّتِی ثَلَاثُوْنَ سَنَةً، ثُمَّ مُلْكٌ بَعْدَ ذٰلِكَ (ترمذی ابواب الفتن بَابُ مَا جَاءَ فِی الخِلَافَةِ) کہ میرے بعد خلافت (راشدہ) تیس سال رہے گی۔

اس حدیث نے اپنی صداقت خود ثابت کر دکھائی ہے چنانچہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وفات کے قریباً 30 سال بعد امیر معاویہ کے ذریعہ ملوکیت کا دور شروع ہوگیا۔ مگر یہ اموی حکمران بھی بشمول یزید بن معاویہ شان وشوکت کے لیے خلیفہ کا لقب استعمال کرتے رہے مگر آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انہیں خلافت علی منہاج نبوت کے مقام پر فائز قرار نہیں دیا بلکہ ملکا عاضّا و جبریة (سخت گیر ظالم وجابر حکومت) قرار دیا ہے۔اور تاریخ اسلام میں شہادت امام حسینؑ کا المناک سانحہ ہی خلافت راشدہ اور ملوکیت کے راستے الگ کرنے کے لیے کافی تھا۔

اس کے بعد عباسی دور حکومت میں بھی سفاح اور معتصم باللہ جیسے بادشاہ ظلم وجبر کے باوجود خلیفہ کہلاتے رہے۔حالانکہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ واضح ارشاد موجود تھا کہ خلافت کے بعد ملوکیت کا دور آئے گا اور مقصد یہ تھا کہ وہ ظالم اور جابر حکمران خلیفہ راشد کہلانے کے حقدار نہ رہیں گے۔

بزرگان سلف اور علمائے امت نے بھی خلافت اسلامیہ حقہ کا یہ منصب ومقام خوب سمجھا اور امت کو بھی سمجھایا۔بطور نمونہ یہاں دو حوالے ہی کافی ہیں:

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

’’خلیفہ وہ ہے جو نبی کی شریعت لوگوں میں جاری کرے اور اس کے ہاتھ پر خدا کے وہ وعدے جو اس کے نبی کے ساتھ تھے پورے ہوں....۔خلافتِ خاصہ ولایت کے اقسام میں سب سے زیادہ کمالاتِ انبیاء سے مشابہت رکھتی ہے۔‘‘ (ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء اردو، مترجم مولوی محمد عبد الشکور، جلد اول فصل سوم تفسیر آیات خلافت صفحہ 200،198)

اسی طرح حضرت سید احمد بریلویؒ کے دست راست حضرت شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ (متوفی:1246ھ) نے اپنی کتاب منصب امامت میں لکھا:’’خلیفہ راشد سایۂ رب العالمین،ہمسایہ انبیاء ومرسلین،سرمایۂ ترقیٔ دین اور ہم پایۂ ملائکہ مقربین ہے....۔خلیفۂ راشد نبی حکمی ہے۔گو وہ فی الحقیقت پایۂ رسالت کو نہیں پہنچا لیکن منصبِ خلافت احکام انبیاء اللہ کے ساتھ منسوب ہوا۔‘‘

(منصب امامت اردو مترجم:محمد حسین علوی صفحہ 121-122)

قرآن وسنت کی روشنی میں خلافت کی یہی اصل حقیقت اس زمانے کے حکم عدل حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ نے یوں بیان فرمائی:

’’خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں اور رسول کا جانشین حقیقی معنوں کے لحاظ سے وہی ہوسکتا ہے جو ظلی طور پر رسول کے کمالات اپنے اندر رکھتا ہو اس واسطے رسول کریم نے نہ چاہا کہ ظالم بادشاہوں پر خلیفہ کا لفظ اطلاق ہو کیونکہ خلیفہ درحقیقت رسول کا ظلّ ہوتا ہے اور چونکہ کسی انسان کے لیے دائمی طور پر بقا نہیں لہٰذا خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دنیا کے وجودوں سے اشرف و اولیٰ ہیں ظلی طور پر ہمیشہ کے لیے تاقیامت قائم رکھے سو اسی غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا تا دنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکات رسالت سے محروم نہ رہے‘‘ (شہادت القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 353-354)

حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کا دعویٰ مسیح و مہدی اور امتی نبی ہونے کا تھا اور آپ سے خلافت علیٰ منہاج النبوت کے آخری دور کی بنا پڑی۔ آپ کو ظاہری حکومت حاصل نہیں تھی۔ اس لیے آپ کے بعد آنے والے خلفاء بھی حاکم وقت نہیں۔ کیونکہ حکومت، خلافتِ حقہ کا لازمہ نہیں۔

خود رسول اللہ ﷺ نے امت میں آنے والے موعود مسیح کے بارہ میں فرمایا تھا:

أَلَا إِنَّهُ خَلِيفَتِي فِي أُمَّتِي بَعْدِي

(المعجم الاوسط للطبرانی جزء 5 صفحہ 141)

کہ یقیناً وہ آنے والا موعود میرے بعد امت میں میرا خلیفہ ہوگا۔

آپ ﷺ نے اپنی امت کو تاکیدی ہدایت فرمائی کہ فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُ فَبَايِعُوْهُ وَلَوْحَبْوًا عَلَى الثَّلْجِ فَإِنَّه خَلِيْفَةُ اللهِ الْمَهْدِيُّ۔ (سنن ابن ماجہ کتاب الفتن بَابُ خُرُوجِ الْمَهْدِيِّ)

یعنی جب تم اس مہدی کو دیکھو تو اس کی بیعت کرنا خواہ گھٹنوں کے بل برف پر چل کر جانا پڑے کیونکہ وہ خدا کا خلیفہ مہدی ہے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے سورۂ نور کی آیت استخلاف کی روشنی میں اپنے دور خلافت راشدہ کے بعد دورِ ملوکیت اور آخری زمانے میں خلافت کی خبر دیتے ہوئے علیٰ منہاج الحکومۃ نہیں کہا بلکہ فرمایا:

ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ

(مسند احمد جلد 4 صفحہ 273 ومشکوٰۃ باب الانذار والتحذیر)

یعنی پھر خلافت علیٰ منہاج النبوت کا آخری دور ہوگا۔ اسی حدیث پر بنا کرتے ہوئے ڈاکٹر اسرار صاحب نے ''تحریک خلافت پاکستان'' شروع کی تھی۔ مگر وہ عمر بھر یہ مقصد حاصل نہ کر سکے کیونکہ یہ خلافت مسیح موعود کے لیے ہی مقدر تھی جیسا کہ شارح مشکوٰۃ علامہ عبد الحق محدث دہلوی نے اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے: ''اَلظَّاهِرُ اَنَّ الْمُرَادَ بِهٖ زَمَنُ عِيْسٰى وَالْمَهْدِيْ'' یعنی ظاہر ہے کہ منہاج نبوت پر دوبارہ خلافت قائم ہونے کا زمانہ مسیح موعود اور مہدی کا زمانہ ہے۔

(لمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ کتاب الرقاق جلد 8 صفحہ 578)

یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ آنے والے مسیح کے بارے میں مسلمانوں نے بعض احادیث کے غلطی سے ظاہری معنی مراد لے لیے مثلاً حکماً عدلاً سے عادل منصف کی بجائے عادل حکمران اور کسر صلیب سے تلوار کے ساتھ صلیبی مذہب کو فتح کرنے والا سمجھ بیٹھے۔ حالانکہ اس سے مراد ان کے دلائل کو توڑنا اور نصاریٰ کے عقائد کا بطلان ہے جیسا کہ علامہ بدر الدین عینی نے اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے کہ اس جگہ مجھ پر فیض الٰہی سے یہ معنی کھولے گئے ہیں کہ کسر صلیب سے مراد نصاریٰ کے جھوٹ کا اظہار ہے جو وہ کہتے ہیں کہ یہود نے حضرت عیسیٰؑ کو صلیب پر مار دیا تھا۔'' (عمدۃ القاری شرح بخاری از علامہ بدر الدین عینی جلد 5 صفحہ 584 دار الطباعہ عامرہ مصر)

اور خزائن تقسیم کرنے سے مراد روحانی مائدے کی بجائے دنیوی اموال لے بیٹھے۔ حالانکہ یہ تصوّر قرآن و سنت کے خلاف ہے کیونکہ سورۂ نور آیت 56 كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ کے مطابق تو مسلمانوں کو پہلوں جیسی خلافت عطا ہونی تھی اور حضرت موسیٰؑ کے بعد تیرہویں صدی میں حضرت مسیحؑ کو کوئی بادشاہت حاصل نہ تھی۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی مسیح محمدیؑ کے بارے میں یہ پیشگوئی بھی مسلمانوں نے فراموش کر ڈالی کہ يَضَعُ الْحَرْب (بخاری کتاب المظالم والغصب بَابُ كَسْرِ الصَّلِيْبِ وَقَتْلِ الْخِنْزِيْر) یعنی وہ جنگ کا خاتمہ کرے گا یعنی اس کے زمانے میں جنگ کی شرائط و اسباب موجود نہ ہوں گے۔ لہٰذا وہ تلوار سے جنگ کر کے اپنی حکومت قائم نہیں کرے گا بلکہ اس کی روحانی حکومت دلوں پر ہوگی اور وہ حکم عدل یعنی منصف ثالث کے طور پر دینی فیصلے کرے گا۔

اسی کی تائید میں صحیح مسلم کی حدیث میں ہے۔ فرمایا کہ دجال کے وقت ایسی مادی طاقتیں موجود ہوں گی لَا يَدَانِ لِاَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ، فَحَرِّزْ عِبَادِي إِلَى الطُّورِ (مسلم کتاب الفتن واشراط الساعۃ بَابُ ذِكْرِ الدَّجَّالِ وَصِفَتِهٖ وَمَا مَعَهٗ) کہ جن سے مقابلے کی کسی کو طاقت نہ ہوگی۔ پس مسیح موعود اللہ کے حکم سے اپنی جماعت کو طُور یعنی دعاؤں کی پناہ میں لے جائے گا۔

پس مسیح موعود کا کام دعاؤں اور دلائل کے جہاد سے دینی فتح حاصل کرنی تھی۔ اور جہاد بالسیف کی بجائے قرآنی دلائل، اپنے نفوس، مال اور جانوں کی قربانی سے جہاد کرنا اور اسی ذریعہ سے اسلام کی خدمت کرنی تھی۔ کیونکہ ۔

فرما چکا ہے سید کونین مصطفیٰؐ
عیسیٰ مسیح جنگوں کا کردے گا التواء
یہ حکم سن کے بھی جو لڑائی کو جائے گا
وہ کافروں سے سخت ہزیمت اٹھائے گا
اک معجزہ کے طور سے یہ پیشگوئی ہے
کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ۔ روحانی خزائن جلد 17 ص 77-78)

یہ ہے معجز نما کلام حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کا۔ جنہوں نے 23 مارچ 1889ء کو بیعت لینے کے ساتھ جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی۔ اور 1908ء میں آپؑ کی وفات کے بعد خلافتِ احمدیہ کے قیام سے رسول اللہ ﷺ کی آخری دور میں خلافت علیٰ منہاج النبوت کے قیام کی پیشگوئی بھی پوری ہوگئی۔ فالحمد للہ

غامدی صاحب کی دوسری قابل ردّ بات ان کی یہ دلیل ہے کہ نبیوں میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی حکومت حاصل نہیں ہوئی اور انہوں نے اپنے پیچھے خلفاء نہیں بلکہ حواری یعنی شاگرد چھوڑے۔

یہ بات بھی عقلی و نقلی اور تاریخی طور پر درست نہیں۔ کیونکہ اول تو حواری کے لغوی معنے نہ تو شاگرد کے ہیں، نہ ہی یہ جانشین کے متبادل ہے۔

صاحب ''انوار البیان'' نے حواری کا یہ جامع مفہوم اہل لغت و تفسیر کے حوالے سے یوں بیان کیا ہے:

''حواری حور سے مشتق ہے جس کے معنی خالص سپیدی کے ہیں۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کا خطاب ہے۔ بقول شاہ عبد القادر صاحب کے حواری اصل میں دھوبی کو کہتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب میں سے پہلے دو شخص جو اُن کے تابع ہوئے حضرت عیسیٰؑ نے ان کو کہا تھا کہ کپڑے کیا دھوتے ہو۔ میں تم کو دل دھونے سکھا دوں۔ وہ ان کے ساتھ ہوئے اس طرح سب کو یہ خطاب ٹھہر گیا۔''

(انوار البیان فی حل لغات القرآن جلد 1 صفحہ 275، علی محمد، سورۃ آل عمران، 52، مکتبہ سید احمد شہید لاہور)

دوسرے، قرآن شریف کے مطابق حضرت عیسیٰ کے وہ ساتھی اور صحابی حواری کہلائے جنہوں نے آپ کے سوال ''من انصاری الی اللہ'' کے جواب میں نَحْنُ أَنْصَارُ اللّٰهِ کا نعرہ بلند کرتے ہوئے آپ کی زندگی میں مدد کی توفیق پائی۔ (آل عمران: 53) رسول اللہ ﷺ نے بھی انہی معنی میں اپنے صحابی حضرت زبیر بن العوامؓ کو اپنا حواری قرار دیا تھا۔

(صحیح البخاری کتاب المناقب بَابُ مَنَاقِبِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ)

پس غامدی صاحب کا حضرت مسیحؑ کے بعد کسی خلافت سے انکار تاریخ کلیسا اور حدیث رسول ﷺ کے بھی خلاف ہے جس کے مطابق ہر نبی کے بعد خلافت ہوئی۔ اور اسی اصول کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد بھی خلافت قائم ہوئی۔ ان کے پہلے جانشین ان کے بھائی یعقوب تھے۔ اور جس طرح رسول کریم ﷺ نے اپنی زندگی میں ہی اپنے جانشین کے لیے اشارے فرمائے مثلاً ایک عورت کے اس سوال پر کہ ''یا رسول اللہ! اگر میں دوبارہ آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو کیا کروں؟ آپؐ نے فرمایا تھا: ''پھر تم ابو بکر کے پاس جانا۔''

(بخاری کتاب الاحکام بَابُ الِاسْتِخْلَافِ)

بعینہٖ اسی طرح حضرت عیسیٰؑ نے کیا اور جب حواریوں نے کہا کہ ہم جانتے ہیں کہ آپ ہمیں چھوڑ کر دور چلے جائیں گے۔ آپ کے بعد ہمارا سردار کون ہوگا؟ حضرت مسیحؑ نے ان کو کہا کہ جہاں کہیں سے بھی تم آئے ہو تم یعقوب کی طرف جاؤ گے جو کہ ''الصادق/انصاف پسند'' ہے جس کی خاطر زمین و آسمان بنائے گئے۔'' (تھوما کی انجیل قول 12)

اصل الفاظ ملاحظہ ہوں:

"The disciples said to Jesus, "We know that you will depart from us. Who is to be our leader?"

Jesus said to them, "Wherever you are, you are to go to James the Just, for whose sake heaven and earth came into being."

(Gospel of Thomas saying 12, Selection from Robert J. Miller, ed., The Complete Gospels: Annotated Scholars Version. (Polebridge Press, 1992, 1994).

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بھائی یعقوب "The Just" یعنی ''الصادق'' کے نام سے یہود و نصاریٰ میں معروف تھے۔ واقعۂ صلیب کے بعد کلیسائے یروشلم کے امیر اور عیسائیوں کے صدر رہے۔ کمال درجہ زہد و اتقاء کے باعث یہودی بھی آپ کی بہت عزت کرتے تھے۔ اعمال الرسل سے ثابت ہے کہ سب حواری آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔

چنانچہ تیسری صدی کے چرچ فادر کلیمنٹ آف اسکندریہ لکھتے ہیں:

''حضرت مسیح کے بعد (ان کے حواری) پطرس، (زبیدی کے بیٹے) یعقوب اور یوحنا میں سے کسی نے بھی چرچ کی اتھارٹی کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ سب نے بالاتفاق یعقوب الصادق کو یروشلم کا بشپ منتخب کر لیا۔

یہ اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ یہ مقام پطرس کو نہیں۔ مسیح کے بھائی یعقوب کو ملا جو اپنے بڑے بھائی کا بلاواسطہ خلیفہ ہوا اور یہی وجہ ہے کہ اسے یقینی طور پر پہلا پوپ شمار کیا جاتا ہے۔

Hypotyposes (Outlines) (see pg. 53)

پس حضرت عیسیٰؑ کی جانشینی ان کے بھائی حضرت یعقوب سے شروع ہوگئی تھی جو دو ہزار سال سے پاپائیت کی صورت میں جاری ہے۔ عیسائیت کے ابتدائی تین سو سالہ دور اصحاب کہف میں عیسائی خلافت کے پاس کوئی ظاہری طاقت نہ تھی۔ تا آنکہ 312ء میں کونسٹنٹائین (Constantine) پہلا بادشاہ عیسائی ہوا۔

(Constantine And The Conversion Of Europe by A.H.M Jones page 79)

آج بھی حضرت عیسیٰؑ کا جانشین پوپ کہلاتا ہے اور پوپ اور اس کے دیگر القابات کے معنی بھی جانشین اور خلیفہ کے ہی ہیں۔ اس کے لقب Vicar of Jesus Christ کا مطلب حضرت مسیح کا نائب اور Successor of the Prince of the Apostles کا مطلب حواریوں کے شہزادہ نبی کے خلیفہ کا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ نور کی آیت استخلاف میں مسیح اول اور مسیح ثانی کی اس مشابہت کی طرف بھی اشارہ فرمایا تھا:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (النور: 56)

یعنی تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لائے اُن سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اُس نے اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا۔

اس آیت سے پہلی بات ہی یہ پتہ چلتی ہے کہ مسلمانوں میں بھی اپنے پہلوں یعنی حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ جیسی خلافت قائم ہوگی۔ چنانچہ جس طرح حضرت موسیٰؑ کے بعد یوشع بن نون سے خلافت شروع ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت ابو بکرؓ سے خلافت راشدہ کا آغاز ہوا اور جس طرح حضرت موسیٰؑ کے تیرہ سو سال بعد حضرت مسیحؑ ان کے آخری خلیفہ ہوئے۔ اسی طرح مقدر تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے تیرہ سو سال بعد آپ کا خلیفہ مسیح موعودؑ بن کر آئے۔

پھر جس طرح حضرت عیسیٰؑ کے بعد ان کے بھائی یعقوب الصادق کے ذریعے سے خلافت عیسوی قائم ہوئی۔ آیت استخلاف کے مطابق مسیح موعودؑ کے بعد بھی خلافت قائم ہونے سے یہ قرآنی پیشگوئی ایک بار پھر پوری ہونی تھی۔ جس کی رسول اللہ ﷺ نے بھی خلافت علیٰ منہاج النبوت کے الفاظ میں خبر دی تھی۔

سورۂ نور کی آیت 56 میں دوسری اہم بات محض صالح مومنوں سے اس خلافت کا وعدہ ہے جس سے ظاہر ہے کہ یہ خلافت دینی انعام ہے۔ کیونکہ ایمان اور صالحیت بادشاہت کی شرط لازم نہیں ہے۔

تیسرے اس آیت میں موعود اسلامی خلافت کو جن پہلوں کی خلافت سے تشبیہ دی گئی وہ قرآن کریم کے مطابق إِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ أَنْبِيَاءَ وَجَعَلَكُمْ مُلُوْكًا (المائدۃ: 21) قوم موسیٰؑ میں نبوت اور بادشاہت کے دو الگ الگ انعامات کی صورت میں تھی۔ اور تاریخ سے ثابت ہے کہ بنی اسرائیل کے انبیاء و رسل کے کئی جانشین حکومت کے بغیر محض روحانی پیشوا تھے بلکہ ایک وقت میں متعدد انبیاء بھی موجود رہے۔ جیسا کہ سورۃ المائدہ آیت 45 میں بھی مذکور ہے کہ یہود میں آنیوالے تابع انبیاء تورات کے ذریعہ فیصلے کرتے تھے اور ربّانی اور احبار بھی کہ ان کو اللہ کی کتاب کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی گئی اور وہ اس کتاب پر نگران تھے۔

آیت استخلاف میں دینی خلفاء کی ایک نشانی یہ بیان فرمائی کہ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ ان کا کام ہی اللہ کے دین کو مضبوط کرنا ہوگا جو عام بادشاہوں کے لیے شرط نہیں۔ جیسے بظاہر خلیفہ کہلانے والے یزید بن معاویہ کی حرکات سے اس کا ظالم بادشاہ ہونا ہی ثابت ہوتا ہے۔

دراصل منصب خلافت کا روحانی تقدس ہی اسے بادشاہت و ریاست سے ممتاز کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح تقرر خلافت کی نسبت اپنی ذات کی طرف کی اور فرمایا: انی جاعل فی الارض خلیفة۔ یعنی میں زمین میں خلیفہ بناؤں گا۔ مگر بادشاہوں کے تقرر کے لیے ایسا نہیں فرمایا۔ اسی طرح رسول کریمؐ نے اپنے خلفاء کے لیے الراشدین المھدیین کے الفاظ استعمال فرمائے اور اس خلافت کے پہلے تیس سالہ دور کے بعد ملوکیت کا زمانہ شروع ہوجانے کی پیشگوئی فرمائی۔

دوسری علامت آیت استخلاف میں ان دینی خلیفوں کی یہ ہے کہ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا ان خلفاء پر خوف تو آئیں گے مگر اللہ تعالیٰ لازماً ان کے لیے امن کے سامان پیدا فرما دے گا۔ یہ نشانی بھی عام بادشاہوں کے لیے لازمی نہیں۔ جو اکثر اپنی وسعت سلطنت کے شوق میں حالت جنگ اور خوف و خطر میں ہی رہتے ہیں۔ مگر دینی خلفاء کی ریاست و حکومت کے بغیر یہ علامت بتائی کہ بطور آزمائش ان پر آنیوالے خوف بھی ٹل جائیں گے اور ان کی جماعت کو کوئی حقیقی نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔

تیسری علامت اس آیت میں یہ بیان ہے کہ یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا (النور:56) وہ خلفائے روحانی اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ جبکہ دنیوی بادشاہوں کو اپنی حکومت اور عیاشیوں (عیش وعشرت) سے عبادت کی فرصت ہی کب ہوتی ہے!

آیت استخلاف میں چوتھی علامت یہ بیان فرمائی کہ ان دینی خلفاء کی اطاعت سے انکار کرنے والا نافرمان ہوگا۔ دنیاوی بادشاہوں کی بیعت سے انکار پر فاسق ہونے کا فتویٰ نہیں لگتا۔ چنانچہ حضرت امام حسینؑ کا یزید جیسے فاسق حکمران کی بیعت سے انکار کی یہی وجہ تھی کہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق بیعت کا حکم مامورین اور خلفائے راشدین کے لیے ہے۔ جو ایک مقام عصمت رکھتے ہیں، جبکہ عام حکّام اور اولی الامر کی اطاعت معروف کے حکم کے ساتھ خلاف شرع حکم کی صورت میں اللہ اور رسول کی طرف معاملہ لوٹانے کی بھی ہدایت ہے۔

پس خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے اس زمانے میں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی خلافت علی منہاج النبوت کا وارث بنادیا اور مسلسل اس کی برکات سے متمتع فرما رہا ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ میں خلافت کا یہ دینی و روحانی نظام گذشتہ 111 سال سے جاری وساری ہے۔ جس کے نتیجے میں آج خدا تعالیٰ کے فضل سے خلافتِ احمدیہ کے زیرسایہ 212 ممالک میں جماعت احمدیہ کی شاخیں قائم ہیں جن میں احمدی خلافت کے زیرسایہ اشاعت اسلام اور اس کے غلبے کے لیے کوشاں ہیں۔ خلافتِ احمدیہ کے زیر اہتمام دنیا کی 75 زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم شائع کروائے جاچکے ہیں۔ دنیا کے 96 ممالک میں جماعت کے مشن قائم ہیں جہاں کروڑوں افراد تک لٹریچر کے ذریعہ اسلام کا پیغام امن و محبت پہنچ رہا ہے۔ دنیا بھر میں 714 سکولز، 37 ہسپتال، متعدّد ہومیو کلینکس سے خدمتِ انسانیت میں جماعت احمدیہ مصروف عمل ہے۔

جماعت احمدیہ کی ویب سائیٹ الاسلام پر وزٹ کرنے والوں کی تعداد کروڑوں تک پہنچ چکی ہے۔ جہاں 48 زبانوں میں آن لائن تراجم قرآن استفادہ کے لیے موجود ہیں۔ ان کے علاوہ حضرت بانیٔ جماعت کی جملہ کتب اور بیسیوں دیگر کتب بھی موجود ہیں۔ ایم ٹی اے کے علاوہ برطانیہ میں وائس آف اسلام کے نام سے ریڈیو اسٹیشن قائم ہوچکا ہے۔ جس کے علاوہ 20 ریڈیو اسٹیشنز کے ذریعہ 77 ممالک میں احمدیت یعنی حقیقی اسلام کا پیغام پہنچ رہا ہے۔ دنیا بھر میں 49 ممالک میں ہیو مینٹی فرسٹ صاف پانی، معیاری گھر مہیا کر رہی ہے۔

ربع صدی سے جماعت احمدیہ کا عالمی ٹی وی اسٹیشن MTA اردو، عربی، انگریزی اور افریقی چینل کے ذریعہ دنیا کی متعدد زبانوں میں، ساری دنیا میں دین حق کی تبلیغ کے ساتھ اسلام کے دفاع کے محاذ پر ڈٹا ہوا ہے۔ ایم ٹی اے پر دنیا کی 8 زبانوں میں ہمارے موجودہ امام جماعت احمدیہ و خلیفة المسیح کا خطبہ ہر جمعے کو ان کے مستقر لندن سے پاکستانی وقت کے مطابق 5 بجے شام براہِ راست نشر ہوتا ہے۔

دنیا کے 212 ممالک کے احمدی اپنے اپنے ملک میں ہمہ تن گوش اپنے امام و خلیفہ کا یہ خطبہ سنتے اور اس پر عمل کی توفیق پاتے ہیں۔ اور یوں وہ ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم کی علامت خلافت جماعت احمدیہ میں بڑی شان سے پوری ہوکر اپنی سچائی کی خود گواہی دے رہی ہے کہ

خلافت سے ہی وابستہ ترقی ہے جماعت کی
یہی تو کاروانِ دین کی اصلی قیادت ہے
خدا کا یہ احسان ہے ہم پہ بھاری
کہ اس نے ہے اپنی خلافت اتاری

☆...☆...☆

یہ خلافت کی ہی برکت ہے کہ تبلیغ اسلام کا وہ کام جو اس وقت دنیا میں کوئی اَور جماعت نہیں کر رہی صرف جماعت احمدیہ کر رہی ہے

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’یہ خلافت کی ہی برکت ہے کہ تبلیغ اسلام کا وہ کام جو اس وقت دنیا میں کوئی اور جماعت نہیں کر رہی صرف جماعت احمدیہ کر رہی ہے۔ مصر کا ایک اخبار الفتح ہے، وہ ہماری جماعت کا سخت مخالف ہے مگر اس نے ایک دفعہ لکھا کہ جماعت احمدیہ کو بے شک ہم اسلام کا دشمن خیال کرتے ہیں لیکن اس وقت وہ تبلیغ اسلام کا جو کام کر رہی ہے گذشتہ تیرہ سو سال میں وہ کام بڑے بڑے اسلامی بادشاہوں کو بھی کرنے کی توفیق نہیں ملی۔ جماعت کا یہ کارنامہ محض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل اور تمہارے ایمانوں کی وجہ سے ہے۔ آپ کی پیشگوئیاں تھیں اور تمہارا ایمان تھا۔ جب یہ دونوں مل گئے تو خدا تعالیٰ کی برکتیں نازل ہونی شروع ہوئیں اور جماعت نے وہ کام کیا جس کی توفیق مخالف ترین اخبار الفتح کے قول کے مطابق کسی بڑے سے بڑے اسلامی بادشاہ کو بھی آج تک نہیں مل سکی۔ اب تم روزانہ پڑھتے ہو کہ جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے روز بروز بڑھ رہی ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تم اور بھی ترقی کروگے اور اس وقت تمہارا چندہ بیس پچیس لاکھ سالانہ نہیں ہوگا بلکہ کروڑ، دو کروڑ، پانچ کروڑ دس کروڑ، بیس کروڑ، پچاس کروڑ، ارب، کھرب، پدم بلکہ اس سے بھی بڑھ جائے گا اور پھر تم دنیا کے چپہ چپہ میں اپنے مبلغ رکھ سکو گے۔ انفرادی لحاظ سے تم اس وقت بھی غریب ہوگے لیکن اپنے فرض ادا کرنے کی وجہ سے، ایک قوم ہونے کے لحاظ سے تم امریکہ سے بھی زیادہ مالدار ہوگے۔ دنیا میں ہر جگہ تمہارے مبلغ ہوں گے اور جتنے تمہارے مبلغ ہوں گے، اتنے افسر دنیا کی کسی بڑی سے بڑی قوم کے بھی نہیں ہوں گے۔ امریکہ کی فوج کے بھی اتنے افسر نہیں ہوں گے جتنے تمہارے مبلغ ہوں گے اور یہ محض تمہارے ایمان اور اخلاص کی وجہ سے ہوگا۔ اگر تم اپنے ایمان کو قائم رکھو گے تو تم اس دن کو دیکھ لوگے۔ تمہارے باپ دادوں نے وہ دن دیکھا جب 1914ء میں پیغامیوں نے ہماری مخالفت کی۔ جب میں خلیفہ ہوا تو خزانہ میں صرف سترہ روپے تھے۔ انہوں نے خیال کیا کہ اب قادیان تباہ ہوجائے گا لیکن اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایسی برکت دی کہ اب ہم اپنے کسی طالب علم کو سترہ روپے ماہوار وظیفہ بھی دیتے ہیں تو یہ وظیفہ کم ہونے کی شکایت کرتا ہے۔‘‘

(خطبہ فرمودہ 19/ اکتوبر 1956ء، از الفضل 24 اپریل 1957ئ صفحہ 5)

خلافت

ہمارے ہے ذمہ بہت کام بھاری
کہ کرنا ہے اعلانِ توحیدِ باری

یہ ظلم و تعصّب تشدّد بغاوت
یہ شیطانی قوت کی قِسمیں ہیں ساری

نہیں کوئی محفوظ جنّ و بشر میں
محافظ ہی ہر سُو بنے ہیں شکاری

یہ قوموں میں نفرت تعصّب یہ جنگیں
نشاں ان کے مٹنے کی ہے سب تیاری

خدا نے لیا ہم کو اپنی اماں میں
جو نعمت خلافت کی اس نے اتاری

کہیں دکھ کسی احمدی کو جو پہنچے
تڑپ اٹھیں سارے کریں گریہ زاری

محبت ہے ایسی ہوں ماں جیسے جائے
خلافت سے ہی الفتیں ہیں یہ ساری

خدائے محمدؐ ہمارا خدا ہے
لبوں پہ یہی بس رہے ورد جاری

جو فضلوں کی ہم پر ہے برسات جاری
خلافت کی ہی برکتیں ہیں یہ ساری

ہمارا خدا ایک مشکل کشا ہے
جو کرتا ہے آسان مشکل ہماری

خدا کی خدائی کے قائل وہ ہوں گے
جو ہیں آج اپنے بتوں کے پجاری

انہیں عشق و مستی کا کیا ذوق ہو گا
وفا کے سبق سے جو ہوں لوگ عاری

درِ مصطفےٰؐ کو صدیقہ جو چھوڑے
ردا امن کی اس نے خود ہی اتاری

(مبشرہ صدیقہ رانا۔لندن)

☆...☆...☆

بتاؤں کس طرح خلقِ خدا کو کہ تُو اس عہد کا حسنِ حسیں ہے

اتحادِ امت کی ضامن، امنِ عالم کی نوید اور عصرحاضر کے جملہ مسائل کا یقینی حل

خلافت

(فخرالحق شمس۔ ربوہ)

جنگِ بدر میں بظاہر سنگ ریزوں کی مُٹھی ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھینکی جو تیز آندھی کی شکل اختیار کر گئی اور مسلمانوں کو غزوۂ بدر میں خدا تعالیٰ نے فتح سے ہم کنار فرمایا۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ یہ سنگ ریزے دراصل خدا نے پھینکے تھے کیونکہ اس کے نتیجے میں جس طرح فی الفور آندھی چلی اور صنادید قریش اندھے اور بدحواس ہو گئے یہ خالص خدائی طاقت و قوت کی جلوہ نمائی تھی، چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ آج بھی اگر ساری دنیا کے سائنسدان ایک میدان میں جمع ہو کر کنکروں کی بارش بھی کر دیں تو وہ آندھی تو کیا ہلکی ہوا بھی نہیں بنا سکتے جو مٹی کو آنکھوں میں ڈال کر کسی کو پریشان کر سکے۔ اب ایسا کیوں نہیں ہوسکتا؟ آیئے غور کرتے ہیں۔

قرآن کریم، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ اور تاریخ اسلام پر تدبر کرنے والے جانتے ہیں کہ وہ آندھی جس نے بدر کے میدان میں دشمنانِ اسلام کو بوکھلاہٹ میں مبتلا کر دیا تھا جو آخر ان کی شکست پر منتج ہوئی تھی وہ تو اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت اور اُسی کے ارادے سے ظہور میں آئی تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ مومنوں کی جماعت کے ساتھ تھا اور چاہتا تھا کہ وہ زمین پر اس کا نام پھیلائیں، اس کی واحدانیت کو عام کریں اور اچھے اخلاق سے غیروں کے دل جیتیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آج بھی اپنی قدرت نمائی کے ویسے ہی جلوے مومنین کی جماعت پر فرما رہا ہے۔ آج کے دَور میں اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور عنایات کی بارشیں ترقیات اور فتوحات میں ڈھل کر خلافت کے سائے تلے جماعت احمدیہ کے حصے میں آ رہی ہیں۔ اور ایسا کیوں نہ ہو؟ ایسا ہونا جماعت احمدیہ کے مقدر میں لکھا گیا ہے اور دنیا کی کوئی طاقت اب جماعت احمدیہ پر برسنے والے فضلوں کی بارش کو روک نہیں سکتی، اس لیے کہ جماعت احمدیہ کو وہ نظام خلافت میسر ہے جو سورۂ نور کی آیتِ استخلاف سے نصِ صریح کے طور پر بالبداہت ثابت ہے کہ خلافت راشدہ کا آسمانی نظام، نبوت کے تتمہ کے طور پر عرش کا خدا اپنے دستِ قدرت سے قائم فرماتا ہے۔ جو خدا کی توحید کو دنیا میں پھیلاتی ہے اور اتحاد امت اور تمکنت دین کا باعث بنتی ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اتحاد امت کا مرکزی نقطہ بلکہ اتحادِ اُمم اور وحدتِ انسانی کا بھی مرکزی محور اور موعود اقوامِ عالم ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کی نمائندگی میں توحید امت کا یہی عظیم کام خلافتِ احمدیہ سرانجام دے رہی ہے۔ آج رُوئے زمین پر صرف خلافتِ احمدیہ ہی ہے جس کی روحانی حکومت مشرق و مغرب اور شمال و جنوب پر سایہ فگن ہے۔ آج دنیا میں کون دعویٰ کرتا ہے کہ اس کی روحانی حکومت کا جھنڈا دو سو سے زائد ملکوں میں لہرا رہا ہے۔ کون اس بات کا مدعی ہے کہ آج دنیا کی سُپر پاورز پر تو سورج اور چاند غروب ہو جاتے ہیں مگر خلافت کے فدائیوں پر سورج اور چاند غروب نہیں ہوتے۔ یہ صرف اور صرف خلافتِ احمدیہ ہے جو اتحادِ اُمت کی ضامن ہے، جو امنِ عالم کی نوید سناتی ہے اور جو بقائے انسانیت کی ضمانت دیتی ہے۔ پس خلافت کی یہ نعمت جو جماعت احمدیہ کو حاصل ہے، اکنافِ عالم کے احمدی سوا سو سال سے اس نعمت کے سائے تلے بیٹھے ہیں اور دنیا اس کے لیے ترس رہی ہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

پانچ گُل ہائے خلافت باغ مہدی میں کھلے
ہے گلِ نایاب سے مہکی کیاری یہ صدی
نوردیں، محمود، ناصر، طاہر و مسرور کی
شکل میں اللہ کا ہے فیضان جاری یہ صدی

امام الزمان حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اشتہار 7 جون 1897ء سے آپؑ کا پیغام حقانی پیش ہے، فرماتے ہیں: عقل مند اور ایماندار جانتے ہیں کہ ایسے شخص کے ساتھ جس کو خدا آسمانی خلافت دے کر ایک عظیم الشان کام کے لیے بھیجتا ہے ...ایک ظاہری فرماں روا کی کیا حیثیت ہے...وہ خلافت جس کا آج سے سترہ برس پہلے براہین احمدیہ اور نیز ازالہ اوہام میں ذکر ہے حقیقی خلافت وہی ہے ... ہاں ہماری خلافت روحانی ہے اور آسمانی ہے نہ زمینی ہے۔

(مجموعہ اشتہارات جلد 2 صفحہ 423)

امت محمدیہؐ کے بعض مفکرین آج امت کی امراض کا واحد حل خلافت میں ہی ڈھونڈتے ہیں مگر اس سچائی کو سمجھنے سے کوتاہ ہیں کہ خلافت انسانوں کی مرضی سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا کی جاتی ہے۔ پاکستان اور دنیا کے مختلف ممالک میں جن دردمند دل رکھنے والے دانش وروں اور مذہبی لیڈروں نے نظام خلافت راشدہ کی ضرورت اور اس کی برکات و ثمرات سے ملک کے دینی اور علمی حلقوں کو روشناس کرایا ہے یہ دانشور اور لیڈرز ایسے ہیں جو اپنے کالموں، مضمونوں، تحریروں، تقریروں، بیانات اور درسوں میں ضرورت خلافت کی طرف ضرور دعوت دیتے ہیں اور بڑی حسرت سے بتاتے ہیں کہ ہماری ذلت و پستی کا واحد سبب نظام خلافت سے محرومی ہے، وہ اس غم میں خون کے آنسو خود بھی روتے ہیں اور دوسروں کو بھی رُلاتے ہیں۔ یاد رہے کہ ڈاکٹر اسرار احمد سمیت پاکستان کے بہت سے علماء، مفکرین اور دانش ور اپنے دور میں خلافت کے داعی اور عالم اسلام کی نجات کا واحد حل خلافت کو ہی تصور کرتے رہے ہیں اور اپنے زعم میں خلافت جاری کرنے کے انسانی منصوبے بھی بناتے رہے جو کبھی کامیاب نہ ہو سکے۔ اس کے باوجود کہ اسلام کے مقتدر حلقوں میں ان کی آواز سنی جاتی تھی اور وہ پذیرائی رکھتے تھے لیکن ان کی اس محنت اور کاوشوں کا کوئی نتیجہ نہ نکل سکا کیونکہ یہ لوگ خلافت کو انسانی ہاتھ کا کمال سمجھ کر ایک آسان کام خیال کرتے تھے اور اس بات کے سمجھنے سے یکسر عاری تھے کہ خلافت کے بنانے سنوارنے اور پروان چڑھانے میں تو صرف خدا کا ہاتھ ہوا کرتا ہے انسان کے بس کی یہ بات نہیں ہے۔ اور یہ بھی نہیں جانتے کہ ایک انسان اس وقت تک مخلص مسلمان نہیں بن سکتا جب تک اسے خدا کی طرف سے قائم شدہ خلافت کا پانی سیراب نہ کرے۔ اکبر الٰہ آبادی کا مشہور شعر یہاں صادق آتا ہے۔

مسلمان تو وہ ہیں جو ہیں مسلماں علمِ باری میں
کروڑوں یوں تو ہیں لکھے ہوئے مردم شماری میں

چند مفکرین اور دانش وروں کے ایسے حوالہ جات بلا تبصرہ پیش ہیں جن میں نہ صرف خلافت کے قیام کی اہمیت بیان کی گئی ہے بلکہ امت کے بگاڑ کی وجہ بھی خلافت کا قیام نہ ہونا بتائی گئی ہے۔

علامہ الشیخ الطنطاوی الجوہری اپنی کتاب 'القرآن والعلوم العصریہ' صفحہ 21 پر آیت استخلاف درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں: (ترجمہ عربی عبارت) اس آیت کا ہم نے اس کتاب میں دوبارہ ذکر کیا ہے اور مسلمانوں کے درمیان اتحاد کا طریق بیان کرنے کے بعد ہم نے پھر اس آیت کو دُہرایا ہے کیونکہ اس طریق کا علم ہمیں کتاب عزیز سے ہوتا ہے اور اس کے بغیر مسلمانوں کی کامیابی کا اور کوئی طریق نہیں۔ نہ ہی انہیں زمین میں خوش حالی اور طاقت حاصل ہوسکتی ہے اور نہ ہی حکومت میسر آسکتی ہے اور نہ ہی ان کا خوف امن سے تبدیل ہوسکتا ہے مگر صرف اور صرف اس (خلافت) کے ذریعہ سے۔

(القرآن والعلوم العصریہ صفحہ 21۔ بحوالہ الفرقان مئی جون 1967ء صفحہ 25)

حضرت سید محمد اسماعیل صاحب شہید اپنی ایک فارسی تصنیف 'منصب امامت' میں (جس کا اردو ترجمہ گیلانی پریس لاہور نے 1949ء میں شائع کیا تھا) مسئلہ خلافت کی اہمیت کے متعلق لکھتے ہیں: خلافت راشدہ کے ظہور کے لیے دعائیں کی جائیں، نزول نعمت الٰہی یعنی ظہور خلافت راشدہ سے کسی زمانہ میں مایوس نہ ہونا چاہیے اور اسے مجیب الدعوات سے طلب کرتے رہنا چاہیے اور اپنی دعا کی قبولیت کی امید رکھنا اور خلیفہ راشد کی جستجو میں ہر وقت ہمت صرف کرنا چاہیے شاید کہ یہ نعمت کاملہ اسی زمانے میں ظہور فرماوے اور خلافت راشدہ اسی وقت ہی جلوہ گر ہو جائے... جیسا کہ کبھی کبھی دریائے رحمت سے کوئی موج سر بلند ہوتی ہے اور ائمہ ہدیٰ میں سے کسی امام کو ظاہر کرتی ہے ایسا ہی اللہ کی نعمت کمال تک پہنچتی ہے تو کسی کو تختِ خلافت پر جلوہ افروز کر دیتی ہے اور وہی امام اس زمانہ کا خلیفہ راشد ہے اور وہ جو حدیث میں وارد ہے کہ خلافت راشدہ کا زمانہ رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد تیس سال تک ہے اس کے بعد سلطنت ہوگی۔ اس سے مراد یہ ہے کہ خلافت راشدہ متصل اور تواتر طریق پر تیس سال تک رہے گی اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ قیامت تک خلافت راشدہ کا زمانہ وہی تیس سال ہے اور بس۔ بلکہ حدیث مذکورہ کا مفہوم یہی ہے کہ خلافتِ راشدہ تیس سال گذرنے کے بعد منقطع ہوگی نہ یہ کہ اس کے بعد پھر خلافت راشدہ کبھی عود ہی نہیں کر سکتی بلکہ ایک دوسری حدیث خلافت راشدہ کے انقطاع کے بعد پھر عود کرنے پر دلالت کرتی ہے... امامتِ تامہ کو خلافت راشدہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ اور خلافتِ رحمت بھی کہتے ہیں۔ واضح ہو کہ جب امامت کا چراغ شیشہ خلافت میں جلوہ گر ہوا تو نعمتِ ربانی بنی نوع انسان کی پرورش کے لیے کامل تک پہنچی اور کامل روحانی اسی رحمت ربّانی کے کمال کے ساتھ نورٌ علیٰ نور آفتاب کی مانند چمکا۔

(منصب امامت، بحوالہ الفرقان مئی جون 1967ء صفحہ 9-10)

مسٹر جسٹس (ر) اے۔ آر چنگیز کہتے ہیں: مغربی طرز کا صدارتی نظام یا پارلیمانی نظام صرف ان ملکوں میں کامیاب ہوسکتا ہے جہاں سب ہی تعلیم یافتہ ہوں اور قوم کی اقتصادی سطح بہت بلند ہو... ہمیں اس میں کیوں شرم محسوس ہوتی ہے کہ ہم مرد مومن کا ہاتھ پکڑیں اور خلافت کا نظام قائم کریں۔ یہ نظام تو خود رسول اللہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کیا تھا اور خلفائے راشدین نے اس پر عمل کیا تھا۔ کیا ہم اس نظام کو اپنانے سے اس لیے گھبراتے ہیں کہ ماڈرن زمانے میں جہاں مشینی دَور دورہ ہے اور سائنسدانوں نے ہمیں چاند سے بھی آگے پہنچا دیا ہے وہاں ہم چودہ سو سال پرانے نظام کو اپنا رہے ہیں۔ یہ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو اسی زمین پر خلیفہ ہی تو بنا کر بھیجا تھا۔ اور اولاد آدم سے وعدہ کیا تھا کہ اگر تم ایمان لائے اور نیک راستے پر چلے تو ہم تمہاری خلافت زمین پر قائم رکھیں گے۔

(نوائے وقت 5۔ اکتوبر 1977ء)

سید ابوالاعلیٰ مودودی کا درج ذیل بیان روزنامہ پاکستان ٹائمز میں شائع ہوا:

He said merely the Islamic System of politics is entirely different from all other systems, neither the Presidential nor the Parliamentary system bear any resemblence to the Islamic system. But you can have the true Islamic system only when you have a leader like Umar Farooq and a nation like the Momineen of the early days of Islam. (The Pakistan Times Setember25,1977,page4,colmn6.)

ترجمہ: انہوں نے کہا اسلام کا سیاسی نظام دوسرے تمام نظاموں سے مختلف ہے۔ صدارتی اور نہ ہی پارلیمانی نظام اس سے کوئی مشابہت رکھتا ہے۔ آپ صحیح اسلامی نظام صرف اسی صورت میں حاصل کر سکتے ہیں جب آپ میں سے کوئی لیڈر عمر فاروقؓ کی مانند اور کوئی قوم قرونِ اولیٰ کے مومنین کی مثل موجود ہو۔ (پاکستان ٹائمز 25 ستمبر 1977ء صفحہ 4، کالم 6)

اہلِ تشیّع کا ایک اخبار، معارف اسلام اپنے اداریے میں لکھتا ہے: مسلمانوں کا ایک مرکز پر اکٹھا ہونا ناممکن ہے۔ تا وقتیکہ اُن کا مسلک ایک، اُن کا دستور ایک، اُن کا طریق عمل ایک، اُن کا قانون ایک، اُن کا تخیل ایک، امن کی پالیسی ایک اور اُن کا امام ایک نہ ہو۔

هنوز ایں چرخِ نیلی کج خرام است
هنوز ایں قافلہ دُور از مقام است

زکارِ بے نظام اُوچہ گویَم
نمی دانی کہ اُمتِ بے امام است
(اقبال)

موجودہ حالات میں تو ان دنیاوی مدبرین اسلام اور طبقہ علماء وممالکِ اسلامیہ کے حکمران طبقے میں سے کوئی اس بات کا دعوے دار اور اہل بھی نہیں ہے کہ وہ جمیع مسلمانانِ عالم کا امام کہلا سکے۔ جمہوریت اس سلسلے میں تہی دست ہے۔ وہ کسی کو مسلمانوں کا مشترکہ پیشوا نہیں بنا سکتی۔ مندرجہ بالا ہر سہ طبقات کے ذہنی و فکری اختلافات سے انکار محال۔ ان کے مسلک جدا جدا۔ لہٰذا امامِ وقت منجانب اللہ ہونا ناگزیر ہے۔
(اداریہ، معارف اسلام لاہور فروری 1961ء)

مولوی زاہد الراشدی اپنے کالم 'نوائے قلم' میں بعنوان نظامِ خلافت اور عالم اسلام لکھتے ہیں: اس وقت ہم سب دنیا کے مسلمان مجموعی طور پر شرعی فریضے کے تارک اور خلافت اسلامیہ قائم نہ کرنے کے گناہ گار ہیں اور اسی وجہ سے افرادی قوت، بے پناہ وسائل اور دولت ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی رحمت و رضا سے محروم ہو کر غیروں کے دست نگر بن کر رہ گئے ہیں۔

آج دنیا میں کسی جگہ بھی خلافت اسلامیہ کا نظام موجود نہیں ہے البتہ عالم اسلام کے مختلف حصوں میں خلافت کے احیاء و قیام کے لیے مساعی اور جدوجہد کا سلسلہ جاری ہے اور بیسیوں تحریکات مختلف مسلم ممالک میں خلافت کے قیام کے لیے تگ و دو کر رہی ہیں۔ پاکستان میں جو حلقے اس مقدس جدوجہد میں مصروف ہیں ان میں محترم ڈاکٹر میر معظم علی علوی کا حلقہ بطور خاص قابل ذکر ہے جو خلافت کی اہمیت کو مسلمانوں کے ذہنوں میں اُجاگر کرنے اور اس کے لیے لوگوں کی ذہن سازی و فکری تربیت کے کام میں ہمہ تن مصروف ہے۔ (روزنامہ اوصاف 14 جولائی 2001ء)

جناب **ابو یاسر فاروقی** تحریر کرتے ہیں: قیام پاکستان سے لے کر آج تک اسلامی اصولوں کے مطابق وطن عزیز میں خلیفہ کا انتخاب نہیں ہو سکا ہے۔ انہوں نے کہا کہ خلیفہ اللہ کی زمین پر اللہ تعالیٰ کا نائب ہوتا ہے جو احکامِ خداوندی کا خود بھی پابند ہوتا ہے اور عامۃ الناس پر یہ احکام نافذ کر کے عمل کرانے کا پابند بھی ہوتا ہے۔ (روزنامہ نوائے وقت لاہو 25 جولائی 1990ء صفحہ 4)

جناب **پروفیسر خالد محمود ترمذی** خلافت کی ضرورت اور اصلاح احوال میں اس کے بنیادی کردار کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: آخر میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ انسانی عقل جو مخلوق ہے بغیر اپنے خالق کی راہنمائی اور ہدایت کے اپنے جیسے انسانوں کی راہنمائی نہیں کر سکتی۔ خالق حقیقی نے اپنے بندوں کی ہدایت اور راہنمائی کے لیے انبیاء بھیجے انہوں نے ہمیں صحیح راستہ دکھایا۔ میرا ایمان ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ جمہوریت کا بھوت لوگوں کے سر سے اُتر جائے گا اور لوگ صرف اسلام اسلام پکاریں گے۔ خلافت دوبارہ جمہوریت کی جگہ لے لے گی۔ انشاء اللہ العزیز۔ (روزنامہ جنگ لاہور 31 جولائی 1990ء صفحہ 3)

مولانا عبدالماجد دریابادی، مدیر صدق جدید لکھنؤ 1974ء میں لاہور میں منعقد ہونے والی مسلم سربراہ کانفرنس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اتنے تفرق اور تشتت کے باوجود کبھی کسی کا ذہن اس طرف نہیں جاتا کہ عراق کا منہ کدھر، شام کا رخ کس طرف ہے، مصر کدھر اور حجاز اور یمن کی منزل کونسی ہے۔ اور لیبیا کی کونسی؟

ایک خلافت اسلامیہ آج ہوتی تو اتنی چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں آج مملکت اسلامیہ کیوں تقسیم در تقسیم ہوتی۔ ایک اسرائیل کے مقابلہ پر سب کی الگ الگ فوجیں کیوں لانا پڑتیں۔ ترک اور دوسرے فرمانروا آج تک تنسیخ خلافت کی سزا بھگت رہے ہیں اور خلافت کو چھوڑ کر قومیتوں کا فسوں شیطان نے پھونک دیا، وہ دماغوں سے نہیں نکلتا۔ (صدق جدید لکھنؤ یکم مارچ 1974ء)

مدیر **تنظیم اہلحدیث** نے اپنے رسالہ 12 ستمبر 1969ء میں لکھا: اگر زندگی کے ان آخری لمحات میں ایک دفعہ بھی خلافت علیٰ منہاج نبوت کا نظارہ نصیب ہو گیا تو ہو سکتا کہ ملت اسلامیہ کی بگڑی سنور جائے اور روٹھا ہوا خدا پھر سے من جائے اور بھنور میں گری ہوئی ملت اسلامیہ کی یہ ناؤ کسی طرح سے اس نرغہ سے نکل کر ساحل عافیت سے ہمکنار ہو جائے۔

علامہ اقبال نے اپنے منظوم کلام میں نہایت حسرت بھرے انداز میں لکھا۔

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

روزنامہ **نوائے وقت کے کالم سر راہے** مطبوعہ 16 دسمبر 2003ء میں مخلص لیڈر شپ یعنی خلافت کے حوالے سے لکھا ہے: افسوس ہے کہ اس وقت عالم اسلام کا کوئی لیڈر نہیں ہے اور مسلمان ممالک کے اکثر حکمران امریکہ کے پٹھو بنے ہوئے ہیں۔ اس صورتحال میں اللہ ہی سے دعا کی جا سکتی ہے کہ وہ عالم اسلام کو مخلص قیادت عطا فرمائے جو صرف مسلمانوں کے مفاد کو سامنے رکھے اپنے ذاتی مفاد کا خیال نہ کرے۔ جس طرح مسلمان بارش نہ ہونے پر نماز استسقاء ادا کرتے ہیں اسی طرح تمام دنیا کے مسلمانوں کو کسی ایک روز نماز قیادت ادا کرنی چاہیے اور اللہ سے رو رو کر دعا کرنی چاہیے کہ وہ انہیں مخلص لیڈر شپ عطا فرمائے۔ آمین
(روزنامہ نوائے وقت لاہور مورخہ 16 دسمبر 2003ء، ادارتی صفحہ)

سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے ترجمان **میگزین المرشد لاہور**، اکتوبر 2006ء کے فکر انگیز اداریہ کا ایک حصہ ملاحظہ فرمائیں: اس رسالے کے ایڈیٹر پوپ بینی ڈکٹ کے ایک بیان پر اظہار افسوس کرنے کے بعد تنظیم الاخوان کے امیر مولانا محمد اکرم اعوان کا یہ بیان درج کرتے ہیں: امت مسلمہ کے لیے اس وقت قابل غور بات یہ ہے کہ دنیا بھر میں اس وقت جتنے بھی مذاہب موجود ہیں ان کے پاس مذہبی حوالے سے ایک مرکزیت موجود ہے لیکن ملت اسلامیہ اس وقت یکسر محروم ہے حالانکہ دین اسلام میں اس مرکزیت کو کلیدی اہمیت حاصل ہے جسے عرف عام میں خلافت کہا جاتا ہے۔

عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر ترک سلطنت عثمانیہ تک یہ خلافت کسی نہ کسی صورت میں موجود رہی لیکن سلطنت عثمانیہ کے زوال کے بعد مسلمان اس مرکزیت سے محروم ہوئے اور یہ محرومی بے شمار مسائل کا بنیادی سبب بن گئی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ روئے زمین پر صرف مسلمان ہی وہ واحد قوم ہیں جو ایک مرکز پر جمع ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ ان کے پاس اللہ کی آخری کتاب آج بھی اصل حالت میں موجود ہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات و برکات بھی پوری طرح جگمگا رہی ہیں لیکن مسلمان مرکزیت کی ناگزیر ضرورت سے ناآشنا ہیں۔

اس وقت 56 سے زائد مسلم ریاستیں ہیں اور ہر طرح کے وسائل ان کے پاس ہیں لیکن یہ تمام ممالک اپنے اپنے مفادات کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ اگر آج خلافت اسلامیہ قائم ہو جائے بالفاظ دیگر ایک ایسا پلیٹ فارم بن جائے جس کا ہر فیصلہ پوری دنیا کے مسلمانوں کے لیے قابل قبول ہو تو کسی کو ملت اسلامیہ کی طرف ٹیڑھی آنکھ سے دیکھنے کی جرات نہ ہو۔
(المرشد لاہور، اکتوبر 2006ء صفحہ 1) (بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 2 جولائی 2007ء)

جناب **چوہدری رحمت علی** مدیر 'سبق پھر پڑھ' سابق پروجیکٹ ڈائریکٹر واپڈا، پاکستان کے معروف دانش ور، صحافی اور علمی شخصیت تھے۔ انہوں نے بیسویں صدی کے آخری عشرے میں خالص خلافت کے موضوع پر اپنے ذاتی مسلک کی بنا پر ایک کتاب بعنوان خلافت راشدہ اور کتاب اللہ، شائع کی جس میں خلافت کے بہت سے پہلوؤں کا احاطہ کرنے کے بعد زبردست دلائل و براہین سے ثابت کیا کہ ہمارے تمام مسائل کا حل صرف اور صرف خلافت راشدہ میں مضمر ہے اور یہی امت کی فنا اور بقاء کا مسئلہ ہے۔ یہ محققانہ تصنیف مشہور ادارہ خلافت پبلیکیشنز، احمد منیر شہید روڈ، اچھرہ لاہور) نے خاص اہتمام سے شائع کی تھی۔ جناب چوہدری رحمت علی کی گراں قدر کتاب کے دو اقتباسات ہدیہ قارئین ہیں:

امت مسلمہ آج اگر ذلت و خواری سے دوچار ہے تو یہ حادثہ جانکاہ کوئی راتوں رات نہیں ہو گیا۔ ہمارے زوال کی داستان تقریباً ساڑھے تیرہ سو سال پر محیط ہے۔ جس نسبت سے ہم خلافت سے دور ہوتے چلے گئے اس سے کئی گنا سُرعت سے ہم قعر ذلت و مسکنت میں لڑھکتے چلے گئے۔

اس حقیقت کو اچھی طرح از بر کر لیں کہ مسلمانوں کا اس دنیا میں عروج و زوال براہِ راست خلافت کے وجود و عدم سے منسلک ہے۔ جب خلافت قائم تھی دنیا میں غالب بھی ہم ہی تھے۔ جونہی خلافت سے قدرے روگردانی ہوئی، ہم بھی اسی نسبت سے نظامِ خلافت کی برکات سے محروم ہو گئے۔ پھر جب خلافت بے جان و برائے نام ہو گئی تو ہم اغیار کی غلامی اور کاسہ لیسی پر مجبور ہو گئے اور آج جب خلافت کا وجود ہے ہی نہیں ہم ہیں کہ کفار و مشرکین کے رحم و کرم پر۔ یعنی وہ ہیں ترقی یافتہ ممالک اور ہم ہیں تیسری دنیا کے ممالک۔ بیماری اور علالت کی تشخیص ہو چکی۔ ہماری جملہ گراوٹوں، ذلتوں اور مسکنتوں کی ایک ہی وجہ ہے اور وہ ہے دنیا میں اس وقت خلافت کا نہ ہونا۔ علاج بھی واضح کہ خلافت کی بحالی ہی سے ہم مسلمان اپنا کھویا ہوا مقام پھر حاصل کر سکتے ہیں۔ (خلافت راشدہ اور کتاب اللہ از چوہدری رحمت علی، ناشر خلافت پبلیکیشنز احمد منیر شہید روڈ اچھرہ لاہور۔ صفحہ 77-78)

خلافت کی ضرورت و اہمیت دانشوروں اور ملت اسلامیہ کے لیڈرز کی زبانی آپ نے مطالعہ فرمالی ہے۔ آخر پر حضرت مسیح موعودؑ کی ایک عظیم الشان پیش گوئی ملاحظہ فرمائیں۔ آپؑ فرماتے ہیں:

"دیکھو وہ زمانہ چلا آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا اس سلسلہ کی دنیا میں بڑی قبولیت پھیلائے گا اور یہ سلسلہ مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب میں پھیلے گا اور دنیا میں اسلام سے مراد یہی سلسلہ ہو گا۔ یہ باتیں انسان کی نہیں یہ اس خدا کی وحی ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔"
(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 182)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کا یہ ارشاد بھی ہمارے دوستوں اور بھائیوں کے لیے قابل غور ہے۔ حضورؒ فرماتے ہیں: آخری پیغام میرا یہی ہے کہ وقت کے امام کے سامنے سر تسلیم خم کرو خدا نے جس کو بھیجا ہے اس کو قبول کرو وہی ہے جو تمہاری سربراہی کی اہلیت رکھتا ہے... خدا کی قائم کردہ قیادت کے انکار کے بعد تمہارے لیے کوئی امن و فلاح کی راہ باقی نہیں، اس لیے واپس آؤ توبہ و استغفار سے کام لو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں خواہ معاملات کتنے ہی بگڑ چکے ہوں اگر آج تم خدا کی قائم کردہ قیادت کے سامنے سرتسلیم خم کر لو تو نہ صرف یہ کہ دنیا کے لحاظ سے تم ایک عظیم طاقت کے طور پر اُبھرو گے بلکہ تمام دنیا میں اسلام کے غلبہ نَو کی ایک ایسی عظیم تحریک چلے گی کہ دنیا کی کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکے گی...

اگر تم شامل ہو یا نہ ہو جماعت احمدیہ بہرحال تن من دھن کی بازی لگاتے ہوئے جس طرح پہلے اس راہ میں قربانیاں پیش کرتی رہی ہے آج بھی کر رہی ہے کل بھی کرتی چلی جائے گی اور آخری فتح کا سہرا پھر صرف جماعت احمدیہ کے نام لکھا جائے گا۔ پس آؤ اس مبارک سعادت میں تم بھی شامل ہو جاؤ۔
(خطبہ جمعہ فرمودہ 3۔ اگست 1990ء۔ خطبات طاہر جلد 9 صفحہ 449۔ ناشر طاہر فاؤنڈیشن ربوہ)

خلافتِ احمدیہ کی صدی کا قصہ جماعت احمدیہ کے معروف شاعر جناب عبدالکریم قدسی کی زبانی منظوم انداز میں ملاحظہ فرمائیں:

یہ ایک صدی کا قصہ ہے جو ہم پر بیتی گزری ہے
یہ صبر و رضا کی ہڈ بیتی جو اپنے خون سے لکھی ہے
یہ بچوں کا کوئی کھیل نہیں جو بازی ہم نے کھیلی ہے
یہ قربانی کی خوشبو ہے جو ایک صدی پر پھیلی ہے
خوشبو کے سفر کو روک سکے، دنیا کے بس کی بات نہیں
یہ ایک صدی کا قصہ ہے دو چار برس کی بات نہیں
یہ پھول خلافتِ حقہ کے سو برسوں بعد بھی تازہ ہیں
یہ امن، محبت، پیار، وفاؤں کے چہرے کا غازہ ہیں
یہ شہد سے بڑھ کر شیریں ہیں خوش شکل بے اندازہ ہیں
یہ روشنیوں کا رستہ ہیں یہ خوشبو کا دروازہ ہیں
یہ آزادی کے نغمے ہیں یہ قید و قفس کی بات نہیں
یہ ایک صدی کا قصہ ہے دو چار برس کی بات نہیں
یہ بات ہے دل کی دھڑکن کی ناقوس و جرس کی بات نہیں
یہ ایک صدی کا قصہ ہے دو چار برس کی بات نہیں

خاکسار اپنے مضمون کا اختتام حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خلافت کے حوالے سے ایک وجد آفرین ارشاد پر کرتا ہے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے صد سالہ جوبلی خلافتِ احمدیہ کے موقع پر عالم گیر جماعت احمدیہ کے نام ایک پُر معارف پیغام عطا فرمایا جس میں فرمایا:

یہ الٰہی تقدیر ہے۔ یہ اسی خدا کا وعدہ ہے جو کبھی جھوٹے وعدے نہیں کرتا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وہ پیارے جو آپ کے حکم کے ماتحت قدرت ثانیہ سے چمٹے ہوئے ہیں، انہوں نے دنیا پر غالب آنا ہے کیونکہ خدا ان کے ساتھ ہے۔ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ آج اس قدرت کو سو سال ہو رہے ہیں اور ہر روز نئی شان سے ہم اس وعدہ کو پورا ہوتے دیکھ رہے ہیں... پس ہر احمدی کا فرض ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کو قدرت ثانیہ سے چمٹ کر اپنی تمام استعدادوں کے ساتھ پورا کرنے کی کوشش کرے۔ آج ہم نے عیسائیوں کو بھی آنحضرت ﷺ کے جھنڈے تلے لانا ہے۔ یہودیوں کو بھی آنحضرت ﷺ کے جھنڈے تلے ......باقی صفحہ نمبر 40 پر......

بقیہ: تفسیر آیتِ استخلاف......از صفحہ نمبر 4

کی مخالفت کی وجہ سے ہی خلیفہ بنایا ہے ورنہ اگر وہ میری اتنی مخالفت نہ کرتے تو شاید میں خلیفہ نہ ہی بنتا۔ جب میرے دل میں خلافت کے متعلق کبھی خواہش نہ پیدا ہوئی جب مجھے اس کا کوئی خیال نہ تھا اس وقت ان لوگوں نے مجھے الزام دیا کہ یہ خلافت کے لیے کوشش کرتا ہے اس پر خدا تعالیٰ کی غیرت بھڑکی اور اس نے کہا یہ لوگ جس کو حقیر جانتے اور جس کے خلاف کوشش کرتے ہیں اسی کو خلیفہ بناؤں گا چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور پھر دکھا دیا کہ اس زمانہ خلافت میں جماعت ہر طرح سے ترقی کر رہی ہے۔ روحانیت میں ترقی کر رہی ہے۔ مال میں ترقی کر رہی ہے۔ اور وہ جس کے متعلق کہا جاتا تھا کہ بچہ ہے۔ اور جماعت کو تباہ کر دے گا۔ اسی کی نسبت مخالفین کا اور خیال ہے۔ حال ہی میں ایک صاحب کا خط آیا ہے وہ لکھتے ہیں میں نے ایک شخص کو تبلیغ کی وہ کہتا ہے اگر تمہارے موجودہ خلیفہ کے بعد بھی سلسلہ قائم رہا۔ تو میں بیعت کرلوں گا اس سے ظاہر ہے کہ جس کی نسبت کہا جاتا تھا کہ جماعت کو تباہ کردے گا۔ اسی کی نسبت مخالف یہ سمجھ رہے ہیں کہ اب سلسلہ اسی کی وجہ سے قائم ہے اس کے بعد سلسلہ قائم رہا۔ تو اسے سچا مان لیں گے۔ میں تو مر جاؤں گا لیکن میرے بعد جو حضرت مسیح موعودؑ کے قائم مقام ہوں گے ان کے متعلق اسی طرح کہا جائے گا کیونکہ جب تک خلافت رہے گی۔ یہ سلسلہ بھی قائم رہے گا۔ اور یاد رکھو کہ اگر یہ جڑ رہی تو سب کچھ رہے گا۔ اور ہماری جماعت دن بدن ترقی ہی کرتی رہے گی۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بعد میں آنے والے خلفاء پہلوں کی نسبت زیادہ قابلیت رکھیں گے کہ ان کے زمانہ میں زیادہ ترقی ہو گی۔ حضرت خلیفہ اول کے زمانہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس میں جماعت نے زیادہ ترقی کی اور اسی وجہ سے ایک نادان نے یہ لکھ دیا کہ مولوی صاحب مرزا صاحب سے بڑھ گئے۔ لیکن یہ غلط ہے اصل جماعت مسیح موعودؑ نے ہی قائم کی اور اس کا بیج ڈالا۔ آگے وہی بیج بڑھ رہا ہے اور اس سے پھل پیدا ہو رہے ہیں حضرت خلیفہ اوّل کے وقت بھی اسی بیج کے پھل پیدا ہوئے اور اب بھی جماعت جو ترقی کر رہی ہے اسی بیج کی وجہ سے ترقی کر رہی ہے جو مسیح موعود علیہ السلام نے ڈالا ہے۔

پس تم خوب یاد رکھو کہ تمہاری ترقیات خلافت کے ساتھ وابستہ ہیں اور جس دن تم نے اس کو نہ سمجھا اور اسے قائم نہ رکھا وہی دن تمہاری ہلاکت اور تباہی کا دن ہو گا لیکن اگر تم اس کی حقیقت کو سمجھے رہو گے اور اسے قائم رکھو گے تو پھر اگر ساری دنیا مل کر بھی تمہیں ہلاک کرنا چاہے گی تو نہیں کر سکے گی اور تمہارے مقابلہ میں بالکل ناکام و نامراد رہے گی جیسا کہ مشہور ہے اسفندیار ایسا تھا کہ اس پر تیر اثر نہ کرتا تھا تمہارے لیے ایسی حالت خلافت کی وجہ سے پیدا ہو سکتی ہے جب تک تم اس کو پکڑے رکھو گے تو کبھی دنیا کی مخالفت تم پر اثر نہ کر سکے گی۔ بے شک افراد مریں گے، مشکلات آئیں گی، تکالیف پہنچیں گی مگر جماعت کبھی تباہ نہ ہو گی بلکہ دن بدن بڑھے گی اور اس وقت تم میں سے کسی کا دشمنوں کے ہاتھوں مرنا ایسا ہی ہو گا جیسا کہ مشہور ہے کہ اگر ایک دیو کٹتا ہے تو ہزاروں پیدا ہو جاتے ہیں تم میں سے اگر ایک مارا جائے گا تو اس کی بجائے ہزاروں اس کے خون کے قطروں سے پیدا ہو جائیں گے۔

میں نے اس امر کے متعلق خدا تعالیٰ کی طرف سے بڑی عجیب باتیں مشاہدہ کی ہیں اور ایسے ایسے امور مشاہدہ کیے ہیں کہ جن کو خاص آنکھیں ہی دیکھ سکتی ہیں مگر یہ میری کسی فضیلت کی وجہ سے نہیں بلکہ اس مقام کی عزت کی وجہ سے میرے مشاہدہ میں آئے ہیں جس پر خدا نے مجھے کھڑا کیا ہے۔ بعض لوگ میری ذات کے ساتھ خصوصیت سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے میں صاف طور پر سنائے دیتا ہوں کہ محض کسی کی ذات سے تعلق رکھنے والے عموماً ٹھوکر کھایا کرتے ہیں میرے خیال میں تو انبیاء کی صفات بھی ان کے درجہ اور عہدہ کے لحاظ سے ہی ہوتی ہیں نہ کہ ان کی ذات کے لحاظ سے۔ پس تمہیں درجہ کی قدر کرنا چاہیے کسی کی ذات کو نہ دیکھنا چاہیے۔

میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص خلافت پر اعتراض کرتا ہے میں اسے کہتا ہوں اگر تم سچے اعتراض تلاش کر کے بھی میری ذات پر کرو گے تو خدا کی تم پر لعنت ہو گی اور تم تباہ ہو جاؤ گے کیونکہ جس درجہ پر خدا نے مجھے کھڑا کیا ہے اس کے متعلق وہ غیرت رکھتا ہے۔

دراصل اس مقام کی عزت کے لیے خدا تعالیٰ اس کے مخالفین کو تباہ کر دیتا ہے۔ دیکھو! پہلے خلفاء پر لعنت کرنے والے خود کس طرح لعنتوں کے نیچے آ گئے تم میں سے بھی اگر کوئی خلافت کی مخالفت کرے گا تو پکڑا جائے گا انہی کو دیکھ لو جو سلسلہ سے علیحدہ ہو گئے ہیں انہوں نے پہلے خلافت کا انکار کیا اور اس کے بعد اَور مسائل نکالے اور آخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے درجہ کا بھی انکار کر دیا۔ جھگڑے اور اختلاف کے طور پر پہلا سوال خلافت کا ہی اٹھا ہے مگر اس کی مخالفت کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہی لوگ جنہوں نے صفحے کے صفحے حضرت مسیح موعودؑ کی تائید میں لکھے تھے جیسا کہ مولوی محمد علی صاحب۔ انہوں نے مسیح موعودؑ کو نبی قرار دیتے ہوئے ایسے القاب دیے جو خود بھی مسیح موعودؑ نے اپنے متعلق نہیں لکھے مگر خلافت کا انکار کرنے کے بعد انہوں نے ہی کہا کہ اگر مرزا صاحب کی تحریروں سے ان کا نبوت کا دعویٰ نکل آئے تو ہم انہیں چھوڑ دیں گے اور عملی طور پر تو انہوں نے چھوڑ ہی دیا ہے۔ یہی حال ان کے ساتھیوں کا ہے یہ سب لوگ خلافت کا انکار کرنے کی وجہ سے جماعت سے نکل گئے آئندہ بھی اگر کوئی ایسا کرے گا تو نکل جائے گا اور مسیح موعودؑ کے سلسلہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں رہے گا۔

پس اس بات کو خوب اچھی طرح یاد رکھو کہ خلافت حبل اللہ ہے اور ایسی رسی ہے کہ اس کو پکڑ کر تم ترقی کر سکتے ہو اس کو جو چھوڑ دے گا وہ تباہ ہو جائے گا۔ آج غیر احمدیوں کو دیکھ لو تم ان سے بہت تھوڑے ہو تمہارے دشمن ان کی نسبت بہت زیادہ ہیں۔ تمہیں ہر طرح کی تکلیفیں پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے تم اگر حکومت کی خدمت و وفاداری کے طور پر کرتے ہو تو وہ تمہیں خوش آمدی سمجھتی ہے کہ تھوڑے ہیں کچھ نہیں کر سکتے اس لیے وفادار بنتے ہیں مگر تم دیکھو تمہارے دلوں میں کس قدر اطمینان ہے اس لیے تم سمجھتے ہو دنیا ہمارے مقابلہ میں کیا کر لے گی۔ اس کے مقابلہ میں ان لوگوں کو دیکھو جو جتھے والے ہیں مالدار ہیں بہت تعداد رکھتے ہیں وہ کس طرح کانپ رہے ہیں۔ اس سے اندازہ لگا لو کہ تم پر خدا کا کتنا بڑا فضل ہے اور یہ فضل خلافت کی وجہ سے ہی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلَيُبَدِّلَنَّهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِهِمۡ اَمۡنًا ؕ میں ان کے خوف کو امن سے بدل دوں گا۔ اسی وعدہ کے مطابق خدا نے تمہارے خوف کو امن سے بدل دیا ہے ورنہ تم چند لاکھ ہو کیا؟ اور وہ بھی غریب۔ پھر وہ جن کے مقابلہ میں سب لوگ کھڑے ہیں پھر مقابلہ کرنے والے اور وہ جو لاکھوں نہیں کروڑوں ہیں اور وہ بھی ایسے جو دولت مند اور مالدار ہیں اس صورت میں کیوں تمہارے دلوں میں اطمینان ہے اور تمہارے مخالف کانپ رہے ہیں اسی لیے کہ تم دامن خلافت سے وابستہ ہو اور وہ خلافت کے منکر ہیں اگر وہ بھی اس خلافت کو مانتے تو ان کے دل میں بھی امن ہوتا اور ان کا خوف بھی امن سے بدل جاتا تم جب تک اس نعمت کی ناشکری نہ کرو گے۔ تمہارا ہر خوف امن سے بدل دیا جائے گا۔ لیکن اگر اس کو چھوڑ دو گے تو تمہارا امن بھی اسی طرح خوف سے بدل جائے گا جس طرح ان کا بدل گیا ہے جنہوں نے خلافت کو چھوڑ دیا ہے۔

درس فرمودہ 2/ مارچ 1921ء

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسۡتَخۡلِفَنَّهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ كَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ۖ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے وعدہ کیا ہے ان لوگوں سے جو تم میں سے مومن ہوئے اور انہوں نے اعمال صالح کیے کس بات کا؟ اس بات کا کہ ضرور ضرور ان کو اسی طرح خلیفہ بناؤں گا جس طرح ان سے پہلوں کو بنایا۔

خدا تعالیٰ کی یہ سنت چلی آتی ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے سلسلوں کی حفاظت کے لیے سامان کیا کرتا ہے اور اس وقت تک اپنے بندوں کو بغیر حفاظت کے نہیں چھوڑتا جب تک بندے خود اُسے نہ چھوڑ دیں اور یہ ایک عجیب بات ہے کہ دنیا میں معشوق عشاق سے بے اعتنائی کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اور بندوں کے معاملہ میں اس سے الٹ ہوتا ہے۔ وہ حسین ہے اور سب حسینوں سے بڑھ کر حسین ہے۔ وہ کامل ہے اور وہی ایک ذات کامل اور بے عیب ہے مگر باوجود اس کے ہم دیکھتے ہیں لوگ ہی اسے چھوڑتے ہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے بے اعتنائی نہیں ہوتی۔ ہمیشہ بندے ہی خدا کو ترک کرتے ہیں اور وہ ہمیشہ ان کو اپنی طرف کھینچنے کے سامان کرتا رہتا ہے۔ اس کے لیے انبیاء بھیجتا ہے۔ یہ کیسی پاک اور مطہر جماعت ہوتی ہے اور کس قدر لوگوں کے لیے دکھ اور تکالیف اٹھاتی ہے اور ان کو خدا کے آستانے پر لا کر ڈال دیتی ہے۔ نبیوں کی زندگی بذات خود معجزہ ہوتی ہے۔ ان کی صداقت کے لیے کسی اَور نشان کی ضرورت نہیں ہوتی۔ نشان صرف ان لوگوں کے لیے ہوتے ہیں جو کہ کم فہم ہوتے ہیں۔ اور جو فہم و فراست رکھتے ہیں اُن کے لیے نہیں ہوتے۔ دیکھو حضرت ابو بکرؓ نے رسول کریمؐ کو کوئی نشان دیکھ کر نہیں مانا تھا۔ سفر سے واپس آ رہے تھے کہ کسی نے راستہ میں کہا کہ تمہارا دوست ''محمد'' (صلی اللہ علیہ وسلم) کہتا ہے میں نبی ہوں انہوں نے کہا اگر وہ یہ کہتا ہے تو سچ کہتا ہے کیونکہ اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور میں اس پر ایمان لاتا ہوں۔ دیکھو بغیر تحقیق اور بغیر کسی نشان دیکھے انہوں نے مان لیا۔ پھر اس زمانہ میں ہم حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کو دیکھتے ہیں۔ انہوں نے بھی مسیح موعودؑ کا کوئی معجزہ اور نشان نہیں دیکھا تھا۔ جب سنا کہ آپ نے دعویٰ کیا ہے تو انہوں نے مان لیا۔

رسول کریمؐ کے متعلق واقعات اور حالات تو محفوظ رکھے گئے ہیں مگر دوسروں کے محفوظ نہیں۔ اگر رکھے جاتے تو کئی ایسے نکلتے جنہوں نے بغیر کوئی نشان دیکھے آپ کو قبول کیا۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں اس زمانہ میں بھی کئی لوگوں نے حضرت مسیح موعود کو اسی طرح قبول کیا اور گو بعض نے بعد میں قبول کیا مگر جب انہیں پتہ لگا اسی وقت قبول کر لیا۔ ایسے آدمی اگرچہ بہت سے فوت ہو گئے ہیں لیکن اب بھی اگر تلاش کی جائے تو کئی ایسے نکل آئیں گے۔ جنہوں نے مسیح موعود علیہ السلام کے محض دعویٰ کو سن کر اور آپ کو دیکھ کر قبول کر لیا اور کوئی نشان نہ دیکھنا مانگا۔ اور پھر اندھا دھند قبول نہ کیا بلکہ عرفان اور ایقان کے ساتھ قبول کیا۔

تو ایک جماعت ایسی ہوا کرتی ہے جو نبی کو فوراً قبول کر لیتی ہے۔ کیونکہ انبیاء کی زندگی بجائے خود معجزہ اور نشان ہوتی ہے ان کے بعد اور وجود ہوتے ہیں اور وہ بھی خدا کی ہستی کے نشان ہوتے ہیں اور انبیاء اگر سورج کی طرح روشن ہوتے ہیں اور دنیا کو منور کرتے ہیں تو یہ بھی ستاروں کی طرح دنیا کو ہدایت کی چمک دکھا جاتے ہیں۔ یہ ہستیاں خلفاء کی ہوتی ہیں ان کو بھی اللہ تعالیٰ ہی منتخب کرتا ہے چنانچہ فرماتا ہے وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسۡتَخۡلِفَنَّهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ کہ مومنوں اور اعمال صالحہ رکھنے والوں سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ان کو زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ خلفاء دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو وحی خدا سے دنیا کی اصلاح کے لیے کھڑے کیے جاتے ہیں۔ دوم وہ خلفاء ہوتے ہیں جو مامور خلیفہ نہیں ہوتے۔ مگر ان کے لیے ان قابلیتوں کی ضرورت ہوتی ہے جو انتظامی ہوتی ہیں ان کے لیے ماموریت وحی اور الہام شرط نہیں ہوتی۔ ان کے لیے یہ شرط نہیں کہ خدا کے ایسے قریب ہوں کہ وحی نازل ہو۔ مگر یہ زائد بات ہو گی مجدد مامور تو بغیر وحی کے نہیں ہو سکے گا اور خلیفہ کو خدا مقرر کرے گا۔ مگر اس کے لیے وحی شرط نہ ہو گی۔ اس کے لیے یہی شرط ہے کہ وہ بے انصاف، ظالم، نفس پرست، لوگوں کا مال کھا جانے والا نہ ہو اور اس میں وہ باتیں پائی جائیں جو جماعت کے انتظام کے لیے ضروری ہیں جو شخص یہ خیال کرتے ہیں کہ مامور مرسل ہو تبھی خلیفہ ہو سکتا ہے یا جس کے پاس حکومت ہو وہ خلیفہ ہوتا ہے وہ نادان ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ حکومت ہی ایسی چیز نہیں ہے کہ جس کے لیے قوم کا شیرازہ بندھا رہنا ضروری ہے بلکہ اور بھی ایسے کام ہیں کہ جن میں حکومت دخل نہیں دیتی۔ مگر ان کے ذریعہ شیرازہ جماعت کی ضرورت ہوتی ہے مثلاً ہماری جماعت ہی ہے اس کی بہت سی انتظامی باتیں ایسی ہیں جن میں گورنمنٹ دخل نہیں دیتی۔ مگر ان کا انتظام کرنا ضروری ہوتا ہے۔

خلافت کے لیے خدا تعالیٰ ایسے لوگوں کو جن میں انتظام کی صلاحیت ہوتی ہے انتظام روحانی ہو یا جسمانی۔ ان کو منتخب کرتا ہے اور لوگوں کے دلوں میں یہ تحریک کرتا ہے کہ ان کی طرف مائل ہوں جیسا کہ حدیثوں میں آتا ہے۔ خدا تعالیٰ بعض آدمیوں کو پسند کرتا ہے اور قریب کے فرشتوں کو کہتا ہے میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تم بھی کرو وہ اگلے فرشتوں کو کہتے ہیں یہاں تک کہ تمام دنیا میں اس انسان کی محبت پھیلا دی جاتی ہے۔ اور نیک قلوب جن کا تعلق ملائکہ سے ہوتا ہے۔ وہ ادھر مائل ہو جاتے ہیں۔ یہ ذریعہ ہوتا ہے ان خلفاء کے قیام کا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو وحی اور الہام نہیں ہوتا تھا۔ مگر خدا نے لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دیا۔ اور تمام طبائع نے سمجھ لیا کہ اب اگر اسلام کا قیام ہے۔ تو ابو بکرؓ کے ذریعہ ہی ہے اور انہوں نے انہیں قبول کر لیا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ کے دل میں خدا تعالیٰ نے ڈالا کہ میرے بعد عمرؓ کے ذریعہ اسلام قائم رہ سکتا ہے۔ اس لیے ان کو نامزد کر دیا پھر ان لوگوں کے دلوں میں جنہیں حضرت عمرؓ نے مقرر کیا۔ خدا نے یہ ڈالا کہ عثمانؓ کے ذریعہ اسلام کو استحکام ہو گا اس لیے

ان کو خلیفہ چن لیا۔ اسی طرح حضرت علیؓ خلیفہ مقرر ہوئے۔ ان کے خلاف لوگوں نے تلوار اٹھائی۔ مگر ایسے لوگ بھی خلافت کے متعلق اعتراف کرتے تھے کہ اگر اور باتیں طے ہو جائیں تو ہم انہیں خلیفہ ماننے کے لیے تیار ہیں۔

پھر حضرت مسیح موعود کے وقت میں ہم دیکھتے ہیں اسی طرح خلافت قائم ہوئی اور جتنے کام حکومت سے تعلق نہیں رکھتے۔ وہ سارے کے سارے خواہ دینی ہوں یا دنیوی اس میں آ جاتے ہیں جب حضرت مولوی صاحب خلیفہ ہونے لگے۔ تو کس طرح خدا تعالیٰ نے لوگوں کو ان کی طرف جھکا دیا۔ حضرت خلیفہ اوّل کا خیال تھا۔ اور ہم نے بھی سنا ہوا تھا کہ اب قریش سے خلیفہ نہیں ہوسکتا لیکن جب آپ یہ خیال رکھتے تھے کہ میں قریش سے ہوں اور میرا خلیفہ ہونا ناممکن ہے اس وقت خدا تعالیٰ نے ان لوگوں سے ان کی خلافت کی تائید کرا دی۔ اور ان کے آگے جھکا دیا جو بعد میں خلافت کے منکر ہو گئے۔ ان لوگوں نے یعنی مولوی محمد علی اور خواجہ کمال الدین وغیرہ نے اپنے دستخطوں سے اعلان کیا کہ حضرت مرزا صاحب کے بعد مولوی نور الدین صاحب خلیفہ اوّل ہیں اور ان کی اطاعت ہم سب کے لیے ضروری ہے جیسی کہ حضرت مرزا صاحب کی تھی۔

جو لوگ اس زمانہ کے حالات جانتے ہیں انہیں معلوم ہو گا کہ مولوی محمد علی صاحب کو حضرت خلیفہ اوّلؓ سے اس قدر نقار تھا کہ جس مجلس میں آپ بیٹھتے اس میں مولوی محمد علی صاحب بیٹھنا پسند نہیں کرتے تھے مگر انہی کو خلیفہ ماننا یہ خدا کا ہی تصرف تھا۔

پھر حضرت خلیفہ اوّلؓ کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح خلیفہ بنا عام طور پر لوگوں کو گذشتہ باتیں بھول جاتی ہیں اور بعض نئے آدمی ہوتے ہیں اس لیے پھر سناتا ہوں تا کہ یہ باتیں ان لوگوں میں گڑ جائیں۔

حضرت خلیفہ اوّلؓ کے آخری ایام میں ایسا اختلاف رونما ہو گیا تھا کہ سب سمجھتے تھے کہ اس کا مٹنا مشکل ہے چونکہ ذاتیات کے اختلاف بدل کر مسائل میں اختلاف شروع ہو گیا تھا اس لیے اس کا دور ہونا مشکل نظر آتا تھا جب حضرت خلیفہ اول کی حالت بہت نازک ہو گئی تو طبعاً خیال پیدا ہوا کہ کیا کرنا چاہیے چونکہ خلیفہٗ اوّلؓ کی زندگی میں اس بات کی تعین کہ فلاں خلیفہ ہو شرعاً ناجائز تھی اس لیے ہم میں یہ تو سوال نہیں اٹھتا تھا کہ کون خلیفہ ہو مگر یہ ضرور اٹھتا تھا کہ کن میں سے ہو۔ مکرمی مولوی سید سرور شاہ صاحب اور میں ان دنوں سیر کو جایا کرتے تھے ان سے یہی تذکرہ ہوتا کہ بڑا فتنہ ہو گا۔ اس کے روکنے کے لیے کیا ہو ان کی طرف سے یہی کہا جاتا تھا کہ ہم کسی ایسے شخص کی بیعت کس طرح شرعی طور پر کر سکتے ہیں جو حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کا منکر ہو اور آپ کے درجہ کو گھٹاتا ہو اور میں یہی کہا کرتا کہ گو یہ اختلاف بہت بڑا ہے مگر اجتہاد پر ہے اور اگر ہم میں سے کوئی خلیفہ ہوا تو وہ لوگ نہیں مانیں گے اور اختلاف بہت زیادہ بڑھ جائے گا اس لیے جماعت کے اتحاد کے لیے یہ اجتہادی اختلاف گوارا کر لینا چاہیے۔ غرض ایک لمبے عرصہ کی بحث و مباحثہ کے بعد میں نے ان کو اس بات کے لیے تیار کر لیا کہ ان لوگوں میں سے جو خلیفہ ہو گا اس کی ہم بیعت کر لیں گے۔ اس کے بعد میں نے حافظ روشن علی صاحب اور نواب صاحب اور دوسرے بڑے بڑے اصحاب کو ایک ایک کر کے اعتراف کرا لیا کہ ہم ان میں سے کسی کی بیعت کر لیں گے۔

جب حضرت خلیفہٗ اوّلؓ فوت ہو گئے۔ تو میں نے گھر کے سب آدمیوں کو جمع کر کے حالات بتائے اور کہا کہ جماعت کی ابتدائی حالت ہے اور گو ہم میں اور ان لوگوں میں اختلاف بڑا ہے۔ مگر فتنہ کو مٹانے کے لیے ہمیں ان میں سے کسی کی بیعت کر لینی چاہیے۔ بہتوں کی رائے تھی کہ جب عقائد کا اختلاف ہے تو ہم ان میں سے کسی کو خلیفہ کس طرح مان سکتے ہیں لیکن میں نے ان کو منوا لیا کہ اوّل تو اس بات کی کوشش کی جائے کہ ایک ایسا شخص خلیفہ ہو جس کے عقائد کا اظہار نہیں ہوا لیکن اگر اس میں کامیابی نہ ہو تو ان میں سے جو خلیفہ ہو اسے ہم مان لیں اور اس کی بیعت کر لیں تا کہ جماعت میں اختلاف نہ ہو اور فتنہ پیدا نہ ہو۔

اس کے بعد مولوی محمد علی صاحب سے میری گفتگو ہوئی۔ میں مطمئن تھا کہ ان کی بیعت کر لوں گا اور کوئی فتنہ نہ ہو گا۔ انہوں نے مجھے لکھا کہ میں آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں میں نے کہا آیئے پھر باہر چلیں۔ وہ میرے ساتھ باہر چلے اور باتیں شروع ہوئیں۔ انہوں نے کہا ابھی خلیفہ کا انتخاب نہ کیا جائے اور لوگوں کا انتظار کیا جائے۔ جب سب لوگ باہر سے آ جائیں تو پھر یہ سوال اٹھایا جائے۔ میں نے کہا کہ ایک دو دن تک لوگوں کے آنے کا انتظار کیا ہی جائے گا۔ اس وقت اس کا فیصلہ ہو جائے۔ انہوں نے کہا اتنی جلدی کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ چند ماہ تک یونہی کام چلے۔ پھر دیکھا جائے گا۔ میں نے کہا اگر اس قدر عرصہ خلیفہ کے بغیر کام چل سکتا ہے اور اس طرح جماعت کا گزارہ ہو سکتا ہے تو پھر ساری عمر بھی ہو سکتا ہے۔ میری تو یہی رائے ہے کہ جلدی اس بات کا فیصلہ ہو جانا چاہیے۔ انہوں نے کہا اگر جلدی کی گئی تو جماعت میں تفرقہ پڑ جائے گا۔ میں نے کہا تفرقہ کیوں پڑے گا ممکن ہے خلیفہ آپ کا ہم خیال ہو۔ انہوں نے کہا اگر خلیفہ ہمارا ہم خیال ہوا تو آپ کے ہم خیال لوگ اسے نہ مانیں گے۔ میں نے کہا کیوں نہ مانیں گے۔ اصل مقصد تو اتحاد ہے۔ اور وہ ضرور مان لیں گے۔ اس پر انہوں نے کہا یہ تو خیالی بات ہے کہ خلیفہ ہمارا ہم خیال ہو گا اگر آپ کا ہم خیال ہوا تو پھر کیا ہو گا۔ میں نے کہا جس طرح ہم آپ کے ہم خیال خلیفہ کو ماننے کے لیے تیار ہیں۔ اسی طرح آپ کو اور آپ کے ہم خیالوں کو اس بات کے لیے تیار ہونا چاہیے۔ کہ اگر خلیفہ ہمارا ہم خیال ہو۔ تو وہ مان لیں انہوں نے کہا اگر آپ کا ہم خیال خلیفہ ہوا تو وہ کہے گا غیر احمدی کو کافر کہو۔ ہم اس بات کو کیونکر مانیں گے۔ میں نے کہا ہر مجلس میں کون کسی کو کافر کافر کہتا پھرتا ہے۔ یہ تو جب مسئلہ چھڑے تب کہا جائے گا۔ میں نے کہا اس وقت یہ بحث نہیں ہونی چاہیے کہ خلیفہ ہو یا نہ ہو۔ بلکہ یہ ہونی چاہیے کہ کون ہو۔ آپ ہی اس منصب کے لیے کوئی آدمی پیش کریں۔ میں اس کی بیعت کرنے کے لیے تیار ہوں تا کہ جماعت کا اتحاد قائم رہے۔ مگر اس گفتگو سے کوئی فیصلہ نہ ہوا اور تجویز ہوئی کہ مزید گفتگو دوستوں سے مشورہ لینے کے بعد پھر ہو۔ دوسرے دن وہ مع چند اور دوستوں کے آئے اور انہوں نے اس بات پر بڑا زور دینا شروع کیا کہ خلافت جائز ہے یا نہیں۔ میں چونکہ فیصلہ کر چکا تھا کہ مولوی محمد علی صاحب کی بیعت کر لوں گا۔ میں نے کہا آپ لوگ اس پر اتنا زور کیوں دیتے ہیں یہ دیکھیں کہ خلیفہ کون ہوتا ہے۔ باہر چل کر لوگوں میں اس سوال کو پیش کریں پھر دیکھیں کیا فیصلہ ہوتا ہے۔ ان کی طرف سے کہا گیا پہلے یہ فیصلہ ہو جانا چاہیے کہ کوئی خلیفہ نہ ہو میں نے کہا اگر آپ لوگ اسی پر زور دیتے ہیں تو جماعت میں پیش کر دیں۔ اس وقت مولوی محمد علی صاحب کے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔ میاں صاحب! آپ اس لیے خلافت پر زور دیتے ہیں کہ آپ جانتے ہیں کس نے خلیفہ ہونا ہے ہم میں سے تو کوئی خلیفہ ہو نہیں سکتا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ

غرض آخر وقت تک میں نے یہی چاہا کہ وہ سوال اٹھائیں کہ خلیفہ کون ہو اور جب وہ کسی کو پیش کریں گے تو میں اس کی بیعت کر لوں گا۔ اور اس پر اگر سارے کے سارے نہیں تو ان لوگوں کا کثیر حصہ جو مجھ سے تعلق رکھتے تھے بیعت کر لیتے اور آج جو نقشہ تمہیں نظر آ رہا ہے یہ بدلا ہوا ہوتا۔ مگر خدا جو کام کرنا چاہے اسے کون روک ہو سکتا ہے اس لیے وہی ہوا جو خدا کو منظور تھا۔

فتنہ کو دیکھ کر میں نے حضرت خلیفہ اوّل کی بیماری کے آخری دنوں میں ارادہ کیا کہ یہاں سے چلا جاؤں۔ اور جب کوئی فیصلہ ہو جائے تو آ جاؤں۔ یہ ارادہ کر کے میں نواب صاحب کی کوٹھی سے جہاں حضرت مولوی صاحب تھے گھر آیا اور جس طرح وداع ہوتے ہیں اس طرح گھر سے وداع ہو کر پھر نواب صاحب کی کوٹھی پر آیا۔ مگر حضرت مولوی صاحب نے سارا دن مجھے اپنے پاس بٹھائے رکھا اور خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے دل میں ڈالا گیا کہ اس دن میں نہ جاؤں دوسرے دن جمعہ تھا میں جمعہ پڑھ کے کوٹھی کی طرف چلا جا رہا تھا کہ خبر آئی مولوی صاحب فوت ہو گئے ہیں۔

غرض جتنی ممکن صورتیں تھیں۔ ان کے ذریعہ میں نے یہی چاہا کہ ان میں سے کوئی خلیفہ ہو اور میں اس کی بیعت کر لوں تا کہ فتنہ نہ ہو۔ مگر انہوں نے خلافت کا ہی انکار کر دیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ انسانی تدبیروں سے خلیفہ بن گیا۔ میں کہتا ہوں اگر انسانی تدبیروں کے ذریعہ کسی نے خلیفہ بننا ہوتا تو مولوی محمد علی صاحب بنتے۔ کیونکہ جس کو خدا نے خلیفہ بنایا وہ بھی اپنا سارا زور لگا رہا تھا کہ وہ خلیفہ بنیں۔ اس بات کے بیسیوں شاہد موجود ہیں کہ میں نے اصرار کر کے ان سے منوایا کہ جھگڑے کو مٹانے کے لیے ہمیں مولوی محمد علی صاحب کی بیعت کر لینی چاہیے۔ لیکن ہم نے جو خیال کیا اور جس کے لیے کوشش کی وہ خلیفہ نہ ہوا۔ کیونکہ خدا کے نزدیک وہ ہونے کے قابل نہ تھا۔

اس وقت ان لوگوں کی ایسی حالت ہوئی کہ ماسٹر عبد الحق صاحب مرحوم تو اس وقت ان کے ساتھ تھے مگر بعد میں انہوں نے بیعت کر لی تھی۔ وہ کہتے کہ ان لوگوں نے کوشش کی کہ سید حامد علی شاہ صاحب کی چالیس آدمیوں سے بیعت کرا کے اسے خلیفہ بنا دیں۔ مگر اڑھائی ہزار کے قریب مجمع سے انہیں چالیس آدمی بھی نہ ملے۔ اور اس میں بھی انہیں ناکامی ہوئی۔

ان واقعات سے ظاہر ہے کہ خلیفہ خدا ہی بناتا ہے حتّٰی کہ اس کا بھی اس میں کچھ دخل نہیں ہوتا جسے خدا منتخب کرتا ہے۔ میں نے پورا زور لگایا کہ میں خلیفہ نہ بنوں۔ اور اس وقت کی حالت جن لوگوں نے دیکھی ہے وہ جانتے ہیں کہ میں اس وقت بیعت لینے سے انکار کر رہا تھا۔ مگر اس وقت اس طرح ہجوم کر کے لوگ مجھ پر گر رہے تھے کہ اگر میں اصرار کرتا تو یقیناً ان کے درمیان کچلا جاتا۔

یہ واقعات ہیں جن سے ظاہر ہے کہ خلفاء خدا ہی بناتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ تم سے خدا کا یہ وعدہ ہے اور وعدہ نہیں ٹلا کرتا۔ اللہ وعدہ کرتا ہے مومنوں اور عمل صالح کرنے والوں سے کہ جن کے اعمال مامور بننے کے قابل ہوں گے۔ ان کو مامور بنائے گا۔ اور جن کے اعمال غیر مامور خلیفہ بننے کے قابل ہوں گے ان کو ایسا ہی خلیفہ بنائے گا خدا قسم کھا کر فرماتا ہے کہ ان کو ایسا ہی خلیفہ بنائے گا۔ جیسے ان

سے پہلے تھے۔ اور حضرت مسیح موعود نے لکھا ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے کہ ہر نبی کے بعد **خلیفے** بناتا ہے اور رسول کریم ﷺ بھی یہی فرماتے ہیں۔

پھر فرماتا ہے ان خلفاء کی خصوصیت یہ ہو گی کہ وَ لَیُمَکِّنَنَّ لَہُمۡ دِیۡنَہُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَہُمۡ وہ جس دین پر قائم ہوں گے خدا اسے دنیا میں قائم کرے گا۔

اس وقت یہ بات کس قدر زبردست طور سے پوری ہو رہی ہے۔ اس وقت کہا جاتا تھا کہ جماعت ٹوٹ کر تباہ ہو جائے گی۔ ہم کہتے ہیں ہمارے دشمنوں کا اقرار موجود ہے کہ جو عقائد تم منوانا چاہتے ہو یہ دنیا نہیں مان سکتی اور ان سے مخالفت بھڑک اٹھے گی۔ ہم کہتے ہیں یہی تو ثبوت ہے اس بات کا کہ خلافت خدا کی طرف سے ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کہتا ہے لوگ تو ان باتوں کا انکار کریں گے۔ لیکن میں انہیں منواؤں گا اور اب دیکھ لو ہم دنیا سے وہی بھڑکانے والے عقائد کس طرح منوا رہے ہیں اور وہ لوگ نہ بھڑکانے والے عقائد منوانے میں کیسے ناکام ہو رہے ہیں یہ بات کیا ہے؟ کہ لوگ ماریں کھانا پسند کرتے لوگوں کو اپنا مخالف بنا لینا پسند کرتے ان کے طرح طرح کے دکھ اور تکالیف اٹھانا پسند کرتے ہیں اور ان عقائد کو مان رہے ہیں۔ کوئی طاقت ہے جو انہیں منوا رہی ہے اور یہ وہی طاقت ہے جس کے متعلق خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ خلفاء کا جو دین ہو گا وہ میں لوگوں سے منواؤں گا۔ پس جس طرح پہلے خلفاء کو ماننے والے بڑھتے رہے۔ اسی طرح اب بڑھ رہے ہیں چنانچہ خلفاء کو ماننے والے اہلسنت سب فرقوں سے زیادہ تھے حالانکہ ان کے لیے دوسروں کی نسبت مشکلات بھی زیادہ تھیں۔ پھر اس زمانہ میں جو دقتیں اور تکلیفیں اور جس قدر قربانیاں ان لوگوں کو کرنی پڑتی ہیں جو ہمارے ساتھ شامل ہوتے ہیں ویسی خلافت کے منکروں کے ساتھ ملنے والوں کو نہیں کرنی پڑتیں۔ مگر باوجود اس کے ہمارے ساتھ ایک سال میں جتنے لوگ شامل ہوتے ہیں اتنے ان کے ساتھ پانچ چھے سال میں بھی نہیں ہوئے یہ بھی چھوڑ کر کسی تین ماہ کے عرصہ میں جتنے لوگ ہماری جماعت میں داخل ہوئے ہیں اتنے ان کے ساتھ سات سال میں بھی نہیں ہوئے۔ یہ بات کیا ہے یہی کہ خدا ان کے لیے اس دین کو پسند کرتا ہے جو اس کے بنائے ہوئے خلیفہ کا دین ہے اور لوگوں کو سمجھاتا ہے کہ اس کا دین سچا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ خلفاء کو فقہی مسائل میں بھی غلطی نہیں لگتی۔ ایسے مسائل میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو بھی غلطی لگ جاتی تھی۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اصولی عقائد ان کے سچے ہوتے ہیں ان میں انہیں کوئی غلطی نہیں لگتی۔ فرمایا۔ وَ لَیُمَکِّنَنَّ لَہُمۡ دِیۡنَہُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَہُمۡ قائم کر دے گا۔ ان کا وہ دین جو خدا نے ان کے لیے چنا۔

کیا ہی زوردار بات بیان فرمائی ہے اوّل قسم کھا کر کہا ہے کہ میں انہیں خلیفہ بناؤں گا پھر یہ فرماتا ہے کہ میں ان کی خاطر ان کے دین کو قائم کر دوں گا۔ دین تو خدا تعالیٰ کا اپنا ہے اور جو اسے مانتا ہے وہ خود فائدہ اٹھاتا ہے مگر یہاں خدا تعالیٰ فرماتا ہے ہم یہ کام ان کی خاطر کریں گے اس میں ان کی عظمت بیان فرمائی ہے کہ ان کے لیے ہم ایسا کریں گے۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ خدا ہی کے چنے ہوئے دین پر ہوتے ہیں۔

دوسری بات ان خلفاء کے لیے خدا تعالیٰ یہ کرتا ہے کہ وَ لَیُبَدِّلَنَّہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِہِمۡ اَمۡنًا ؕ خوف ان کے رستے میں آتے ہیں مگر جب آتے ہیں تو خدا کے فضل سے امن کے ساتھ بدل جاتے ہیں۔

ہمارے سامنے کیسے کیسے خوف آتے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ ان کو امن سے بدلنے کے ایسے ایسے سامان پیدا کر دیتا ہے کہ جنہیں دیکھ کر حیرت آتی ہے اور میں نے تو دیکھا ہے وہی دن جو میرے لیے انتہائی مشکلات کا دن ہوتا ہے وہی انتہائی خوشی کا ہو جاتا ہے مجھے گھبراہٹ اسی بات پر آیا کرتی ہے کہ انتہائی مشکلات کا دن کیوں نہیں آتا۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ کوئی دن جس میں مجھے انتہائی دکھ اور تکلیف کا احساس ہوا ہو۔ وہ نہیں ختم ہوا کہ وہ تکلیف دور نہ ہو گئی ہو۔ اور اس کا مجھے ایسا تجربہ ہے کہ کوئی استثنائی صورت بھی نظر نہیں آتی۔ پہلے زمانہ کی نسبت اس زمانہ میں خدا تعالیٰ بہت جلد ہی خوف کی حالت کو امن سے بدل دیتا ہے شاید ہماری کمزوریوں اور مشکلات کی کثرت کی وجہ سے ایسا کرتا ہے۔

کہتے ہیں حضرت عثمانؓ کے وقت خوف امن سے نہیں بدلا تھا۔ مگر یاد رکھنا چاہیے یہاں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ۪ وَ لَیُمَکِّنَنَّ لَہُمۡ دِیۡنَہُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَہُمۡ وَ لَیُبَدِّلَنَّہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِہِمۡ اَمۡنًا تمام ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں سے یہ وعدہ ہے۔ اور ان کے لیے خدا نے اس کو نعمت قرار دیا ہے۔ لیکن جب وہ لوگ جنہیں نعمت دی جائے خود اس کی بے قدری کریں۔ تو ان سے نعمت لے لی جاتی ہے یہاں خوف سے مراد باہر کے لوگوں کا پیدا کردہ خوف ہے اور ان کے پیدا کردہ خوف کو دور کرنے کا خدا نے وعدہ کیا ہے لیکن اگر وہ لوگ جن پر یہ نعمت کی گئی خود خوف پیدا کریں تو ان کا اس نعمت کو رد کرنا ہو گا اور جب وہ رد کریں گے تو ان سے چھین لی جائے گی۔

سیاق سباق آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ باہر کے لوگوں کا پیدا کردہ خوف ہے جس کو امن سے بدل دینے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ حضرت عثمانؓ کے وقت خوف پیدا کرنے والے باہر کے لوگ نہیں تھے۔ بلکہ اندر ہی کے تھے اور ان کو حضرت عثمانؓ نے کہہ دیا تھا کہ اگر تم مجھے قتل کرو گے تو پھر قیامت تک تم میں امن قائم نہ ہو گا چنانچہ ایسا ہی ہوا جب تک خدا کا ایک نبی نہ آ گیا اور اس طرح قیامت نہ ہو گئی اس وقت تک امن قائم نہ ہوا اور بے امنی پیدا کرنے والوں کو کاٹ کاٹ کر نکال دیا گیا۔

پھر اس وقت حضرت عثمانؓ کو کسی قسم کا خوف نہیں تھا۔ چنانچہ جب ان کے گھر میں دشمن کود کر گئے اور محمد بن ابی بکر نے آگے بڑھ کے ان کی ڈاڑھی پکڑی تو اس وقت آپ قرآن کریم پڑھ رہے تھے اس کی طرف نظر اٹھا کے دیکھا اور صرف اتنا کہا اگر اس وقت تیرا باپ ہوتا تو تُو اس طرح نہ کرتا اور پھر قرآن کریم پڑھتے رہے اور نظر اٹھا کے بھی نہ دیکھا اور کہا رات رسول کریم ﷺ تشریف لائے تھے اور مجھے فرمایا تھا آج کا روزہ ہمارے ساتھ ہی کھولنا۔ تو حضرت عثمانؓ قرآن پڑھتے ہوئے حضرت رسول کریم ﷺ کے ساتھ روزہ کھولنے کی خوشی میں شہید ہوئے اور انہیں اس وقت بھی کوئی خوف نہ تھا یہی حال ہم حضرت علیؓ کا دیکھتے ہیں۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَ لَیُبَدِّلَنَّہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِہِمۡ اَمۡنًا جب دشمن دیکھیں گے کہ خلفاء کی باتیں دنیا میں قائم ہو رہی ہیں ان کا دین پھیل رہا ہے تو حملے پر حملہ کریں گے لیکن خدا ان کے حملوں کو رد کر دے گا اور اپنے مقرر کردہ خلفاء کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔ کسی کی طاقت نہیں ہو گی کہ ان کے امن کو چھین سکے۔

پھر یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گے۔ آج جو لوگ کہتے ہیں کہ گدّی قائم ہو گئی ہے وہ غور کریں کہ خدا تعالیٰ کہتا ہے ایسا نہیں ہو سکتا۔

وَ مَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اتنی بڑی نعمت جو ہم نازل کریں گے کہ ایسے خلیفے بنائیں گے جو انتظام قائم رکھیں گے۔ ان کے خلاف جو لوگ کھڑے ہوں گے ہم انہیں اپنی رعایا میں سے کاٹ دیں گے۔ وہ خارج عن الاطاعت ہوں گے۔

غیر مبایعین کہا کرتے ہیں۔ فاسق کے معنے خارج عن الاطاعت کہاں ہیں۔ لیکن یہ اس کے یقینی اور بالکل صحیح معنی ہیں۔

وَ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ اور قائم کرو نمازوں کو اور دو زکوٰۃ اور اطاعت کرو رسول کی تا کہ تم پر رحم کیا جائے (یعنی یہ جو اتنی بڑی نعمت ہے یہ تمہیں حاصل ہو جائے)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی لکھا ہے کہ تم سب مل کر قدرت ثانی کی آمد کے لیے دعائیں کرو۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے تم دعائیں کرو۔ نمازیں پڑھو۔ صدقے دو تا کہ خلافت کا سلسلہ قائم رہے۔

لَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مُعۡجِزِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ ۚ وَ مَاۡوٰىہُمُ النَّارُ ؕ وَ لَبِئۡسَ الۡمَصِیۡرُ

یہ مت خیال کرو کہ کفار تم پر غلبہ پالیں گے۔ (جب تک خلافت کا سلسلہ جاری رہے گا) وہ تمہیں مٹا نہیں سکیں گے۔ اور ان کا ٹھکانا آگ ہو گا۔

تم لوگ بھی اس بات کو خوب اچھی طرح یاد رکھو تا کہ تم کو بھی کوئی نہ مٹا سکے۔ اور جو مٹانے کے لیے اٹھے وہ خود مٹ جائے۔

(درس قرآن مجید سورۃ النور و سورۃ الفرقان صفحہ 67 تا 84)

(مرسلہ: حبیب الرحمٰن زیروی)

گلزارِ خلافت

اے کاش میسّر ہو دیدار خلافت کا!
جی بھر کے کبھی دیکھوں دربار خلافت کا!

صد رنگ ہیں پھول اس میں چشمے ہیں گھنا سایہ
جنت کے مشابہ ہے گلزار خلافت کا

گرداب میں گھِر جائے حق والوں کی جب کشتی
کرتا ہے خدا بیڑہ خود پار خلافت کا

اُس آنکھ پہ کھلتے ہیں اسرار خداوندی
وہ آنکھ جو کرتی ہے دیدار خلافت کا

ابلیس کا پڑھ قصہ عبرت کی نگاہوں سے!
لعنت ہی سراسر ہے انکار خلافت کا

مسرور کا ہالہ ہے آفاق کو اب گھیرے
اس چاند میں تاباں ہے وہ یار خلافت کا

مل جائیں گی سب خبریں اس عرش معلیٰ کی!
پڑھ چشم بصیرت سے اخبار خلافت کا

خورشید کے پرتو سے ہے چاند کی تابانی
اللہ کا پرتو ہے اظہار خلافت کا

صد رنگ سدا اس پر انوار برستے ہیں
ہے جلوہ گہِ یزداں مینار خلافت کا

دربانی پہ نازاں ہیں لاریب فرشتے بھی
آ دیکھ ذرا تو بھی دربار خلافت کا!

فطرت کے تقاضوں کو اب وہ بھی سمجھتے ہیں
دم بھرنے لگے سارے اغیار خلافت کا

دنیا میں کہاں طاقت تعمیرِ خلافت کی
اسلام خدا خود ہے معمار خلافت کا!

(عبدالسلام اسلام)

(شیخ محمد احمد صاحب پانی پتی)

خلافت کی عظیم الشّان برکات

”مجھے ان لوگوں کی باتوں پر تعجب آتا ہے جو چاہتے ہیں کہ خلافت ختم ہو جائے۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر خلافت جاتی رہی تو یہ لوگ ہر خیر و برکت سے محروم ہو جائیں گے اور اس کے بعد پوری طرح ذلیل ہو جائیں گے پھر وہ محرومی میں یہودیوں یا عیسائیوں کی طرح ہوں گے اور سب گمراہ ہونے میں برابر ہوں گے۔“ (تاریخ ابن اثیر جلد 3 صفحہ 73)

قرآن شریف کی تعلیم اور سلسلۂ رسالت کی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ دنیا میں کسی رسول اور نبی کو بھیجتا ہے تو اس سے اس کی غرض یہ نہیں ہوتی کہ ایک آدمی دنیا میں آئے اور ایک آواز دے کر واپس چلا جائے بلکہ ہر نبی اور رسول کے وقت خدا تعالیٰ کا منشا یہ ہوتا ہے کہ دنیا میں ایک تغیر اور انقلاب پیدا کرے اور ایک نئی زمین اور نئے آسمان کی بنیاد رکھے لیکن اس کے لیے ظاہری اسباب کے ماتحت ایک لمبے نظام اور مسلسل جد و جہد کی ضرورت ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ کی ہمیشہ سے یہ سنت چلی آئی ہے کہ وہ نبی کے ہاتھ سے صرف تخم ریزی کا کام لیتا ہے اور اس تخم ریزی کو انجام تک پہنچانے کے لیے نبی کی وفات کے بعد اس کی جماعت میں سے قابل اور اہل لوگوں کو یکے بعد دیگرے اس کے جانشین بنا کر اس کے کام کی تکمیل فرماتا ہے۔ یہ جانشین اسلامی اصطلاح میں خلیفہ کہلاتے ہیں۔ نظامِ خلافت میں نبی کے کام کی تکمیل کے علاوہ ایک حکمت یہ بھی مدنظر ہوتی ہے کہ تا جو دھکا نبی کی وفات کے وقت نبی کی نئی نئی جماعت کو لگتا ہے جو ایک ہولناک زلزلہ سے کم نہیں ہوتا اس میں جماعت کو سنبھالنے کا انتظام رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسی امر کو نہایت لطیف رنگ میں اس طرح پیش فرماتے ہیں:

یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور اُن کو غلبہ دیتا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِيۡ اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشا ہوتا ہے کہ خدا کی حجت زمین پر پوری ہو جائے اور اس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے اسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ اُن کی سچائی ظاہر کر دیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اُس کی تخم ریزی انہیں کے ہاتھ سے کر دیتا ہے۔ لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن اور تشنیع کا موقع دے دیتا ہے۔ اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر نا تمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے (1) اوّل خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے۔ (2) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردّد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے

(روحانی خزائن جلد 20۔ الوصیت صفحہ 304)

اسی طرح ایک اَور جگہ فرماتے ہیں:

صوفیاء نے لکھا ہے کہ جو شخص کسی شیخ یا رسول یا نبی کے بعد خلیفہ ہونے والا ہوتا ہے تو سب سے پہلے خدا کی طرف سے اس کے دل میں حق ڈالا جاتا ہے۔ جب کوئی رسول یا مشائخ وفات پاتے ہیں تو دنیا پر ایک زلزلہ آ جاتا ہے اور وہ ایک بہت ہی خطرناک وقت ہوتا ہے۔ مگر خدا کسی خلیفہ کے ذریعہ اسے مٹاتا ہے اور پھر گویا اس امر کا از سرِ نو اس خلیفہ کے ذریعے اصلاح و استحکام ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیوں اپنے بعد خلیفہ مقرر نہ کیا؟ اس میں بھی یہی بھید تھا کہ آپؐ کو خوب علم تھا کہ اللہ تعالیٰ خود ایک خلیفہ مقرر فرمائے گا کیونکہ یہ خدا ہی کا کام ہے...... ایک الہام میں اللہ تعالیٰ نے ہمارا نام بھی شیخ لکھا ہے انت الشیخ المسیح الذی لا یضاع وقتہ۔

(الحکم 14 اپریل 1908ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو کچھ بیان فرمایا ہے یہ محض خالی نظریہ نہیں بلکہ اس کے عملی شواہد بھی ہمیں نظر آتے ہیں۔ تاریخ اسلام سے معمولی واقفیت رکھنے والا شخص بھی اس ہولناک اور خطرناک فتنہ سے بے خبر نہیں ہو گا جو رسول اللہ صلی اللہ وسلم کی وفات کے بعد رونما ہوا تھا۔ اس وقت بیشتر قبائلِ عرب نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور بعض نے سرے سے اسلام کو چھوڑ کر جھوٹی نبوت کے دعویداروں کی پیروی اختیار کر لی وہ خلافت کو بغاوت کی کھلی کھلی دھمکیاں دینے لگے اور خلیفہ کے احکام کو ماننے سے قطعی انکار کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات، قلتِ انصار ملت اور کثرت اعدائے دین کے باعث مسلمانوں کی حالت حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے الفاظ میں بکریوں کے اس ریوڑ کی سی تھی جو بے حد و کنار صحرا میں سرما کی سرد رات کو بغیر چرواہے کے رہ جائے۔ اس وقت ارتداد و الحاد کی کثرت، دین خدا اور صراط مستقیم سے کھلے بندوں انحراف اور شدید ہیجان و اضطراب کی وجہ سے جزیرہ نما عرب ایک آتش فشاں پہاڑ کی صورت اختیار کر گیا تھا۔

اس نازک صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کے لیے خدا تعالیٰ نے ایک صاحب عزیمت نڈر اور کامل الایمان شخص حضرت ابو بکر صدیقؓ کو کھڑا کیا۔ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر جب صحابہؓ مارے غم کے دیوانے ہو چکے تھے اور حضرت عمرؓ جیسے شخص تلوار کھینچے یہ کہہ رہے تھے کہ جو شخص یہ کہے گا رسول اللہؐ فوت ہو گئے ہیں میں اس تلوار سے اس کی گردن اڑا دوں گا۔ یہ حضرت صدیقؓ ہی کی شخصیت تھی جس نے مسلمانوں کو سنبھالا دیا اور جب کہ سارا عرب ارتداد کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جل رہا تھا۔ آپ نے مرتدین کے مقابلہ میں جو مدبرانہ کارروائی کی اور جس بے نظیر عزم و ہمت اور لاثانی فہم و فراست کی بدولت ملک کو اس تباہ کن فتنے سے نجات دلائی اس نے خلافت کی اہمیت کو روزِ روشن کی طرح آشکارا کر دیا۔ نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا المناک حادثہ اور نہ ہی قبائلِ عرب کی بغاوت کی روز افزوں خبریں حضرت صدیق کے عزم و ارادے اور ایمان کو متزلزل کر سکیں اور آپؐ اسلام کی کشتی کو خوف ناک بھنوروں کے درمیان سے سلامتی کے ساتھ نکال کر لے گئے۔

خلافت درحقیقت ایک بہت ہی بابرکت نظام ہے جو نبوت کے تتمہ یا تکملہ کے طور پر خدا کے خاص تصرف سے قائم ہوتا ہے۔ نبی کے سپرد اللہ تعالیٰ نے جو فرائض کیے ہیں ان کا خلاصہ وہ ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے۔ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيۡهِمۡ وَ يُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَ الۡحِكۡمَةَ یعنی نبی کا کام یہ ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی آیات لوگوں پر پڑھے۔ ان کا تزکیہ نفس کرے، انہیں کتاب سکھائے اور انہیں حکمت کی تعلیم دے۔ نبی اپنے وقت میں ان فرائض کی بجا آوری نہایت احسن طریقہ سے کرتا ہے۔ لیکن اس کی وفات کے بعد یہ کام سوائے خلیفہ کے اَور کوئی نہیں کر سکتا۔ پس خلافت دراصل ایک چشمہ ہے جس سے روحانیت کے سوتے پھوٹ کر امت کی کھیتی کو ہر وقت سیراب کرتے رہتے ہیں اگر خدانخواستہ چشمہ سوکھ جائے تو امت کی لہلہاتی کھیتی دم کے دم میں خزاں رسیدہ ہو جائے۔

خلافت کی برکات کو خدا تعالیٰ نے ایک اور آیت میں یوں بیان فرمایا ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسۡتَخۡلِفَنَّهُمۡ فِي الۡاَرۡضِ كَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ۪ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمۡ دِيۡنَهُمُ الَّذِي ارۡتَضٰى لَهُمۡ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِهِمۡ اَمۡنًا ؕ يَعۡبُدُوۡنَنِيۡ لَا يُشۡرِكُوۡنَ بِيۡ شَيۡـًٔا ؕ وَ مَنۡ كَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ (النور: 56)

یعنی میں تم میں سے ان مومنوں سے جو نیکوکار ہیں وعدہ کرتا ہوں کہ انہیں زمین میں خلیفہ مقرر کروں گا جیسا کہ میں اس سے پہلی امتوں میں خلیفے بناتا رہا ہوں اور پھر ان خلفاء کے دین کو جو میرا پسندیدہ دین ہے تمکنت اور عظمت بخشوں گا اور ان کے خوف کے بعد انہیں امن عطا کروں گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ جو شخص اتنے بڑے انعام کے بعد بھی انکار کرے گا اور اس نعمت کی ناقدری کرے گا وہ یقیناً فاسق اور بدعہد ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ خلافت کی برکت سے دین کو تمکنت اور عظمت حاصل ہوتی ہے۔ امت کو امن نصیب ہوتا ہے اور لوگ نہایت آزادی اور بے خوفی سے خدا تعالیٰ کی عبادت بجا لا سکتے ہیں۔ جب ہم خلافت راشدہ پر نظر دوڑاتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی یہ پیشگوئی کس قدر بداہت اور صفائی کے ساتھ پوری ہوئی۔ وہ حیات دنیا میں منصور و مظفر ہوئے۔ ان کے وقتوں میں اسلام کو قوت و شوکت نصیب ہوئی۔ ان کے عہد میں خوف امن سے بدل گیا۔ ان کی کوششوں سے اسلام ہزار ہا دیار میں پھیلا۔ لاکھوں بت خانے اللہ کی مسجدوں سے بدلے گئے۔ انہوں نے قرآن کو اقصائے عالم میں پہنچایا۔ اسلام کے اعدا نے ان کے آگے گردنیں خم کیں۔ زور و قوت پر مذہب کی حقیقت کا مدار ماننے والے ان کا لوہا مان کر اسلام کی حقیقت کے قائل ہوئے۔ اسلام کو زندگی ان سے ملی۔ قرآن کی حفاظت ان کی وساطت سے ہوئی۔ غور کرنے کی بات ہے کیا یہ برکات خلافت کے علاوہ کسی اَور ذریعے سے حاصل ہو سکتی تھیں ہرگز نہیں۔

خلافت کی ایک عظیم الشان برکت یہ ہے کہ اس کے ذریعہ وحدتِ قومی اور اتحادِ ملی قائم ہوتا ہے۔ اس دنیا میں قومی کامیابی کے لیے اتحاد سے بڑھ کر کوئی قوت نہیں اور اسلام نے اس قوت کے لیے خلافت کو مرکز قرار دیا ہے۔ جب تک خلافت راشدہ قائم رہی اور مسلمان ایک مسلک میں منسلک رہے ان کا قدم ہر میدان میں ترقی کی راہ پر گامزن رہا۔ بڑی بڑی باجبروت بادشاہتیں ہر قسم کے ساز و سامان سے لیس قوت و طاقت کے نشہ میں چور کمزور و بے حقیقت مسلمانوں کے مقابلے میں آئیں۔ لیکن اس اتحاد کی برکت سے جو محض خلافت کی وجہ سے ان میں قائم ہو چکا تھا انہوں نے ان پُر ہیبت سلطنتوں اور بادشاہتوں کو پرِ کاہ کے برابر بھی وقعت نہ دی اور نہایت بے خوفی سے ان کے مقابلہ میں صف آرا ہو کر ان کے جاہ و جلال کا چراغ ہمیشہ ہمیش کے لیے گل کر دیا۔ لیکن جب انہوں نے اپنے ہاتھ سے خلافت کی عظیم الشان نعمت کو کھو دیا تو وحدتِ ملی بھی پارہ پارہ ہو گئی اور اس کے نتیجہ میں وہ ترقیاں بھی خاک میں مل گئیں جو خلافت کے دوران میں انہوں نے حاصل کی تھیں۔ دورِ اوّل کے مسلمان اس حقیقت سے اچھی طرح آشنا تھے کہ خلافت مسلمانوں کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی مانند ہے۔ جس کے بغیر انسانی جسم بے کار ہو جاتا ہے چنانچہ جب باغیوں نے حضرت عثمان کے خلاف شورشیں برپا کرنی شروع کیں تو اس وقت ایک صحابی نے نہایت درد بھرے الفاظ کے ساتھ یہ اشعار کہے تھے

عجبت لما یخوض الناس فیه
یرومون الخلافة ان تزولا
و لو زالت لزال الخیر عنهم
و لاقوا بعدها ذلا ذلیلا
و کانوا کالیهود او النصاریٰ
سواءً کلّهم ضلوا السبیلاً

یعنی مجھے ان لوگوں کی باتوں سے تعجب ہوتا ہے جو چاہتے ہیں کہ خلافت ختم ہو جائے واقعہ یہ ہے کہ اگر خلافت جاتی رہی تو یہ لوگ ہر خیر و برکت سے محروم ہو جائیں گے۔ اور اس کے بعد پوری طرح ذلیل ہو جائیں گے پھر وہ محرومی میں یہودیوں یا عیسائیوں کی طرح ہو جائیں گے سب گمراہ ہونے میں برابر ہوں گے۔ (تاریخ ابن اثیر جلد 3 صفحہ 73)

خلافت کی ایک اور عظیم الشان برکت جس کا خیال کر کے

خلافت سے کامل طور پر وابستہ رہنے والے شخص کا دل لطف اندوز ہونے لگتا ہے وہ یہ ہے کہ خلیفہ کی صورت میں مومنوں کو ایک ایسا وجود میسر آجاتا ہے جو ہر دم ان کے لیے خدا تعالیٰ کے حضور سربسجود رہتا ہے اور ان کے لیے خدا تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعائیں مانگتا رہتا ہے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس امر کو نہایت ہی لطیف رنگ میں اس طرح بیان فرماتے ہیں:

دیکھنے والوں کو تو یہ ایک عجیب بات معلوم ہوتی ہوگی کہ کئی لاکھ کی جماعت پر حکومت مل گئی مگر خدارا غور کرو کیا تمہاری آزادی میں پہلے کی نسبت کچھ فرق پڑ گیا ہے۔ کیا کوئی تم سے غلامی کرواتا ہے یا تم پر حکومت کرتا ہے یا تم سے ماتحتوں اور قیدیوں کی طرح سلوک کرتا ہے؟ کیا تم میں اور ان میں جنہوں نے خلافت سے روگردانی کی ہے کوئی فرق ہے؟ کوئی بھی فرق نہیں۔ لیکن نہیں۔ ایک بہت بڑا فرق بھی ہے اور وہ یہ کہ تمہارے لیے ایک شخص تمہارا درد رکھنے والا، تمہاری محبت رکھنے والا، تمہارے دکھ کو اپنا دکھ سمجھنے والا، تمہاری تکلیف کو اپنی تکلیف جاننے والا، تمہارے لیے خدا کے حضور دعائیں کرنے والا ہے۔ مگر ان کے لیے نہیں۔ تمہارا اسے فکر ہے۔ درد ہے۔ اور وہ تمہارے لیے اپنے مولا کے حضور تڑپتا رہتا ہے لیکن ان کے لیے ایسا کوئی نہیں ہے۔ کسی کا اگر ایک بیمار ہو تو اس کو چین نہیں آتا۔ کیا تم ایسے انسان کی حالت کا اندازہ کر سکتے ہو جس کے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں بیمار ہوں۔ پس تمہاری آزادی میں تو کوئی فرق نہیں آیا۔ ہاں تمہارے لیے ایک تم جیسے ہی آزاد پر بڑی ذمہ داریاں عائد ہوگئی ہیں۔ (برکات خلافت صفحہ 5)

دیگر ابتلاؤں سے قطع نظر جماعت پر پچھلے نو سال میں دو عظیم الشان ابتلا گزر چکے ہیں۔ اور ان میں سے ہر ابتلا بظاہر جماعت کی ہستی کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کرانے والا تھا۔ ایک 1947ء کا قیامت خیز انقلاب اور دوسرا 1953ء کی ہولناک شورش۔ ان دونوں موقعوں پر تنظیم اور خلافت کی برکت اور جماعت کے پیارے امام کی شبانہ روز کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے جماعت کو نہ صرف تباہی و بربادی سے محفوظ رکھا بلکہ اسے پہلے سے بھی کئی گنا ترقی کرنی نصیب ہوئی۔ تقسیم ملک کے وقت ہمارا سارا اثاثہ، بیشتر جائیدادیں اور سب سے بڑھ کر ہمارا مقدس مرکز قادیان ہندوستان میں رہ گیا تھا۔ قتل و غارت کا ایک بازار گرم تھا اور کسی قافلہ کا صحیح و سلامت پاکستان پہنچنا ممکن دکھائی دے رہا تھا۔ ان دنوں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جس بے قراری کی حالت میں تھے اس کا اندازہ صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہوں نے ان ایام میں حضور کی زیارت کی ہو۔ نہ دن کو چین تھا نہ رات کو آرام۔ بالآخر آپؓ کی راتوں کی دعاؤں نے اپنا اثر دکھایا۔ تمام احمدی بعافیت پاکستان پہنچ گئے۔ اپنے مرکز سے اکھڑی ہوئی جماعت ایک اَور مرکز میں جم گئی اور آج احمدیت کا قافلہ پہلے سے بھی زیادہ شان کے ساتھ رواں دواں ہے۔

جماعت احمدیہ کے لیے 1953ء کی شورش بھی 1947ء کے قیامت خیز حادثات سے کسی طرح کم نہ تھی۔ احمدیت کو تباہ و برباد کرنے کے لیے کوئی تدبیر نہ تھی جو بروئے کار نہ لائی گئی ہو۔ سارا پنجاب آتش فشاں پہاڑ بنا ہوا تھا۔ لاہور آگ اور خون کے سیلاب میں ڈوبا ہوا تھا۔ لاہور کے ایک ایک احمدی کی نظروں کے سامنے موت گردش کر رہی تھی اور ان میں سے کسی کو بھی اپنی زندگی کا یقین نہ تھا۔ اس وقت اگر کسی چیز نے انہیں یقینی موت سے نجات دی تو وہ ان کے پیارے آقا کی نیم شبی دعائیں ہی تو تھیں۔

سوچنے کی بات ہے کہ کیا دنیا کے پردہ پر کسی اَور قوم کو بھی کسی ایسے لیڈر کی خدمات میسر ہیں جو اس کے لیے اس طرح رات دن سجدے میں پڑا رہتا ہو۔ اور اپنے پیروکاروں کی سلامتی اور بہبود کے لیے خدا تعالیٰ سے گڑگڑا گڑگڑا کر دعائیں مانگتا رہتا ہو۔ اگر ایسا نہیں ہے اور یقیناً ایسا نہیں ہے تو پھر ہمیں غور کرنا چاہیے کہ جب کہ خدا تعالیٰ نے تمام روئے زمین پر صرف ہمیں ہی اس نعمت سے بہرہ ور کیا ہے تو کیا ہمارا ابھی فرض نہیں کہ ہم اس نعمت کی پوری طرح قدر کریں اور وہ اسی طرح ہو سکتی ہے کہ ہم خلافت کے دامن سے اپنے آپ کو اَور زیادہ مضبوطی سے وابستہ کر لیں۔ بصورت دیگر ہم اس خدائی وعید کے مصداق ثابت ہوں گے۔ لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید

(روزنامہ الفضل ربوہ جلسہ سالانہ نمبر 1956ء صفحہ 10-11)

☆...☆...☆

بقیہ: خلافتِ حقہ اسلامیہ کے مراکز...... از صفحہ 23

السلام نے ایک موقع پر فرمایا: "میں نے دیکھا کہ میں شہر لنڈن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں۔ بعد اس کے میں نے بہت سے پرندے پکڑے جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے رنگ سفید تھے......... " (ازالہ اوہام) چنانچہ آپ کی نمائندگی میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اور ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس مسجد کے منبر سے انگریزی میں کئی خطابات فرما چکے ہیں اور کئی انگریزوں کو صداقت کا شکار کر چکے ہیں۔

اس مسجد کی بنیاد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 1924ء میں رکھی۔ اس وقت آپ نے جو دعائیہ الفاظ کتبے پر تحریر فرمائے وہ بھی ایک پیشگوئی کا رنگ رکھتے تھے جو اب پوری ہوئی حضور نے تحریر فرمایا:

"آج 20 ربیع الاول 1343ھ کو اس مسجد کی بنیاد رکھتا ہوں اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تمام جماعت احمدیہ کے مردوں اور عورتوں کی اس مخلصانہ کوشش کو قبول فرمائے اور اس مسجد کی آبادی کے لیے سامان پیدا کرے اور ہمیشہ کے لیے اس مسجد کو نیکی، تقویٰ، انصاف اور محبت کے خیالات پھیلانے کا مرکز بنائے اور یہ جگہ حضرت محمد مصطفیٰ خاتم النبیین ﷺ اور حضرت احمد مسیح موعود نبی اللہ بروز و نائب محمد علیہما الصلوٰۃ کی نورانی کرنوں کو اس ملک اور دوسرے ملکوں میں پھیلانے کے لیے روحانی سورج کا کام دے۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔"

یہ مقام 35 سال تک اپریل 1984ء تا اپریل 2019ء خلافت اسلامیہ حقہ کا مرکز رہا۔ اس بابرکت مقام سے جماعت احمدیہ کو وہ عالم گیریت حاصل ہوئی جس کی نظیر نہیں۔ جماعت احمدیہ 212 ممالک میں پھیل چکی ہے۔ ایم۔ٹی۔اے انٹرنیشنل کا آغاز بھی اسی مسجد سے ہوا جس کے ذریعہ اسلام کا پیغام ہر گھر تک پہنچ گیا۔ پھر جسمانی اور روحانی مریض اس جگہ سے شفا پاتے رہے۔ ہومیو پیتھک کلاسز سے جسمانی علاج جبکہ مجالس علم و عرفان، خطبات جمعہ، دروس القرآن اور ترجمۃ القرآن کلاسز کے ذریعہ حق کے متلاشی سیراب ہوتے رہے۔

اسلام آباد: یہ مرکزِ خلافتِ حقہ اسلامیہ آج کل اسلام کے پھیلانے کا مقام بنا ہوا ہے۔ یہ قطعہ اراضی حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے لندن ہجرت کے بعد 1984ء میں خریدی تھی۔ ایک لمبا عرصہ جماعت احمدیہ کا مرکزی جلسہ سالانہ اسی مقام پر ہوتا رہا۔ اس مقام کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ 1994ء میں پہلی عالمی بیعت یہاں ہوئی۔

اس مرکزِ خلافت میں ایک خوبصورت مسجد، دفاتر اور کچھ رہائشیں جن میں ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی رہائش گاہ بھی موجود ہے جو حال ہی میں تعمیر ہوئے ہیں۔ اس مرکز کی منتقلی کا تفصیلی تذکرہ حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 12/ اپریل 2019ء میں فرمایا۔

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مؤرخہ 15 اپریل 2019ء کو مسجد فضل لندن سے اس مرکزِ خلافت میں منتقل ہوگئے اور خلافتِ حقہ اسلامیہ وسع مکانک کے نظارے دیکھتے ہوئے ایک نئے دور میں داخل ہوگئی۔

رمضان کے بابرکت مہینہ کے دوسرے جمعہ کے روز 17 مئی 2019ء کو اس مرکزِ خلافت کی مسجد مبارک سے حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ ارشاد فرما کر اس مرکزِ خلافت میں قائم ہونے والی مسجد مبارک کا باقاعدہ افتتاح فرمایا۔ اس افتتاح کے موقع پر تمام عالمگیر جماعت اپنے پیارے امام کی اقتداء میں خدا تعالیٰ کے حضور سربسجود ہو کر شکر بجالائی کہ اللہ تعالیٰ نے ایک اور مرکزِ خلافت اس جماعت کو عطا فرمایا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اس مبارک الہام "مُبَارِكٌ وَّمُبَارَكٌ وَّكُلُّ اَمْرٍ مُّبَارَكٍ يُّجْعَلُ فِيْهِ۔" یعنی یہ مسجد برکت دہندہ اور برکت یافتہ ہے اور ہر ایک امر مبارک اس میں کیا جائے گا کو سامنے رکھتے ہوئے حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس مسجد کا نام مسجد مبارک کے ظل کے طور پر مسجد مبارک رکھا۔ اسی تاریخی خطبہ جمعہ میں حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے احباب جماعت کو تحریک فرمائی کہ اس برکتوں اور دعاؤں کی قبولیت والے مہینہ سے استفادہ کرتے ہوئے احمدیت کی ترقی اور دنیا کے اس خطہ میں مرکز کی تعمیر کو پورا کرنے کے لیے دعا کریں اور بہت دعائیں کریں...اسی طرح فرمایا کہ ربوہ جانے کے راستے بھی کھلیں اور قادیان جو مسیح کی تخت گاہ ہے وہاں واپسی کے راستے بھی کھلیں اور مکہ اور مدینہ جانے کے لیئے راستے بھی ہمارے لیئے کھلیں کہ وہ ہمارے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بستیاں ہیں۔

اللہ کرے کہ یہ خلافت کا مرکز بھی خلافت کی بے شمار برکات کو سمیٹنے والا بنے۔ خلافتِ حقہ اسلامیہ کے دیگر مراکز کے دروازے بھی خلیفۃ المسیح کے لیے کھولے جائیں اور فاتحانہ شان کے ساتھ خلافتِ حقہ اسلامیہ اپنے دائمی مرکز میں جائے۔ آمین

☆...☆...☆

بقیہ: خلافت اتحادِ امن کی ضامن...... از صفحہ 35

لانا ہے۔ ہندوؤں کو بھی اور ہر مذہب کے ماننے والے کو بھی آنحضرت ﷺ کے جھنڈے تلے لانا ہے۔ یہ خلافتِ احمدیہ ہے جس کے ساتھ جڑ کر ہم نے روئے زمین کے تمام مسلمانوں کو بھی مسیح و مہدی کے ہاتھ پر جمع کرنا ہے۔

پس اے احمدیو! جو دنیا کے کسی بھی خطہ زمین میں یا ملک میں بستے ہو، اس اصل کو پکڑ لو اور جو کام تمہارے سپرد امام الزمان اور مسیح و مہدی نے اللہ تعالیٰ سے اذن پا کر کیا اسے پورا کرو جیسا کہ آپ علیہ السلام نے 'یہ وعدہ تمہاری نسبت ہے' کے الفاظ فرما کر یہ عظیم ذمہ داری ہمارے سپرد کر دی ہے۔ وعدے تبھی پورے ہوتے ہیں جب ان کی شرائط بھی پوری کی جائیں۔

پس اے مسیح محمدی کے ماننے والو! اے وہ لوگو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیارے اور آپ کے درخت وجود کی سرسبز شاخیں ہو، اٹھو اور خلافتِ احمدیہ کی مضبوطی کے لیے ہر قربانی کے لیے تیار رہو تا کہ مسیح محمدی اپنے آقا و مطاع کے جس پیغام کو لے کر دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا، اس حبل اللہ کو مضبوطی سے پکڑتے ہوئے دنیا کے کونے کونے میں پھیلا دو۔ دنیا کے ہر فرد تک یہ پیغام پہنچا دو کہ تمہاری بقا خدائے واحد و یگانہ سے تعلق جوڑنے میں ہے۔ دنیا کا امن اس مہدی و مسیح کی جماعت سے منسلک ہونے سے وابستہ ہے کیونکہ امن و سلامتی کی حقیقی اسلامی تعلیم کا یہی علمبردار ہے، جس کی کوئی مثال روئے زمین پر نہیں پائی جاتی۔ آج اس مسیح محمدی کے مشن کو دنیا میں قائم کرنے اور وحدت کی لڑی میں پروئے جانے کا حل صرف اور صرف خلافتِ احمدیہ سے جڑے رہنے سے وابستہ ہے اور اسی سے خدا والوں نے دنیا میں ایک انقلاب لانا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو مضبوطی ایمان کے ساتھ اس خوبصورت حقیقت کو دنیا کے ہر فرد تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(خطابات، امام جماعت احمدیہ عالمگیر حضرت مرزا مسرور احمد صاحب، خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ صفحہ 18 تا 20۔ ناشر اسلام انٹرنیشنل پبلیکیشنز، یو کے)

☆...☆...☆

Earlsfield Properties
We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession
175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

وہ رہبر کامل عہد کا ہے

ہر دائرۂ حیات میں امن صرف خلافتِ احمدیہ کی بدولت ممکن ہے

(درثمین احمد۔ جرمنی)

خلافت ایک ایسی حقیقت ہے جو اقوامِ عالم کو مساوات اور جمہوریت کی فلسفیانہ بحثوں سے نکال کر انتخاب کے میدان میں لا کھڑا کرتی ہے۔ پھر تائید الٰہی اور نصرتِ خداوندی منتخب فرد کو اپنے حصار میں لے کر خلیفۃ اللہ اور ہر صاحب ایمان کا محبوب، آقا و مطاع بنا دیتی ہے۔

خلافت الہام الٰہی، نور یزدانی اور خداداد بصیرت سے مومن متبعین کو جلا بخشتی ہے۔ اُس آبشار کی طرح جو بلندیوں سے اتر کر کشتِ ویراں کو زندگی کا پیام دیتی ہے۔ دور حاضر میں خلافت کے زیر سایہ بلاشبہ صرف مسیحِ محمدیؑ کی خدمت گار بندیاں ہیں جو اس پر آشوب دور میں قرون اولیٰ کی قربانیوں کو تازہ کرنے کا عزم اور حوصلہ رکھتی ہیں۔ لجنہ اماء اللہ خدا تعالیٰ کی مدد گار لونڈیوں کی جماعت ہے۔ جس طرح لونڈی کا کام اپنے مالک کے ہر حکم کو بجالانا اور اُسے ہر حال میں خوش رکھنے کی کوشش کرتے رہنا ہے۔ بالکل اُسی طرح خدا تعالیٰ کی خدمت گار بندیوں کی یہ جماعت اپنے مولائے حقیقی کو ہر حال اور ہر قیمت پر راضی رکھنے کی کوششوں میں سرگرمِ عمل ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”مردوں کے مقابلہ میں عورتوں نے قربانی کا نہایت اعلیٰ نمونہ پیش کیا ہے۔ ......میں سمجھتا ہوں کہ جو روح ہماری عورتوں نے دکھائی ہے اگر وہی روح ہمارے مردوں کے اندر کام کرنے لگ جائے تو ہمارا غلبہ سو سال پہلے آجائے۔ اگر مردوں میں بھی وہی دیوانگی اور وہی جنون پیدا ہو جائے جس کا عورتوں نے اس موقع پر مظاہرہ کیا ہے۔ تو ہماری فتح کا دن بہت قریب آجائے۔“ (’اوڑھنی والیوں کے لیے پھول‘ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے مستورات سے خطابات کا مجموعہ ص: 410، 411)

مسابقت فی الخیر کا یہ جذبہ بلا تردّد ایک احمدی عورت ہی کی شان ہے۔ ایک خاتون اپنے گھر کی بنیاد ہوتی ہے۔ قربانیاں دینے اور نیکیوں میں آگے بڑھنے کے ہر چھوٹے سے چھوٹے موقع پر افرادِ خانہ کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑی رہتی ہے۔ مسابقت فی الخیر اس کا مقصد حیات ہے۔ اس کے حوصلے بلند، ارادہ مضبوط اور عزم غیر متزلزل ہوتا ہے۔ یہ ممکن نہیں گھر کی یہ امانت دار جس کا باپ، بھائی، شوہر یا بیٹا قربانیوں کے میدان میں اسلام اور احمدیت کی فتح کا علم بلند کر رہے ہوں، وہ خود میدانِ عمل سے دور رہے؟ نیکیوں میں سبقت لے جانے کا مقصد ابتداء ہی سے احمدی مستورات کے پیش نظر ہے۔ جن کی آبدیدہ کر دینے والی مثالوں سے تاریخِ احمدیت کے صفحات چمک رہے ہیں۔ مضمون ہذا میں کوشش ہوگی کہ خواتین کی روحانی ترقی میں خلافت کس طرح ممد و مددگار ثابت ہوتی ہے وہ بیان کر سکوں۔

خلافت امن کی ضمانت

انسانی زندگی خواہ انفرادی ہو یا اجتماعی، اس میں نشیب و فراز، دکھ سکھ، خوف اور امن کا دور دورہ رہتا ہی ہے۔ ایک قافلہ اگر راہ حیات پر قدم مارتا ہے تو اپنی منزل کے حصول میں کبھی پتھریلی چٹانیں اس کے قدموں کو اذیت سے ہمکنار کرتی ہیں تو کہیں سرسبز لہلہاتی کھیتیاں اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتی ہیں۔ کبھی وہ تشنہ لبی کا شکار ہوتا ہے تو کبھی ابلتے ہوئے چشمے اس کی پیاس کا مداوا کرتے ہیں اور جس طرح وہ قافلہ کبھی سکون و قرار سے راہ سفر طے کرتا ہے، اسی طرح راہ زنوں کا خوف بھی اسے بے چین کرتا رہتا ہے۔ مذہبی زندگی بھی فطرت کی انہی راہوں پر گامزن ہے۔ کبھی پے در پے ترقیات مومنین کی جماعت کی ہمت بلند کرتی ہیں تو کبھی منافقوں کا نفاق اور دشمنوں کی ریشہ دوانیاں ان کے دلوں میں خوف پیدا کر دیتی ہیں۔ مگر خلافت ایسی نعمت ہے کہ اس کے ذریعے سے ہر خوف کی حالت امن میں اطمینان میں تبدیل کر دی جاتی ہے۔

پس خلافت وہ قلعہ ہے جس کی فصیلیں خوف کی دسترس سے بلند تر ہیں۔ وہ خوف خواہ منافقت کا ہو یا عداوت کا، جنگ کا ہو یا سیاست کا، کسی گروہ کی طرف سے ہو یا بادشاہت کی طرف سے۔ ہر حال میں خلافت امن کا نشان ہے۔ بڑی سے بڑی حکومت بھی اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ بلکہ تاریخ شاہد ہے کہ جو حکومت بھی خلافت سے ٹکرائی پاش پاش ہوگئی۔ پس نظامِ خلافت کی اگر ایک طرف بنیادیں ایمان کی مستحکم چٹان پر قائم ہیں تو دوسری طرف اس کی فصیلیں عرشِ رب العالمین کو چھو رہی ہیں۔ جہاں اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت اور حفظ و امان کے جلوے ہر وقت جلوہ فگن رہتے ہیں۔

نبوت کے بعد خلافت ہی منصبِ اعظم ہے جس پر ایمان غلبہ و کامرانی سے ہمکنار کرتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے تمکنت و استحکامِ دین اور غلبہ اسلام خلافت سے وابستہ کیا ہے۔ اور جب مسلمانوں کے دل اس ایمان سے خالی ہوں گے جس کی بناء پر خلافت کا قیام ہوتا ہے تو پھر جو مصیبتیں مسلمانوں پر افتراق و انتشار اور تنزل و ادبار کی صورت میں نازل ہوئیں ان کی داستانیں ابروئے قلم سے خون ڈھلکاتی ہیں کیونکہ امّت مسلمہ پر طلوع ہونے والا ہر سورج مسلمانوں کی ذلت و پسپائی کا پیام بر تھا اور ہر ڈھلنے والا دن حسرت و یاس کی علامت۔ اسلام کی اس حالتِ زار میں خدا تعالیٰ نے استحکام اسلام اور تمکنت دین کی صداقت کے ثبوت کے لیے خلافت کے جلوے کو ظاہر کیا۔ اور مسیح موعود و مہدی موعود کو مبعوث فرمایا۔ چنانچہ آپ کے ذریعہ اسلام سے ہر اعتراض کو دور کیا گیا۔ اسلام کی حقانیت اور دیگر مذاہب کے بطلان کو روز روشن کی طرح واضح کیا گیا پھر آپؑ کی وفات کے بعد خلافت علی منہاج النبوۃ کے ذریعہ نظامِ خلافت کو دوبارہ قائم کیا گیا اور آج دنیا کے ہر خطّے میں دینِ مصطفیٰ کو برتری حاصل ہے۔

امن کا ہر دائرہ آج خلافت سے وابستہ ہے

آج احیاء دین کے لیے اسلام کی کھوئی ہوئی شان و شوکت واپس لانے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں کھڑا ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ نے جس جری اللہ کو کھڑا کیا ہے اس کے پیچھے چلنے سے اور اس کے دیئے ہوئے براہین اور دلائل سے جو اللہ تعالیٰ نے اسے بتائے ہیں اسلام کا جھنڈا پوری آب و تاب اور شان و شوکت کے ساتھ دنیا میں لہرائے گا۔ (انشاء اللہ)

ہم جو اپنے آپ کو اس مسیح موعودؑ سے منسوب کرتے ہیں ہم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اپنے آپ کو خلافت سے وابستہ رکھتے ہوئے اپنی دعاؤں کو درد میں ڈھال دیں اور فضا میں اتنا درود صدق دل کے ساتھ بکھیریں کہ فضا کا ہر ذرہ درود سے مہک اٹھے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کی آل کے ساتھ پیار محبت کا وہ اظہار کریں کہ تمام دنیا صلح، امن اور محبت کی فضا سے مخمور ہو جائے۔ ہم پر یہ بھی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اس زمانے کے امام کو پہچانیں اور بہت زیادہ دعائیں کریں اپنے لیے بھی اور دوسرے مسلمانوں کے لیے بھی تا کہ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو تباہی سے بچالے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ امت مسلمہ کو بہت زیادہ اپنی دعاؤں میں جگہ دیں۔ خدا تعالیٰ ہمیں ہمیشہ سیدھے راستے پر چلائے اور پھر خدا تعالیٰ کے شکر گذار بندے بنیں اور شکر ادا کریں کہ اس نے ہمیں اس زمانے کے امام کو ماننے کی توفیق دی، اب اس ماننے کے بعد اس کا حق ادا کرنے کی بھی توفیق دے اور ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر چلائے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس بارے میں کہ عورت کس طرح کسی معاشرے میں امن کی ضامن ہو سکتی ہے فرماتے ہیں:

...اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میری تعلیم ہے۔ یہ ایک دوسرے کے حقوق ہیں۔ یہ عورت اور مرد کی ذمہ واریاں ہیں۔ یہی ہیں جو فطرت کے عین مطابق ہیں۔ مَیں نے تمہیں چھوڑا نہیں بلکہ مَیں تم پر نگران بھی ہوں۔ مَیں دیکھ رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ کس حد تک تم اس پر عمل کرتے ہو۔ اگر صحیح رنگ میں عمل کرو گے تو میرے فضلوں کے وارث بنو گے۔ تمہیں قطعاً مغربی معاشرے سے متاثر ہونے کی، ان کی نقل کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ بلکہ وہ تمہارے سے متاثر ہوں گے اور کچھ سیکھیں گے، اسلام کی خوبیاں اپنائیں گے۔

اور پھر یہ ہے کہ یہ حقوق ادا کرنے کے طریق کیا ہوں گے، کس طرح اپنی ذمہ واریاں ادا کرنی ہوں گی۔؟ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ اس بارے میں فرماتا ہے کہ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (النحل آیت نمبر 98) جو کوئی مومن ہونے کی حالت میں مناسبِ حال عمل کرے، مرد ہو یا عورت، ہم ان کو یقیناً ایک پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور ہم ان تمام لوگوں کو ان کے بہترین عمل کے مطابق ان کے تمام اعمالِ صالحہ کا بدلہ دیں گے۔ تو اس آیت سے مزید وضاحت ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی تعلیم پر عمل کرنے والوں کو بلا تخصیص اس کے کہ وہ مرد ہیں یا عورت، یہ خوشخبری دی ہے کہ اگر تم نیک اعمال بجالا رہے ہو، میرے حکموں کے مطابق چل رہے ہو، تمہارے اعمال ایسے ہیں جو ایک مومن کے ہونے چاہئیں تو خوش ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں پاکیزہ زندگی عطا فرمائے گا، تمہاری زندگیاں خوشیوں سے بھر دے گا۔ ظاہر ہے جب تم نیک اور صالح اعمال بجالا رہے ہو گے تو تمہاری اولادیں بھی نیکی کی طرف قدم مارنے والی ہوں گی اور تمہارے لیے خوشی کا باعث بنیں گی، تمہارے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ہوں گی۔

(خطاب لجنہ اماء اللہ جرمنی 2003ء مطبوعہ، الازھار لذوات الخمار جلد سوم حصہ اول، صفحہ 31)

اسلام نے عورت کو کیا مقام دیا ہے؟ اُس سے کیا توقعات وابستہ رکھی ہیں؟ اس سلسلے میں ایک اقتباس حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا پیش ہے:۔

”اسلام نے عورت کو ایک عظیم معلمہ کے طور پر پیش کیا ہے۔ صرف گھر کی معلمہ کے طور پر نہیں بلکہ باہر کی معلمہ کے طور پر بھی۔ ایک حدیث میں حضرت اقدس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ آتا ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ آدھا دین عائشہ سے سیکھو۔ اور جہاں تک حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایات کا تعلق ہے وہ تقریباً آدھے دین کے علم پر حاوی ہیں۔ بعض اوقات آپؐ نے علوم دین کے تعلق میں اجتماعات کو خطاب فرمایا اور صحابہؓ بکثرت آپؐ کے پاس دین سیکھنے کے لیے آپؐ کے دروازے پر حاضری دیا کرتے تھے۔ پردہ کی پابندی کے ساتھ آپؓ تمام سائلین کے تشفی بخش جواب دیا کرتی تھیں۔“ (خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ برموقع جلسہ سالانہ انگلستان 26/ جولائی 1986ء)

تو یہ ہے عورت کے مقام کا وہ حسین تصور جو اسلام نے پیش کیا ہے جس سے ایک سلجھی ہوئی قابلِ احترام شخصیت کا تصور ابھرتا ہے۔ وہ جب بیوی ہے تو اپنے خاوند کے گھر کی حفاظت کرنے والی ہے، جہاں خاوند جب واپس گھر آئے تو دونوں اپنے بچوں کے ساتھ ایک چھوٹی سی جنت کا لُطف اُٹھا رہے ہوں۔ جب ماں ہے تو ایک ایسی ہستی ہے کہ جس کے آغوش میں بچہ اپنے آپ کو محفوظ ترین سمجھ رہا ہے۔ جب بچے کی تربیت کر رہی ہے تو بچے کے ذہن میں ایک ایسی فرشتہ صفت ہستی کا تصور اُبھر رہا ہے جو کبھی غلطی نہیں کر سکتی، جس کے پاؤں کے نیچے جنت ہے۔ اس لیے جو بات کہہ رہی ہے وہ یقیناً صحیح ہے، سچ ہے۔ اور پھر بچے کے ذہن میں یہی تصور اُبھرتا ہے کہ میں نے اس کی تعمیل کرنی ہے۔ اسی طرح جب وہ بہو ہے تو بیٹیوں سے زیادہ ساس سسر کی خدمت گزار اور جب ساس ہے تو بیٹیوں سے زیادہ بہوؤں سے محبت کرنے والی ہے۔ اس طرح مختلف رشتوں کو گنتے چلے جائیں اور ایک حسین تصور پیدا کرتے چلے جائیں جو اسلام کی تعلیم کے بعد عورت اختیار کرتی ہے۔ تو پھر ایسی عورتوں کی باتیں اثر بھی کرتی ہیں اور ماحول میں ان کی چمک بھی نظر آ رہی ہوتی ہے۔ (خطاب لجنہ اماء اللہ جرمنی 2003ء مطبوعہ، الازھار لذوات الخمار جلد سوم حصہ اول، صفحہ 32)

اب اس مضمون کی طوالت کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے خاکسار

نہایت اختصار کے ساتھ یہ بیان کرنا چاہے گی کہ کس طرح ہر قسم کا دائمی امن خلافت کے دائرہ سے وابستہ ہے۔ اگرچہ اس مضمون کا اجمالی خاکہ اوپر گزر چکا ہے مگر مزید وضاحت اس عنوان سے ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ

عالمی امن کی ضمانت

خدا تعالیٰ نے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لیے اور اس کی ترقی کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق کو کھڑا کیا ہے۔ آج مسلمانوں کی اس کھوئی ہوئی میراث کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ماننے والوں نے اسلام کی صحیح تعلیم پر عمل کرتے ہوئے اور اپنے دلوں کو تقویٰ سے پُر کرتے ہوئے واپس لانا ہے۔ اسلام تشدد کا نہیں بلکہ پیار محبت کا علمبردار ہے۔ ہر سطح پر اسلام کی تعلیم امن اور محبت کی تعلیم ہے۔ اسلام نے قوموں اور ملکوں کی سطح پر بھی امن اور سلامتی قائم کرنے کے لیے نہایت خوبصورت تعلیم دی ہے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد بھی دنیا میں امن قائم کرنے کے لیے قوموں کی ایک تنظیم اقوام متحدہ کے نام سے ابھری لیکن اس کا بھی وہی حشر ہوا جو ایک دنیاوی تنظیم کا ہو سکتا تھا۔ اس میں بڑے دماغوں نے مل کر بڑی منصوبہ بندی سے یہ تنظیم بنائی، اس میں کئی کمیٹیاں بنائی گئیں۔ سلامتی کونسل بنائی گئی تا کہ دنیا کا امن اور سکون قائم رکھا جا سکے، جھگڑوں سے نپٹا جائے۔ معاشی حالات کے جائزے کے لیے بھی ایک کونسل بنائی گئی، عدالتِ انصاف بھی قائم کی گئی لیکن اس کے باوجود جو کچھ آجکل دنیا میں ہو رہا ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ اس ناکامی کی وجہ تقویٰ کی کمی ہے۔ پس دنیا میں سلامتی اگر پھیلے گی تو اس تعلیم سے جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی ہے جس میں تقویٰ شرط ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہاری حیثیت، تمہارا دوسرے انسان سے اعلیٰ و برتر ہونا، اس کا کوئی تعلق نہ تمہاری نسل سے ہے، نہ تمہارے رنگ سے، نہ تمہاری قوم سے، نہ تمہاری دولت اور معاشرے میں اعلیٰ مقام سے ہے اور نہ کسی قوم کا اعلیٰ ہونا کمزور لوگوں پر اس کے حکومت کرنے سے ہے۔ دنیا کی نظر میں ان دنیاوی طاقتوں اور حکومتوں کا مقام ہوگا مگر خدا تعالیٰ کی نظر میں نہیں۔ اور جو چیز خدا تعالیٰ کی نظر میں قابلِ قبول نہ ہو وہ بظاہر ان نیک مقاصد کے حصول میں ہی کامیاب نہیں ہو سکتی جس کے لیے وہ استعمال کی جا رہی ہے۔ اسلام تمام انسانوں کو ایک خاندان کے افراد قرار دیتا ہے جو ایک دوسرے کی سلامتی کا خیال رکھتے ہیں اور آپس میں پیار محبت رکھتے ہیں۔ ایک دوسرے کے جذبات کا خیال رکھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاک نمونے سے یہ حسین معاشرہ تشکیل دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غریبوں سے لاڈ کیا، غلاموں کو پیار دیا محروموں کو ان کے حق دلوائے ان کو معاشرے میں مقام دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کا عالمگیر درس دیا اور فرمایا:

”تم سب آدم کی اولاد ہو اس لیے نہ عربی کو عجمی پر کوئی فوقیت ہے نہ عجمی کو عربی پر کوئی فوقیت ہے۔ اسی طرح رنگ و نسل بھی تمہاری بڑائی کا ذریعہ نہیں ہیں“ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا یَسۡخَرۡ قَوۡمٌ مِّنۡ قَوۡمٍ عَسٰۤی اَنۡ یَّکُوۡنُوۡا خَیۡرًا مِّنۡہُمۡ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنۡ نِّسَآءٍ عَسٰۤی اَنۡ یَّکُنَّ خَیۡرًا مِّنۡہُنَّ ۚ وَ لَا تَلۡمِزُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ وَ لَا تَنَابَزُوۡا بِالۡاَلۡقَابِ ؕ بِئۡسَ الِاسۡمُ الۡفُسُوۡقُ بَعۡدَ الۡاِیۡمَانِ ۚ وَ مَنۡ لَّمۡ یَتُبۡ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ۔ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اجۡتَنِبُوۡا کَثِیۡرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ اِثۡمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوۡا وَ لَا یَغۡتَبۡ بَّعۡضُکُمۡ بَعۡضًا ؕ اَیُحِبُّ اَحَدُکُمۡ اَنۡ یَّاۡکُلَ لَحۡمَ اَخِیۡہِ مَیۡتًا فَکَرِہۡتُمُوۡہُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ تَوَّابٌ رَّحِیۡمٌ ۔ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقۡنٰکُمۡ مِّنۡ ذَکَرٍ وَّ اُنۡثٰی وَ جَعَلۡنٰکُمۡ شُعُوۡبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوۡا ؕ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌ خَبِیۡرٌ ۔ (الحجرات 12-14)

ان آیات کا ترجمہ ہے کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! (تم میں سے) کوئی قوم کسی قوم پر تمسخر نہ کرے۔ ممکن ہے وہ ان سے بہتر ہو جائیں۔ اور نہ عورتیں عورتوں سے (تمسخر کریں)۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہو جائیں۔ اور اپنے لوگوں پر عیب مت لگایا کرو اور ایک دوسرے کو نام بگاڑ کر نہ پکارا کرو۔ ایمان کے بعد فسوق کا داغ لگ جانا بہت بری بات ہے۔ اور جس نے توبہ نہ کی تو یہی وہ لوگ ہیں جو ظالم ہیں۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ظن سے بکثرت اجتناب کیا کرو۔ یقیناً بعض ظن گناہ ہوتے ہیں۔ اور تجسّس نہ کیا کرو۔ اور تم میں سے کوئی کسی دوسرے کی غیبت نہ کرے۔ کیا کوئی تم میں سے یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ پس تم اس سے سخت کراہت کرتے ہو۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یقیناً اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ اے لوگو! یقیناً ہم نے تمہیں نر اور مادہ سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بلاشبہ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ یقیناً اللہ دائمی علم رکھنے والا (اور) ہمیشہ باخبر ہے۔ (ترجمہ بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ)

پس یہ خوبصورت معاشرہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا کیا اور یہی معاشرہ ہے جو آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت نے خلافت کی برکت سے اس دنیا میں قائم کرنا ہے۔

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

یہ ہے وہ بنیادی تعلیم جو اگر معاشرے میں رائج ہو جائے تو یہ دنیا بھی انسان کے لیے جنت بن جائے۔ عورتوں کی آبادی عموماً دنیا کے ہر ملک میں مردوں سے زیادہ ہے۔ اگر عورت کی اصلاح ہو جائے اور تقویٰ پر قائم ہو جائے، معاشرہ میں ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھنے لگ جائے تو بہت سے فساد جنہوں نے دنیا کے امن کو برباد کیا ہوا ہے ختم ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہاں بعض برائیوں سے رکنے اور تقویٰ پر قائم ہونے کی تلقین فرمائی ہے۔ ان میں خاص طور پر عورتوں کا نام لے کر انہیں مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ اے عورتو! یہ برائیاں نہ کرو۔ یہ عورت کی فطرت میں زیادہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ انسان کی فطرت کو کون جان سکتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیونکہ یہ عورت کی فطرت میں ہے کہ وہ عموماً اپنی بڑائی بیان کرنے کی کوشش کرتی ہے، دوسرے کو اپنے سے کم تر سمجھنے کی کوشش کرتی ہے۔ اس لیے اس عمومی نصیحت کے ساتھ جو مومنوں کو کی گئی ہے کہ کسی قوم کو حقیر نہ سمجھو کیونکہ اللہ کے نزدیک کوئی قوم بری نہیں۔ تم جس کو بُرا سمجھ رہے ہو، ہو سکتا ہے وہ اللہ کے نزدیک بہتر ہو۔ ہاں بعض لوگوں کے بعض فعل ہیں جو اللہ کی راہ سے بغاوت کرنے والوں کے فعل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان افعال کی وجہ سے ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔ لیکن یاد رکھو کہ یہ صرف خدا تعالیٰ کو پتہ ہے وہی ہے جو غیب کا علم رکھتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کون برا ہے، کون اچھا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کن کے دلوں میں کیا بھرا ہوا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ آئندہ کس نے کس حالت میں ہونا ہے۔ تم جو اپنے آپ کو بہتر سمجھ رہی ہو، ہو سکتا ہے کہ تمہارے میں برائیاں پیدا ہو جائیں اور جو برائیاں کرنے والا ہے ہو سکتا ہے اسے نیکیاں کرنے کی توفیق مل جائے۔ اس لیے بلاوجہ کسی کو تحقیر سے نہ دیکھو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قُلۡ لَّا یَعۡلَمُ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ الۡغَیۡبَ اِلَّا اللّٰہُ۔ (النمل آیت نمبر 66) ترجمہ: پھر تو کہہ دے کہ آسمانوں اور زمین میں جو مخلوق بھی ہے خدا کے سوا ان میں سے کوئی غیب کو نہیں جانتا۔

...اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے نزدیک تو وہی لوگ معزز ہیں جو ان برائیوں سے بچنے والے اور تقویٰ پر چلنے والے ہیں۔ باقی رہے تمہارے قبیلے یا تمہارے خاندان یا تمہاری قومیتیں یہ تو صرف ایک پہچان ہے۔ جب ہم نے اس زمانے کے مسیح و مہدی کو مان لیا۔ حَکم و عدل کو مان لیا۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مان لیا۔ جب ہم اس دعویٰ کے ساتھ کھڑے ہوئے ہیں کہ ہم نے دنیا کو امت واحدہ بنانا ہے، ایک ہاتھ پر اکٹھے کرنا ہے، ایک امت بنانا ہے۔ تو پھر یہ قومیتیں اور یہ قبیلے اور یہ خاندان کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ یہ پہچان تو ہے کہ ہم کہیں کہ فلاں جرمن ہے، فلاں پاکستانی ہے اور فلاں انڈونیشین ہے، اور فلاں افریقن ہے، گھانین ہے، نائیجیرین ہے۔ لیکن ایک احمدی میں کسی قوم کا ہونے کی وجہ سے بڑائی نہیں آنی چاہیے۔ یا کسی احمدی کو، کسی بھی قوم کے احمدی کو، کسی دوسری قوم کے احمدی کو دیکھ کر یہ احساس نہیں پیدا ہونا چاہیے کہ یہ ہم سے کمتر ہے۔ ایک پاکستانی احمدی کا کام ہے کہ ایک افریقن احمدی کو بھی اسی طرح عزت دے جس طرح ایک جرمن احمدی کی وہ عزت کرتا ہے یا کسی دوسرے یورپین ملک کے باشندے کی عزت کرتا ہے۔ اسی طرح ایک احمدی جو یورپین ہے، اسی طرح افریقن کی یا ایشین کی عزت کرے جس طرح وہ یورپین کی کرتا ہے۔ جب یہ معاشرہ قائم ہوگا تو خدا کی رضا حاصل کرنے والا معاشرہ ہوگا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”یہ بالکل سچی بات ہے کہ خدا تعالیٰ کا کسی کے ساتھ کوئی جسمانی رشتہ نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ خود انصاف ہے اور انصاف کو دوست رکھتا ہے۔ وہ خود عدل ہے، عدل کو دوست رکھتا ہے۔ اس لیے ظاہری رشتوں کی پرواہ نہیں کرتا۔ جو تقویٰ کی رعایت کرتا ہے اسے وہ اپنے فضل سے بچاتا ہے۔ اور اس کا ساتھ دیتا ہے۔ اور اسی لیے اُس نے فرمایا: اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ۔ (الحجرات آیت نمبر 14)

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 309-310۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

(خطاب لجنہ اماء اللہ جرمنی 2005ء، روزنامہ الفضل 2/اپریل 2016ء)

سیاسی امن کی ضمانت

دنیا کی سلامتی کا دار و مدار انصاف پر ہے، خدا تعالیٰ فرماتا ہے ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کی خاطر مضبوطی سے نگرانی کرتے ہوئے انصاف کی تائید میں گواہ بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی ہرگز تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو یہ تقویٰ کے سب سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے جو تم کرتے ہو۔“

(سورۃ المائدہ آیت نمبر 9)

اس کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ”دشمن قوموں کی دشمنی تمہیں انصاف سے مانع نہ ہو۔ انصاف پر قائم رہو کہ تقویٰ اسی میں ہے۔“

پھر فرماتے ہیں: ”آپ کو معلوم ہے کہ جو قومیں ناحق ستاویں اور دکھ دیویں اور خونریزیاں کریں اور تعاقب کریں اور بچوں اور عورتوں کو قتل کریں جیسا کہ مکہ والے کافروں نے کیا تھا۔ ایسے لوگوں کے ساتھ معاملات میں انصاف کے ساتھ برتاؤ کرنا کسقدر مشکل ہوتا ہے۔... میں سچ سچ کہتا ہوں دشمن سے مدارت سے پیش آنا آسان ہے مگر دشمن کے حقوق کی حفاظت کرنا اور مقدمات میں عدل و انصاف کو ہاتھ سے نہ جانے دینا بہت مشکل اور فقط جوانمردوں کا کام ہے۔

پھر فرماتے ہیں: اس آیت میں محبت کا ذکر نہ کیا بلکہ معیارِ محبت کا ذکر کیا۔ کیونکہ جو شخص جانی دشمن سے عدل کرے گا اور سچائی اور انصاف سے درگزر نہیں کرے گا وہی ہے جو سچی محبت بھی کرتا ہے۔“ (تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سورۃ المائدہ)

تو یہی ہے اسلام کی سچی تعلیم اور اس کے معیار جب سچی محبت ہوگی تو انصاف کے تقاضے پورے ہوں گے تو سلامتی کا پیغام بھی پہنچے گا۔ پس آج اس دنیا میں اس حسین تعلیم کے وارث اور حقدار اور خلافت کے جھنڈے تلے رہنے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق اور امام الزمان کی ڈھال کے پیچھے آ کر، تقویٰ کی راہ پر قدم مارتے ہوئے اس تعلیم کو دنیا میں جاری کرنے والے ہوں گے تو یہ معاشرہ امن کا گہوارہ بن جائے گا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی ایک تقریر میں دیانت کی مختلف صورتیں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”اچھے اخلاق میں سے... بہترین اخلاق جن کا پیدا کرنا کسی قوم کی زندگی کے لیے نہایت ضروری ہے وہ سچ اور دیانت ہیں۔... جس قوم میں دیانت آجائے وہ قوم نہ کبھی ذلیل ہو سکتی ہے نا کبھی غلام بنائی جا سکتی ہے۔ اور سچائی اور دیانت دونوں کا فقدان ہی کسی قوم کو ذلیل بناتا ہے اور ان دونوں کا فقدان ہی کسی قوم کو غلام بناتا ہے۔“ (خطبات محمود جلد 20 صفحہ 80)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس دور میں وہ مرد مجاہد ہیں جو ہر سطح پہ اپنے خطابات کے ذریعے تمام عالم کے سربراہان مملکت کے سامنے، انٹرنیشنل میڈیا کے سامنے، اور مختلف پارلیمنٹ سے خطابات میں اسلام کی خوبصورت تعلیمات کو نہ صرف بیان کر رہے ہیں، بلکہ ان کو واضح الفاظ میں متنبہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر انہوں نے اپنا قبلہ درست نہ کیا تو انہیں انتہائی خوفناک نتائج کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ اور یہ کہ اب نجات کی ایک ہی صورت ہے کہ سچائی اور انصاف سے کام لیا جائے۔

حضور ایدہ اللہ فرماتے ہیں: ”قرآن معاشرے کی بنیادی اکائی یعنی گھرانے سے لے کر بین الاقوامی تعلقات تک ہر معاملہ میں رہنمائی کرتا ہے۔ اسلام ہمیں انفرادی حقوق مثلاً بچوں کے حقوق کے بارے میں تعلیم دیتا ہے تو حکومت اور معاشرے کے افراد کے مجموعی حقوق کے بارے میں بھی ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان تعلیمات کی تشریح فرمائی ہے تا کہ آپؑ کی جماعت کے لوگ اپنے عقیدے کو سمجھ سکیں اور ہر قسم کے جھوٹے الزامات اور تنقید کا جواب دے سکیں۔

پس آپ کو چاہیے کہ آپ ہر قسم کی ہچکچاہٹ اور خوف کو دور کر دیں اور اپنے عقیدے پر کامل یقین اور پختگی کے ساتھ قائم

ہوں اور اس سے قطع نظر کہ آپ کُل وقتی طور پر جماعت کے لیے کام کر رہی ہیں یا نہیں، ان لوگوں کے اعتراضات کا جواب دیں جو اسلام کی پاک تعلیمات کو بد نام کرنا چاہتے ہیں۔''

(اجتماع واقفاتِ نَو سے خطاب الفضل انٹرنیشنل 10/ مئی 19)

معاشرتی امن کا ضامن

دنیا میں امن و سلامتی قائم رکھنے کے لیے معاشرتی امن کا قیام بھی بے حد ضروری ہے۔ خدا تعالیٰ ہمیں طریقِ ادب اور اخلاق کا سبق سکھاتا ہے۔ گند کا جواب گند سے دینا اپنے اوپر گند ڈالنے والی بات ہے۔ برائی کا جواب برائی سے دینا کوئی حکمت اور دانائی نہیں اور یہ بھی نہیں کہ نرمی دکھاؤ اور مداہنت کا اظہار کرو۔ بلکہ احسن طور پر نصیحت کا حکم دیا گیا۔ یہاں تک کہ مشرکوں سے بھی عمدہ اور اخلاق کے دائرے میں رہ کر بات کرنے کا حکم دیا گیا۔ پس آج مسلمان کا کام ہے کہ اس خوبصورت تعلیم کا پرچار کرے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''چوتھی قسم ترک شر کے اخلاق میں سے رِفق اور قولِ حسن ہے اور یہ خُلق جس حالتِ طبعی سے پیدا ہوتا ہے اُس کا نام طلاقت یعنی کشادہ روئی ہے۔ بچہ جب تک کلام کرنے پر قادر نہیں ہوتا بجائے رفق اور قولِ حسن کے طلاقت دکھلاتا ہے۔ یہی دلیل اس بات پر ہے کہ رفق کی جڑ جہاں سے یہ شاخ پیدا ہوتی ہے طلاقت ہے۔ طلاقت ایک قوت ہے اور رفق ایک خُلق ہے جو اس قوت کو محل پر استعمال کرنے سے پیدا ہو جاتا ہے۔ اس میں خدائے تعالیٰ کی تعلیم یہ ہے''۔ اس کا ترجمہ میں پڑھ دیتا ہوں کہ '' یعنی لوگوں کو وہ باتیں کہو جو واقعی طور پر نیک ہوں۔ ایک قوم دوسری قوم سے ٹھٹھا نہ کرے۔ ہوسکتا ہے کہ جن سے ٹھٹھا کیا گیا ہے وہی اچھے ہوں۔ بعض عورتیں بعض عورتوں سے ٹھٹھا نہ کریں۔ ہوسکتا ہے کہ جن سے ٹھٹھا کیا گیا وہی اچھی ہوں۔ اور عیب مت لگاؤ۔ اپنے لوگوں کے بُرے بُرے نام مت رکھو۔ بدگمانی کی باتیں مت کرو اور نہ عیبوں کو کرید کرید کر پوچھو۔ ایک دوسرے کا گلہ مت کرو۔ کسی کی نسبت وہ بہتان یا الزام مت لگاؤ جس کا تمہارے پاس کوئی ثبوت نہیں۔ اور یاد رکھو کہ ہر یک عضو سے مواخذہ ہو گا اور کان، آنکھ، دل ہر ایک سے پوچھا جائے گا''۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی۔ روحانی خزائن جلد نمبر 10 صفحہ 350) (لجنہ اماء اللہ جرمنی سے خطاب 2003ء بحوالہ الازھار لذوات الخمار۔ جلد سوم حصہ اول)

آج عالمِ اسلام انتشار کا شکار ہو چکا ہے۔ مسلم ممالک کے شہر فحاشی و بدکرداری کے مرکز بن گئے ہیں۔ ان کی بستیاں اور گلی کوچے اسلامی اخلاق سے عاری نظر آتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات اور اسلامی اقدار کا اس حد تک دیوالیہ نکل چکا ہے کہ اس بدکردار معاشرے کو اسلام سے منسوب کرنا دین کی توہین ہے۔

مگر آج صرف خلافتِ احمدیہ کی بدولت دنیا کو ایک سچا اور پاکیزہ اسلامی معاشرہ عطا ہوا ہے جو صحیح اسلامی تعلیمات اور اقدار پر مبنی ہے۔ یہ معاشرہ ہر ملک ہر بستی میں جہاں خلافت سے وابستگی نظر آتی ہے دیکھا جاسکتا ہے۔ جہاں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے تذکرے جاری ہیں۔ جہاں کی راتیں اور دن عبادت میں گزرتے ہیں۔ جہاں تربیت اور اصلاح اخلاق کی خاطر دن رات کوششیں کی جاتی ہیں۔ جہاں نیکیوں سے محبت اور بدیوں سے نفرت کی جاتی ہے۔ جہاں مسابقت بالخیرات کے روح پرور نظارے دکھائی دیتے ہیں۔ جہاں قرونِ اولیٰ کے

صحابہ کے رنگ میں رنگین ہو کر جان و مال کے نذرانے پیش کیے جاتے ہیں۔ یہ وہ زندہ اور زندگی بخش معاشرہ ہے جو اللہ کے فضل سے اور خلافت کی بدولت دنیا میں قائم ہو چکا ہے۔ آج خلافتِ احمدیہ نے دورِ آخرین میں دنیا کو جو اسلامی معاشرہ عطا کیا ہے یہ دراصل ابتداء ہے اس روحانی انقلاب کی جس کی برکت سے دنیا اس صدی میں انشاء اللہ ایک روح پرور نظارہ دیکھے گی۔ نئی زمین ہو گی اور نیا آسمان اور ساری دنیا اسلام کے آفتاب عالم تاب کے نور سے منور ہو جائے گی۔ (انشاء اللہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس بارے میں فرماتے ہیں:

''حقوق العباد ہیں، والدین سے احسان کا سلوک ہے۔ اب سب سے زیادہ والدین سے احسان کے سلوک کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ ان سے کرو اور ان کے لیے دعا کرو کہ جس طرح انہوں نے بچپن میں مجھ پر رحم کیا، مجھے پالا پوسا اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔ اور یہ دعا ان کی زندگی میں بھی ہوسکتی ہے، ان کے مرنے کے بعد بھی ہوسکتی ہے۔ ایک مستقل دعا ہے۔ اگر ہر بچہ، ہر نوجوان، ہر عورت یہ دعا کر رہی ہو گی تو خود بھی اس کو احساس ہو رہا ہو گا۔ جو بچوں والیاں ہیں۔ جب وہ اپنے والدین کے لیے دعا کر رہی ہوں گی تو ان کو خود بھی یہ احساس ہو گا کہ ہم نے بھی یہ دعا لینی ہے ہمیں بھی ان نیکیوں پر قائم ہونے کی ضرورت ہے جو ہمیں ان دعاؤں کا حقدار بنائیں۔ یہ ایک ایسی دعا ہے۔ جس کو اگر غور سے پڑھا جائے اور دعا غور سے کی جائے تو یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی کبھی کسی کی برائی چاہنے والی ہو۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ اس دعا میں اگر آپ غور کریں تو ہمارے ہاں یہ جو ساس بہوؤں کے مسئلے پیدا ہو جاتے ہیں، وہ بھی حل ہو جاتے ہیں۔ بہو جب اپنے والدین کے لیے دعا کر رہی گی تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ تمہارے جو رحمی رشتے دار ہیں خاوند کی طرف سے وہ بھی تمہارے ماں باپ ہیں بلکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس ان کے لیے بھی دعا ہو رہی ہو گی کہ اللہ تعالیٰ ان پر بھی رحم فرمائے۔ میرے خاوند کے ماں باپ پر بھی رحم فرمائے، میرے ماں باپ پر بھی رحم فرمائے۔ ماں باپ جو ہیں جب یہ دعا کر رہے ہوں گے تو وہ اپنے بڑوں کے لیے دعا کر رہے ہوں گے اور یہ سوچ کر کر رہے ہوں گے کہ اسی طرح ہمارے بچے بھی ہمارے لیے دعا کر رہے ہیں۔ تو ہم نے بھی ان دعاؤں کا وارث بننا ہے اُن کا فائدہ اٹھانا ہے۔ تو ہم بھی ان سے نیکیاں کریں۔

(ماخوذ از: ملفوظات جلد 5 صفحہ 179-180۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر رشتہ داروں سے حسن سلوک ہے۔ یہ ایک بہت اہم چیز ہے۔ ذرا ذرا سی بات پر بعض رشتوں میں دراڑیں پڑ جاتی ہیں۔ ایک نیکی جو ہے جس کا اللہ تعالیٰ ثواب دے رہا ہوتا ہے اُس سے محروم ہو جاتی ہیں۔ اگر یہ رشتے داروں سے حسن سلوک کی نیکی رہے تو عموماً میں نے دیکھا ہے کہ گھروں میں جو رشتے برباد ہوتے ہیں، ٹوٹتے ہیں، خاوند اور بیوی کی آپس میں جو لڑائیاں ہوتی ہیں وہ نندوں اور بھابیوں کی لڑائیاں ہیں، ساس اور بہو کی لڑائیاں ہیں۔ اگر ایک دوسرے سے حسن سلوک کر رہے ہوں گے تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ کسی قسم کی ایک دوسرے کے خلاف رنجشیں پیدا ہوں، برائیاں پیدا ہوں۔ پس یہ بھی نیکیوں میں آگے بڑھنے والی مومنات کا کام ہے کہ اپنے رشتوں کا بھی پاس اور خیال رکھیں۔

پھر ہمسایوں سے حسن سلوک ہے۔ یہاں کے جو جرمن ہمسائے ہیں۔ نہ جاننے والے اُن سے تو آپ حسن سلوک اسی کو سمجھتے ہیں کہ ہمارا اُن سے تعلق نہیں، واسطہ نہیں۔ پھر قریبی ہمسائے آپ کے جماعت کے ممبران بھی ہیں اُن سے حسن سلوک ہے۔ لیکن جرمنوں سے بھی حسن سلوک ضروری ہے۔ ہر ایک ہمسایہ چاہے وہ عیسائی ہے، چاہے وہ ہندو ہے، چاہے سکھ ہے یا بدھ ہے، یہودی ہے یا مسلمان ہے اُن سے حسن سلوک ہو گا تو آپ لوگ نیکیوں کو پھیلانے والے ہوں گے اور ان نیکیوں کو پھیلانے کی وجہ سے اپنے تبلیغ کے میدان کو وسیع کر رہے ہوں گے۔ پس یہاں بھی ضروری ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ سو کوس تک یعنی سو سو میل تک تمہارے ہمسائے ہیں۔ یہ نہ سمجھو کہ تمہاری ہمسائیگی صرف اس حد تک ہے کہ تمہارے گھر کے ساتھ جڑی دیوار والا تمہارا ہمسایہ ہے۔

(ماخوذ از: ملفوظات جلد 4 صفحہ نمبر 214-215۔ ایڈیشن 2003، مطبوعہ ربوہ)

جماعت کے تمام افراد تمہارے ہمسائے ہیں۔ جہاں آپ اس وقت بیٹھی ہوئی ہیں، تین چار ہزار، پانچ ہزار جتنی بھی تعداد ہے ہر ایک جو بیٹھی ہے ہر دوسری اُس کی ہمسائی ہے اور یہ ہمسائیگی کا حق آج کے لیے نہیں، یہ ان تین دنوں کے لیے نہیں بلکہ اب اس ہمسائیگی کے حق کو مستقل آپ نے نبھانا ہے۔ اس سوچ کو وسیع کریں گی تو پھر دیکھیں کیسا حسین معاشرہ آپ پیدا کرنے والی ہو جائیں گے۔ وہ خوبصورت معاشرہ پیدا کرنے والی ہو جائیں گی جو اسلام پیدا کرنا چاہتا ہے۔''

(بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 16 تا 22 نومبر 2012ء صفحہ 2 لجنہ اماء اللہ جرمنی سے خطاب 17 ستمبر 2011ء)

گھریلو امن کی ضمانت

جماعت احمدیہ میں خلافت کے زیرِ سایہ مردوں، عورتوں کی دینی تعلیم و تربیت اور ترقی کے لیے انصار اللہ۔ خدام الاحمدیہ، اطفال الاحمدیہ، ناصرات اور لجنہ اماء اللہ کی الگ الگ ذیلی تنظیمیں موجود ہیں جو براہ راست خلیفہ وقت کی نگرانی میں کام کرتی ہیں۔ ایک مکمل انتظامی، تربیتی اور روحانی نظام ہے جو اس دور میں خلافتِ احمدیہ کے ذریعہ دنیا کو عطا ہوا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

''... جو شخص اپنی اہلیہ اور اس کے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔... ہر ایک مرد جو بیوی سے یا بیوی خاوند سے خیانت سے پیش آتی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔''

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد 19، صفحہ 19، ایڈیشن 2008ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس ضمن میں فرماتے ہیں کہ

''پس جب شادی ہو گئی تو اب شرافت کا تقاضا یہی ہے کہ ایک دوسرے کو برداشت کریں، نیک سلوک کریں، ایک دوسرے کو سمجھیں اور اللہ کا تقویٰ اختیار کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر اللہ کی بات مانتے ہوئے ایک دوسرے سے حسنِ سلوک کرو گے تو بظاہر ناپسندیدگی، پسند میں بدل سکتی ہے اور تم اس

رشتے سے بھلائی اور خیر پا سکتے ہو۔ کیونکہ ہمیں غیب کا علم نہیں اور اللہ تعالیٰ غیب کا علم رکھتا ہے۔ اور سب قدرتوں کا مالک ہے۔ وہ تمہارے لیے اس میں بھلائی اور خیر پیدا کر دے گا۔“

(مشعلِ راہ جلد پنجم حصہ چہارم صفحہ 122 123۔ ایڈیشن 2007ء)

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو جیسا کہ لباس میں سکون، آرام، گرمی سے بچاؤ، زینت، قسماقسم کے دکھ سے بچاؤ ہے ایسا ہی اس جوڑے میں ہے جیسا کہ لباس میں پردہ پوشی ہے ایسا ہی مردوں عورتوں کو چاہیے کہ اپنے جوڑے کی پردہ پوشی کیا کریں اس کے حالات کو دوسروں پر ظاہر نہ کریں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ؒ فرماتے ہیں کہ ”آپ میں سے ہر وہ عورت جس کے گھر میں کوئی فتنہ ہو اور اتحاد میں خلل پیدا ہوتا ہو اپنے خدا کے سامنے اس کی ذمہ دار ہے اور اس کے متعلق اپنے رب کے حضور جواب دہ ہونا پڑے گا کیونکہ اس نے اپنے گھر کی پاسبانی نہیں کی۔“ (ماہنامہ مصباح سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ؒ نمبر جون، جولائی 2008ء صفحہ 85)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز مزید فرماتے ہیں:

پھر بعض عورتوں کو اپنے گھروں اور سسرال کے حالات کی وجہ سے شکوے پیدا ہو جاتے ہیں۔ بے صبری کا مظاہرہ کر رہی ہوتی ہیں اور بعض دفعہ تکلیف بڑھنے کے ساتھ ردِ عمل بھی اِس قدر ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف بھی شکوے پیدا ہو جاتے ہیں۔ تو بجائے شکووں کو بڑھانے کے اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگتے ہوئے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ٹھیک ہے میرے علم میں بھی ہے بعض دفعہ خاوندوں کی طرف سے اس قدر زیادتیاں ہو جاتی ہیں کہ ناقابلِ برداشت ہو جاتی ہیں۔ تو ایسی صورت میں نظام سے، قانون سے رجوع کرنا پڑتا ہے۔ لیکن اکثر دعا، صدقات اور رویّوں میں تبدیلی سے شکوے کی بجائے اُس کی مدد مانگنے کے لیے اُس کی طرف مزید جُھکنا چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا: ”اے عورتوں کے گروہ! صدقہ کیا کرو اور کثرت سے استغفار کیا کرو۔“

(صحیح مسلم۔ کتاب الایمان، باب بیان نقصان الایمان بنقص الطاعات۔۔)

یہ نسخہ بھی آزما کر دیکھیں۔ جہاں آپ کی روحانی ترقی ہو گی وہاں بہت سی بلاؤں سے بھی محفوظ رہیں گی۔ پھر جوان لڑکیوں کے حقوق ہیں۔ اس میں بچیوں کے رشتوں کے معاملے ہوتے ہیں۔ گو ماں باپ اچھا ہی سوچتے ہیں سوائے شاذ کے جو بیٹی کو بوجھ سمجھ کر گلے سے اُتارنا چاہتے ہیں۔ بچیوں کو اُن کے رشتوں کے معاملے میں اسلام یہ اجازت دیتا ہے اگر تم پر زبردستی کی جا رہی ہے تو تم نظامِ جماعت سے، خلیفۂ وقت سے مدد لے کر ایسے ناپسندیدہ رشتے سے انکار کر دو۔ لیکن یہ اجازت پھر بھی نہیں ہے کہ اپنے رشتے خود ڈھونڈتی پھرو۔ بلکہ رشتوں کی تلاش تمہارے بڑوں کا کام ہے یا نظامِ جماعت کا۔ ہاں پسند ناپسند کا تمہیں حق ہے۔ جس لڑکے کا رشتہ آیا ہے اس کے حالات اگر جاننا چاہو تو جان سکتی ہو۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ دُعا کر کے شرح صدر ہونے پر رشتے طے کرنے چاہئیں۔ رشتوں کے بارے میں آزادی کے نام نہاد دعویدار تو یہ آزادی عورت کو آج دے رہے ہیں، اسلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے عورت کی یہ آزادی قائم کر دی۔“ (خطاب لجنہ اماء اللہ جرمنی 2003ء مطبوعہ، الازھار لذوات الخمار جلد سوم حصہ اول، صفحہ 40,41)

ایک اور خطاب میں آپ ایدہ اللہ تعالیٰ نے خواتین کو نصائح کرتے ہوئے مزید فرمایا:

”پس آج اگر اپنے آپ کو اور اپنی نسلوں کو دنیا کے فتنہ و فساد سے بچانا ہے اور دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنی ہے، اس کا ایک ہی راستہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی تعلیم پر عمل کیا جائے۔ جو احکامات اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآنِ کریم میں بتائے ہیں ان پر عمل کرنے کی کوشش کرنے والی ہوں تا کہ اپنی روحانی ترقی کے ساتھ ساتھ اپنے سپرد جماعت کی امانتوں کی بھی صحیح رنگ میں حفاظت کرتے ہوئے، ان کو بھی خدا تعالیٰ کے احکامات کا فہم حاصل کرنے اور ان کو اپنی زندگیوں پر لاگو کرنے کا ذریعہ بنیں۔

پس اس سوچ کے ساتھ قرآن کے احکامات کی تلاش کریں۔ جب ایک جستجو کے ساتھ، ایک لگن کے ساتھ اس کوشش میں مصروف ہوں گی کہ میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کا پتہ کر کے، ان پر عمل کرنے والی بنوں تو پھر ہی آپ حقیقی مومنات کہلائیں گی۔ اور حقیقی مومن کی مدد کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے پر فرض کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ مومن کی مَیں مدد کرتا ہوں اور یہ اللہ تعالیٰ کی مدد ہی ہے جو آپ کی اولادوں کو نیکیوں پر قائم رکھے گی۔ یہ خدا تعالیٰ کی مدد ہی ہے جس سے آپ کی اولادیں آپ کے لیے دعائیں کرنے والی ہوں گی۔ یہ خدا تعالیٰ کی مدد اور فضل ہی ہے جس سے آپ کی اولاد جماعت سے مضبوط تعلق جوڑنے والی ہو گی اور آپ کے لیے، آپ کے خاندان کے لیے اور جماعت کے لیے مفید وجود بنے گی۔

پس ایمان کے یہ معیار حاصل کرنے کے لیے جب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی مدد اپنے پر فرض کی ہے تو اس کے لیے ایک مجاہدہ کی ضرورت ہے۔ اپنی عبادتوں کے معیار اونچے کرنے کی ضرورت ہے۔ سب محبتوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں ڈوبنے کی ضرورت ہے۔ پس جب یہ صورت پیدا ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ سے محبت کی وجہ سے اس کی عبادت میں بڑھنے کی کوشش کریں گی اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے اپنی اولاد کی صحیح رنگ میں تربیت کرنے کی کوشش کریں گی تو پھر خدا تعالیٰ اپنے فضل سے ضرور مدد فرماتا ہے اور آپ کی اولاد کو آپ کے لیے قرّۃ العین بنائے گا۔ اور آپ کی دعا وَاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِیۡنَ اِمَامًا ۔ (الفرقان آیت نمبر 75) کو قبول فرماتے ہوئے نیک صالح اولاد عطا فرمائے گا جو قرّۃ العین ہو۔ لیکن جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ شرط یہی ہے کہ آپ کی عبادتوں کے معیار بھی بلند ہوں، اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرنے والی اور اعمالِ صالحہ بجالانے والی ہوں، تو پھر آپ کی نیک تربیت کو پھل لگیں گے۔ آپ کی زندگی میں بھی آپ کی اولاد آپ کی نیک نامی کا باعث بن رہی ہو گی اور مرنے کے بعد بھی اولاد کی نیکیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرما رہا ہو گا۔ ہر وہ نیک عمل جو آپ کی اولاد کرے گی، آپ کے کھاتے میں بھی اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق شمار کرے گا۔ بچوں کو دعائیں جو اللہ تعالیٰ نے سکھائی ہیں وہ اسی لیے ہیں۔ ایک دعا ہے رَّبِّ ارۡحَمۡهُمَا كَمَا رَبَّیٰنِیۡ صَغِیۡرًا۔ (بنی اسرائیل آیت نمبر، 25) کہ اے میرے ربّ! اُن پر مہربانی فرما کیونکہ اُنہوں نے بچپن کی حالت میں میری پرورش کی تھی۔ یقیناً یہ دعا انہی بچوں کے منہ سے نکلے گی جن کا اللہ تعالیٰ سے مضبوط تعلق ہو گا، جو عبادتوں کی اہمیت سمجھتے ہوں گے، جو نیک اعمال کی طرف توجہ دینے والے ہوں گے۔ نیک اعمال کر کے ہی اُنہیں خیال آئے گا کہ میرے ربّ کے بعد میرے والدین کا مجھ پر احسان ہے، میری ماں کا مجھ پر احسان ہے، میرے باپ کا مجھ پر احسان ہے جنہوں نے میری نیک تربیت کی۔ میری ایسے رنگ میں پرورش کی کہ مجھے میرے خدا سے ایک زندہ تعلق پیدا کروا دیا۔ میری اس رنگ میں پرورش کی مجھے جماعت کے لیے خدمت کا موقع عطا فرمایا۔ سوچیں ذرا جو واقفینِ نَو بچے اور بچیاں خدمتِ دین پر کمر بستہ ہوں گے، ایک قربانی کے جذبے سے دین کی خدمت کر رہے ہوں گے۔ اُس وقت ان کے دل میں جہاں اپنے ربّ کے لیے شکر کے جذبات کا اظہار ہو رہا ہو گا، وہاں اپنے والدین کے لیے بھی دل سے دعائیں نکل رہی ہوں گی کہ اے خدا تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تُو نے مجھے ایسے والدین عطا فرمائے جنہوں نے خلیفۂ وقت کی آواز پر لبّیک کہتے ہوئے ہمیں خدمتِ دین کے لیے وقف کیا۔ پس اے خدا میرے ایسے والدین پر اس دنیا میں بھی رحمتوں اور فضلوں کی بارش برسا دے اور اگلے جہان میں بھی ان سے وہ پیار کا سلوک کر جو تُو اپنے پیاروں سے کرتا ہے۔

پس یہ دعا جو ہمارے پیارے خدا نے ہمیں اپنے والدین کے لیے سکھائی ہے تو یقیناً اس کی بہت اہمیت ہے۔ یقیناً قبولیت کا درجہ دینے کے لیے دعا سکھائی ہے۔ یقیناً ماں باپ کو ان کے بچوں کی تربیت پر ان کو ایک اعلیٰ سرٹیفکیٹ دینے کے لیے دعا سکھائی ہے کہ اے بچو! تم اپنے ایسے نیک ماں باپ کا احسان نہیں اتار سکتے ہو، ان کا شکر ادا کر سکتے ہو اور اس کا بہترین ذریعہ یہ کہ ہمیشہ جب بھی کوئی نیک کام کرو، اپنے ماں باپ کو یاد رکھتے ہوئے، میرے سے ان کے لیے رحم کی دعا مانگو۔ مَیں اُن کے درجات کو بڑھاتا چلا جاؤں گا۔

ایک حدیث میں ہے جو پہلے بھی میں نے ذکر کیا کہ ماں گھر کی نگران ہونے کی وجہ سے، اپنے اور اپنے خاوند کے بچوں کی نگران ہوتی ہے اور اگر صحیح نگرانی نہیں کر رہی تو اس کی وجہ سے وہ پوچھی جائے گی۔ (صحیح البخاری کتاب النکاح باب المرأۃ راعیۃ فی بیت زوجھا حدیث 5200) تو جن ماؤں نے نیک اولاد پیدا کی ہے وہ ہر وقت اللہ کے پیار کی نظر کے نیچے بھی رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ نہ کرنے پر تو سزا دے اور پوچھے اور اگر اچھا کام کوئی کرے تو خاموش بیٹھا رہے۔ اللہ تعالیٰ تو ایسا دِیالُو ہے جو کئی گنا کسی عمل کی جزا دیتا ہے۔ پس اس خدا سے جہاں خود بھی تعلق جوڑیں، وہاں اپنے بچوں کا بھی تعلق جڑوائیں۔

یاد رکھیں مائیں ہی ہیں جو بچوں کی قسمت بدلا کرتی ہیں بلکہ بچوں کے زیرِ اثر دوسروں کی قسمت بھی بدل جاتی ہے۔ عورت ہی ہے جو ولی اللہ بھی پیدا کرتی ہے اور ڈاکو بھی پیدا کرتی ہے۔ دیکھیں وہ ماں ہی تھی جس نے اپنے معصوم بچے کو سفر پر بھیجتے ہوئے یہ نصیحت کی تھی کہ بچے جو چاہے حالات گذر جائیں جھوٹ نہ بولنا۔ جب ڈاکو نے بچے کو گھیرا اور اس سے پوچھا تمہارے پاس کیا ہے تو اس نے صاف صاف بتا دیا کہ اسّی (80) اشرفیاں میری قمیص کے اندر سلی ہوئی ہیں۔ ڈاکوؤں کے سردار نے کہا تم ہم سے چھپا سکتے تھے کیونکہ ہم تمہیں بچہ سمجھ کر یہ توقع نہیں رکھتے تھے کہ تمہارے پاس بھی کچھ ہو گا۔ لیکن بچے نے اُس نیک ماں کی تربیت کی وجہ سے کیا خوبصورت جواب دیا کہ میری ماں نے کہا تھا کہ بچے کبھی جھوٹ نہ بولنا، اگر آج پہلے امتحان پر ہی میں جھوٹ بولنے والا بن گیا تو میری ماں نے جو مجھ پر محنت کی ہے اُسے ضائع کرنے والا بنوں گا۔ یہ سن کر ڈاکوؤں کا سردار دھاڑیں مار مار کر رونے لگا اور توبہ کر کے اللہ کے عبادت گزاروں میں بن گیا۔“

(ماخوذ از: ملفوظات جلد 1 صفحہ 370۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان) (خطاب لجنہ اماء اللہ جرمنی، مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 2/دسمبر تا 8/دسمبر، 2016ء)

حضورِ انور ایدّہ اللہ نے برطانیہ کی واقفاتِ نَو کے سالانہ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

”معاشرے کے امن وسکون کا تعلق گھریلو امن و سکون سے ہے اور گھریلو سکون اچھے اخلاق، میاں اور بیوی، والدین اور اولاد کے باہمی حسن سلوک، ادب و احترام کے بغیر ناممکن ہے۔ اس لیے واقفاتِ نَو ہونے کی حیثیت میں آپ ہمیشہ یہ بات یاد رکھیں کہ ہمیشہ اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرنا آپ کے لیے ضروری ہے۔

قطع نظر اس کے کہ آپ بچیاں ہیں، نوجوان ہیں یا پختہ عمر کی ہیں آپ تمام واقفاتِ نَو پر لازم ہے کہ اپنے والدین، بہن بھائیوں اور دیگر رشتہ داروں کے حقوق ادا کریں۔ آپ میں سے جو شادی شدہ ہیں انہیں چاہیے کہ اپنے بچوں اور خاوندوں سے محبت کا تعلق رکھیں، ان کے حقوق ادا کریں اور اس امر کو یقینی بنائیں کہ آپ کا گھرانہ اسلامی روایات کی عملی تصویر ہو۔

جیسے کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں ہمیشہ اس بات کو مدنظر رکھیں کہ قرآنِ کریم جیسی بے نظیر کتاب کی تعلیمات کے مطابق ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کی بجا آوری ہمیشہ ہماری اولین ترجیح رہنی چاہیے۔ لہٰذا آپ پر لازم ہے کہ باقاعدگی کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کریں، حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفائے کرام کی تفاسیر کا مطالعہ کریں اور اس امر میں فخر محسوس کریں کہ آپ ایک زندہ خدا کو ماننے والی اور ایک عظیم الشان نبی ؐ کی پیروکار ہیں جس کی بیان فرمودہ تعلیمات رہتی دنیا تک قائم رہیں گی۔ ان شاء اللہ۔

اس بات کو بھی باعثِ فخر سمجھیں کہ ہمارا ایمان ہمارے لیے دنیا و آخرت میں نجات کا باعث ہو گا۔

اگر آپ قرآن کریم کی تعلیمات کے مطابق زندگی گزاریں گی تو یقیناً آپ اپنی روزمرّہ زندگی اور اپنے گھروں میں ہی جنت کا نظارہ دیکھ لیں گی۔“

(اجتماع واقفاتِ نَو سے خطاب الفضل انٹرنیشنل 10/ مئی 19)

آج فقط خلفائے احمدیت ہی ہیں جو بار بار اپنے خطبات وخطابات کے ذریعہ ہمیں حسنِ معاشرت کا درس دیتے ہیں۔ جو ہمارے دکھ کو اپنا دکھ جان کر ساری ساری رات گریہ وزاری میں گزار دیتے ہیں۔ آج خلافت کی برکت سے جماعت میں ایک ایسا شاندار نظام موجود ہے جو حقدار کو اس کا حق دلواتا ہے، جو مظلوم کی فریاد سنتا ہے، جو ظالم کے ہاتھ کو روکتا ہے۔ پھر خواہ معاملہ عورتوں سے متعلق ہو یا سوال بچوں کے حقوق کا ہو ہر معاملے میں خلیفہ وقت کی رہنمائی ہمارے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوتی ہے۔ گھریلو امن کو قائم رکھنے میں خلیفہ وقت کی زریں ہدایات اس گھر کو خوشحال گھرانہ اور جنت نظیر معاشرہ بنانے میں بے حد معاون و مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ جہاں ہر ماں، باپ، بہن بھائیوں، عزیز واقارب اور ہمسایہ کے حقوق کا بھی خیال رکھا جاتا ہے اور معاشرے میں پیدا ہونے والی گاہے بہ گاہے برائیوں کو جڑ سے اکھاڑنے میں مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ اور یہ تمام ترثمرات صرف اور صرف خلافت سے وابستگی سے ہی حاصل ہوتے ہیں۔

روحانی امن کا ضامن

خلافت سے سچے تعلق کی بدولت انسان کی پرانی زندگی پر

ایک موت وارد ہو جاتی ہے اور ایک نئی روحانی زندگی اس کو نصیب ہوتی ہے۔ اور وہ گناہوں کی آلائش سے پاک وصاف ہو کر نیکیوں کے مجسمے بن جاتے ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے روحانیت کے اعلیٰ مدارج پر جا پہنچتے ہیں۔ تاریخ احمدیت ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے کہ خلافت سے وابستگی نے اس میں شامل ہونے والوں کی زندگیوں میں عظیم روحانی انقلاب پیدا کر دیا۔ ان کو گناہوں کی آلائش سے پاک کر کے اسلامی تعلیمات پر سچا عامل بنا دیا کہ وہ خدانما وجود بن گئے۔ نیک اور پاکیزہ تبدیلیوں کے واقعات سے تاریخ احمدیت بھری پڑی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ’’اس درخت کو اس کے پھلوں سے اور اس نیر کو اس کی روشنی سے شناخت کرو گے۔‘‘ (روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 44 ایڈیشن 1984ء مطبوعہ انگلستان)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس بارے میں فرماتے ہیں:

’’ہمیشہ یاد رکھیں کہ دنیا کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرنا اگر کسی کے مقدّر میں ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے مسیح کی جماعت کے ذریعے سے یہ مقدّر کیا ہوا ہے۔ پس اگر مسیح موعود کی فوج میں شامل ہونا ہے تو اپنے اعمال پر ہر وقت نظر رکھیں۔ سب سے پہلی بات تو یہ یاد رکھیں کہ آپ اپنی دینی، علمی اور روحانی ترقی کے لیے جلسے پر آئی ہیں۔ اور یہی مقصد لے کر آپ یہاں بیٹھی ہیں اور بیٹھنا چاہیے۔ ...یہاں جلسے کے پروگراموں کو پوری توجہ سے سنیں۔ یہ نہ ہو کہ ٹولیاں بنا کر بیٹھی گپیں مارتی رہیں، اپنے کپڑوں اور زیوروں کا ذکر کر رہی ہوں۔ وہی ذکر زیادہ چلتا رہے۔ سال میں تین سو پینسٹھ دن ہوتے ہیں۔ اگر دین سیکھنے کی خاطر اجتماع اور جلسے کے دن ملا کر کُل پانچ دن یا چھ دن بھی آپ دین سیکھنے کے لیے نہیں دے سکتیں، اپنے آپ کو دنیا کے کاموں سے کلیۃً علیحدہ نہیں کر سکتیں تو اپنے روحانی معیار اونچے کرنے کی کوشش کرنے والی کس طرح کہلا سکتی ہیں۔... اپنے آپ کو مکمل طور پر ان دنوں میں دین سیکھنے اور روحانیت میں ترقی کرنے کے لیے وقف کریں۔‘‘

(خطاب لجنہ اماء اللہ جرمنی فرمودہ یکم ستمبر 2007ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’تعلیمی ترقی اور نئی ایجادات نے جہاں انسانوں کے ذہنوں کو روشن کیا ہے وہاں اکثریت کو روحانی طور پر مُردہ کر دیا ہے۔ حتیٰ کہ مسلمان بھی کامل تعلیم کے باوجود غلط قسم کے علماء کے پیچھے چل کر روحانی طور پر مُردہ ہو چکے ہیں۔...اس فساد کے زمانے میں، روحانی زوال کے زمانے میں، دنیاوی خواہشات کے بڑھنے کے زمانے میں، اسلامی تعلیمات کو بھلانے کے زمانے میں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک غلام دنیا کی رہنمائی کے لیے آئے گا اور احیائے موتیٰ کا ذریعہ بنے گا۔

پس ہم خوش قسمت ہیں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے اس فرستادے اور مسیح موعود اور مہدی معہود کو مان لیا اور اس کی بیعت میں شامل ہو کر یہ اعلان کیا کہ ہم شیطان کے ہر حملے کو اللہ تعالیٰ کی مدد سے اس پر الٹا دیں گے۔ اس کے ہر بہکاوے پر اللہ تعالیٰ کا فضل مانگتے ہوئے بچنے کی کوشش کرتے چلے جائیں گے۔ دین کو دنیا پر مقدم کریں گے۔

پس آپ اس بات پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر کریں کم ہے۔ لیکن یہ شکر گزاری صرف منہ کے اعلان سے ہی مقصد پورا نہیں کر سکتی کہ الحمد للہ ہم شکر گزار ہیں اللہ کے کہ ہم احمدی ہو گئے۔ اس کے لیے اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے کی ضرورت ہے اور احمدی عورت اور لڑکی کی سب سے بڑھ کر یہ ذمہ داری ہے کیونکہ اس نے صرف اپنے آپ کو ہی شیطان کے حملوں سے نہیں بچانا بلکہ اپنی نسلوں کو بھی ان حملوں سے بچانا ہے۔ عورت ہے جس کی کوکھ سے بچہ جنم لیتا ہے۔ عورت ہے جس کی گود میں بچہ پلتا ہے، بڑھتا ہے۔ عورت ہے جو اپنے بچہ کو باہر کے ماحول سے متاثر ہونے سے پہلے اپنے بچے کی اس نہج پر تربیت کر سکتی ہے کہ اسے پتا چل جائے کہ برائی کیا ہے اور اچھائی کیا ہے۔ ایک حقیقی احمدی مسلمان عورت اپنے بچے کو بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا کرنے کے علاوہ اسلام کے اعلیٰ اخلاق کے معیار کیا ہیں۔ ایک احمدی عورت ہے جو اپنے بچہ کو بتا سکتی ہے، اس کے کان میں بچپن سے ڈال سکتی ہے کہ تمہارے احمدی مسلمان ہونے کا مقصد کیا ہے۔ اس موجودہ بگڑے ہوئے معاشرے میں یہ تربیت کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ ایک بہت بڑا چیلنج ہے ہر احمدی عورت کے لیے، ہر احمدی ماں کے لیے۔ ساتھ ہی بہت بڑی ذمہ داری بھی ہے۔

’’...اسلام ماؤں پر ذمہ داری ڈالتا ہے کہ وہ بچوں کی تربیت کا حق ادا کریں۔ بچوں کی تربیت کی ذمہ داری جیسا کہ میں نے کہا کہ کوئی معمولی ذمہ داری نہیں ہے اور اس بگڑے ہوئے معاشرے میں جہاں ہر قدم پر شیطان نے دنیاوی ترقی کے نام پر اپنی طرف کھینچنے کے سامان کیے ہوئے ہیں اور پھر جب بچے اپنے ساتھ کے غیر بچوں کو بعض کام کرتے دیکھتے ہیں خاص طور پر جب بارہ تیرہ سال کی عمر کو پہنچتے ہیں تو ان میں بے چینیاں پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔ پس یہ تربیت جو ماں کرتی ہے اور جس محنت سے اس طرف توجہ دیتی ہے یہ جہاد سے کم نہیں ہے۔ تبھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کے سوال کرنے پر کہ ہم جہاد پر تو جا نہیں سکتیں کیا، گھروں کو سنبھالنے اور بچوں کی تربیت کرنے پر جہاد جیسا ثواب کمائیں گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یقیناً یہ تمہارا جہاد ہے اور اس کا ثواب تمہیں جہاد جتنا ہے۔ (الجامع لشعب الایمان للبیہقی جلد 11 صفحہ 178-177 حدیث 8369 مطبوعہ الرشد ناشرون ریاض 2004ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز پردہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

بعض احمدی لڑکیوں کو پتا نہیں کیوں احساس کمتری ہے کہ اگر انہوں نے پردہ کیا تو لوگ انہیں جاہل سمجھیں گے۔ پس ایسی لڑکیاں یہ دیکھ لیں کہ کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کو خوش کرنا ہے یا لوگوں کو خوش کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بات کو ماننا ہے یا اس کی باتوں پر اندھے اور بہروں کی طرح گزر جانا ہے، جیسے سنا ہی نہیں یا دیکھا ہی نہیں۔ غیر احمدی عورت تو کہہ سکتی ہے کہ ہمیں تو ان احکامات کا پتا نہیں۔ ہمیں قرآن کریم کا علم نہیں۔ ہم نے تو تفصیل سے احکامات نہیں پڑھے۔ لیکن احمدی لڑکی اور عورت نہیں کہہ سکتی کہ ہم نے سنا نہیں اور دیکھا نہیں۔ مستقل انہیں پوری تفصیل کے ساتھ اس بارے میں سمجھایا جاتا ہے اور تمام خلفاء نے سمجھایا۔ میں عرصے سے سمجھا رہا ہوں۔ پس اس طرف لجنہ کی تنظیم کو بھی توجہ کرنے کی ضرورت ہے اور خود ہر لڑکی اور عورت کو بھی اپنا جائزہ لینے کی ضرورت ہے کیونکہ آہستہ آہستہ پھر یہ فیشن اور لاپرواہیاں بالکل ہی ننگا کر دیں گی۔ اگر ابھی ایک دو چار بھی ہیں تو ان کو اپنا جائزہ لینا چاہیے اور جو نہیں ہیں ان کو کسی قسم کے احساس کمتری میں، کمپلیکس میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہمارا دین ایک بہترین دین ہے اور دنیا میں پھیلنے کے لیے آیا ہے۔ پس اس کو پھیلانے کے لیے ہم میں سے ہر عورت اور مرد کو اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ اور جب صرف ننگا نہیں ہو جائیں گی بلکہ اس ذمہ داری سے بھی لاپرواہ ہو جائیں گی جو اولاد کی دینی تربیت کے لیے ہے اور بچے جب دیکھیں گے کہ میری ماں کی بعض حرکتیں تو اس سے مختلف ہیں جو قرآن کریم نے حکم دیا ہے تو پھر ظاہر ہے ان پر منفی اثر پڑے گا۔

پس جہاں اعتقادی لحاظ سے ہر عورت اور لڑکی نے اپنے آپ کو مضبوط کرنا ہے، ایمان میں بڑھنا ہے وہاں عملی لحاظ سے بھی مضبوط کریں۔ اس معاشرے میں ہمیں اپنی عورتوں اور لڑکیوں کو حجاب اور پردے اور حیا کا تصور پیدا کروانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ حیادار حجاب کی جھجک اگر کسی بچی میں ہے تو ماؤں کو اسے دور کرنا چاہیے بلکہ اسے خود اپنے آپ

باقی صفحہ نمبر 58 پر

خطبہ نکاح

فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

(نئے مرکز احمدیت اسلام آباد کی مسجد مبارک میں پہلا خطبہ نکاح)

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مؤرخہ 20 اپریل 2019ء بروز ہفتہ مسجد مبارک اسلام آباد میں درج ذیل نکاحوں کا اعلان فرمایا۔ تشہد و تعوذ اور مسنون آیات قرآنیہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

اس وقت میں چند نکاحوں کے اعلان کروں گا۔ اتفاق ہے کہ اس مسجد میں یہ نکاح کا خطبہ میرا پہلا خطبہ ہو گا لیکن نکاح والے یہ نہ سمجھیں کہ ان کے نکاح سے آج مسجد کا افتتاح ہو گیا ہے۔ مسجد کا افتتاح ان شاء اللہ تعالیٰ باقاعدہ خطبہ کے ساتھ ہو گا جب سارے کام مکمل ہو جائیں گے۔ بہرحال یہ پہلے نکاح ہیں جو اس مسجد میں مرکز شفٹ ہونے کے بعد ہو رہے ہیں۔ ہمیشہ یاد رکھیں کہ صرف اس بات پہ خوش نہ ہو جائیں کہ ہمارے یہاں پہلے نکاح تھے اور راضی ہو گئے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے جو حکم ہیں شادی بیاہ کے بارہ میں ان کو اپنے پیش نظر رکھیں اور وہ یہ ہیں کہ ہمیشہ تقویٰ سے کام لو۔ نیکیوں کی طرف توجہ دو۔ ایک دوسرے کے حق ادا کرنے کی کوشش کرو اور اپنے کل کو دیکھو۔ اپنے بچوں کی تربیت کی طرف توجہ دو جو آئندہ نسل آنے والی ہے۔ اور اپنے روحانی معیاروں کو بھی بڑھانے کی کوشش کرو۔ صرف دنیا تمہارے پیش نظر نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ یہ آج قائم ہونے والے رشتے ہر لحاظ سے بابرکت ہوں۔ ایک دوسرے کا خیال رکھنے والے ہوں اور آئندہ اللہ تعالیٰ ان کو نیک اور صالح نسل بھی عطاء فرمائے۔

ان چند الفاظ کے ساتھ اب میں ان نکاحوں کا اعلان کرتا ہوں۔ پہلا نکاح عزیزہ حافظہ عطیۃ الرحیم (واقفۂ نو) کا ہے جو مسرور احمد نعیم صاحب (ربوہ) کی بیٹی ہیں۔ ان کا نکاح عزیزم راشد مجید مربی سلسلہ (شعبہ تخصص جامعہ احمدیہ ربوہ) کے ساتھ ایک لاکھ پچیس ہزار پاکستانی روپے حق مہر پر طے پایا ہے۔ جو عبد المجید طیب صاحب کے بیٹے ہیں۔ دونوں طرف سے وکیل مقرر کیے گئے ہیں۔ نصیر الدین ہمایوں صاحب لڑکی کے وکیل ہیں۔ اور لڑکے کے وکیل ڈاکٹر شاہ محمد جاوید صاحب ہے۔

حضورِ انور نے فریقین میں ایجاب و قبول کروایا اور اس دوران لڑکی کے وکیل سے دریافت فرمایا کہ لڑکی ان کی رشتہ دار ہے؟

انہوں نے عرض کیا کہ جی حضور میری بھانجی ہے۔

ایجاب وقبول کے بعد حضورِ انور نے لڑکے کے وکیل کو مخاطب کر کے فرمایا: آپ کا یہ لڑکا رشتہ دار ہے؟ یہ بھی کشمیری ہے؟

انہوں نے عرض کیا کہ جی حضور میرا بھتیجا ہے۔

اس پر حضورِ انور نے فرمایا: اچھا ماشاء اللہ۔ یہ راؤ اور کشمیریوں کا رشتہ ہو گیا ہے۔ اس کے بعد حضورِ انور نے اگلے نکاح کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

اگلا نکاح عزیزہ فاطمہ صدف کا ہے جو مرزا اکرم بیگ صاحب (مرحوم) ربوہ کی بیٹی ہیں۔ ان کا نکاح عزیزم سہیل احمد مربی سلسلہ (شعبہ تخصص جامعہ احمدیہ ربوہ) جو محمد نواز صاحب ربوہ کے بیٹے ہیں کے ساتھ ایک لاکھ پاکستانی روپے حق مہر پر طے پایا ہے۔ یہاں بھی دونوں طرف سے وکیل مقرر کیے گئے ہیں۔

حضورِ انور نے فریقین میں ایجاب و قبول کروایا اور پھر فرمایا:

اگلا نکاح عزیزہ فیضیہ انور (واقفۂ نو) کا ہے جو مبارک احمد انور صاحب (ناروے) کی بیٹی ہیں۔ یہ نوید احمد خان (واقف نو) ابن مبارک احمد خان صاحب یوکے کے ساتھ دس ہزار پاؤنڈ حق مہر پر طے پایا ہے۔

حضورِ انور نے فریقین میں ایجاب و قبول کروایا اور پھر فرمایا:

اگلا نکاح عزیزہ زارا احمد کا ہے جو بشارت احمد گھمن صاحب (کینیڈا) کی بیٹی ہیں۔ یہ عزیزم نادر احمد سندھو (واقف نو) ابن ناصر احمد سندھو صاحب (جرمنی) کے ساتھ سات ہزار یورو حق مہر پر طے پایا ہے۔ لڑکی کی طرف سے ناصر احمد ڈھلوں صاحب ان کے وکیل ہیں۔

حضورِ انور نے فریقین میں ایجاب و قبول کروایا اور پھر فرمایا:

اگلا نکاح عزیزہ تنزیلہ انعم جو نعیم احمد صاحب (یوکے) کی بیٹی ہیں کا ہے۔ یہ عزیزم افتخار احمد (واقف نو) ابن ناصر احمد صاحب (جرمنی) کے ساتھ پانچ ہزار یورو حق مہر پر طے پایا ہے۔

حضورِ انور نے فریقین میں ایجاب وقبول کروانے کے بعد ان تمام رشتوں کے بابرکت ہونے کے لیے دعا کروائی اور ان نکاحوں کے فریقین کو مبارکباد دیتے ہوئے انہیں شرف مصافحہ بھی عطاء فرمایا۔

(مرتبہ: ظہیر احمد خان مربی سلسلہ۔ انچارج شعبہ ریکارڈ دفتر پی ایس لندن)

ہم اکیلے نہیں ہیں گرمِ سفر
آسماں ہم رکاب سا کچھ ہے

خلافتِ خامسہ کے بابرکت دَور میں پوری ہونے والی عظیم الشان پیشگوئیاں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کو پورا کرنے والی خلافت میں جماعتی ترقیات کا لامتناہی سلسلہ

(عبدالسمیع خان۔ استاد جامعہ احمدیہ گھانا)

چلتا پھرتا معجزہ

خلافت کا مضمون جماعت احمدیہ کے لیے محض علمی اور تحقیقی مسئلہ نہیں، ایک زندہ اور چلتا پھرتا معجزہ ہے۔ خدا تعالیٰ کی زبردست فعلی شہادت نے ہمیں فلسفیانہ دلائل سے بے نیاز کر دیا ہے۔ خالق کائنات کی پے در پے نصرتوں نے اسے صداقت کا جامہ پہنا دیا ہے جسے کوئی دشمن اتار نہیں سکتا۔ جبکہ دوسروں کے لیے خلافت ایک علمی اور متنازعہ مضمون ہے اور ہر مرحلے پر اختلاف ہے۔

خلافتِ احمدیہ کی صداقت اور اس کے منجانب اللہ ہونے کا ایک ثبوت وہ پیشگوئیاں ہیں جو کسی خلیفہ کے دور میں پوری ہوتی ہیں۔ ان غیبی خبروں کا متشکل ہو جانا اس خلیفہ کی سچائی کا بھی نشان ہے اور اس وجود کے اہل اللہ ہونے کا بھی جس کے منہ سے وہ مقدس الفاظ نکلے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے خلافت خامسہ کے بابرکت عہد میں بھی صلحاء کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ پورے ہو کر اس بات کا ثبوت مہیا کرتے ہیں کہ وہ بھی خدا کی طرف سے تھے اور سیدنا مسرور ایدہ اللہ تعالیٰ بھی خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ نمائندے اور تائید یافتہ رہنما ہیں۔

اس حوالے سے جب ہم خلافت خامسہ میں پوری ہونے والی پیشگوئیوں کا جائزہ لیتے ہیں تو ان کے 3 حصے معلوم ہوتے ہیں۔

1۔ وہ پیشگوئیاں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دور سے ایک تسلسل کے ساتھ ہر خلافت میں چمک دکھلا رہی ہیں اور ان کی چمکار میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

2۔ وہ پیشگوئیاں جو کسی وقت پوری ہوئیں۔ پھر ان کا سلسلہ کچھ دیر رک گیا اور اب دوبارہ جاری ہو گیا ہے۔

3۔ وہ پیشگوئیاں جو بالکل پہلی دفعہ خلافت خامسہ میں پوری ہوئیں اور ہو رہی ہیں۔

یہ امر بھی یاد رکھنا چاہیے کہ پیشگوئیاں کبھی اپنے ظاہری رنگ میں پوری ہوتی ہیں اور کبھی معنوی رنگ میں۔ باپ سے مراد کبھی اس کا بیٹا یا اگلی اولاد بھی ہوتی ہے اور کبھی ناموں کے معانی بھی تعبیر میں اہم کردار رکھتے ہیں۔

اس مضمون میں کئی امور ذوقی ہیں مگر بے بنیاد نہیں۔ ان کی تائید دوسری پیشگوئیوں اور خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت سے ہو رہی ہے۔ پھر بھی کسی کو انہیں تسلیم کرنے کا پابند نہیں کیا جا سکتا۔

آیئے اس پس منظر کو ملحوظ رکھتے ہوئے پیشگوئیوں پر نظر ڈالیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات و کشوف

ان پیشگوئیوں کا مربوط سلسلہ کئی جہتوں پر پھیلا ہوا ہے۔ ان میں ایک پہلو حضرت مسیح موعود کے ان الہامات اور رؤیا و کشوف کا ہے جن میں آپ کو حضرت مرزا شریف احمد صاحب کی دینی خدمات اور عظیم مقام کی خبر دی گئی مگر انہوں نے کامل طور پر آپ کی اولاد میں سے ایک بابرکت وجود کے ذریعہ پورا ہونا تھا جن کو الہامات میں مسرور کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

ہم نے عالم کشف میں اسی لڑکے کے متعلق کہا تھا کہ اب تو ہماری جگہ بیٹھ اور ہم چلتے ہیں۔

(تذکرہ ص406)

28 مئی 1907ء کے الہامات میں ہے۔

عمّرہ اللّٰہ علیٰ خلاف التوقع

اس کو خدا تعالیٰ امید سے بڑھ کر عمر دے گا۔

(تذکرہ ص609)

امّرہ اللّٰہ علیٰ خلاف التوقع

اس کو یعنی شریف کو خدا تعالیٰ امید سے بڑھ کر امیر کرے گا۔

(تذکرہ ص609)

جنوری 1907ء۔ شریف احمد کو خواب میں دیکھا کہ اس نے پگڑی باندھی ہوئی ہے اور دو آدمی پاس کھڑے ہیں۔ ایک نے شریف احمد کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ''وہ بادشاہ آیا'' دوسرے نے کہا ابھی تو اس نے قاضی بننا ہے۔ فرمایا قاضی حَکم کو بھی کہتے ہیں۔ قاضی وہ ہے جو تائید حق کرے اور باطل کو رد کرے۔ (تذکرہ ص584)

دسمبر 1907ء کا الہام ہے۔

انی معك یا مسرور

اے مسرور میں تیرے ساتھ ہوں۔ (تذکرہ ص630)

ان معروف الہامات کے ساتھ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ملالیں تو مزہ دوبالا ہو جاتا ہے۔ آپ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے بارہ میں فرمایا:

یہ بادشاہ ہو گا اگر یہ نہ ہوا تو اس کا بیٹا ہو گا اور وہ نہ ہوا تو اس کا پوتا ضرور بادشاہ ہو گا۔

(جماعت احمدیہ میں قیام خلافت ص485)

باوفا خادمان اعلیٰ کو
سونپ اعلیٰ کمان دیتے ہیں
وہ ہیں خورشید ماہ و عالم کے
منزلوں کے نشان دیتے ہیں
ان کو سنتی ہیں گردشیں رک کر
جب وہ اپنا بیان دیتے ہیں

صحابہ حضرت مسیح موعودؑ کے رؤیا

پیشگوئیوں کا دوسرا سلسلہ حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہ کے ذریعہ چلتا ہے جن میں یہ خبر دی گئی کہ حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کی اولاد میں سے آپ کے جانشین اور خلفاء پیدا ہوں گے۔

1۔ حضرت مولوی عبدالستار صاحب ساکن خوست جو حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؓ کے خاص شاگردوں میں سے ہیں بیان کرتے ہیں کہ:

خواب: خلیفۃ المسیح الاولؓ کی زندگی میں دیکھا آپ فرماتے ہیں کہ میاں محمود اور شریف احمد مسیح موعود کے ولی عہد ہیں۔

(الفضل 25 مارچ 1914ء ص5)

2۔ حضرت مصلح موعودؓ نے 1944ء میں پیشگوئی مصلح موعود کے مصداق ہونے کا اعلان فرمایا تو حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ نے حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں تین رؤیا لکھے۔ ایک کے متعلق فرماتے ہیں:۔

دوسری رؤیا پرسوں رات کی ہے کہ دارالامان کی سب آبادی ایک جشن عظیم کی تیاری میں ہے بہت بڑا اجتماع ہے اس میں ایک میز بچھی ہے جس کے جنوب کی طرف حضور یعنی سیدنا المصلح الموعودؓ ہیں اور جانب مشرق حضرت میاں شریف احمد صاحب ہیں۔ دونوں حضرات کے چہرے عجیب شان دکھا رہے ہیں۔ اس وقت حضرت میاں شریف احمد صاحب بے تکلفی سے اور ہاتھوں کے اشارہ سے حضور کے ساتھ گفتگو فرما رہے ہیں۔ اسی اثناء میں بیدار ہو گیا۔ (حیات قدسی جلد چہارم ص132)

منصور کے ذریعہ تمکنت

یہ پیشگوئی بھی پوری ہوئی کہ امام مہدی کا جانشین بھی زمیندار ہو گا اور مہدی کے لشکر کا ایک سردار منصور نامی ہو گا۔

سیدنا حضرت علی المرتضیٰ نے آنحضرت ﷺ سے یہ روایت فرمائی کہ ماوراء النہر سے ایک شخص نکلے گا جو حارث بن حراث کہلائے گا یعنی پیشے کے اعتبار سے زمیندار ہو گا اس کے لشکر کا ایک سردار منصور نامی ہو گا اس سے آل محمدؐ کو تمکنت حاصل ہو گی اور اس کی مدد کرنا ہر مومن پر واجب ہو گا۔

(ابوداؤد کتاب المہدی نمبر 3739)

خدا کی قدرت نمائی دیکھئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے والد ماجد کا اسم گرامی صاحبزادہ مرزا منصور احمد ہے۔ اسے کوئی دہریہ ہی محض اتفاق کہہ سکتا ہے۔

حضرت مرزا منصور احمد صاحب کے حارث حراث ہونے میں بھلا کون کلام کر سکتا ہے۔ خود حضرت سیدی مرزا مسرور احمد صاحب نے 1976ء میں زرعی یونیورسٹی فیصل آباد سے ایگریکلچرل اکنامکس میں ایم ایس سی کی ڈگری حاصل کی اور زمانہ خلافت سے قبل قیام گھانا (از 1977ء تا 1985ء) احمدیہ زرعی فارم ٹمالے شمالی گھانا کے مینیجر رہے اور سرزمینِ گھانا میں پہلی مرتبہ گندم اگانے کا کامیاب تجربہ کیا۔

(الفضل 3 دسمبر 2008ء)

حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی ہجرت کے بعد لمبا عرصہ ناظر اعلیٰ و امیر مقامی ربوہ کی حیثیت سے جماعت کو سنبھالے رکھا۔ اس کو تقویت اور تمکنت دینے کی کوششوں میں لگے رہے۔

حضرت بو زینب بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے خطبہ جمعہ 8 مئی 1987ء میں فرمایا:

چند روز پہلے میں نے ایک عجیب خواب دیکھا۔ خواب میں دیکھا کہ حضرت بو زینب چچی جان حضرت چھوٹے چچا جان کی بیگم صاحبہ مرحومہ جو صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی والدہ صاحبہ تھیں وہ تشریف لائی ہیں۔ ان کو میں نے پہلے تو کبھی خواب میں نہیں دیکھا تھا شائد ایک مرتبہ دیکھا ہو۔ وہ آئی ہیں اور قد بھی بڑا ہے جس حالت میں جسم تھا۔ اس کے مقابل پر زیادہ پُرشوکت نظر آتی ہیں۔ آپ آ کے مجھے گلے لگتی ہیں لیکن گلے لگ کر پیچھے ہٹ جاتی ہیں اور بغیر الفاظ کے مجھ تک ان کا یہ مضمون پہنچتا ہے کہ میں خود نہیں ملنے آئی بلکہ ملانے آئی ہوں۔ ... لیکن اس میں ایک غم کے پہلو کی طرف توجہ گئی کہ زینب نام میں ایک غم کا پہلو پایا جاتا ہے لیکن اس وقت یہ خیال نہیں آیا کہ یہ الوداعی معانقہ ہے۔ میرا دل اس طرف گیا کہ شاید جماعت پر کوئی اور ابتلا آنے والا ہے ایک غم کی خبر ہو گی اس سے۔ فکر پیدا ہو گئی لیکن اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جماعت کو حفاظت میں رکھے گا۔

(خطبات طاہر جلد 6 ص316)

شاید اس رؤیا میں حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب ایدہ اللہ کی خلافت کی طرف اشارہ ہو۔ یعنی جماعت پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی رحلت سے طاری ہونے والا خوف اور پھر سیدنا مسرور کی خلافت سے خوف کا امن میں تبدیل ہونا اور خوشی عطا ہونا۔

دلوں کی سلطنت پر کر رہا ہے حکمرانی بھی
وہ جس سے منسلک ہے بادشاہت آسمانی بھی
جمال مصطفیٰؐ کی ہے جہاں میں وہ نشانی بھی
عیاں جس کی فصاحت سے ہوا یار نہانی بھی
صدائے انی معك شش جہت میں پھیل جاتی ہے
خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالم کو اک عالم دکھاتی ہے

یہاں تک غیبی خبروں کا سلسلہ تو ذاتی رنگ رکھتا ہے اور خاندانی پہچان سے منسلک ہے۔ خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت نے درج بالا پیشگوئیوں کی ابھی تک جو تعبیریں ظاہر کیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔ آئندہ اللہ بہتر جانتا ہے۔

1۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ اور حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ کی نسل میں خلافت کا سلسلہ جاری ہو گا۔

2۔ حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کے موعود بیٹے سے مراد ان کا پوتا ہے۔

3۔ اس پوتے کا نام مسرور ہو گا۔

4۔ مسرور کے والد کا نام منصور ہو گا اور وہ بھی مہدی کی جماعت کا ایک اہم سردار ہو گا۔

5۔ مسرور کی خلافت حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع کے بعد ہو گی اور خلافت کا سلسلہ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ کی اولاد سے مل جائے گا۔

زمین کے کناروں تک احمدیت کا پیغام

حضرت مسیح موعود کو خدا تعالیٰ نے خبر دی تھی کہ میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔

یہ الہام مختلف رنگوں میں پورا ہوتا رہا مگر خلافت خامسہ میں اس الہام نے ایک نیا جلوہ دکھایا اور 16 دسمبر 2005ء کو

قادیان کی بیت اقصیٰ سے معجزانہ طور پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کے خطبہ جمعہ کی صورت میں مسیح موعود کی دعوت زمین کے کناروں تک پہنچنے لگی اور یہ پیغام جلسہ کے خطابات کے علاوہ 5 خطبات جمعہ اور ایک خطبہ عید الاضحیٰ کی صورت میں گونجتا رہا۔

اس کے 3 ماہ بعد 28/ اپریل 2006ء کو زمین کے کنارے فجی سے حضور کا خطبہ جمعہ زمین کی تمام بلندیوں اور پستیوں میں نشر ہوا جسے فجی کے نیشنل ٹی وی نے بھی Live نشر کیا۔ حضور نے 2 مئی 2006ء کو جزیرہ تاویونی پر لوائے احمدیت لہرایا جہاں سے Date Line گزرتی ہے۔

پس قادیان سے زمین کے کناروں تک اور زمین کے کناروں سے تمام دنیا تک مسیح موعود کے پیغام کا ابلاغ احمدیت کے مواصلاتی اور فضائی دور کا ایک نیا سنگ میل ہے۔

یہ بات بھی حیرت انگیز ہے کہ مختلف قوموں کے نزدیک زمین کے جو بھی کنارے ہیں خواہ وہ فجی ہو یا ماریشس یا آئرلینڈ یا قطب شمالی کے قریب امریکہ اور کینیڈا کے علاقے ان سب جگہوں پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود کا پیغام پہنچانے کا اعزاز بخشا ہے۔

خلافت رابعہ کے اختتام تک جماعت 175 ملکوں میں پھیل چکی تھی اور اب خلافت خامسہ میں یہ تعداد بڑھ کر 212 ہو چکی ہے۔ اس طرح 37 نئے ممالک احمدیت میں داخل ہوئے۔ بتائیں کون سا خطہ ہے جہاں مسیح موعود کا پیغام نہیں پہنچا۔

خلافت رابعہ کے 12 آخر تک مشنز اور مراکزِ تبلیغ کی تعداد 656 تھی جو 3000 سے زائد ہوگئی ہے۔ تراجم قرآن 75 زبانوں میں شائع ہو چکے ہیں۔

ایم ٹی اے کے ذریعہ اشاعت حق

ایم ٹی اے کے بارے میں قدیم پیشگوئیوں کا ایک وسیع سلسلہ موجود ہے۔ جس میں آسمانی منادی کا ذکر ہے۔

قران کریم، احادیث، بزرگان سلف اور انجیل کی پیش خبریوں پر تفصیلی نگاہ دوڑائی جائے تو ایم ٹی اے کے متعلق پیش گوئیوں کا خلاصہ یہ بنتا ہے

☆ امام مہدی کی بعثت کے وقت آسمان سے منادی کی جائے گی

☆ یہ منادی خود امام مہدی نہیں بلکہ اس کی طرف سے نمائندہ اور جانشین کرے گا

☆ یہ آواز مشرق ومغرب میں ہر جگہ پہنچے گی

☆ آواز کے ساتھ ہی منادی کی تصویر بھی دکھائی دے گی اور تمام دنیا میں اسے دیکھا اور سنا جائے گا

☆ دور اور نزدیک کے لوگ یکساں طور پر اس منادی کو سنیں گے اور دیکھنے میں وہ بہت قریب معلوم ہوگا

☆ یہ آواز عام ہوگی ہر ایک اسے سن سکے گا اور کسی طبقے یا قوم کے لیے خاص نہیں ہوگی

☆ تمام لوگ اس آواز یا پیغام کو اپنی اپنی زبان میں سنیں گے

☆ مشرق اور مغرب کے لوگ اس آواز کو سن کر ایک ہاتھ پر اکٹھے ہو جائیں گے

☆ امام مہدی کے ماننے والے مشرق اور مغرب میں ایک دوسرے کو دیکھ سکیں گے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے 1994ء میں MTA کی بنیاد ڈالی اور پھر اسے مسلسل ترقیات عطا ہوتی رہیں۔

ایم ٹی اے کے ذریعہ مواصلاتی فتوحات کے تذکرہ کے دوران خلافت خامسہ میں اس کی نئی شاخوں کا ذکر بھی ضروری ہے۔

23 جون 2003ء سے ایم ٹی اے کی نشریات Asia Sat3 پر شروع ہوگئیں اور دنیا کے آخری جزیرہ تاویونی میں بھی واضح سگنل موصول ہونے لگے۔

22/ اپریل 2004ء سے ایم ٹی اے کے دوسرے چینل MTA الثانیہ کا اجراء ہوا۔

23 مارچ 2006ء کو ایم ٹی اے کے نئے آٹومیٹڈ براڈ کاسٹ سسٹم کا افتتاح ہوا۔

10 جولائی 2006ء کو انٹرنیٹ پر ایم ٹی اے کی نشریات شروع ہوگئیں۔

(الفضل 28 مئی 2008ء)

23 مارچ 2007ء وہ تاریخی دن تھا جب دنیائے عرب کے لیے عربی زبان میں فل ٹائم چینل ''ایم ٹی اے الثالثہ العربیہ'' کی سروس کا انعقاد ہوا جو نائل سیٹ سیٹلائٹ پر شروع کیا گیا۔

15 جون 2007ء کو ایم ٹی اے 3 العربیۃ کی نشریات کو بھی انٹرنیٹ پر باقاعدہ ٹی وی چینل کے طور پر شروع کر دیا گیا۔

20 جولائی 2009ء کو انٹرنیٹ پر ایم ٹی اے کے دوسرے آڈیو چینل کی سروس کا آغاز ہوا جس پر ناظرین تمام پروگرام انگریزی زبان میں بھی ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

10 دسمبر 2007ء کو بیت الفتوح لندن میں حضور نے خصوصی طور پر تعمیر شدہ ایم ٹی اے کے نئے کمپلکس کنٹرول روم اور سٹوڈیوز کا افتتاح فرمایا جو حضورِ انور ہی کی زیر نگرانی اور زیر ہدایت تیار کیا گیا تھا اور جو جدید ترین ٹیکنالوجی سے لیس ہر قسم کے براڈ کاسٹ کے سامان پر مشتمل ہے۔

8 جنوری 2008ء کو ایم ٹی اے 3 العربیہ کی نشریات نائل سیٹ سے بدل کر مقبول تر سیٹلائٹ عرب سیٹ پر ڈال دی گئیں۔

29 فروری 2008 ء کو امریکہ اور کینیڈا کے لیے بھی ایم ٹی اے 3 العربیۃ کی سروس AMC3 سیٹلائٹ پر شروع کر دی گئی۔

29 فروری 2008ء کو ہی امریکہ کے ویسٹ کوسٹ کے لیے ایم ٹی اے اولیٰ کے پروگراموں کو 3 گھنٹے تاخیر سے نشر کرنے کے لیے ایم ٹی اے اولیٰ پلس 3 کا آغاز کر دیا گیا۔ نیز شمالی امریکہ کے لیے ایم ٹی اے انفو کاسٹ چینل کا اجراء کیا گیا۔

4 مارچ 2008ء کو ایم ٹی اے 3 العربیۃ کی نشریات کا SESAT سیٹلائٹ پر آغاز ہوا۔

8 مارچ 2008ء کو ایم ٹی اے 3 العربیۃ کی نشریات کو عرب دنیا کے لیے وسیع تر کرنے کے لیے ہاٹ برڈ سیٹلائٹ پر بھی متوازی سروس کے طور پر شروع کر دیا گیا۔

27 مئی 2008ء کو وہ تاریخی دن تھا جب خلافتِ احمدیہ صدسالہ جشن تشکر کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس نے ایکسل سنٹر لندن سے تمام عالم کو صد سالہ خلافت جوبلی کا خطاب ارشاد فرمایا تو ربوہ اور قادیان میں منعقد ہونے والے اجتماعات کو بھی براہ راست نشریات میں شامل کیا گیا اور یوں تین مقامات سے بیک وقت نعرہ ہائے تکبیر اور غلام احمد کی جے کے فلک بوس اور پُرشگاف نعروں کی گونج تمام عالم میں سنائی دی گئی۔ خدا تعالیٰ کے بے انتہاء فضل اور حضورِ انور کی دعاؤں سے بیک وقت سہ طرفہ لائیو نشریات کا یہ پہلا تجربہ نہایت کامیاب رہا۔

20 فروری 2009ء کو حضورِ انور کی رہنمائی میں حسب معمول میڈیا کی دنیا میں سبقت لیتے ہوئے۔ ایم ٹی اے کو Youtube کا پارٹنر چینل بنانے کا سفر شروع کیا گیا اور خدا کے فضل سے چند ہفتوں میں ہی mtaonline1 کے ہزاروں ممبر ہوگئے اور youtube کی طرف سے mta کو یہ سہولت دے دی گئی کہ youtube پر جماعت کے خلاف دشمنان احمدیت کا جھوٹا اور غلیظ پراپیگنڈا ہم خود نکال سکتے ہیں۔ نیز اب حضورِ انور کا تازہ خطبہ جمعہ فوراً youtube پر ڈال دیا جاتا ہے۔

23 مارچ 2014ء ایم ٹی اے پر عربی میں Live خطاب فرمایا۔

7 فروری 2016ء برطانیہ کے پہلے DAB ڈیجیٹل ریڈیو سٹیشن VOI کا اجراء ہو۔ جس کی نشریات لندن اور اس کے گردونواح کے علاوہ ویب سائٹ کے ذریعہ پوری دنیا میں سنی جاسکتی ہیں۔

یکم اگست 2016ء حضورِ انور نے ایم ٹی اے افریقہ کا افتتاح فرمایا۔ یہ چینل براعظم افریقہ کے احباب کے لیے روحانی مائدے کا سامان مہیا کر رہا ہے۔

سلسلہ سوال و جواب

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی ایک رؤیا میں ایم ٹی اے پر ٹیلی فون کالوں اور اعتراضوں کا جواب دینے کا ذکر بھی موجود ہے۔ فرماتے ہیں:

اس رؤیا کے شروع میں میں نے دیکھا کہ کسی سرکاری افسر نے کوئی تقریر ایسی کی ہے جس میں احمدیت پر کچھ اعتراضات ہیں اس کو سن کر حضرت مسیح موعود ایک پبلک فون کی جگہ پر چلے گئے ہیں اور فون پر اس کی تردید شروع کی ہے مگر بجائے آپ کی آواز فون میں جانے کے ساری دنیا میں پھیل رہی ہے اس فون میں آپ نے سب اعتراضوں کو رد کیا ہے جو اس افسر کی طرف سے کیے گئے ہیں۔

(الفضل 5/ اکتوبر 1954ء ص3)

خلافت خامسہ میں ایم ٹی اے پر Live سوال و جواب کے پروگرام کئی زبانوں میں نشر ہو رہے ہیں۔ جو دشمنوں کے ہر اعتراض کو رد کر رہے ہیں۔ ٹیلی فون پر وہ سوال آتا ہے اور پھر ساری دنیا میں وہ آواز پھیل جاتی ہے۔

آدھا نام عربی آدھا انگریزی میں

حضرت مسیح موعود کا قریباً 1880ء کا کشف ہے فرماتے ہیں:

ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک شخص میرا نام لکھ رہا ہے تو آدھا نام اس نے عربی میں لکھا ہے اور آدھا انگریزی میں لکھا ہے۔ انبیاء کے ساتھ ہجرت بھی ہے۔ لیکن بعض رویا نبی کے اپنے زمانہ میں پورے ہوتے ہیں اور بعض اولاد یا کسی متبع کے ذریعہ سے پورے ہوتے ہیں۔

(الحکم 10 ستمبر 1905ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ہجرت بھی کی اور پھر ایم ٹی اے پر لقاء مع العرب پروگرام میں انگریزی اور عربی گفتگو کے ذریعہ تبلیغ کی توفیق پائی۔ نیز عربی رسالہ التقویٰ اور انگریزی رسالہ Review of Religions لندن سے باقاعدگی سے جاری ہوئے۔

خلافت خامسہ میں اس مضمون میں نئے رنگ بھرے گئے۔

جماعت احمدیہ کے 125ویں یوم تاسیس کے بابرکت موقع پر 21 تا 23 مارچ 2014ء کو قادیان سے ایم ٹی اے انٹرنیشنل پر خصوصی عربی پروگرام اسمعوا صوت السماء... کی براہ راست نشریات جاری رہیں جس کے آخر پر حضورِ انور کا عربی زبان میں ایک بصیرت افروز خطاب نشر کیا گیا۔

(الفضل انٹرنیشنل 16 مئی 2014ء)

مکرم منیر عودہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے ایک دفعہ عربوں کے لیے عربی زبان میں خطاب ریکارڈ کروانے کا بھی ارادہ فرمایا۔ لیکن پھر ارشاد فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔

دوسری طرف جب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو اللہ تعالیٰ نے خلعت خلافت سے سرفراز فرمایا تو حضورِ انور نے فرمایا کہ میرے عہد میں عربوں میں تبلیغ کے لیے راہ کھلے گی اور عربوں میں احمدیت کا نفوذ ہوگا۔

(الفضل 24 مئی 2012ء)

اس کے متعلق پہلے بھی پیشگوئیاں موجود ہیں۔

بلاد عرب میں قبولیت

حضرت مصلح موعود کی درج ذیل رؤیا میں خلافت خامسہ میں بلاد عربیہ میں احمدیت پھیلنے کی طرف خاص اشارہ معلوم ہوتا ہے۔

حضرت مصلح موعود خطبہ جمعہ 23 نومبر 1945ء میں فرماتے ہیں:۔

''تین چار دن ہوئے، میں نے ایک رؤیا میں دیکھا کہ میں عربی بلاد میں ہوں اور ایک موٹر میں سوار ہوں۔ ساتھ ہی ایک اور موٹر ہے جو غالباً میاں شریف احمد صاحب کی ہے۔ پہاڑی علاقہ ہے اور اس میں کچھ ٹیلے سے ہیں۔ جیسے پہل گام، کشمیر یا پالم پور میں ہوتے ہیں۔ ایک جگہ جا کر دوسری موٹر جو میں سمجھتا ہوں میاں شریف احمد صاحب کی ہے کسی اور طرف چلی گئی ہے اور میری موٹر اور طرف۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میری موٹر ڈاک بنگلے کی طرف جا رہی ہے۔ بنگلہ کے پاس جب میں موٹر سے اترا تو میں نے دیکھا کہ بہت سے عرب جن میں کچھ سیاہ رنگ کے ہیں اور کچھ سفید رنگ کے، میرے پاس آئے ہیں میں اس وقت اپنے دوسرے ساتھیوں کی طرف جانا چاہتا ہوں لیکن ان عربوں کے آجانے کی وجہ سے گیا ہوں۔ انہوں نے آتے ہی کہا:۔

السلام علیکم یاسیدی

میں ان سے پوچھتا ہوں۔

من این جئتم؟

کہ آپ لوگ کہاں سے آئے ہیں؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ

جئنا من بلاد العرب وذھبنا الی قادیان وعلمنا انك سافرت فاتبعناك علمنا انك جئت الی ھذا المقام۔

یعنی (ہم عربی بلاد سے آئے ہیں اور) ہم قادیان گئے اور وہاں معلوم ہوا کہ آپ باہر گئے ہیں اور ہم آپ کے پیچھے چلے یہاں تک کہ ہمیں معلوم ہوا کہ آپ یہاں ہیں۔ اس پر میں نے ان سے پوچھا کہ

لای مقصد جئتم؟

کس غرض سے آپ تشریف لائے ہو؟ تو ان میں سے لیڈر نے جواب دیا کہ

جئنا لنستشیرك فی الامور الاقتصادیة والتعلیمیة۔

اور غالباً سیاسی اور ایک اور لفظ بھی کہا۔ اس پر میں ڈاک بنگلہ کی طرف مڑا اور ان سے کہا کہ مکان میں آجایئے،

وہاں مشورہ کریں گے۔ جب میں کمرہ میں داخل ہوا تو دیکھا کہ میز پر کھانا چنا ہوا ہے اور کرسیاں لگی ہیں اور میں نے خیال کیا کہ شاید کوئی انگریز مسافر ہوں۔ ان کے لیے یہ انتظام ہو اور میں آگے دوسرے کمرے کی طرف بڑھا۔ وہاں فرش پر کچھ پھل اور مٹھائیاں رکھی ہیں اور اردگرد اس طرح بیٹھنے کی جگہ ہے جیسے کہ عرب گھروں میں ہوتی ہے۔ میں نے ان کو وہاں بیٹھنے کو کہا اور دل میں سمجھا کہ یہ انتظام ہمارے لیے ہے۔ ان لوگوں نے وہاں بیٹھ کر پھلوں کی طرف ہاتھ بڑھایا کہ میری آنکھ کھل گئی۔ اس رؤیا سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اللہ کے فضل سے بلادِ عرب میں احمدیت کی ترقی کے دروازے کھلنے والے ہیں۔ (مطبوعہ الفضل 17 دسمبر 1945ء)

خاکسار کے خیال میں

☆حضرت مرزا شریف احمد صاحب سے حضورِ انور خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ مراد ہیں۔

☆ان کی موٹر حضرت مصلح موعود کی موٹر سے دوسری طرف جانے سے مراد وقت کے بدلے ہوئے تقاضوں کے پیشِ نظر الگ حکمت عملی ہے جو پہلے اور تھی اب ایم ٹی اے کے ذریعہ بدل گئی ہے۔

☆عرب حضور سے قادیان میں نہیں ملے بلکہ سفر کے دوران باہر ملے ہیں۔ اس سے مراد حضور کا مستقر انگلستان ہے۔ اسی لیے رؤیا میں انگریزوں کا ذکر بھی ہے۔

☆پھلوں سے مراد بیعتیں ہیں۔

عربوں میں احمدیت کے پیغام کی خصوصی اشاعت کے حوالہ سے بہت سے عربوں کو بھی خواب دکھائے گئے۔ صرف 2 خوابیں ملاحظہ ہوں۔

مکرمہ فجر عطایا صاحبہ، مرحوم حلمی شافعی صاحب کی نواسی اور مکرم تمیم ابو دقہ صاحب آف اردن کی اہلیہ ہیں، وہ لکھتی ہیں:

میں نے حضور انور کے خلافت پر متمکن ہونے سے تقریباً نو ماہ قبل مورخہ 22 جولائی 2002ء کو خواب میں دیکھا کہ گویا قیامت کا روز ہے اور آسمان پر اللّٰہ جَلَّ جَلَالُہٗ لکھا ہے۔ ساتھ مَیں نے ایک پہاڑ پر ایک شخص کو دیکھا جس نے سفید لباس زیب تن کیا ہوا تھا اور لوگ اسے ''اَلدَّاعِیْ'' کہہ کر پکار رہے تھے۔

میں اس وقت حضورِ انور کو جانتی تک نہ تھی اس لیے پہچاننے سے قاصر رہی۔ اب حضور انور کے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد جب حضور انور کو دیکھا تو بے اختیار پکار اٹھی کہ یہ تو وہی شخصیت ہے جسے لوگ ''اَلدَّاعِیْ'' کہہ کر پکار رہے تھے۔

مکرمہ خلود محمود صاحبہ دمشق سے لکھتی ہیں کہ:

انتخاب کے بعد حضور انور کو ٹی وی سکرین پر دیکھنے سے قبل اللہ تعالیٰ نے مجھے خواب میں ہی حضورِ انور کی زیارت سے نواز دیا تھا۔ مَیں نے دیکھا کہ حضورِ انور لِقَاء مَعَ الْعَرَب میں تشریف رکھتے ہیں اور درس دے رہے ہیں۔ ایک عجیب بات جو اس وقت نظر آئی یہ تھی کہ حضورِ انور کے بال سرخی مائل تھے۔ پھر جب حضور انور کو ٹی وی پر دیکھا تو بالوں کے سوا باقی شکل وصورت بعینہٖ وہی تھی جو خواب میں دیکھی تھی۔ (الفضل 24 مئی 2012ء)

چنانچہ پیشگوئیوں کے مطابق عربوں میں تبلیغ کا جو وسیع کام ہو رہا ہے اس کی تفاصیل حضورِ انور ایدہ اللہ جلسہ سالانہ کے خطابات اور خطبات جمعہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

لندن میں مدلل تقریر

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

میں نے دیکھا کہ میں شہر لندن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں بعد اس کے میں نے بہت سے پرندے پکڑے۔

(ازالہ اوہام حصہ دوم ص 516 طبع اول 1891ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع لندن اور پھر مختلف یورپی ملکوں اور امریکہ میں مدلل خطاب فرماتے رہے۔ خلافت خامسہ میں اس کا نیا جلوہ ظاہر ہوا ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی کہ لندن، جرمنی، ہالینڈ، یورپین یونین، امریکہ اور کینیڈا میں بڑے بڑے اجتماعات اور حکومتی وسیاسی شخصیات کے ہجوم سے انگریزی میں خطاب فرمایا اور احمدیت کا پیغام پہنچایا۔ 11 فروری 2014ء کو حضور نے لندن میں مذاہب عالم کانفرنس سے بھی خطاب فرمایا جس میں متعدد مذاہب کے نمائندے اور سرکردہ افراد موجود تھے اور کئی سربراہان کے پیغامات بھی پڑھ کر سنائے گئے۔

(الفضل 16 مئی 2014ء)

اس کے علاوہ حضور ہر سال پیس سمپوزیم سے خطاب کرتے اور عالمی راہنماؤں کو امن کا پیغام پہنچاتے ہیں۔ اس کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ کے حق میں آوازیں اٹھنی شروع ہوگئی ہیں۔

بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے

حضرت مسیح موعود کا 1868ء کا الہام ہے۔

بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے پھر بعد اس کے عالم کشف میں وہ بادشاہ بھی دکھلائے گئے جو گھوڑوں پر سوار تھے۔ (براہین احمدیہ جلد 1 ص 521)

یہ الہام پہلی دفعہ سو سال بعد 1968ء میں پورا ہوا جب گیمبیا کے گورنر جنرل ایف ایم سنگھاٹے نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے حضرت مسیح موعودؑ کا متبرک کپڑا طلب کیا۔ خلافت رابعہ میں افریقہ میں بیسیوں بادشاہ احمدی ہوئے اور بعض نے جلسہ سالانہ 1986ء پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سے تبرک وصول کیا۔ 2002ء کے جلسہ سالانہ بینن پر کئی بادشاہ گھوڑوں پر سوار ہو کر جلسہ میں شامل ہوئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ 4؍اپریل 2004ء کو بینن تشریف لے گئے تو VIP لاؤنج کے قریب پورٹونووو (Porto Novo) کے احمدی بادشاہ نے حضور کا استقبال کیا۔ حضور ذرا آگے بڑھے تو نائیجر (Niger) کے سلطان آف آگادیس نے اپنے گیارہ رکنی وفد کے ساتھ حضورِ انور کا استقبال کیا اور خوش آمدید کہا۔ سلطان اڑھائی ہزار کلومیٹر کا لمبا اور مشکل سفر طے کر کے حضورِ انور کے استقبال کے لیے ایئرپورٹ پر آئے تھے۔

6؍اپریل کی صبح حضورِ انور Parakou کے لیے روانہ ہوئے۔ راستے میں حضورِ انور نے کنگ آف الاڈا Allada کے گھر ایک تقریب سے خطاب فرمایا۔ اگلا پڑاؤ داسا (Dassa) میں ہوا، جہاں کنگ آف داسا نے اپنے ماتحت 41 گاؤں کے بادشاہوں، اماموں اور لوگوں کے ساتھ حضورِ انور کو بڑے والہانہ انداز میں خوش آمدید کہا۔

حضرت مسیح موعودؑ کا یہ الہام بھی ہے کہ:

وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا بادشاہوں اور امیروں کے دلوں میں تیری محبت ڈالے گا۔ یہاں تک کہ وہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ (تذکرہ ص 112)

28؍اکتوبر 2013ء کو حضورِ انور نیوزی لینڈ تشریف لائے اور 29؍اکتوبر کو نیوزی لینڈ کی قدیم ترین قوم ماؤری (Maori) کے بادشاہ کی طرف سے ایک استقبالیہ تقریب کا اہتمام کیا گیا۔

جب حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا نیوزی لینڈ آنے کا پروگرام بنا تو ماؤری بادشاہ کی مرائے کی کونسل نے، اپنے بادشاہ کی طرف سے حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ اور جماعتی وفد کو مرائے آنے کی دعوت دی اور بادشاہ کی منظوری کے بعد یہ اطلاع دی گئی کہ حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے لیے ایسے استقبال کا انتظام کیا جا رہا ہے جو کہ ماؤری روایات کے مطابق کسی سربراہ حکومت یا کسی بڑے قبیلہ کے بادشاہ کے لیے مخصوص ہے۔ اسی طرح ماؤری سنٹر مرائے پر ماؤری جھنڈے کے ساتھ لوائے احمدیت لہرائے جانے کا بھی انتظام کیا گیا۔

بادشاہ اگرچہ عموماً اس تقریب میں شامل نہیں ہوتا اور دوسرے ماؤری چیف ہی مہمانوں کا استقبال کرتے ہیں۔ لیکن آج حضورِ انور کے استقبال کے لیے منعقدہ اس تقریب میں بادشاہ اپنی ملکہ کے ساتھ شامل ہوا۔ نیز حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور حضرت بیگم صاحبہ مدظلہا العالی کو اس جگہ میں بٹھایا گیا جو سب سے مقدس سمجھی جاتی ہے اور بادشاہ اس جگہ بیٹھ کر ایسی تقریبات کی صدارت کرتا ہے۔

بعد ازاں ماؤری سرکردہ افراد نے اپنے ایڈریسز پیش کیے۔ ان مقررین نے اپنے ایڈریسز میں حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی مرائے (Marae) آمد پر انتہائی خوشی کا اظہار کیا اور حضورِ انور کے لیے تعریفی کلمات کہے۔ ایک چیف نے کہا کہ آج عزت مآب خلیفۃ المسیح کے آنے کی وجہ سے ہماری شان میں اضافہ ہوا ہے اور حضورِ انور کا یہاں آنا ہمارے لیے باعث عزت ہے اور اس سے ہمارے تعلقات اور پختہ ہوں گے۔ ہر ایڈریس کے بعد کچھ لوگ کھڑے ہو کر اپنا روایتی استقبالیہ گیت پیش کرتے تھے۔

ایک نظم کے بعد ماؤری پروٹوکول کے مطابق بادشاہ نے آگے بڑھ کر حضورِ انور سے مصافحہ کیا۔ اسی طرح دیگر ماؤری Elders اور موجود لوگ باری باری جماعت کے وفد سے ملے اور خیرسگالی کے جذبات اور تعلق کا اظہار کیا۔

بعد ازاں ماؤری روایات کے مطابق حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو اس ہال سے باہر ملحقہ برآمدے میں لے جایا گیا جہاں آج کے اس استقبال کا پروگرام منعقد ہوا۔

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ماؤری بادشاہ کو قرآن کریم کا ماؤری زبان میں ترجمے کا تحفہ دیا اور کرسٹل سے بنا ہوا مینارۃ المسیح دیا۔ ماؤری بادشاہ نے بھی حضورِ انور کی خدمت میں ایک تحفہ پیش کیا۔

بعد ازاں حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مختصر خطاب میں ماؤری بادشاہ کا شکریہ ادا کیا۔

بعد ازاں ماؤری بادشاہ کا بیٹا اور بعض دیگر ماؤری سرکردہ حکام حضورِ انور کو باہر گاڑی تک چھوڑنے آئے اور حضورِ انور کو انتہائی عزت واحترام کے ساتھ رخصت کیا۔

(الفضل 25 نومبر 2013ء)

2 نومبر 2013ء کو نیوزی لینڈ کی پہلی مسجد بیت المقیت کے افتتاح کے سلسلہ میں تقریب منعقد ہوئی۔ جس میں ماؤری بادشاہ نے بھی شرکت کی۔

بعد ازاں ماؤری بادشاہ کے ساتھ حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بیت کے داخلی حصہ میں تشریف لے گئے جہاں ماؤری بادشاہ نے حضورِ انور کے ساتھ تصویر بھی بنوائی اور اپنی روایت کے مطابق ناک سے ناک لگا کر حضورِ انور سے ملے اور تصویر بنوائی۔ اخبارات کے جرنلسٹ اس موقع پر موجود تھے جنھوں نے موقع پر تصاویر بنائیں اور اگلے روز اخبار Sunday Star Times نے اپنے فرنٹ پیج پر بڑے سائز میں یہ تصویر شائع کی۔

(الفضل 2 دسمبر 2013ء)

حضرت مسیح موعود کے الہام ''وہ بادشاہ آیا'' کے مطابق ایک طرف حضورِ انور ان بادشاہوں کو دعوت حق دے رہے ہیں اور دوسری طرف یہ بادشاہ محبت اور خلوص کے جذبات لے لے کر آرہے ہیں اور انشاء اللہ ان کے رابطوں سے نئے جہان پیدا ہوں گے جو احمدیت اور انسانیت کے لیے نئی خوشیوں کا سامان لے کر آئیں گے۔

ہمارے گرد سنہری ہوا چلا دی ہے
کسی بزرگ نے ہم کو بڑی دعا دی ہے
ہمیں زمانے کی گردِ سفر سے کیا لینا
کہ خضرِ راہ نے منزل ہمیں دکھا دی ہے

وَسِّعْ مَکَانَکَ

''وسع مکانك'' یعنی اپنے مکان کو وسیع کر کا الہام حضرت مسیح موعود کو 3 دفعہ ہوا۔ 1882ء، 1903ء، 1907ء۔

چنانچہ یہ الہام جماعت کی زندگی کے ہر دن میں پورا ہو رہا ہے۔ قادیان کی وسعت سے لے کر ربوہ کی تعمیر تک، بیرون پاکستان کے تمام مشنز، مساجد کی مرکزی اور ذیلی تنظیموں کی جائیدادیں، جلسہ گاہ وغیرہ سب اسی الہام کے تابع ہیں اور ان میں توسیع کا عمل بھی جاری ہے۔ خلافت خامسہ میں مسجد بیت الفتوح لندن کا افتتاح ہوا، پھر حضور نے اس میں اضافہ اور تزئین نو کی تحریک فرمائی جس پر کام جاری ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے 15 فروری 2014ء کو طاہر ہاؤس لندن میں نئے ویئر ہاؤس اور مرکزی دفاتر کے نئے بلاک کا افتتاح فرمایا۔ 2002ء میں خریدی جانے والی اس عمارت میں 8 شعبے اور 9 کارکن تھے۔ اب شعبہ جات اور کارکنان اور رضاکاران کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہو چکا ہے۔ اس عمارت میں موجود دفاتر میں ریویو آف ریلیجنز، التقویٰ، ایم ٹی اے، اشاعت، وقفِ نَو، احمدیہ آرکائیوز، مرکزی شعبہ AIMS، مرکزی خدام، لجنہ اور انصار ڈیسک، رشین، بنگلہ اور ترکش ڈیسک، مرزا شریف احمد فاؤنڈیشن، مخزنِ تصاویر اور الفضل انٹرنیشنل وغیرہ کے شعبہ جات شامل ہیں۔

گھانا میں خدام الاحمدیہ کے مرکزی دفتر ایوانِ خدمت کی تین منزلہ عمارت کا افتتاح 8 اپریل 2018ء کو ہوا ہے۔ قادیان میں ظہورِ قدرت ثانیہ کے مقام پر شاندار یادگار تعمیر کی گئی ہے۔

اسلام آباد ٹلفورڈ میں حضور کی رہائش گاہ، مسجد اور مرکزی دفاتر تعمیر ہو چکے ہیں اور حضور اپنی نئی رہائش گاہ میں قیام فرما ہیں۔ گذشتہ جمعہ 17؍مئی کے روز مسجد مبارک (اسلام آباد) کا پرشوکت افتتاح ساری دنیا نے براہِ راست نظارہ کیا۔ قادیان میں ظہورِ قدرت ثانیہ کے مقام پر شاندار یادگار تعمیر کی گئی ہے۔

پھر نور مسیحا سے سجا قصر خلافت
لندن کو مبارک ہو نیا قصر خلافت

سرچشمہ ہدایت کا رہا اور رہے گا
ہے لاکھوں دعاؤں کا صلہ قصرِ خلافت

لنگر خانوں میں وسعت

1874ء کے ایک رؤیا میں ایک فرشتے نے حضرت مسیح موعود کو نان دیتے ہوئے کہا:

یہ تیرے لیے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کے لیے ہے۔

(نزول المسیح۔ روحانی خزائن جلد 18 ص 207)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ فرشتے نے دو روٹیاں دیں اور کہا ایک تمہارے لیے ہے اور دوسری تمہارے مریدوں کے لیے ہے۔

(سیرت المہدی جلد 3 ص 885۔ تذکرہ ص 67)

جماعت کی تاریخ میں ایک دن بھی ایسا نہیں آیا جب حضرت مسیح موعود کا لنگر بند ہوا ہو یا کوئی کمی آئی ہو۔ پہلے صرف مرکزِ خلافت میں یہ لنگر تھا اب تو ہر بڑی جماعت اور ہر بڑے شہر میں یہ لنگر وسعت پذیر ہے۔ جماعت کی افرادی قوت اور سرگرمیوں کی وجہ سے لنگر بڑھ رہے ہیں۔

اس وسعت کا ذکر حضرت مصلح موعودؓ کے رؤیا میں بھی ہے۔

یہ رؤیا غالباً فروری 1954ء کی ہے۔

فرمایا: میں نے دیکھا کہ قادیان میں ایک نیا لنگر خانہ بنا ہے نہایت وسیع اور شاندار ہے میں اس کے معائنہ کے لیے گیا ہوں۔ سامان کا کمرہ اتنا وسیع ہے کہ بندرگاہوں کے بڑے گودام بھی اس کے سامنے ہیچ معلوم ہوتے ہیں کوئی دو اڑھائی سو گز لمبا اور کوئی ڈیڑھ سو گز چوڑا وہ کمرہ ہے۔ سامان کو گرد و غبار سے بچانے کے لیے چھت سے زنجیروں سے بندھے ہوئے پھٹے لٹکے ہوئے ہیں جن پر اجناس کی بوریاں دھری ہیں شاید لاکھوں کی ضیافت کا سامان ہے اس کے علاوہ دور تک تنوروں اور چولہوں کے لیے جگہ بنی ہوئی ہے اور دیگر اشیاء کے سٹور ہیں ایک بڑے قصبہ کے برابر وہ لنگر خانہ ہے اس وقت میں کہتا ہوں کہ موجودہ ضرورتوں کے مطابق میں نے یہ لنگر خانہ بنوایا ہے جب ضرورت بڑھ جائے گی میں اسے اور بڑھا دوں گا اس وقت مجھے معاً خیال آیا کہ اور جگہ کہاں ہے مگر پھر ذہن میں آیا کہ اور جگہ ہے اور اس لنگر کو اس طرف بڑھایا جا سکتا ہے۔

(الفضل 24 ستمبر 1954ء ص3) (رؤیا و کشوف سیدنا محمود ص 524)

قادیان اور ربوہ میں لنگر خانوں میں اس دور میں بے پناہ وسعت پیدا ہوئی ہے۔ ربوہ میں 7 منزلہ نئی عمارت اس رؤیا کی صداقت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

اب تو اللہ کے فضل سے قادیان، ربوہ، لندن اور جرمنی میں روٹی پلانٹ بھی لگ گئے ہیں۔ جو صرف احمدیوں کی نہیں کثیر تعداد میں آنے والے مہمانوں کی ضرورت بھی پوری کر رہے ہیں۔

حضور نے 4 ستمبر 2015ء کو خطبہ جمعہ میں فرمایا:

قادیان ہی نہیں بلکہ قادیان سے باہر بھی دنیا کے کئی ممالک میں آپ کا لنگر چل رہا ہے۔ اُس وقت تو شاید دو تین تنوروں پر روٹی پکتی ہو اور لنگر چل رہا تھا اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کے لنگروں میں روٹی کے پلانٹ لگے ہوئے ہیں۔ قادیان میں بھی، ربوہ میں اور یہاں لنگر میں بھی لاکھوں روٹیاں ایک وقت میں پکتی ہیں۔ اللہ کے فضل سے یہاں جلسہ پر جو انتظامات ہیں ان میں بڑا وسیع لنگر کا انتظام ہے۔ جیسا کہ میں پہلے پچھلے جمعہ ذکر کر چکا ہوں، اس دفعہ بہت سارے جرنلسٹ بھی آئے ہوئے تھے۔ اخباری نمائندے آئے ہوئے تھے۔ وہ لنگر کے انتظام کو دیکھ کے، کھانا پکتے دیکھ کے، روٹی پلانٹ کو دیکھ کے بڑے متاثر ہوئے ہیں۔ مشین کی روٹی ساروں کو پسند آئی۔ ایک جرنلسٹ جو دیکھ رہے تھے انہوں نے وہاں کھڑے کھڑے کھانے کی خواہش کی۔ انہیں روٹی دی گئی تو ان کو بڑی پسند آئی اور کھا گئے۔ پھر انہوں نے کہا اور کھا سکتا ہوں؟ تو احمدی نے جو اُن کے ساتھ تھے کہا کہ بیشک کھائیں، جتنی مرضی کھائیں کیونکہ یہ مسیح کا لنگر ہے یہاں کوئی کمی نہیں ہے۔

پس کیا وہ زمانہ تھا کہ ایک مہمان آتا تھا تو آپ اپنا کھانا اسے دے دیتے تھے اور خود فاقہ کرتے تھے اور کہاں آج کہ دنیا کے مختلف ممالک میں ہزاروں لوگ آپ کے دسترخوان سے کھانا کھا رہے ہیں اور یہ بھی انتہا نہیں ہے۔ ابھی تو ان لنگروں نے دنیا کے مختلف ممالک میں پھیلنا ہے۔ انشاء اللہ۔ لاکھوں لوگوں نے، کروڑوں لوگوں نے آپ کے دسترخوان سے کھانا کھانا ہے۔ (الفضل 20 اکتوبر 2015ء)

اسی طرح جرمنی اور لندن میں دیگیں دھونے کی مشینیں بھی بنائی گئی ہیں جو اس شعبہ کے ماہرین کے لیے بھی تعجب کا موجب ہیں۔

افرادی قوت میں اضافہ

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

وہ زمانہ چلا آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا اس سلسلہ کی دنیا میں بڑی قبولیت پھیلائے گا اور یہ سلسلہ مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب میں پھیلے گا۔

(تحفہ گولڑویہ۔ روحانی خزائن جلد 17 ص 182)

جماعت کی تعداد تین لاکھ تک پہنچ چکی ہے اور دن بدن ترقی ہو رہی ہے اور یقیناً کروڑوں تک پہنچے گی۔

(لیکچر لدھیانہ۔ روحانی خزائن جلد 20 ص 250)

اس الہام کے تابع بھی جماعت کی افرادی قوت مسلسل بڑھ رہی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 1993ء میں عالمی بیعت کا سلسلہ شروع فرمایا تھا۔ 2018ء کی عالمی بیعت کی تقریب میں 6 لاکھ نئے احمدیوں نے بیعت کی توفیق پائی۔

ذرائع سفر کی ترقیات

حضرت مفتی محمد صادق صاحب رفیق حضرت مسیح موعود علیہ السلام 1920ء میں برطانیہ میں تبلیغ میں مصروف تھے کہ حضرت مصلح موعود نے آپ کو امریکہ میں احمدیہ مشن کھولنے کا ارشاد فرمایا اور آپ 26 جنوری 1920ء کو انگلستان سے روانہ ہوئے اور 15 فروری کو فلاڈلفیا کی بندرگاہ پر اترے۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے امریکہ سے ایک مضمون جلسہ سالانہ 1920ء پر سنانے کے لیے بھیجا جو 28 دسمبر کو سنایا گیا۔ اس میں اپنے سفر اور جہاز کی تکالیف کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

جہاز کی سواری بالخصوص ایسے ایام میں جبکہ ہوا تیز ہو۔ میرے واسطے ایک مصیبت کا سامنا ہوتا ہے۔ اتفاق سے مجھے ایسا جہاز ملا۔ جس نے بعض سرکاری ضرورتوں کی خاطر ادھر اُدھر کے بندرگاہوں میں اتنے چکر لگائے کہ پانچ روز کا سفر انیس روز میں طے ہوا۔ ہوا تیز تھی۔ اس واسطے جہاز کی حرکت سے سر کا چکرانا۔ جی متلانا۔ قے ہونا اور کئی قسم کی تکالیف ہوئیں۔ کئی دن بستر سے سر اٹھانا مشکل ہو گیا اول تو کچھ کھانے کی خواہش ہی نہ ہوتی۔ اور جو کچھ تھوڑا بہت کھایا جاتا وہ بھی لیٹے ہی لیٹے۔ اس سے بڑھ کر دوسری تکلیف یہ کہ جہاز میں جو کچھ کھانا ملتا۔ اس میں سے گوشت اور گوشت سے بنی ہوئی اشیاء شوربا وغیرہ سب چھوڑنی پڑتی۔ کیونکہ وہ مشکوک تھیں۔

ان سب حالات کو دیکھ کر اور پھر اس کے ساتھ راہداری کی تکالیف کو پاکر مجھے بارہا خیال آیا کہ ہمیں ایک اپنا احمدیہ جہاز بنانا چاہیے جو ہمارے مشنریوں کو مختلف ممالک میں پہنچائے اور احمدیوں کو حج کے واسطے بمبئی سے جدہ لے جائے اور حسب گنجائش احمدیوں کے علاوہ دوسرے مسافر بھی سوار ہوں۔ یہ جہاز بڑے سائز کا ہونا چاہیے تا کہ اس میں جنبش کم ہو۔ اور آج تک جس قدر ترقیات جہاز سازی میں ہو چکی ہیں۔ وہ سب اس میں شامل ہونی چاہئیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل پر اُمید رکھتا ہوں کہ وہ دن دُور نہیں کہ ایسا جہاز تیار ہو جائے۔

(الفضل 17 جنوری 1921ء)

اس خواہش کی بازگشت 1924ء میں حضرت مصلح موعود کے سفر یورپ میں سنائی دیتی ہے۔ جب حضور نے بذریعہ بحری جہاز بمبئی سے سفر یورپ شروع کیا۔ حضرت بھائی عبدالرحمان صاحب قادیانی سفر یورپ کی ڈائری میں لکھتے ہیں:

چونکہ ہماری قوم کو اب انشاء اللہ جہازی سفروں کا کثرت سے موقع ملنے والا ہے کیونکہ حضور کا منشاء ہے کہ جہاز اپنے بنوائے جائیں تا کہ تجارتی اور (تبلیغ کی) اغراض میں معاون ہو سکیں۔

(سفر یورپ 1924ء ص 37)

حضرت مصلح موعود نے 1936ء کی مجلس مشاورت میں ایک عجیب رنگ میں اس خواہش کا اظہار کیا۔

میں نہیں جانتا کہ دوسرے دوستوں کا کیا حال ہے لیکن میں تو جب ریل گاڑی میں بیٹھتا ہوں میرے دل میں حسرت ہوتی ہے کہ کاش! یہ ریل گاڑی احمدیوں کی بنائی ہوئی ہو اور اس کی کمپنی کے وہ مالک ہوں اور جب میں جہاز میں بیٹھتا ہوں تو کہتا ہوں کاش! یہ جہاز احمدیوں کے بنائے ہوئے ہوں اور وہ ان کمپنیوں کے مالک ہوں۔ (خطابات شوریٰ جلد 2 ص 79)

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے حضرت مصلح موعود اور حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی خواہش کو حیرت انگیز اور عجیب رنگ میں پورا فرمایا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ صد سالہ خلافت جوبلی سال کے دوران دورہ امریکہ 2008ء کے بعد جس جہاز سے کینیڈا تشریف لے گئے اسے خلافت فلائٹ کا نام دیا گیا۔ یہ سفر 24 جون 2008ء کو Continental ایئرلائن پر کیا گیا۔ منعم نعیم صاحب (نائب امیر یو ایس اے) اس کے وائس پریذیڈنٹ ہیں۔

اس جہاز میں سفر کرنے والے احباب کی تعداد 27 تھی۔ جو بورڈنگ کارڈ مہیا کیا گیا اس پر صد سالہ خلافت جوبلی کا لوگو (Logo) بنا ہوا تھا اور ایک طرف منارۃ المسیح کی تصویر تھی۔ بورڈنگ کارڈ کے اوپر لکھا ہوا تھا Khilafat Flight اور ایک حصے پر Ahmadiyya Muslim Community Khilafat لکھا ہوا تھا اور نچلے حصہ میں Centenary Celebration کے الفاظ درج تھے۔

جہاز کی روانگی کے بعد منعم نعیم صاحب نے جہاز کے سٹاف کی طرف سے یہ اعلان کیا۔

’’خاکسار منعم نعیم پیارے آقا کی خدمت میں، حضرت بیگم صاحبہ مدظلہا کی خدمت میں السلام علیکم اور خوش آمدید کہتا ہے۔ ہم اس وقت پیارے آقا کے ہمراہ ’’خلافتِ احمدیہ‘‘ کی فلائٹ 2008ء پر ٹورانٹو کی جانب رواں دواں ہیں۔ یہ فلائٹ کانٹی نینٹل ایئرلائن کی چارٹرڈ ڈویژن کی جانب سے چلائی جارہی ہے۔ آپ اس وقت برازیلین کمپنی Embrey E.R.J کے تیار کردہ جہاز پر سفر کر رہے ہیں۔ اس طرح کے 250 جہاز کانٹی نینٹل ایئرلائن کے Fleet میں ہیں۔ اس کے علاوہ 350 بڑے جہاز جن میں بوئنگ 777، بوئنگ 767، بوئنگ 757 اور بوئنگ 737 کے ماڈل ہمارے Fleet میں شامل ہیں۔ کانٹی نینٹل ایئرلائن اس وقت دنیا کی چوتھی بڑی ایئرلائن ہے۔ اس سفر کی تفصیلی روئیداد الفضل 11 جولائی 2008ء میں شائع ہو چکی ہے۔ 2018ء میں حضور کے دورہ امریکہ کے وقت حضور کو اسی طرح اعزاز کے ساتھ سفر کروایا گیا۔

حضور کے عالمی دورے

مسیح کے لفظ میں سیاحت کی طرف بھی اشارہ ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فلسطین سے کشمیر کا لمبا سفر کیا اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود اور امام مہدی کو ذوالقرنین بھی قرار دیا ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ذوالقرنین مشرق و مغرب میں پہنچا۔ اللہ تعالیٰ اس کی یہی سنت میرے بیٹے امام مہدی میں قائم کرے گا اور وہ مشرق و مغرب کے دور دراز علاقوں اور پہاڑوں میں بلند و پست ہر جگہ پر پہنچے گا اللہ اس کے لیے زمین کے خزانے اور معدن ظاہر فرمائے گا اور رعب سے اس کی مدد کرے گا اور وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی تھی۔

(اکمال الدین صفحہ 364، 365 ابو جعفر محمد بن علی بابویہ القمی متوفی 381ھ بیروت لبنان)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ذوالقرنین ہونے کا بھی دعویٰ فرمایا اور آپ اور آپ کے خلفاء دعوت حق کے لیے مسلسل سفر اختیار کرتے رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی اس سنت کو قائم رکھتے ہوئے سفروں کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے ایک محتاط اندازے کے مطابق حضور نے منصب خلافت پر متمکن ہونے کے بعد 2003ء سے لے کر 2018ء کے آخر تک 29 ممالک کے 110 دورے فرمائے جس میں 1073 کے قریب دن صرف ہوئے 103 مساجد کا افتتاح فرمایا 42 مساجد کا سنگ بنیاد رکھا۔ ایک لاکھ ستاسی ہزار کے قریب احباب جماعت سے ملاقات ہوئی اور جن غیر احمدی عمائدین سرکاری افسران اور دانشوروں سے ملاقات ہوئی ان کی تعداد 14200 کے لگ بھگ ہے۔ تبلیغی مہمات، خطبات جمعہ، جلسہ سالانہ اور دیگر تقاریب سے خطاب ذیلی تنظیموں اور دوسری مجالس کو ہدایات، تقاریب آمین مجالس عاملہ کی رہنمائی، تقسیم انعامات و اعزازات اس کے علاوہ ہیں۔

(الفضل انٹرنیشنل 19 اپریل 2019ء)

حرمین ہائی سپیڈ ریلوے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے کی اہم علامات میں سے ایک پرانے ذرائع سفر یعنی اونٹنیوں وغیرہ کا متروک ہونا اور جدید سفر کے ذرائع کی ایجاد بھی ہے جیسا کہ سورۃ تکویر اور پھر احادیث میں بھی ذکر ہے ان کے مطابق جدید ذرائع سفر ایجاد ہوئے جن میں موٹریں ریل گاڑیاں اور جہاز شامل ہیں اور یہ سلسلہ بڑھتا جا رہا ہے۔

حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں یہ پیش گوئی لفظاً پوری ہوچکی ہے آپ کی زندگی میں حجاز ریلوے بن رہی تھی جس نے دمشق سے مدینہ تک چلنا تھا اس لیے حضور نے ایک ضمنی نشان کے طور پر اپنی کتب میں اس کا ذکر فرمایا مگر بعد میں یہ منصوبہ رُک گیا اور تقریباً سو سال تک رکا رہا۔

لیکن اب یہ پیش گوئی خلافت خامسہ میں ایک نئے رنگ میں پوری ہوئی ہے اور حرمین ہائی اسپیڈ ریلوے کا افتتاح سعودی عرب کے بادشاہ نے 25 ستمبر 2018ء کو کیا اور یہ ریلوے 11/ اکتوبر 2018 سے جدہ مکہ اور مدینہ کے درمیان چل رہی ہے اور اسلام کی صداقت ایک نئے انداز میں ظاہر کر رہی ہے۔ (الفضل انٹرنیشنل 12/ اپریل 2019ء)

ایسی تیز ہوا اور ایسی رات نہیں دیکھی
لیکن ہم نے مولا جیسی ذات نہیں دیکھی
صدیوں کی اس دھوپ چھاؤں میں کوئی ہمیں بتلائے
کونسی پوری ہوتی اس کی بات نہیں دیکھی

مساجد کی تعمیر

علامہ برزنجی تحریر فرماتے ہیں:

مہدی ساری دنیا کو اسی طرح فتح کریں گے جس طرح ذوالقرنین اور سلیمان علیہ السلام نے فتح کیا تھا۔ وہ تمام آفاق میں داخل ہوں گے جیسا کہ بعض روایات میں آتا ہے۔ اور وہ سب شہروں میں مساجد بنائیں گے۔

(الاشاعة لاشراط الساعہ ص 106 دار الکتب العلمیہ بیروت از محمد بن رسول الحسینی البرزنجی)

خلافت خامسہ میں حضور نے مساجد کی تعمیر کی طرف خصوصی توجہ فرمائی۔ حضرت خلیفة المسیح الرابع نے جرمنی میں 100 مساجد کی تحریک فرمائی تھی۔ حضرت خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ نے اس کی رفتار تیز کرنے کی ہدایت فرمائی اور اب جرمنی میں 52 مساجد مکمل ہوچکی ہیں، 6 زیرِ تعمیر ہیں، اور 7 کا سنگِ بنیاد رکھا جاچکا ہے۔ جرمنی میں ہی حضور نے برلن مسجد کی بنیاد رکھی جس کی ابتدائی تحریک خلافت ثانیہ میں ہوئی تھی مگر مختلف وجوہ کی بناء پر یہ تعمیر نہ ہوسکی۔ حضرت خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ نے 2 جنوری 2007ء کو بیت خدیجہ برلن کا سنگ بنیاد رکھا۔

100 مساجد کی یہی سکیم حضور نے افریقن ملکوں میں بھی عطا کی تھی۔ چنانچہ کئی ممالک میں یہ سلسلہ تیزی سے جاری ہے۔

حضور نے کینیڈا میں کئی مساجد کا سنگ بنیاد رکھا۔ کیلگری کی مسجد کینیڈا کی سب سے بڑی مسجد ہے۔

فرانس کی پہلی باقاعدہ مسجد کا سنگ بنیاد 26 جنوری 2007ء کو اور کمبوڈیا کی پہلی مسجد نور الدین کا افتتاح 17 مارچ 2004ء کو ہوا۔

جن ممالک میں جماعت کی مساجد نہیں تھیں یا صرف ایک مسجد تھی حضور نے ان میں مساجد بنانے اور اضافے کی تحریک فرمائی۔ ان میں خصوصیت سے ناروے پرتگال، سپین اور ہالینڈ شامل ہیں۔

اس طرح خلافت خامسہ میں 3000 سے زائد نئی مساجد تعمیر ہوچکی ہیں اور بہت سی بنی بنائی ملی ہیں۔ کئی ممالک میں پہلی دفعہ مسجد تعمیر ہوئی۔ اس میں آئرلینڈ، مڈغاسکر، برازیل، جاپان بھی شامل ہیں۔

بیت الفتوح میں ہونے والے افسوسناک سانحہ کے بعد حضورِ انور نے اس کی تعمیرِ نَو کے لیے تحریک فرمائی۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کی تعمیر کا کام بھی تیزی سے جاری ہے۔

عالمی بیعت خلافت

خلافت خامسہ میں جماعتی ترقیات کی پہلی اینٹ انتخاب خلافت کے چند لمحوں بعد رکھی گئی۔ جب مواصلاتی رابطوں کے ذریعہ کل عالم کے احمدیوں نے اجتماعی بیعت کرکے مذاہب عالم اور خلافت کی تاریخ میں ایک نیا جھنڈا نصب کیا اور یہی پرچم ہمیں خلافت خامسہ کے ہر صبح و شام لہراتا ہوا نظر آتا ہے۔

اسی ضمن میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی حدیث رسول ہے۔ ”فتاتیه الخلافة ولم یهرق فیها عجمة من دم“۔ (ناسخ التواریخ لعلامہ مجلسی جلد 1 ص 186 مطبوعہ ایران)

یعنی مہدی موعود کی خلافت کا قیام نہایت امن پرور ماحول میں ہوگا اور اس کے لیے کھجور کی گٹھلی کے برابر بھی خون نہیں بہایا جائے گا۔

سبحان اللہ! جہاں پچھلی دو صدیاں خون کے طوفان میں گھری ہوئی ہیں وہاں خلافتِ احمدیہ کا سوسالہ نظام صلح، آشتی اور عالمی اخوت کے پُر امن ماحول میں پروان چڑھ رہا ہے جو سینکڑوں نشانوں سے بڑھ کر عظیم معجزہ ہے۔

جامعہ احمدیہ میں وسعت پذیری

حضرت مصلح موعود کے دل میں تبلیغ کا بے کراں جذبہ موجزن تھا۔ آپ جماعت کے ہر فرد کو داعی الی اللہ بنانا چاہتے تھے۔ واقفین کی تعداد بڑھانے کی ترغیب بھی دیتے تھے۔ جاگتی آنکھوں سے خواب دیکھتے دیکھتے داعیان الی اللہ کو 20 لاکھ تک پہنچا دیتے تھے۔ (الفضل 28/ اگست 1959ء)

حضرت مصلح موعودؓ نے 1945ء میں بیرونی ممالک میں مدرسے جاری کرنے کی سکیم پیش کرتے ہوئے فرمایا:

خوب یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ احمدیت کی تبلیغ کے نئے رستے جلد کھولنے والا ہے اور ہمیں ہزاروں مبلغین کی ضرورت ہوگی اور اگر آج تیاری شروع کی جائے تو آٹھ سال کے بعد پہلا پھل مل سکے گا اور اس وقت تک ہم تبلیغ وسیع پیمانے پر نہ کرسکیں گے۔ اس لیے میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ گریجوایٹ اور مولوی فاضل نوجوان اپنے آپ کو پیش کریں تا انہیں جلد سے جلد کام پر لگایا جاسکے۔ ایسے نوجوان دو سے چار سال تک کے عرصہ میں کام کے قابل ہوسکیں گے اور ان سے وقتی ضرورت کو پورا کیا جاسکے گا۔ مگر اصل چیز تو یہ ہے کہ ہر سال مدرسہ احمدیہ میں سو دو سو طالب علم داخل ہوتے رہیں۔

اس کا دوسرا قدم یہ ہوگا کہ ہندوستان کے مختلف صوبوں میں ہم ایسے ہی مدرسے جاری کریں گے اور پھر مختلف ملکوں میں عرب، مصر، فلسطین، شام اور دیگر ممالک میں اسی طرز پر اور اسی کورس پر مدرسے جاری کیے جائیں گے۔ یہاں سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد آدمی جائیں گے اور وہاں ایسے مدرسے چلائیں گے۔ تا ان ممالک کی تبلیغ اور تعلیمی ضرورت کے لیے آدمی تیار ہوسکیں۔ تمام ممالک میں ایسے مدرسے ہمیں جاری کرنے ہوں گے۔ حتیٰ کہ یورپ اور امریکہ میں بھی۔ پھر ان میں سے چند منتخب طالب علم یہاں آکر رہیں گے اور مکمل تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہاں جاکر کام کریں گے اور اس طرح مرکز سے گہرا تعلق ان ملکوں کو پیدا ہوتا رہے گا۔ (خطبات محمود 1945ء صفحہ 17)

پھر حضور نے خطبہ جمعہ 12۔ اپریل 1946ء میں فرمایا:

ضروری ہے کہ جماعت کے بڑھنے کے ساتھ ہی علماء کی تعداد بھی ہماری جماعت میں بڑھتی چلی جائے۔ اس وقت ہماری جماعت میں علماء پیدا کرنے کا ذریعہ مدرسہ احمدیہ اور جامعہ احمدیہ ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ایک زمانہ ایسا بھی آنے والا ہے جب ہماری ضروریات کے لیے صرف مرکزی مدارس ہی نہیں ہندوستان کے کالج اور سکول بھی کافی نہیں ہوں گے اور ہمیں دنیا کے گوشہ گوشہ میں مدرسہ احمدیہ اور جامعہ احمدیہ قائم کرنے پڑیں گے۔ بلکہ ہر براعظم میں ہمیں ایک بہت بڑی یونیورسٹی قائم کرنی پڑے گی جو دینیات کی تعلیم دینے والی ہو اور جس سے تبلیغ کو زیادہ سے زیادہ وسیع کیا جاسکے۔

(خطبات محمود جلد 27 صفحہ 166)

آپ نے جامعہ احمدیہ کو مضبوط بنیادوں پر قائم فرمایا۔ بیرون ہند اس کی شاخیں کھلنی شروع ہوئیں اور دنیا کے بارہ ممالک میں 13 جامعات قائم ہیں۔ سینکڑوں بچے ان سے فارغ التحصیل ہوچکے ہیں۔ 1987ء میں حضرت خلیفة المسیح الرابعؒ نے تحریک وقف نو کی بنیاد ڈالی اس میں اب تک 60 ہزار سے زیادہ بچے شریک ہوچکے ہیں اور یہ سلسلہ لامتناہی ہے۔

خلافت خامسہ میں جامعہ احمدیہ کینیڈا کا آغاز 2003ء میں ہوا، جامعہ احمدیہ لندن کا افتتاح یکم اکتوبر 2005ء کو ہوا۔ 20 / اگست 2008ء کو جامعہ احمدیہ جرمنی کا افتتاح ہوا۔ اس موقع پر حضرت خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطاب کرتے ہوئے سیدہ امة المتین صاحبہ بنت مصلح موعود کی ایک رؤیا اور اس کی تعبیر بیان کرتے ہوئے فرمایا:

جامعہ کے بارے میں چند دن ہوئے۔ میر محمود احمد صاحب نے اپنی اہلیہ کی خواب لکھی جو حضرت مصلح موعود کی بیٹی ہیں۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک جہاز ہے اس میں حضرت مصلح موعود کے ساتھ وہ بیٹھی ہوئی ہیں اور جہاز اڑ رہا ہے اور نیچے جامعہ احمدیہ ہے اور جہاز اڑتا چلا جا رہا ہے اور نیچے جامعہ احمدیہ چلتا جا رہا ہے۔ ختم نہیں ہو رہا۔ تو اس کی ایک تعبیر یہ بھی ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ دنیا میں جامعات کھلتے چلے جائیں گے۔ جہاں دینی علم حاصل کرنے والے پیدا ہوتے چلے جائیں گے۔ آئندہ ضرورت کے پیش نظر ہوسکتا ہے کہ جب تعداد بڑھے تو یورپ کے اور ملکوں میں بھی جامعہ کھلیں، امریکہ، کینیڈا اور ساؤتھ امریکہ وغیرہ کے علاقوں میں اور جامعہ کھلیں۔ جزائر میں جامعات کھلیں تو یہ تو کھلتے چلے جائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ اور دین کے خادم پیدا ہوتے چلے جائیں گے۔ (الفضل 4 ستمبر 2008ء)

الحمد للہ کہ اب خلافت خامسہ میں یہ سلسلہ ترقی پذیر ہے اور نئے نئے ممالک میں جامعہ کا قیام ہو رہا ہے اور واعظین اور داعیان کی ایک بڑی تعداد میدان عمل میں پہنچ رہی ہے اور حضرت مصلح موعود کے خواب پورے ہو رہے ہیں۔ 2012ء میں جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا کی بنیاد ڈالی گئی جس میں اب 25 ممالک کے 185 طلباء تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور 11 ممالک کے 39 مربیان پر مشتمل دو کلاسیں فارغ التحصیل ہوچکی ہیں ان کے علاوہ بنگلہ دیش اور ملائیشیا میں بھی سات سال کے جامعات احمدیہ نے کام شروع کر دیا ہے۔

قرآن کی آیات تڑپتی ہیں لبوں پر
سینوں میں لیے سوزشِ الہام چلے ہیں
کس ذوق سے کس شوق سے کس جوش سے تنویر
محمود کے جان دادہِ اسلام چلے ہیں

آفات سماوی

امام مہدی کے ظہور کی ایک علامت کثرت زلازل اور طرح طرح کی آفاتِ سماوی کے نتیجہ میں قتل و غارت گری اور موتا موتی بھی ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

میں تمہیں مہدی کی بشارت دیتا ہوں جو لوگوں کے اختلاف اور زلازل کے وقت آئے گا اور زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔

(مسند احمد۔ حدیث نمبر 10898)

اس دَور میں کثرت سے زلازل اور آفاتِ سماویہ ظاہر ہوتی رہی ہیں۔ اور دلچسپ بات یہ ہے کہ رفاہی تنظیمیں جو آفت زدگان کی مدد کو پہنچتی ہیں ان میں حضرت خلیفة المسیح الخامس ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد پر ہیومینٹی فرسٹ صفِ اوّل میں شامل ہوتی ہے۔ اور اس طرح ان مصائب اور آفات کی وجہ سے بھی اسلام کی بے مثال تعلیم کا تعارف لوگوں تک پہنچتا ہے۔

سیلاب اور طوفان

یورپ، امریکہ، آسٹریلیا میں بڑے بڑے سمندری طوفانوں کے علاوہ پاکستان میں 2010ء میں شدید سیلاب آیا۔ اس بارے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی رؤیا ایک بار پھر پوری ہوئی۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

17 یا 18 مارچ (1951ء) کی شب کو مجھے یہ الہام ہوا کہ سندھ سے پنجاب تک دونوں طرف متوازی نشان دکھاؤں گا۔ جس وقت یہ الہام ہو رہا تھا میرے دل میں ساتھ ہی ڈالا جاتا تھا کہ متوازی کا لفظ دونوں طرف کے ساتھ لگتا ہے اور دونوں طرف سے مراد یا تو دریائے سندھ کے دونوں طرف ہیں اور یا ریل یا سڑک کے دونوں طرف ہیں جو کراچی اور پاکستان کے مشرقی علاقوں کو ملاتی ہے...... دونوں طرف سے یہ شبہ پڑتا ہے کہ خدانخواستہ اس سے کسی طوفان کی طرف اشارہ نہ ہو کیونکہ بظاہر دونوں طرف سے ظاہر ہونے والا نشان دریا کی طغیانی معلوم ہوتی ہے۔

(الفضل 29 مارچ 1951ء ص 3)

الغرض پیشگوئیوں کا ایک طویل سلسلہ ہے جو ایک طرف خلافتِ احمدیہ کی صداقت کو آشکار کر رہا ہے تو دوسری طرف خدائے لم یزل کی عظمت کے ترانے گا رہا ہے۔

ایک طرف دنیا کو جنگوں، قتل و غارت، تباہیوں اور بربادیوں کا سامنا ہے۔ تو دوسری طرف خدا کا ایک بندہ امن و انصاف کا جھنڈا اٹھائے ساری دنیا کو خدائے واحد کی طرف بلا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی ہمیشہ تائید و نصرت فرماتا رہے۔ آمین

تمام خلفاء اپنے اپنے زمانہ میں رسول کریم ﷺ کے نمائندہ اور جانشین ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کی بشارتیں بھی عطا فرماتا رہتا ہے۔ مثلاً شام کے عبد الکریم فہد صاحب نے ایک دفعہ احمدیت قبول کرنے سے پہلے رسول کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ ایک عرصہ بعد انہوں نے ایم ٹی اے پر حضرت خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا تو پہچان لیا کہ مجھے خواب میں یہی بزرگ دکھائے گئے تھے اور احمدیت قبول کر لی۔

(بدر قادیان 30 نومبر 2017ء)

ہم خوش قسمت ہیں کہ اس عظیم دور میں موجود ہیں اور فیض اٹھا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆...☆...☆

وہ ہے اغیاروں میں مَیں اس یار کے یاروں میں ہوں

احمدیت کے علمبردار دو گروہوں کے صدی کے سفر کا تقابلی جائزہ

(لئیق احمد مشتاق۔ مبلغ سلسلہ سرینام)

(قسط نمبر 4)

تراجم قرآن مجید

ابتدا سے لے کر آج تک احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے جس چیز کو بڑے فخر اور تعلّی کے ساتھ پیش کیا ہے، وہ مولوی محمد علی صاحب کا انگریزی ترجمہ قرآن مجید ہے۔ مجاہد اعظم، سلطان القلم، مفسّر قرآن مجید مبلغ دینِ اسلام اس بارے میں فرماتے ہیں: ”جب ہم قادیان سے نکلے تو غالباً تین ہی آدمی تھے یا شاید چار ہوں گے، البتہ ایک چیز ہمارے ہاتھ میں تھی، اور وہ تھا قرآن شریف۔ جب قرآن شریف لے کر ہم یہاں لاہور میں آگئے تو دوسرے گروہ کی طرف سے بھی اعلان ہوا کہ ہم اس انگریزی ترجمہ قرآن کی کیا پروا کرتے ہیں، ہم ایک پارہ ماہوار کے حساب سے اس کام کو جھٹ پٹ ختم کر لیں گے اور ایک پارہ انگریزی ترجمہ کا وہاں سے شائع بھی ہوا۔ اور انگریزی ترجمہ قرآن وہ کام ہے جس کی خواہش کا اظہار حضرت مسیح موعود نے 1891ء میں اپنے دعویٰ کے ساتھ ہی کیا... ہم تو تھے ہی گنتی کے آدمی بس یہیں آ کر اللہ تعالیٰ کی قبولیت ظاہر ہوتی ہے، جو بات ہمارے وہم و گمان میں بھی نہ تھی، وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے ہاتھوں انجام پا گئی، دوسری طرف پچیس سال گزر گئے اور ان سے یہ کام اب تک نہیں ہو سکا فَتُقُبِّلَ مِن أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الآخَرِ ایک کی قربانی قبول ہوگئی، دوسرے کی نہ ہوئی... دوسری طرف بڑے بڑے اعلان اور دعوے ہوئے، آج پچیس سال گزر گئے لیکن قادیان کا ترجمہ ابھی تک نہ چھپا، اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ ترجمہ کہاں ہے اور کب چھپے گا“۔ (خطبہ جمعہ 23 دسمبر 1938ء، از حضرت امیر۔ پیغام صلح 17 جنوری 1939ء صفحہ 5، 6۔ جلد 27 شمارہ 3،4)

”مسلمان کے ہاتھ میں سب سے بڑی دولت خدا کا کلام قرآن شریف ہے، مگر اس کی طرف اُن کی توجہ سب سے کم ہے۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے تعمیری کام میں سب سے بالاتر قرآن شریف ہی کی خدمات کا کام ہے۔ 1914ء میں انجمن کی بنیاد رکھی گئی اور 1918ء کے شروع میں قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ شائع ہوگیا“۔ (خطبہ صدارت، از حضرت امیر۔ پیغام صلح 9 جنوری 1939، صفحہ 11، کالم 2۔ جلد 27 شمارہ 2)

اب ان کے ایک معتقد کا بیان ملاحظہ ہو: ”اب دنیا کی شاید ہی کوئی قابل ذکر لائبریری ایسی ہو گی جہاں اس انجمن کا شائع کردہ انگریزی ترجمۃ القرآن اور سیرت رسولِ پاکؐ محققین کے قلوب میں اسلام اور بانی اسلام علیہ التحیۃ والسلام کے لیے عزت و محبت کا بیج نہ بو رہے ہوں۔ اگر مشرق و مغرب میں کسی لٹریچر کو مقبولیت عامہ حاصل ہوئی ہے، تو وہ وہی لٹریچر ہے جس پر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی مہر ثبت ہے۔ آج اگر جاوا، ٹرینیڈاڈ یا فجی جیسے دور دراز جزائر میں مسیحیت کی بڑھتی ہوئی رَو کو روکنے کے لیے مجاہدین اسلام سینہ سپر ہو کر پہنچتے ہیں، تو وہ اسی انجمن کے جانباز مجاہد ہیں۔ خود مسیحی دنیا کے سربرآوردہ مشنری آج یہ اعتراف کرتے ہیں کہ دنیا میں ایک ہی اسلامی جماعت ہے جو اسلام اور پیغمبر اسلام کے ناموس کے تحفظ کا تہیہ کیے ہوئے ہے، اور وہ جماعت احمدیہ لاہور ہے“۔ (خطبہ افتتاحیہ، از مرزا مسعود بیگ۔ پیغام صلح 4 جنوری 1939، صفحہ 11، کالم 2۔ جلد 27 شمارہ 1)

بوم کے سائے کو ظلِ ہما سمجھنے والے اس گروہ قلیل کی اخلاقی گراوٹ پیغام صلح 5 مارچ 1975ء کے شمارہ کی اس خبر سے عیاں ہوتی ہے: ”روم جل رہا ہے اور نیرو بانسری بجا رہا ہے۔ ربوہ رائیڈنگ کلب کے زیر اہتمام چوتھا سالانہ گھوڑ دوڑ ٹورنامنٹ“۔ اور اگلے شمارے کی خبر مزید ذہنی پستی کی غماز ہے۔ ملاحظہ ہو: ”احمدی گھوڑے اور اللہ کے گھوڑے۔ اگر آپ کو کبھی لاہور میں گھوڑے شاہ کے مزار پر جانے کا اتفاق ہوا ہو تو آپ نے دیکھا ہو گا کہ وہاں سینکڑوں کی تعداد میں مٹی کے بنے ہوئے گھوڑے دکھائی دیتے ہیں۔ اور اگر ربوہ جانے کا موقع ملے تو آپ دیکھیں گے کہ ربوہ صحیح معنوں میں ’گھوڑا گلی‘ بنا ہوا ہے۔ اور وہاں کے ریس کلب کے زیر اہتمام ٹورنامنٹ بھی ہوتے ہیں۔ حال ہی میں ہونے والے ایک ٹورنامنٹ میں 144/ گھوڑوں نے شرکت کی۔ یہ ٹورنامنٹ ’الفضل‘ کے الفاظ میں ’رائیڈنگ کلب‘، ’فرس للرحمٰن‘، ’خیل للرحمن‘ ربوہ کے زیر اہتمام ہوا ہے۔ اس کے علاوہ وہاں مستورات کو ’رائل پارک‘ میں سواری سکھانے کے لیے ایک کلب قائم کی گئی ہے، جس کا نام ’خولہ کلب‘ ہے۔ اس کا تذکرہ الفضل نے چھوڑ دیا ہے، کیونکہ عوام کا اس کوچہ میں گزر نہیں اور ”خواص“ کی نظریں ہی یہاں پہنچتی ہیں۔ کہاں ’اشاعتِ قرآنِ عظیم‘ کے دعوے اور کہاں یہ بے نمکی“۔ (پیغام صلح 5 مارچ 1975ء صفحہ 7۔ جلد 62 شمارہ 10۔ پیغام صلح 12 مارچ 1975ء صفحہ 2۔ جلد 62 شمارہ 11)

اب تاریخی حقائق پر نظر ڈالتے ہیں۔

یکم جون 1909ء کو صدر انجمن احمدیہ قادیان نے قرآن مجید کے انگریزی ترجمے کا کام مولوی محمد علی صاحب کے سپرد کیا۔ مولوی صاحب نے اس ضمن میں یہ درخواست پیش کی کہ پہلے تراجم اردو انگریزی اور لغات عربی و انگریزی کا مطالعہ کیا جائے گا۔ دو سال میں ترجمہ ہو گا۔ کاغذ وغیرہ کے علاوہ اس کام پر تقریباً چھ ہزار روپے خرچ آئے گا۔ ترجمہ کے کام کے لیے کھلی جگہ پر ایک ہوادار مکان اور دفتر بنوایا جائے۔ 6 جون کو انجمن نے اس درخواست کو منظور کیا اور پرانی آبادی کے باہر حسب منشا گھر اور دفتر بنوایا گیا۔ ستمبر 1910ء میں مبلغ 411/ روپے کے ٹائپ رائٹر سمیت کل مبلغ 593/ روپے کا سامان ترجمہ کے کام کے لیے خریدا گیا۔ مئی 1913ء میں مولوی صاحب کو ایک مددگار اور ضروری کتب کے ہمراہ چھ ماہ کے لیے ایک پہاڑی مقام پر بھیجا گیا۔ جنوری 1914ء میں مولوی محمد جی صاحب کو ان کی مدد کے لیے مقرر کیا گیا۔ غرض جماعت نے انگریزی ترجمہ کی تکمیل کے لیے معقول مشاہرے کے ساتھ مولوی صاحب کو ہر ممکن سہولت فراہم کی، تب کہیں تین سال میں ترجمے کا کام مکمل ہوا، اور نوٹ لکھنے کا کام شروع کیا گیا۔ ترجمہ کے نوٹ آخری مراحل میں تھے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی۔ اور خلافت ثانیہ کا دَور شروع ہوا، جس کے سامنے انہوں نے سرِ تسلیم خم نہ کیا۔ اب صالحانہ اور دیانت دارانہ طریق یہ تھا کہ مولوی محمد علی صاحب انجمن کے ملازم کی حیثیت سے انجمن کے خرچ پر ترجمے کا جو کام کر چکے تھے وہ اس کے سپرد کر دیتے مگر انہوں نے اس کے برعکس طریق اختیار کیا، اور انجمن کو چھ ماہ کی رخصت کی درخواست دے کر مکمل مسودہ، دفتر کا ٹائپ رائٹر اور دیگر ضروری کتب ہمراہ لے گئے۔ جب انجمن نے ان اشیا کی واپسی کا مطالبہ کیا تو انہوں نے لکھا: ”میں موجودہ انجمن کے نظام اور اس کی تمام کارروائی کو خلاف قانون سمجھتا ہوں، اس لیے اس کا وہ ریزولوشن جس کے حوالے سے آپ نے مجھے مخاطب فرمایا ہے میرے لیے واجب التعمیل نہیں ہے“۔ (تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 289 تا 293۔ ایڈیشن 2007ء قادیان)

چنانچہ ”آزادیٔ ضمیر اور حُریت فکر کے علمبردار، مطلق مذہبی آمریت، غلامانہ اندھی پیر پرستی کے برخلاف اس مجاہدِ اعظم“ نے صدر انجمن احمدیہ قادیان کی کتابوں اور ٹائپ رائٹر کی مدد سے انگریزی ترجمۃ القرآن کی قابل فخر خدمت سر انجام دی۔ فرماتے ہیں: ”اشاعت اسلام اور عُلوم فرقان کی خدمت کے جس کام کی توفیق بفضلہٖ تعالیٰ ہمیں نصیب ہوئی، یہ کبھی انجام نہ پا سکتی تھی، اگر 1914ء میں ہم میاں محمود احمد کی بیعت کر لیتے“۔

(پیغام صلح 12 نومبر 1975ء صفحہ 14۔ جلد 62، شمارہ 45۔46)

پھر اس ’منصور جرنیل‘ نے 1951ء کی ابتدا میں ”ہولی قرآن ٹرسٹ“ قائم کیا: ”اور اس کے ٹرسٹیوں میں اپنے علاوہ ان پانچ عزیزوں کے نام لکھے، جن کے متعلق آپ کو یقین تھا کہ وہ ہر حالت میں اس ٹرسٹ کو ان مقاصد کے مطابق چلائیں گے جو آپ چاہتے تھے... اس موقع پر ٹرسٹ ڈِیڈ پر یہ اعتراض اٹھا کہ مولانا صاحب نے اپنے آپ کو حنفی المذہب لکھا ہے، اور احمدیت کو چھپایا ہے، ٹرسٹ ڈِیڈ تو ایک قابل وکیل نے بنایا تھا، اور اس کی رائے کے مطابق یہ لکھا جانا ضروری تھا کہ یہ حنفی فقہ کے تحت وقف ہوا ہے۔ اور یہ تو سب جانتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے آپ کو حنفی فقہ کا پیرو لکھا ہے“۔ (مجاہد کبیر صفحہ 346،345، ایڈیشن دسمبر 1962ء۔ ناشر احمدیہ اشاعت اسلام لاہور)

اشاعت قرآن عظیم کے حوالے سے جماعت احمدیہ کو ’بے نمکی‘ کا طعنہ دینے والے اس گروہ کو اپنے بلند بانگ دعاوی کے مقابل پر ایک سو چار سال میں صرف سات زبانوں میں اس پاک کتاب کا ترجمہ کرنے کی توفیق حاصل ہوئی جن میں انگریزی، اردو، جرمن، ڈچ، سپینش، انڈونیشین اور جاوانیز ترجمہ شامل ہے۔ (http://www.aaiil.org/text/hq/hqmain.shtml)

پیغام صلح یکم اپریل 1989ء کے پہلے صفحے پر چینی زبان میں ترجمے کا عکس، یکم جولائی کے شمارے کے پہلے صفحے پر فرانسیسی اور یکم اگست 1989ء کے پیغام صلح کے پہلے صفحے پر جاپانی زبان میں قرآن مجید کے ترجمے کا عکس شائع کیا گیا، مگر وہ تراجم منصۂ شہود پہ نہ آسکے۔

دوسری جانب، بظاہر ایک کمزور جماعت کو صرف حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ باسعادت میں اردو، انگریزی، جرمن، ڈچ، ڈینش، سواحیلی، لوگنڈا، مینڈی، فرانسیسی، ہسپانوی، اٹالین، روسی، پرتگیزی، کِکُویو، کیکامبا، انڈونیشین اور اسپرانتو، کل سترہ زبانوں میں تراجم قرآن کی اشاعت کی توفیق حاصل ہوئی۔ کلام اللہ کا مرتبہ اور شرف دنیا پر ظاہر کرنے کے لیے دس ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی قرآنی تفسیر آپؓ کے تبحر علمی کی عملی مثال ہے۔

(سوانح فضل عمر جلد سوم صفحہ 173۔ ایڈیشن 2006ء، قادیان)

آج صرف اور صرف خلافت سے وابستہ جماعت حقیقی اور کامل نجات کی راہیں کھولنے والی اس کتاب حمید کی اشاعت و ترویج میں پوری تندہی سے مصروف ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اب تک اکناف عالم میں بولی جانے والی 75 زبانوں میں قرآن عظیم کا مکمل ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ وباللہ التوفیق!

(الفضل انٹرنیشنل لندن 14 ستمبر 2018ء صفحہ 14۔ جلد 25، شمارہ 37)

مسیح محمدی کے حقیقی دعاوی اور تعلیم کی علمبردار جماعت کو یہ بھی سعادت نصیب ہوئی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے ذریعہ 1993ء میں عالمی درس القرآن کا آغاز فرمایا۔ پھر جولائی 1994ء میں اِسی آسمانی مائدہ کے توسط سے عالمی ترجمۃ القرآن کلاس کا آغاز ہوا، اور مسیح دوراں کے اس مظہر خلیفہ نے اس پاک کتاب کے اسرار و رموز کھول کر عرفان کے دریا بہائے، قرآن کریم کے فیض کے چشمے جاری کیے اور اس پر حکمت کتاب سے عشق کے اسلوب سکھائے، اور 24 فروری 1999ء کو 305 گھنٹے کی کلاسز کے ذریعہ ایم ٹی اے پر ترجمۃ القرآن کا دَور مکمل کیا۔

این سعادت بزور بازو نیست۔ تانہ بخشد خدائے بخشندہ

برلن مشن

گذشتہ ایک سو سال سے احمدیہ انجمن لاہور کے لٹریچر میں جس مشن کو ایک عظیم کارنامے اور بڑی کامیابی کے طور پر نمایاں کیا جاتا ہے وہ برلن مشن کا قیام ہے۔ جہاں کی مسجد کو ایشیائی اور یورپی فن تعمیر کے امتزاج کا شاہکار اور ’منی تاج محل‘ (mini Taj Mahal) قرار دیا جاتا ہے۔ اس عظیم الشان کارنامے کے بارے میں ان کے بزرگان کے تحریر کردہ حقائق درج ذیل ہیں: ”تبلیغ اسلام میں مشکلات کا مقابلہ کرنا احمدیت کے جوش کا خاص امتیاز ہے۔ 1922ء میں جرمنی میں ایک مشن کی

بنیاد رکھی گئی۔ اور اس کے ساتھ برلن میں ایک عظیم الشان مسجد کی بنیاد ڈالی گئی... مسجد نہایت شاندار اور خوبصورت ہے، 46 فٹ لمبی اور 40 فٹ چوڑی ہے۔ اور اس کے ساتھ مبلغ کے رہنے کا مکان بھی ہے۔ اس کے علاوہ ایک سہ ماہی رسالہ مسلمش ریویو بھی جرمن زبان میں جاری کیا گیا ہے، جو مفت تقسیم ہوتا ہے۔ قرآن مجید کا جرمن ترجمہ شائع کیا گیا۔ اس مشن کے اثر سے کئی سو جرمن جو اعلیٰ طبقہ کے لوگ ہیں داخل اسلام ہو چکے ہیں، جن میں ڈاکٹر حمید ماروس پی ایچ ڈی معروف جرمن فلاسفر قابل ذکر ہیں''۔ (مجدّد اعظم جلد سوم صفحہ 334۔ بار اوّل مارچ 1944ء)

''دوسرا مشن 1922ء میں برلن دار الخلافہ جرمنی میں قائم کیا گیا، اور مشن کے قیام کے ساتھ ہی یہاں ایک مسجد بنوانے کی تجویز ہوئی۔ چنانچہ ڈیڑھ لاکھ روپے کے خرچ سے ایک عالی شان مسجد جو برلن مسجد کے نام سے مشہور ہے بنوائی گئی۔ جرمن زبان میں ایک سہ ماہی رسالہ بھی نکلتا ہے اور مفت تقسیم ہوتا ہے۔ مسجد میں باقاعدہ لیکچر اسلام کے متعلق ہوتے ہیں، جن سے اسلام کے متعلق غلط فہمیاں دور ہو رہی ہیں... اس مشن کے ذریعہ وسط یورپ میں علما اور فضلا کا ایک گروہ اسلام میں داخل ہوا ہے''۔ (خطبہ صدارت، بسلسلہ سلور جوبلی۔ پیغام صلح 9 جنوری 1939ء صفحہ 12 ۔ جلد 27، شمارہ 2)

''برلن مسجد کے پہلو میں ایک دکان اور فلیٹ بنانے کی تجویز۔ سرینام کے ایک متمول دوست نے پانچ ہزار مارک اور دیگر اخراجات کی ادائیگی کا ذمہ لے لیا۔ آج 29 اگست 1970ء کو ایک مختصر سی نجی مجلس میں راقم نے اس امر کا ذکر کیا کہ برلن مسجد کا احاطہ وسیع ہے۔ اس کے تین اطراف میں شاہی سڑکیں ہیں۔ اس احاطہ کے کسی گوشہ میں اگر ایک دکان تعمیر کی جائے اور اس میں کشمیر اور پاکستان کے نوادرات اور دوسرا مال فروخت کیا جائے تو اس سے برلن مشن کے اخراجات کسی حد تک پورے ہو سکتے ہیں اور اگر دکان میں مال بڑھایا جائے تو برلن مشن کے پورے اخراجات بھی میسر آسکتے ہیں۔ اس پر ایک صاحب جن کا نام محمد راجہ صاحب ہے نے کہا کہ میں اس کام کے لیے پانچ ہزار جرمن مارک دیتا ہوں۔ اس پر مزید گفتگو چلی تو میں نے تجویز کیا کہ اگر اس دکان پر مختصر سا رہائشی مکان تعمیر کیا جائے، تو اس مکان سے کرایہ کی رقم بھی وصول ہوتی رہے گی۔ اس پر راجہ صاحب موصوف نے کہا کہ اس حصہ کی تعمیر پر جو رقم تجویز کی جائے گی وہ بھی میں ادا کروں گا۔ میں نے اس پر تجویز کیا کہ اس عمارت کا نام محمد راجہ میموریل ہاؤس رکھا جائے گا۔ انہوں نے کہا ایسا نہ کریں، میں رضائے الٰہی چاہتا ہوں... میں نے کہا انجمن آپ کی قدر دانی کرتے ہوئے اس تعمیر کا نام محمد راجہ میموریل ہاؤس رکھے گی۔ اس پر انہوں نے یہ تجویز منظور کر لی''۔
(مکتوب حضرت امیر صدر الدین۔ پیغام صلح 16 ستمبر 1970ء صفحہ 1۔ جلد 58 شمارہ 37)

آج 96 سال گزرنے کے بعد بھی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی یہ عظیم الشان مسجد یکا و تنہا کھڑی ہے۔ کوئی شگوفہ پھوٹا، نہ کوئی نیا غنچہ کھلا۔ نہ میموریل ہاؤس بنے، نہ کوئی نوادرات بکے۔ نہ مسجد کو بھرنے والی جماعت پیدا ہوئی، نہ قربانی کرنے والا گروہ تیار ہوا۔ بلکہ حقیقت کیا ہے، حضرت امیر فرماتے ہیں: ''برلن مسجد کی خوبصورتی کو دیکھ کر وہاں کے مونومنٹ ڈیپارٹمنٹ نے اس مسجد کو ان عمارتوں میں شامل کر دیا جو تاریخی عمارات ہوتی ہیں۔ جہاں ہم نے اس کی مرمت پہ خرچہ کیا، وہاں مونومنٹ ڈیپارٹمنٹ نے بھی اپنا حصہ ڈالا۔ جرمنی میں یہ واحد مسجد ہے جو نہ صرف سب سے پرانی عمارت ہے بلکہ واحد اسلامی عبادت گاہ ہے جس میں بغیر فرقہ واریت، قومیت، شہریت، مُلکیت سب کے لیے عبادت اور سیاحت کے دروازے کھلے ہیں ... یہ مسجد آج بھی یورپ میں مقبول ترین مسجد ہے اور ان شاء اللہ یہاں سے ہی اسلام کا سورج طلوع ہو گا... آج ہم اس مقام پر کھڑے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مسیح الزمان کو سفید پرندے پکڑنے کی پیشگوئی کی تعبیر پوری ہونے والی ہے۔ ان شاء اللہ۔ اِس تعبیر کی بنیاد تقریباً سو سال پہلے مسجد برلن کے ذریعہ ہو چکی تھی۔ حضرت مولانا محمد علی (امیر اوّل) نے فیصلہ کیا کہ برلن میں مسجد تعمیر کی جائے گی، اور حضرت مولانا صدر الدین جو ہمارے دوسرے امیر تھے، ان کے ذمہ یہ کام لگا اور پانچ سال کی مسلسل محنت نے ایک چٹیل میدان میں ایک شاندار تاج محل نما عمارت کھڑی کر دی ... دوسری جنگ عظیم میں جب سارا برلن تباہ ہو گیا تو ہماری مسجد کو اللہ تعالیٰ نے بچا لیا۔ بہر حال شدید بمباری سے مسجد کو نقصان پہنچا... اُس وقت منومنٹ ڈیپارٹمنٹ نے 80 فیصد خرچ کا حصہ دیا، اور جماعت کے ذمہ 20 فیصد آیا۔ لیکن اب بدلتے وقتوں اور جرمنی کی مالی مشکلات کی وجہ سے منومنٹ ڈیپارٹمنٹ صرف 20 فیصد ادا کر رہا ہے، اور باقی 80 فیصد جماعت نے برداشت کرنا ہے... اس لیے آج میں دنیا بھر میں بسنے والے بھائیوں سے اپیل کرتا ہوں، اور اس یقین کے ساتھ کہ ہم اپنے بزرگوں کی روایات کو قائم کرتے ہوئے فراخ دلی سے اپنی اپنی استطاعت کے مطابق اس کار خیر میں حصہ لیں گے۔ اس مسجد کو قائم رکھنے کا واحد ذریعہ اور اہمیت یہی ہے کہ کل کو اس کے ذریعہ یورپ میں اسلام پھیلے گا... اسی کے ذریعہ رسول کریم ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق ''سورج مغرب سے طلوع ہو گا'' پوری ہو گی''۔
(حضرت امیر کی بین الاقوامی اپیل برائے جامعہ مسجد برلن۔ پیغام صلح یکم تا 31 جنوری 2017ء صفحہ 12،11۔ جلد 02، شمارہ 2،1)

یہ وہ اعتراف حق ہے جو حضرت امیر کی زبان سے جاری ہوا، کہ سو سال میں جرمنی میں وہ جماعت پیدا نہ ہو سکی جو چالیس فٹ کی اس مسجد کی تزئین نَو کا خرچ خود برداشت کر سکے۔ اور اس کے لیے ساری دنیا کی جماعتوں سے مالی مدد طلب کی جا رہی ہے۔

اب نظام خلافت کے تابع جماعت کا حال سنیے: ''1923ء کے آخر میں مولوی مبارک علی صاحب بی اے بنگالی اور ملک غلام فرید صاحب ایم اے کی کوشش سے یورپ میں دوسرا اسلامی مشن جرمنی میں قائم ہوا۔ مولوی مبارک علی صاحب جو 1920ء سے لندن میں تبلیغِ اسلام کر رہے تھے لندن سے سیدھے برلن بھجوائے گئے۔ اور ملک غلام فرید صاحب ایم اے کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے قادیان سے بتاریخ 23 نومبر 1923ء کو روانہ فرمایا، جو 18 دسمبر 1923ء کو برلن پہنچے... حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا ارادہ یہاں شاندار اسلامی مرکز قائم کرنے کا تھا، اور اس کے لیے مسجد برلن کی تحریک بھی آپ نے فرمائی، مگر جرمنی کے حالات یکا یک بدل گئے... جس مسجد کی تعمیر کا خرچ پہلے تیس ہزار روپے اندازا کیا گیا تھا وہ پندرہ لاکھ روپے بتایا جانے لگا۔ چنانچہ مئی 1924ء میں یہ مشن بند کر دیا گیا، اور ملک غلام فرید صاحب لندن چلے گئے۔ اور مورخہ 20 جنوری 1949ء کو محترم چودھری عبد اللطیف صاحب بی اے کے ذریعہ اس مشن کا احیاء ہوا۔ (تاریخ احمدیت، جلد 4۔ صفحہ 412،411۔ ایڈیشن 2007ء قادیان)

1948ء میں جرمنی میں خط و کتابت کے ذریعہ کم و بیش بیس افراد پر مشتمل جماعت قائم ہو چکی تھی، جس کی دیکھ بھال محترم شیخ ناصر احمد صاحب مبلغ سلسلہ سوئٹزر لینڈ کر رہے تھے جو متعلقہ حکام سے اجازت لے کر گاہے گاہے جرمنی تشریف لے جاتے رہے۔ ایک بار ہمبرگ ریڈیو نے آپ کی تقریر بھی نشر کی۔
(تاریخ احمدیت، جلد 11۔ صفحہ 84۔ ایڈیشن 2007ء قادیان)

مورخہ 20 جنوری 1949ء کو محترم چودھری عبد اللطیف صاحب بی اے واقف زندگی کے ذریعہ جرمنی میں از سر نو مشن جاری ہوا۔ آپ نے ہمبرگ شہر کے وسط میں ایک سرکاری عمارت کے وسیع ہال میں پہلا تبلیغی اجلاس منعقد کیا۔ اور بفضل خدا اسی شہر میں آپ کی رہائش کا انتظام ہوا۔ 1954ء کے شروع میں محترم شیخ ناصر احمد صاحب مبلغ سلسلہ سوئٹزر لینڈ کو قرآن مجید کے جرمن ترجمہ کی اشاعت کی توفیق ملی، جس نے قبول عام کی سند حاصل کی، اور ملک کے علمی طبقہ پر گہرا اثر ڈالا۔ دوسری جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد یہ یورپ کی کسی زبان میں شائع ہونے والا قرآن مجید کا پہلا ترجمہ تھا۔ اسی سال نومبر میں احمدی یورپی مشنوں کی چوتھی کانفرنس ہمبرگ میں ہوئی، جس میں انگلستان، سوئٹزر لینڈ، ہالینڈ اور سپین کے مجاہدین شامل ہوئے۔ جون 1955ء میں اس ملک کے بھاگ جاگے جب حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد نے جرمنی کا پہلا تاریخی سفر اختیار فرمایا، اور 25 تا 29 جون اس ملک میں رونق افروز رہے، اور: ''قومیں اس سے برکت پائیں گی'' کا عملی مظاہرہ دیکھنے کو ملا۔ اس دَورے کے دوران آپؓ نے جرمنی میں جلد مسجد تعمیر کرنے کا ارشاد فرمایا، چنانچہ 22 فروری 1957ء کو ہمبرگ میں مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا اور مورخہ 22 جون 1957ء کو محترم چودھری سر ظفر اللہ خان صاحب نے اس مسجد کا افتتاح کیا۔ اس کے صرف دو سال بعد مولا کریم نے جرمنی کے شہر فرینکفرٹ میں جماعت کو دوسری مسجد تعمیر کرنے کی توفیق دی۔ محترم چودھری عبد اللطیف صاحب انچارج مشن جرمنی نے 8 مئی 1959ء کو اس مسجد کا سنگ بنیاد رکھا، اور محترم چودھری سر ظفر اللہ خان صاحب نے مورخہ 16 ستمبر 1959ء کو اس مسجد کا افتتاح کیا۔ جرمنی میں روحانی انقلاب کی بنیاد حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں رکھی جا چکی تھی، اس بنیاد کو مزید مستحکم کرنے کے لیے نافلہ موعود سیدنا حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث جولائی 1967ء میں جرمنی تشریف لے گئے۔ (جرمن مشن کا احیاء تاریخ احمدیت جلد 12، صفحہ 137 تا 155۔ ایڈیشن 2007ء)

یوں امام آخر الزمان کے ایک کے بعد دوسرے خلیفہ نے اس سرزمین پر قدم رنجہ فرما کر جرمن قوم کو احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی دعوت دی، اور آج خدا تعالیٰ کے فضل سے جرمنی میں یورپ کی مضبوط ترین جماعت قائم ہے۔ صد سالہ جشن تشکر کے موقعے پر 1989ء میں طاہر و مطہر خلیفہ نے جماعت جرمنی کو شکرانے کے طور پر سو مساجد تعمیر کرنے کی تحریک کی، اور جماعت نے اس پر لبیک کہتے ہوئے کام شروع کیا۔ پھر 7 ستمبر 2004ء کو مسجد بیت الہدیٰ کے افتتاح کے موقعے پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے امیر صاحب جرمنی کے حوالے سے فرمایا: ''انہوں نے کہا ہے کہ اس خلافت کے دور میں سو مساجد کا وہ وعدہ جو خلافت رابعہ کے دور میں کیا تھا اس کو پورا کرنے والے ہوں۔ حضور نے فرمایا کہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ آپ یہ عہد کریں کہ سو مساجد کا کیا وہ تو ہم چند سالوں میں بنالیں گے، اگر خدا تعالیٰ توفیق دے تو خلافت خامسہ کے اس دور میں تو ہم جرمنی کے ہر شہر میں مسجد بنائیں گے''۔
(الفضل انٹرنیشنل 8 اکتوبر 2004ء صفحہ 12۔ جلد 11، شمارہ 41)

چنانچہ اس وقت تک خدا تعالیٰ کے فضل سے 53 مساجد کا افتتاح عمل میں آچکا ہے۔ 6 مساجد زیر تعمیر ہیں، اور 8 مساجد کی تعمیر کے لیے قطعہ اراضی خریدا جا چکا ہے۔
(الفضل انٹرنیشنل 2 نومبر 2018ء صفحہ 15۔ جلد 25، شمارہ 44)

تائید ایزدی سے اپریل 2017ء تک جرمنی میں جماعتوں کی مجموعی تعداد 258 تھی، اور 52 مبلغین سلسلہ خدمات میں مصروف ہیں۔
(الفضل انٹرنیشنل 12 مئی 2017ء صفحہ 11۔ جلد 24، شمارہ 19)

جلسہ سالانہ کا نظام بھی پوری آب و تاب کے ساتھ جرمنی میں سایہ فگن ہے۔ 28 دسمبر 1975ء کو مسجد فضل عمر ہمبرگ سے اس بابرکت سلسلے کا آغاز ہوا۔ جس میں 70 خوش نصیب شامل ہوئے، اور یہ سلسلہ قدم بقدم چلتا ہوا ناصر باغ گروس گیراؤ، اور مئی مارکیٹ من ہائم سے ہوتا ہوا 2017ء میں کارلسروئے کنونشن سنٹر کے بلند و بالا ہالز میں پہنچ چکا ہے اور شاملین کی تعداد چالیس ہزار سے تجاوز کر چکی ہے۔
(الفضل انٹرنیشنل لندن 14 ستمبر 2018ء صفحہ 11۔ جلد 25، شمارہ 37)

امریکہ مشن

مصنف مجاہد کبیر رقمطراز ہیں: ''اپریل 1946ء میں امریکہ میں تبلیغی مشن قائم ہوا، اور بشیر احمد صاحب منٹو سان فرانسسکو کے لیے روانہ ہوئے۔ اسٹیشن پر مولانا محمد علی صاحب اور جماعت کے سب اکابرین نے ان کو الوداع کہی، یہ پہلا مشن تھا جو تبلیغی مراکز قائم کرنے کے سلسلہ میں شروع کیا گیا''۔
(مجاہد کبیر صفحہ 267، ایڈیشن دسمبر 1962ء۔ ناشر احمدیہ اشاعت اسلام لاہور)

مسعود بیگ صاحب بیان کرتے ہیں: ''ہمارے نہایت ہی قیمتی بزرگ ماسٹر محمد عبد اللہ صاحب جو آج سے 45 سال قبل جزائر فجی میں تبلیغ اسلام کے لیے گئے تھے وہاں سالہا سال خدمت اسلام کے بعد کیلیفورنیا امریکہ منتقل ہو گئے ہیں۔ اور ان کے ہونہار فرزندان جو اسی جذبہ سے سرشار ہیں دین کی خدمت میں مصروف ہیں۔ چنانچہ امریکہ میں بھی انہوں نے 'مسلم سوسائٹی آف امریکہ' قائم کر دی ہے، جہاں سے اسلام پر کتابچے شائع فرماتے رہتے ہیں''۔
(سالانہ رپورٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور، بابت سال 1974-75 از مرزا مسعود بیگ، جنرل سیکریٹری۔ صفحہ 21)

اس وقت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی مرکزی ویب سائٹ پر امریکہ کے درج ذیل ایڈریس موجود ہیں۔ مگر یہاں مساجد ہیں یا تبلیغی مراکز یہ سوال تشنہ طلب ہے۔

1- AAIIL (USA), PO Box 3370, Dublin, OH 43016, USA
2- AAIIL (New York), 91-05 197 Street, Hollis, NY 11423, USA
3- AAIIL (California), 36911 Walnut Street, Newark California 94560, USA

اب تصویر کا دوسرا رخ دیکھتے ہیں:

حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ امریکہ کے پہلے مبلغ کے طور پر 26 جنوری 1920ء کو انگلستان کی بندرگاہ Liverpool 'لیورپول' سے عازم سفر ہوئے، اور مورخہ 15 فروری 1920ء کو امریکہ کی بندرگاہ (Penns Landing) فلاڈلفیا (Philadelphia) پر اترے۔

لیکن آپ کو ملک میں داخل ہونے سے روک دیا گیا، اور سمندر کے کنارے ایک مکان میں قید کر دیا گیا۔ اس محصور مبلغ اسلام نے اسیری میں بھی اپنے مقصد کو نہ بھلایا اور توفیق ایزدی سے دو ماہ میں پندرہ قیدیوں کو کلمۂ حق پڑھالیا۔ ادھر جب سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے اس مبلغ کی اسیری کی اطلاع ملی تو آپ نے امریکی حکومت کو للکارتے ہوئے فرمایا: ''امریکہ جسے طاقتور ہونے کا دعویٰ ہے اس وقت تک اس نے مادی سلطنتوں کا مقابلہ کیا، اور انہیں شکست دی ہو گی۔ روحانی سلطنت سے اس نے مقابلہ کر کے نہیں دیکھا۔ اب اگر اس نے ہم سے مقابلہ کیا تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ ہمیں وہ ہرگز شکست نہیں دے سکتا، کیونکہ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ ہم امریکہ کے اردگرد کے علاقوں میں تبلیغ کریں گے اور وہاں کے لوگوں کو مسلمان بنا کر امریکہ بھیجیں گے اور ان کو امریکہ روک نہیں سکے گا۔ اور ہم امید رکھتے ہیں کہ امریکہ میں ایک دن 'لا الٰہ الّا اللّٰہ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہ' کی صدا گونجے گی اور ضرور گونجے گی''۔

(الفضل قادیان 15 اپریل 1920ء صفحہ 11، کالم 3۔ جلد 7، شمارہ 78)

مئی 1920ء میں آپ کو قید سے آزاد کر کے ملک میں داخل ہونے کی اجازت دی گئی، اور آپ نے نیویارک میں ایک مکان کرایہ پر لے کر جماعت احمدیہ مسلمہ کے مشن کی بنیاد رکھی۔ 1921ء میں آپ شکاگو منتقل ہوئے، اور باقاعدہ ایک عمارت خرید کر جماعت کا مرکز قائم کیا۔ 1950ء میں جماعت کا مرکز شکاگو سے واشنگٹن منتقل ہوا۔ اور آج خدا تعالیٰ کے فضل و کرم اور خلافت کی برکت سے امریکہ کی تمام ریاستوں کے بڑے بڑے شہروں میں 74 جماعتیں قائم ہیں۔ جماعت کی 53 مساجد اور 26 مشن ہاؤسز ہیں۔

(الفضل انٹرنیشنل لندن 9 نومبر 2018ء صفحہ 11۔ جلد 25، شمارہ 45)

اور مسجد بیت الرحمٰن میری لینڈ، مسجد بیت الحمید کیلیفورنیا اور مسجد بیت السمیع ہیوسٹن جیسی وسیع و عریض اور پرشکوہ مساجد سے امریکہ کے قریہ قریہ میں خدائے واحد کا نام گونجتا ہے۔ اور آج امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی سالاری میں باقی دنیا کی طرح امریکہ میں بھی جماعت احمدیہ آسمانی رفعتوں کو چھو رہی ہے، اور بلندی کی طرف محوِ پرواز ہے۔

ہے عرفانِ اسلام ہر سمت جاری
فلک گیر ہے اب صدائے خلافت

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''اب میں لدھیانہ کے لوگوں کو اور ان لوگوں کو جو باہر سے آئے ہوئے ہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ آسمان کی آواز ہے جو اللہ تعالیٰ نے بلند کی ہے اسے بند کرنا آسان نہیں۔ یہ جماعت شروع میں صرف چالیس افراد پر مشتمل تھی، مگر اب خدا تعالیٰ کے فضل سے ہماری تعداد لاکھوں میں پہنچ چکی ہے۔ تمام دنیا نے ہماری مخالفت کی، مگر سب مخالف ناکام ہوئے اور آئندہ بھی ناکام ہوں گے، اور دنیا کی کوئی طاقت احمدیت کی ترقی روک نہیں سکے گی... جو خدا آسمانوں اور زمینوں کا خدا ہے، جو پہلوں کا خدا ہے، حال کا خدا ہے اور آئندہ کا خدا ہے جس کے ہاتھ میں میری اور سب کی جان ہے اور جس کے سامنے مر کر ہم سب نے پیش ہونا ہے، میں اسی خدائے قہار کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ باتیں اُسی نے مجھے بتائی ہیں، اور اسی نے مجھے یہ بھی بتایا کہ وہ میرے ماننے والوں کو منکرین پر قیامت تک غلبہ اور فوقیت دے گا۔ میں انسان ہوں مر سکتا ہوں، مگر خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ ضرور پورا ہو گا۔ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں مگر اس کا یہ وعدہ ٹل نہیں سکتا۔ اس سلسلہ کی تائید کے لیے خدا تعالیٰ کے فرشتے آسمان سے اتریں گے اور روز بروز یہ سلسلہ پھیلتا چلا جائے گا، اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ پیغام ان ممالک تک جو آپ پر ایمان نہیں رکھتے ضرور پہنچے گا۔ اور جس طرح پہاڑوں سے دریا نکلتے ہیں، اور پھر ان سے نہریں نکلتی ہیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی نہریں میرے ذریعہ ساری دنیا میں جاری ہوں گی''۔ (اہل لدھیانہ سے خطاب۔ انوار العلوم جلد 17، صفحہ 281، 282۔ ایڈیشن 2008، قادیان)

جلسہ سالانہ

''اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں، یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمہ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لیے قومیں طیار کی ہیں جو عنقریب اِس میں آملیں گی کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں''۔ (مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 341)

یہ وہ دلنشیں اور دلربا پیشگوئی ہے جو اس زمانہ کے مسیح حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک قلم سے نکلی۔ خدائے قادر کے وعدوں پر غیر متزلزل ایمان، اور جماعت کے اقوام عالم میں پھیلنے کے پختہ یقین سے پُر، نفسانی جوش سے مبرا تقویٰ کے پانی سے دُھلے یہ الفاظ جب اُس مسیح دوراں کے قلم سے نکلے تو اس کے ہاتھ کا بویا ہوا بیج ابھی مٹی سے سر نکال رہا تھا۔ مگر اس کی دوربین نگاہ تمام دنیا کو اپنی سچائی کے تحتِ اقدام دیکھ رہی تھی۔ پہلے جلسہ سالانہ میں 75 پروانے شمع کے گرد جمع ہوئے، اور تاریخ احمدیت میں امر ہو گئے۔ مگر وہ مرد میدان جانتا تھا کہ اُس کے لفظ لفظ اور حرف حرف کو برکت بخشنے والا خدا اپنے فضل سے جماعت کے نفوس و اموال میں حیرت انگیز برکت بخشنے کے ساتھ جلسہ سالانہ کے نظام کو بھی عالمگیر بنائے گا۔ اور آج آسمان اس بات کا گواہ ہے کہ ہر سال نوے کے قریب ممالک میں نظام خلافت سے وابستہ افراد جماعت اپنے اپنے جلسہ سالانہ کا انعقاد کر کے اُس کے دعوے کی سچائی پر اپنے اخلاص کی مہر لگاتے ہیں۔ اور قدرت ثانی کا مظہر اس کا حقیقی جانشین اور اس کا خلیفہ جس جگہ موجود ہو، دنیا کے کونے کونے سے عشّاق اس کی ذات والا صفات کے گرد جمع ہو کر شجرۂ ایمان کی آبیاری کرتے ہیں۔ اور مسیح دوراں کی لازوال دعاؤں سے جھولیاں بھر کر واپس روانہ ہوتے ہیں۔

مگر خود فریبی کی دبیز تہوں تلے دبا یہ گروہ اپنے بارے میں کیسی خوش فہمی میں مبتلا ہے، اس کی نظیر ان تحریروں سے بخوبی عیاں ہوتی ہے: 'الحمد للّٰہ ثم الحمد للّٰہ کہ ہمارا اڑسٹھواں جلسہ سالانہ دسمبر 1982ء بھی خدا تعالیٰ کے بے انتہا فضل سے ہر لحاظ سے کامیاب اور پر رونق رہا۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے اپنی جن بے شمار نعمتوں اور افضال سے نوازا ہے، ان میں سے ایک نعمت غیر مترقبہ ہمارا یہ جلسہ سالانہ بھی ہے، جس کی بنیاد ہمارے امام اور مجدد وقت حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے حکمت الٰہیہ کے ماتحت 1891ء میں رکھی تھی۔ اس وقت سے اب تک ہمارا یہ سالانہ اجتماع ہر سال دسمبر کے مہینہ میں منعقد ہوتا ہے، جس میں شامل ہونے کے لیے اسلام اور قرآن کی اشاعت کے لیے جنون اور درد رکھنے والے سینکڑوں مرد اور خواتین اور بچے بوڑھے اور جوان دور دراز مقامات سے دیوانہ وار چلے آتے ہیں... ان سب کے دلوں میں ایک ہی لگن ایک ہی آرزو اور ایک ہی تڑپ ہے، کہ اس دور کے مصائب میں گرفتار دنیا قرآن اور اسلام کے نور سے منور ہو جائے... کچھ دل کو پگھلانے والے منظر ایسے بھی ہوتے ہیں کہ پتھر دل بھی موم ہو جاتے ہیں۔ حضرت امیر قرآن کے مختلف زبانوں میں تراجم اور تمام دنیا میں ان کی اشاعت کے لیے اپنی تقریر میں ان الفاظ میں اپیل کرتے ہیں کہ: ''میں خدا کے دروازے کا فقیر اور محتاج ہوں، اور قرآن کی اشاعت کی خاطر اپنی اس چھوٹی سی جماعت کے سامنے ہاتھ پھیلانے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا'' تو جذبات سے مغلوب اس تھرتھراتی آواز پر آپ کی جماعت کے بچے بھی اپنی جیب خرچ سے سارا سال بچائی ہوئی رقم بھی دے ڈالتے ہیں''۔

(پیغام صلح 5 جنوری 1983ء صفحہ 2۔ جلد 70، شمارہ 1)

''ہمارا سالانہ دعائیہ 24 تا 27 دسمبر 1991ء دارالسلام کالونی لاہور میں منعقد ہوا، اور تائید ایزدی سے بخیر و عافیت اختتام پذیر ہوا۔ اس دعائیہ کی نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ ایک صدی پیشتر یعنی ماہ دسمبر 1891ء میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ (خدا تعالیٰ ان پر سلامتی نازل کرے) کے مبارک وجود کے زیر سایہ پہلا سالانہ دعائیہ منعقد ہوا تھا۔ ان سو سالوں میں جماعت احمدیہ ہر سال دسمبر کے آخری عشرہ میں اکٹھے مل کر اپنے اللہ کے حضور عاجزانہ طور پر دین حقہ کے بارے میں اپنے گذشتہ سالوں کی کوشش کو تحدیث نعمت کے طور پر پیش کرتی رہی ہے، اور جہاں کوتاہی رہ گئی ہو اس کی اپنے اللہ سے مغفرت طلب کرتی اور آئندہ کے منصوبوں کا لائحہ عمل تیار کرتی رہی ہے۔ اس دیوانی جماعت کی ان چار دنوں کی علمی اور عملی تجاویز اور آہِ سحر گاہی کو رب کریم نے ہمیشہ ہی قبولیت بخشی ہے، اور پہلے سے بڑھ کر اپنے افضال کی بارش کی ہے۔ ان کی قربانیوں اور خشوع و خضوع میں ڈوبی ہوئی نمازوں نے وہ کام کیے ہیں، جو بڑی بڑی سلطنتوں کے بادشاہوں سے بھی نہ ہو سکے''۔ (پیغام صلح یکم جنوری 1992ء صفحہ 2۔ جلد 75، شمارہ 1)

لفّاظی سے لبریز اور ملمع سازی سے پُر یہ بلند و بانگ دعویٰ پڑھ کر انسان ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتا ہے، کہ یہ کیسے لوگ ہیں، کس دھوکے میں مبتلا ہیں، کیونکہ اِن کے دعاوی اور اُن کے حقیقی نتائج میں حیرت انگیز فرق ہے، اور ان کے درمیان ایک عمیق خلیج حائل نظر آتی ہے۔ قرآن مجید کی اشاعت کا درد رکھنے والے ان دیوانوں نے ایک سو چار سال کے طویل عرصے میں کتنی زبانوں میں اس پاک کتاب کے تراجم دنیا کے سامنے پیش کیے۔ اُن کی نیم شبی دعاؤں کے بدلے جو افضال الٰہی بارش کی طرح نازل ہو رہے ہیں ان کے ثمر کہاں ہیں؟ حقیقت میں تو ابھی خزاں ہی خزاں ہے۔ جماعت قادیان کے جلسہ کی حاضری کو معمہ قرار دینے والوں نے خود کبھی جلسہ کی معین حاضری اپنی رپوٹس میں شائع کیوں نہیں کی؟

روزِ روشن کی طرح واضح حقیقت یہ ہے کہ سو سال کا عرصہ گزرنے کے بعد آج بھی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے جلسے میں چند سو لوگ شامل ہوتے ہیں، پاکستان کے علاوہ دنیا کے آٹھ، دس ملکوں سے اِکا دُکا مہمان رونق افروز ہوتے ہیں۔ اور پاکستان سے باہر کسی بھی ملک میں جلسہ سالانہ کا نظام اس طرح جاری ہو ہی نہیں سکا، جس کی پیشگوئی خدا سے علم پا کر حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیا کے سامنے پیش کی تھی۔ نہ وہ قومیں ان کی آغوش میں آسکیں جس کی خبر اس پیشگوئی میں موجود ہے۔ تازہ ترین حقائق ملاحظہ ہوں: ''مورخہ 15 تا 17 ستمبر 2017ء لاہور تحریک احمدیہ کا ''پہلا یورپی سالانہ جلسہ'' جرمنی میں منعقد ہوا۔ برلن مسجد میں ہونے والے اس جلسہ میں شرکت کے لیے احباب پاکستان، جرمنی، برطانیہ، ہالینڈ، سویڈن، سوئٹزرلینڈ، یوکرائن، سرینام، ٹرینیڈاڈ، امریکہ اور انڈونیشیا سے تشریف لائے۔ الحمد للہ حضرت امیر کی انتھک کاوش اور ممبران کی شمولیت سے یورپ کا یہ پہلا کنونشن انتہائی کامیاب رہا''۔ (پیغام صلح یکم تا 31 اکتوبر 2017ء صفحہ 24۔ جلد 2، شمارہ 20، 19)

ایک صدی سے قائم کامیابی اور کامرانی کے جھنڈے گاڑنے والی اس فدائی جماعت کے اس انتہائی کامیاب کنونشن کے تمام شرکاء ایک گروپ فوٹو میں سما گئے، جس کی رپورٹ اور تصاویر The HOPE Bulletin اکتوبر 2017ء کے شمارے میں شائع شدہ ہے۔

(http://www.aaiil.org/text/articles/hope/2017/hopebulletin2017.shtml)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد کل بھی اہل پیغام کے لیے مثلِ آئینہ تھا، آج بھی ہے: ''مولوی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان کے جلسے پر بھی اتنے آدمی نہیں ہوتے جتنے یہاں عام جمعہ کے دن جمع ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس وقت بھی جمعہ کے لیے جتنے لوگ بیٹھے ہیں اتنے کبھی بھی انہیں اپنے جلسہ میں نصیب نہیں ہوتے''۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ 5 دسمبر۔ روزنامہ الفضل قادیان 12 دسمبر 1941ء۔ جلد 29، شمارہ 281)

گذشتہ پندرہ سال سے مسجد بیت الفتوح لندن سے اکناف عالم میں براہ راست نشر ہونے والا خطبہ جمعہ اس حقیقت کو روز روشن کی طرح واضح کرتا ہے کہ جتنے لوگ ہر ہفتے نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے جمع ہوتے ہیں، اتنے سال میں ایک بار اہل پیغام کے جلسہ سالانہ میں جمع نہیں ہوتے۔ اس حقیقت کو پرکھنے کے لیے پیغام صلح دسمبر 2018ء کا شمارہ حاضر ہے جس میں جلسہ سالانہ 2017ء کی کچھ تصاویر شائع شدہ ہیں۔

(تصویری صفحات پیغام صلح یکم تا 31 دسمبر 2018۔ جلد 3 شمارہ 23، 24)
(http://aaiil.org/urdu/articles/paighamesulah/2018/paighamsulh_201812.pdf)

قیام پاکستان کے بعد ایک جلسہ کے موقع پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''پیغامی اعتراض کیا کرتے تھے کہ قادیان سے مسیح موعود کے نام کی وجہ سے احمدیوں کو جو محبت ہے، اس کی وجہ سے میں کامیاب ہوا ہوں۔ آج ان کا بھی لاہور میں جلسہ ہو رہا ہے۔ اور ان کے اس مرکز میں ہو رہا ہے جو 35 سال سے ان کا مرکز چلا آ رہا ہے۔ وہ ذرا ربوہ کے اس جلسہ کے مقابل پر اپنے جلسہ کو بھی دیکھیں۔ اور پھر سوچیں کہ ان کے اعتراض کی کیا حقیقت ہے۔ اگر میں قادیان کی وجہ سے جیتا تھا، تو آج قادیان سے محرومی کی وجہ سے مجھے ہارنا بھی تو چاہیے تھا۔ اگر واقعہ میں ان کا اعتراض درست ہوتا، تو قادیان، وہاں کے شعائر، مقبرہ بہشتی، مساجد، مینار اور کروڑوں کی جائیداد چھوڑ کر یہاں آجانے کی وجہ سے جماعت میں کمزوری آجانی چاہیے تھی۔ اسے سمجھ لینا چاہیے تھا کہ یہ سلسلہ نعوذ باللہ جھوٹا ہے۔ مگر اتنے بڑے ابتلا اور اتنی خطرناک ٹھوکر کے باوجود خدا تعالیٰ کے فضل سے میری جماعت متزلزل نہیں ہوئی۔ وہ پہاڑ کی طرح مضبوط کھڑی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس وقت

تک کھڑی رہے گی، جب تک کہ کفر اس سے ٹکرا کر پاش پاش نہ ہو جائے"۔
(تقریر جلسہ سالانہ 27دسمبر 1949ء۔ الفضل یکم جنوری 1950ء صفحہ 2، کالم 3۔ جلد 3، شمارہ 297)

پس خدا تعالیٰ کے فضل سے خلافت سے وابستہ یہ خدائی جماعت کل بھی ایک مضبوط پہاڑ کی طرح کھڑی تھی اور آج بھی پوری آن بان اور شان کے ساتھ قائم و دائم ہے۔ توفیق ایزدی سے آج یورپ، افریقہ، ایشیا، امریکہ اور جزائر میں قائم جماعت ہائے احمدیہ سینکڑوں ایکڑ پر پھیلے اپنے ذاتی جلسہ گاہوں میں باقاعدگی کے ساتھ "جلسہ سالانہ" منعقد کرتی ہیں۔ صرف حدیقۃ المہدی میں ہر سال تمام سہولتوں سے آراستہ ایک عالی شان عارضی شہر کا قیام، سو کے قریب ممالک سے ہزاروں عشاقانِ خلافت کا پروانوں کی طرح شمع کے گرد جمع ہونا، اور دنیا کے کناروں تک اس روح پرور اجتماع کا براہ راست نشر ہونا اس جماعت کی سچائی کی اتنی روشن دلیل ہے کہ "چہ نسبت خاک رابہ عالم پاک"۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں: "پہلے تو صرف قادیان میں یہ جلسہ سالانہ ہوا کرتے تھے، لیکن آج دنیا کے ہر ملک میں یہ ٹریننگ کیمپ لگتا ہے جس میں مسیح محمدیؐ کے ماننے والے اپنے اصلاح نفس کے لیے جمع ہوتے ہیں، اپنی اصلاح کے لیے اکٹھے ہوتے ہیں ... یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے کہ احمدیت نے بڑھنا ہے اور پھولنا ہے اور پھلنا ہے انشاء اللہ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدہ ہے۔ آج ان ملکوں میں جو غیر پاکستانی احمدی ہیں یا مختلف قومیتوں کے احمدی ہیں، یہ آئندہ فوج در فوج احمدیت میں داخل ہونے والوں کے لیے نمونہ بننے والے ہیں۔ اس لیے ان کی نیک تربیت کریں، ان سے تعلق بڑھائیں، ان سے پیار محبت کا سلوک کریں ان کے لیے نمونہ بنیں"۔
(الفضل انٹرنیشنل 29مارچ 2013ء صفحہ 1۔ جلد 20 شمارہ 13)

ایک اور موقعے پر فرمایا: "دنیا کے کونے کونے میں اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدیت پہنچ چکی ہے۔ دنیا کے کونے کونے میں حضرت مسیح موعود کے لنگر قائم ہیں۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ چمٹے رہیں تو اس نے نہ کبھی ہمیں چھوڑا ہے نہ کبھی چھوڑے گا۔ قربانیاں بے شک دینی پڑتی ہیں، اور احمدی اللہ تعالیٰ کے فضل سے دیتے ہیں لیکن ہر قربانی اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو لیے ہوئے ایک نیا راستہ ہمیں دکھاتی ہے"۔
(الفضل انٹرنیشنل 17/ اپریل 12015ء صفحہ 5۔ جلد 22 شمارہ 16)

نظام وصیت

وہ فرستادہ، جو خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا، اور جو خدا کی ایک مجسم قدرت تھا، دسمبر 1905ء میں قادر مطلق کے حکم سے ترقی اسلام اور لاریب کتاب کی عالمگیر اشاعت کے لیے ایک نظام نو کی بنیاد رکھتا ہے، اور وحی کی بنیاد پر اس کی شرائط اور قواعد وضوابط پوری شرح و بسط کے ساتھ اپنی قلم سے تحریر کرتا ہے، اور کامل الایمان اصحاب کو جلد اس نظام کا حصہ بننے کی تلقین کرتا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

"ایک جگہ مجھے دکھائی گئی اور اس کا نام بہشتی مقبرہ رکھا گیا۔ اور ظاہر کیا گیا کہ وہ ان برگزیدہ جماعت کے لوگوں کی قبریں ہیں جو بہشتی ہیں... میں دعا کرتا ہوں کہ خدا اس میں برکت دے، اور اس کو بہشتی مقبرہ بنادے... پھر میں تیسری دفعہ دعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر کریم! اے خدائے غفور و رحیم! تو صرف ان لوگوں کو اس جگہ قبروں کی جگہ دے جو تیرے اِس فرستادہ پر سچا ایمان رکھتے ہیں، اور کوئی نفاق اور غرض نفسانی اور بدظنی اپنے اندر نہیں رکھتے... اس قبرستان کے لیے بڑی بھاری بشارتیں مجھے ملی ہیں اور نہ صرف خدا نے یہ فرمایا ہے کہ یہ مقبرہ بہشتی ہے بلکہ یہ بھی فرمایا کہ اُنْزِلَ فِیْھَا کُلُّ رَحْمَۃٍ یعنی ہر ایک قسم کی رحمت اس قبرستان میں اتاری گئی ہے اور کسی قسم کی رحمت نہیں جو اس قبرستان والوں کو اس سے حصہ نہیں... یہ مت خیال کرو کہ یہ صرف دور از قیاس باتیں ہیں۔ بلکہ یہ اس قادر کا ارادہ ہے جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے... کوئی نادان اس قبرستان اور اس کے انتظام کو بدعت میں داخل نہ سمجھے، کیونکہ یہ انتظام حسب وحی الٰہی ہے اور انسان کا اس میں دخل نہیں... بے شک یہ انتظام منافقوں پر بہت گراں گزرے گا، اور اس سے انکی پردہ دری ہوگی"۔ (رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20)

اب دیکھیے اس امام کا مگار سے نسبت کے دعویدار کیا کہتے ہیں: "گذشتہ سالانہ جلسہ پر "وصیتوں کی تحریک" کی صورت میں ایک نہایت ہی مفید وعظیم الشان کام کا آغاز کیا گیا ہے۔ اگر اس پر کما حقہ توجہ کی گئی اور صاحب جائیداد احباب نے اس میں پورا حصہ لیا، تو ان شاء اللہ اس کے نتائج بہت ہی بابرکت اور شاندار ہوں گے، اور یہ تحریک صحیح معنوں میں اسلام کی ایک مستقل بنیاد قرار پائے گی۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے 25دسمبر 1936ء کے خطبہ جمعہ میں پہلی مرتبہ اس تحریک کو پیش کرتے ہوئے اس کے مختلف پہلوؤں پر کافی تفصیل سے اظہار خیال فرمایا تھا۔ یہ جلسہ سالانہ کا پہلا دن تھا۔ بیرونی احباب بھی اس وقت کثیر تعداد میں موجود تھے... حضرت ممدوح نے اس ذکر کے بعد کہ ہمارا قومی نظام حضرت مسیح موعود کی وصیت پر جو "الوصیۃ" کے نام سے موسوم ہے قائم ہے۔ پھر فرمایا تھا کہ اب میں وہ بات بتلانا چاہتا ہوں جو ہمارے کام میں کمزوری کی وجہ ہوئی۔ آپ شاید خیال کریں کہ بڑی بڑی وجوہات بیان کروں گا، نہیں وہ بات بالکل مختصر ہے۔ ہم نے الوصیت کو علمی رنگ میں تو لے لیا اور اس پر اپنے نظام کی بنیاد رکھی، لیکن افسوس ہم نے اس کے عملی حصّے کی طرف توجہ نہ کی۔ موجودہ کمزوری اور سست رفتاری کی وجہ یہی فروگذاشت ہے۔ الوصیت کا ایک یہ بھی مقصد تھا کہ ہم جس طرح اپنی زندگی میں دین کے لیے مال خرچتے ہیں، اسی طرح موت کے بعد بھی ہماری جائیدادوں اور مال کا کچھ حصہ اس پر صرف ہو۔ یہ تجویز صرف قادیان کے بہشتی مقبرہ میں چار گز زمین کے ساتھ مخصوص نہیں۔ اگر ایسا سمجھا جائے تو یہ لفظ پرستی ہوگی۔ خدا کا بہشت بہت وسیع ہے، وہ کنالوں اور گھماؤں کے اندر نہیں سماتا۔ اسی بہشت کا وارث بنانے کے لیے حضرت نے الوصیت میں یہ ہدایت کی تھی کہ خدمت دین کا جہاد مرنے کے بعد بھی جاری رہے، اس کے بعد آپ نے بتایا کہ قرآن کریم نے ہر اُس شخص پر جو مال چھوڑتا ہے وصیت فرض قرار دی۔ اس وصیت سے مراد خیراتی اور دینی کاموں کے لیے وصیت ہے، نہ کہ رشتہ داروں اور قریبیوں کے لیے۔ از روئے شریعت ایک تہائی مال کی وصیت

باقی صفحہ نمبر 63 پر

مرتبہ میں ہے جو سب سے اس زماں میں بیشتر

جو مخالف ہیں مسیحِ قادیانی کے ضرور
دُور رحمت سے رہیں گے دو جہاں میں بیشتر
خاک پا ہوں گے مسیح قادیانی کے جو لوگ
حصہ لیں گے فضلِ خلاقِ جہاں میں بیشتر
حق ادھر ہے جس طرف یہ مہدی معہود ہے
حق نے برکت ڈالی ہے اس کی زباں میں بیشتر
جانشیں اس کا جو ہے بیشک ہے راہ راست پر
متبع اس کا ہے آفت سے اماں میں بیشتر
سایۂ رحمت اس پر خوش سیر محمود ہے
حامی دین حق کے لطفِ بیکراں میں بیشتر
ہے خدا اس کا معلّم وہ خدا کا دوست ہے
ہے نصیبہ اس کا فیضِ آسماں میں بیشتر
اس کے دل میں ہے تڑپ اسلام کی تائید کی
قربِ حق میں سب سے ہے وہ ہمرہاں میں بیشتر
چاہیے ہر مومن اس کے ہاتھ پر بیعت کرے
ورنہ ہو گا وہ گروہِ گمرہاں میں بیشتر
جو بُرا اُس کو کہے گا وہ بُرا ہو جائے گا
آگ لگ جائے گی اس کی بد زباں میں بیشتر
کیوں نہ ہم پیرو ہوں اُس کے جان اور دل سے اویسؔ
مرتبہ میں ہے جو سب سے اس زماں میں بیشتر

(حضرت صوفی تصوّر حسین صاحب اویسؓ۔ الفضل 2 مئی 1914ء صفحہ 2)

(اس نظم کے شاعر بریلوی مہاجر قادیان۔ غضب کے پُر گو شاعر تھے۔ آپ کی طویل نظموں پر بھی سلسلہ احمدیہ سے فدائیت کا رنگ غالب تھا اور مذہب کی گہری چھاپ تھی۔ وفات 12/ اپریل 1927ء بعمر 70 سال)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"میرا ساری زندگی کے تجربے کا نچوڑ یہ ہے کہ خلیفۂ وقت کی ہدایت پر اگر اخلاص کے ساتھ اور سنجیدگی کے ساتھ توجہ دیں گے خواہ آپ کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے تو آپ کے کاموں میں غیر معمولی برکت پڑے گی اور اگر آپ ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے بھلائیں گے تو پھر آپ کے کاموں میں سے برکت اُٹھ جائے گی۔"

(خطبہ جمعہ 6/ نومبر 1987ء)

کیا کیا نہ تو نے ہم پر احسان کر دیا ہے

خلافتِ احمدیہ کا احسان۔ نظام قضاء کا قیام

(حافظ راشد جاوید۔ ناظم دار القضاء ربوہ)

نظام قضاء کا قیام فرض کفایہ ہے۔ دنیا میں جتنے بھی انبیاء آئے وہ الہامی تعلیمات کے مطابق اس فرض کی بجا آوری کے لیے اقدامات کرتے رہے۔ انبیاء کو عطاء کیے جانے والے یہی الٰہی نوشتے دنیا بھر میں موجود قوانین کا بنیادی ماخذ ہیں۔

دنیا کا سب سے بہترین اور کامل نظام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیش کردہ نظامِ عدل ہے۔ دیگر مسلمان ملکوں کی طرح سپین میں بھی جب تک مسلمانوں کی حکومت رہی وہاں یہ نظام پوری شان و شوکت کے ساتھ جلوہ فگن رہا اور وہیں سے خوشہ چینی کرتے ہوئے انگریزی نظام عدل معرض وجود میں آیا۔

لیکن کوئی بھی نظام اس وقت تک ہی بنی نوع انسان کے لیے حقیقی فائدہ مند ہوسکتا ہے جب تک خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت اس کے شامل حال رہے۔ چنانچہ ایک عام انسان کو آسان اور سستا انصاف فراہم کرنے میں جہاں خود کو جدید اقوام کہلانے والوں کے قائم کردہ نظامِ عدل بری طرح ناکام ہوئے وہاں اسلام کا قائم کردہ نظام عدل بھی جب خلافت کے سایہ سے محروم ہوکر ملوکیت کی چھتری تلے پناہ گزین ہوا تو وہ بھی بنی نوع انسان کے فائدہ کی بجائے مشکلات میں اضافہ کا ہی باعث بنا اور پھر رفتہ رفتہ انگریزی نظام عدل کے سانچوں میں ڈھلتا ہوا اپنا وجود ہی کھو بیٹھا۔

یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے موافق اُس مسیح موعود علیہ السلام کا ظہور ہوا جس نے دنیا میں دوبارہ محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حقیقی نظام حیات کو قائم کرنا تھا۔ بعثت اولیٰ کی طرح بعثت ثانیہ میں بھی خلافت ثانیہ کے بابرکت عہد میں ہی نظامِ قضاء کی صورت میں دنیا کو ایک بار پھر وہ نظامِ عدل عطا کیا گیا جس نے نہ تو کسی طاقتور سے مرعوب ہونا تھا اور نہ ہی کسی کمزور سے متاثر۔ بلکہ اس نظام کے قیام کا مقصد ہی عدل وانصاف کا قیام تھا۔ بنی نوع انسان کے حقوق کا تحفظ تھا۔ وہ حق خواہ امیر کا ہو یا غریب کا، کمزور کا ہو یا طاقتور کا جس کا جو حق ہے اس کی حفاظت ہونی چاہیے یہی اسلامی نظام عدل کی بنیاد بھی ہے اور نصب العین بھی۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے بابرکت عہد میں یکم جنوری 1919ء کو دار القضاء کا قیام عمل میں آیا۔ خلافت ثانیہ سے لے کر خلافت خامسہ تک کے بابرکت عہد میں احمدیہ دار القضاء کے 100 سال کے سفر کا لمحہ لمحہ اس بات کا گواہ ہے کہ اگر خلافتِ احمدیہ کا سایہ اس پر نہ ہوتا تو اس کا نام ونشان بھی مٹ چکا ہوتا۔ لیکن اس کے برعکس قادیان کی چھوٹی سی بستی سے قائم ہونے والا یہ نظام عدل خلافت کی برکت سے آج دنیا بھر کے 17 سے زائد ممالک میں قائم ہو چکا ہے۔ یہ نظام عدل احمدیوں کے لیے کس طرح خوف کو امن میں بدلنے والا ثابت ہوا اور اس کے جماعت پر کیا اثرات مرتب ہوئے اس کے چند پہلو اختصار سے پیش خدمت ہیں۔

1۔ بلا معاوضہ انصاف کی فراہمی

بیماری میں ہسپتال کی سہولت اور تنازع کی صورت میں اپنے حقوق کے حصول کے لیے کسی فیصلہ کرنے والے ادارے تک رسائی نہ ہو تو معاشرہ حد درجہ مایوسی کا شکار ہو کر بے چینی اور بدامنی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اسی لیے اسلام نے تنازعات کے حل کی ذمہ داری انبیاء کے سپرد کی ہے اور لوگوں کے تنازعات کے بلا معاوضہ حل کے لیے نظام مہیا کرنا فرض کفایہ قرار دیا ہے۔

چنانچہ ثالثی طرز پر قائم احمدیہ دار القضاء کا یہ طرّہ امتیاز ہے کہ یہاں بلا معاوضہ انصاف کی فراہمی کا التزام کیا جاتا ہے۔ دنیا کی بڑی بڑی حکومتیں بھی کورٹ فیس کے نام پر ایک بھاری رقم وصول کر لیتی ہیں۔ پھر اس پر مستزاد وکلاء کی فیسوں کا بوجھ ہوتا ہے۔ جس کا شکار انسان کچھ عرصہ بعد خواہش کرتا ہے کہ کاش میں اپنے حق کے حصول کے لیے کوشش ہی نہ کرتا۔

یہ بھی نہیں کہ قضاء کے علاوہ دنیا میں ثالثی ادارے موجود نہیں۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ احمدیہ دار القضاء سے بھی قدیم ادارے موجود ہیں۔ اس جگہ بطور مثال ایک کا ذکر کرتے ہیں۔ The LCIA (London Court of International Arbitration) کے نام سے 1891ء سے ایک ادارہ قائم ہے۔ یہ کمرشل تنازعات کا فیصلہ کرتا ہے۔ اس میں کیس رجسٹر کرنے کی فیس ہی 1750 پاؤنڈ ہے جب کہ ثالثان فی گھنٹہ 175 پاؤنڈ کے حساب سے اپنی فیس وصول کرتے ہیں۔

(مزید تفصیلات کے لیے دیکھیں www.lcia.org)

احمدیہ دار القضاء میں ایک دفعہ کسی غلط فہمی کی بناء پر دفتری اخراجات کے واسطے مقدمات کے تصفیہ کے لیے انتہائی معمولی رقم (اس وقت کے حساب سے ایک آنہ کے قریب تھی) لینا شروع کر دی گئی۔ وہ بھی صرف اُنہیں سے لی جاتی تھی جو آسانی سے دے سکتے۔ باقیوں سے کوئی معاوضہ نہیں لیا جاتا تھا۔ جب اس کا علم امام جماعت احمدیہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو ہوا تو آپ نے فوری طور پر اس کا سلسلہ بند کروایا اور مستقل ہدایت جاری کرتے ہوئے فرمایا:

> ”تنازعات کا فیصلہ کرنا تو ہمارا فرض ہے۔ اس کے لیے کسی رقم کے لینے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ .... اب جو پہلے ہو چکا وہ ہو چکا آئندہ کے لیے اب سب قاضیوں کو ہدایت کر دیں کہ کوئی رقم خواہ کوئی خوشی سے بھی دے تنازعات کے فیصلہ کے لیے نہ لیا کریں۔“

(حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے قضائی فیصلے وارشادات صفحہ نمبر 65)

اب قضاء میں تمام مقدمات بلا معاوضہ طے کیے جاتے ہیں۔ کورٹ فیس یا کسی قسم کی فیس کا تصور بھی موجود نہیں۔ یہ سب خلافت کی ہی برکت ہے۔ اس حوالہ سے مزید سد باب کے لیے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے یہ چیز نئے قواعد میں شامل فرما دی ہے۔ چنانچہ قاعدہ نمبر 13 میں ہے کہ تنازعات کے تصفیہ کے لیے کوئی اُجرت وصول نہیں کی جائے گی۔

یہی نہیں بلکہ ہم آئے روز عدالتوں اور دنیاوی ثالثی اداروں میں دیکھتے ہیں کہ فریقین دور دراز کا سفر کر کے آتے ہیں۔ ترقی پذیر ممالک میں تو اگر آپ کی سماعت ہے تو سارا دن ضائع ہونا لازمی ہوتا ہے۔ پھر بھی ضروری نہیں ہوتا کہ اس دن سماعت ہو۔ بلکہ اگلی تاریخ دے دی جاتی ہے۔ لیکن خلافتِ احمدیہ کے زیر سایہ جو نظامِ عدل پروان چڑھ رہا ہے اس میں اگر کسی وجہ سے قاضی موجود نہ ہو اور قبل از وقت فریقین کو سماعت ملتوی ہونے کی اطلاع بھی نہ ہو سکے تو خلفاء اس پر حاضر فریق کو کرایہ دلوانے کے احکامات صادر فرماتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ایک تنازعہ کی رپورٹ پیش ہونے پر فرمایا:

> ”ایک فریق مقدمہ کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے انہیں مقدمہ کی جوابدہی کے لیے بلوایا لیکن قاضی سماعت کنندہ یہاں موجود نہیں تھے۔ اس سے انکا روپیہ اور وقت کا حرج ہوا۔ اس لیے میں فیصلہ کرتا ہوں کہ انہیں پورا سفر خرچ دے کر میرے پاس رپورٹ کی جائے کہ کس حساب سے خرچہ دیا گیا ہے اور آئندہ کے لیے فیصلہ کیا جائے کہ جب کوئی فریق کسی دن قادیان بلایا جائے اور دوسرا فریق حاضر نہ ہو تو دوسرے فریق سے باہر سے آنے والے فریق کو خرچہ دلایا جائے اور اگر قاضی موجود نہ ہو تو قضاء باہر سے آنے والوں کا خرچہ ادا کرے۔“

(حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے قضائی فیصلے وارشادات صفحہ نمبر 765و865)

کچھ عرصہ قبل ربوہ میں بھی اسی طرح کا واقع ہوا۔ ایک معاملہ کی سماعت تھی جس میں ایک فریق کراچی کے تھے۔ لیکن ایک ممبر بورڈ کی مجبوری کی وجہ سے سماعت نہ ہوسکی اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے متاثرہ فریق کی شکایت پر رپورٹ طلب فرمائی۔ رپورٹ پیش ہونے پر فرمایا کہ اگر متاثرہ فریق کراچی سے خود ربوہ پہنچ گئے تھے اور سماعت نہیں ہوئی تو دار القضاء ربوہ انہیں کراچی سے فیصل آباد تک ہوائی جہاز کا کرایہ ادا کرے۔

2۔ نظام عدل تک آسان رسائی

دنیا کے بیشتر عدالتی یا ثالثی اداروں تک رسائی کے لیے صرف کورٹ فیس کا ہی بوجھ نہیں ہوتا بلکہ وکلاء کی فیس بھی دینا پڑتی ہے۔ پاکستان جیسے ملکوں میں تو درخواست لکھوانے سے ہی خرچ شروع ہو جاتا ہے۔ جب کہ احمدیہ دار القضاء میں کسی وکیل کی ضرورت نہیں۔ آپ خود ہی درخواست لکھیں اس پر کارروائی شروع ہو جاتی ہے۔ پھر بسا اوقات فریقین کی خواہش اور ضرورت ہوتی ہے کہ وہ قانونی پہلو جاننے والے کسی وکیل کی خدمات حاصل کریں۔ دنیا بھر میں وکلاء سائلین کی مجبوری کا فائدہ اٹھا کر منہ مانگی فیس وصول کرتے ہیں۔ لیکن احمدیہ دار القضاء میں پہلے تو اس امر کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے کہ خود یا مختار کے ذریعہ حاضر ہو کر معاملہ پیش کریں۔ وکیل کی ضرورت ہی نہیں۔ تاہم اگر کسی فریق کی بہت ہی خواہش ہو کہ اس نے ضرور وکیل کرنا ہے تو انہی وکلاء کو قضاء میں پیش ہونے کی اجازت ہوتی ہے کہ جو قواعد کے مطابق اجازت نامہ حاصل کرتے ہیں اور وہ بھی سائلین سے انتہائی معمولی فیس وصول کر سکتے ہیں۔ خلاف ورزی کرنے والے کے خلاف کارروائی عمل میں لائی جاتی ہے۔

پھر خلفائے سلسلہ نے احمدیہ نظام دار القضاء میں درخواست دینے کو اتنا سہل اور آسان بنایا ہے کہ باوجود اس کے کہ توجہ دلائی جاتی ہے کہ A4 سائز کے کاغذ پر درخواست دیں تاہم کوئی کسی بھی کاغذ پر درخواست دے دے اس پر کارروائی

کا آغاز ہوجاتا ہے۔ پاکستان میں تو بعض اوقات لوگ آدھے صفحہ پر یا پھٹے ہوئے کاغذ پر بھی درخواست دے دیتے ہیں۔

1938ء کے بعد جب 2015ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے نئے قواعد کی منظوری عطا فرمائی تو اس میں جہاں اَور بہت سی تبدیلیاں فرمائیں وہاں ایک جگہ یہ قاعدہ بنایا گیا تھا کہ جب قضاء میں اپنا دعویٰ پیش کیا جائیگا تو اس کے ساتھ اپنا اور دوسرے فریق کا فون نمبر بھی مہیا کیا جائے۔ یہ ہمارے ذہنوں میں بھی نہیں تھا اب بھی کچھ لوگ ہوسکتے ہیں جن کے پاس فون کی سہولت مہیا نہ ہو۔ جب یہ مسودہ منظوری کے لیے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پیش ہوا تو اس قاعدہ کے حوالہ سے حضور نے ہدایت فرمائی کہ اس میں جہاں یہ لکھا ہوا ہے کہ فون نمبر دیا جائیگا وہاں یہ اضافہ کریں کہ ’’اگر فون نمبر ہو تو‘‘۔ چنانچہ قواعد دارالقضاء قاعدہ نمبر 52 جز ’’د‘‘ میں یہ اضافہ لکھا ہوا دیکھا جاسکتا ہے۔ اب اس کے بعد کئی دفعہ ایسے لوگ سامنے آتے ہیں جن کے پاس فون نمبر نہیں ہوتا تو حیرت ہوتی ہے کہ خلفائے سلسلہ کس قدر باریک بینی سے لوگوں کی سہولت کا خیال رکھ رہے ہوتے ہیں۔

3۔عزتِ نفس کا خیال

قضاء میں آنے والے احباب اپنے تنازعات کی وجہ سے پریشان ہوتے ہیں۔ لازمی طور پر تنازعات کا پہلے گھریلو یا نجی سطح پر یا دیگر فورمز پر حل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جب کوئی صورت نہیں نکلتی تو قضاء سے رجوع کیا جاتا ہے۔ اُس وقت تک عموماً تلخیاں کافی بڑھ چکی ہوتی ہیں۔ اس لیے دوران سماعت بھی اس کے مناظر دیکھنے کو مل جاتے ہیں۔ تاہم قضاء نہ تو کوئی دنیاوی ثالثی ادارہ ہے اور نہ ہی کوئی پنچایت یا عدالت۔ بلکہ یہ تو وہ ادارہ ہے کہ جو خلافتِ احمدیہ کے سائے تلے لوگوں کے تنازعات کا فیصلہ کرتا ہے۔ خلافت سے بڑھ کر وسعت حوصلہ اَور کس میں ہوسکتا ہے، خلافت سے بڑھ کر شرف انسانیت کا محافظ اَور کون ہوسکتا ہے۔ اس لیے خلفاء کی طرف سے وابستگانِ قضاء کو بار بار یہی تلقین کی جاتی ہے کہ یہاں اپنا معاملہ پیش کرنے والے احباب کے ساتھ مکمل احترام کے ساتھ پیش آیا جائے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ہدایت فرمائی کہ فریقین کے نام کے ساتھ لازمی ’’صاحب‘‘ لکھا جائے۔ یعنی قضاء میں اپنا معاملہ پیش کرنے والوں کا احترام مدنظر رکھا جائے۔

پھر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ

’’قاضیوں کو تاکید کریں کہ وہ اپنے فیصلوں میں ایسے الفاظ استعمال کیا کریں جو عمومی طور پر کسی کے لیے دل شکنی کا موجب نہ بنیں۔‘‘

(بحوالہ ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنام ناظم دارالقضاء ربوہ فرمودہ 20 اگست 2010ء)

پھر ایک اور موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

’’قضاء کوئی دنیاوی عدالت نہیں ہے۔ اس لیے کسی بھی صورت میں کوئی سخت کلمہ کسی کے لیے زبان سے نہیں نکالنا۔‘‘

(ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنام ناظم دارالقضاء ربوہ ۔فرمودہ 12 جولائی 2006ء)

یہ بھی خلافت کی ہی برکت ہے کہ عائلی معاملات میں بطور خاص خواتین کے احترام کا خیال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ بالعموم دنیاوی عدالتوں میں عائلی معاملات میں وکلاء اپنے فریق کو درست ثابت کرنے کے لیے اس طرح کی جرح کرتے ہیں کہ جن سے خواتین کی دلآزاری کا اندیشہ ہوسکتا ہے۔ چنانچہ اس مسئلہ کے حل کے لیے دارالقضاء میں عائلی معاملات میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ پابندی عائد کردی گئی کہ وکلاء اس میں پیش نہیں ہونگے بلکہ مجبوری میں مربیان مقرر کردیئے گئے جو بطور نمائندہ پیش ہوتے ہیں اور انہیں بھی سختی سے ہدایت ہوتی ہے کہ عورت کی عزت واحترام کا پورا خیال رکھیں۔

4۔فوری اور جلد انصاف کی فراہمی

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ اور آپ کے بعد آنے والے خلفائے سلسلہ مسلسل اس امر کی نگرانی فرماتے ہیں کہ تنازعات کے حل میں غیرضروری تاخیر نہ ہو۔ اس حوالہ سے کسی بھی فریق کی شکایت پر فوری رپورٹ طلب کی جاتی ہے اور رپورٹ پیش ہونے پر خلفائے سلسلہ کی طرف سے توجہ بھی دلائی جاتی ہے اور حسب ضرورت تنبیہ بھی کی جاتی ہے۔ بطور خاص عائلی معاملات میں اس طرف بہت زیادہ توجہ دی جاتی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے عائلی معاملات کے فیصلے کے لیے زیادہ سے زیادہ چھ ماہ کا عرصہ مقرر کیا ہوا تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی ایک سے زائد دفعہ اس حوالہ سے توجہ دلائی جاچکی ہے کہ عائلی معاملات زیادہ سے زیادہ 6 ماہ میں مکمل فیصلہ پاجائیں۔

5۔ دارالقضاء خلافت کے سائے تلے احمدیوں کے باہمی تنازعات کے حل کا بین الاقوامی فورم

دارالقضاء کئی پہلوؤں سے احمدیوں کے لیے خلافت کا ایک بہت ہی عظیم احسان ہے۔ کیونکہ اس وقت احمدی احباب دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ باہمی تعلقات بھی ہیں اور رشتہ داریاں بھی۔ جب تعلق ہو تو لین دین بھی ہوسکتا ہے اور لین دین ہو تو مسائل بھی جنم لے سکتے ہیں۔ اب اگر ایک فریق پاکستان کا ہو اور دوسرا امریکہ کا یا ایک یوکے کا ہو اور دوسرا کینیڈا کا اور ان کے مابین لین دین کا مسئلہ پیدا ہوجائے یا کوئی عائلی تنازعہ جنم لے لے تو جدا جدا ملکوں کی شہریت کی وجہ سے تنازعات کا فیصلہ ناممکن نہ سہی انتہائی کٹھن اور مشکل تو ضرور ہوجاتا ہے۔ اگر کوئی شخص جس ملک کا شہری ہے ڈھیروں پیسے خرچ کرکے وہاں کی عدالت سے ڈگری لے بھی لے تو اس کی تنفیذ (Implementation) ناممکن سی بات ہوتی ہے۔ پھر اگر تنازعہ معمولی رقم کا ہو اور اس کا حل کرنا ہو تو اس پر کئی گنا زیادہ لاگت آنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ لیکن احمدیوں کے لیے باہمی تنازعات کے حل کا کوئی مسئلہ ہی نہیں۔ جس ملک میں ہیں وہیں کی قضاء میں صرف ایک درخواست دے دیں تو بغیر کسی خرچ کے مسئلہ کے حل کی طرف پیش رفت شروع ہوجاتی ہے۔ کیونکہ ہر ملک میں نظام جماعت موجود ہے۔ اس لیے متفرق ممالک کے شہری ہونے کے باوجود اگر خلافت کے سائے تلے ہیں تو خلافت ان کے باہمی تنازعات کے خوف کو امن میں بدل دیتی ہے۔ نہ صرف فیصلہ ہوتا ہے بلکہ اس کی تنفیذ بھی نظام جماعت کرواتا ہے۔ یہ خلافت کی برکت ہے کہ دو احمدیوں کے باہمی تنازعہ کے فیصلے اور پھر عملدرآمد کے لیے کئی نظام اور ادارے متحرک ہوجاتے ہیں۔ اب تو جدید ذرائع ابلاغ ہیں، سکائپ (Skype) پر بھی گواہیاں ریکارڈ ہوجاتی ہیں۔ جب یہ سب نہیں تھا تب بھی خلافت کی برکت سے ان مسائل کا حل نکالا جاتا تھا چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے عہد میں دارالقضاء قادیان میں زیر کارروائی ایک تنازعہ میں جس شخص کی گواہی کی ضرورت پڑی وہ رنگون میں تھا۔ چنانچہ حضور کی ہدایت پر وہاں نظام جماعت نے اس کی گواہی نوٹ کرکے بھجوائی۔

6۔خلفائے سلسلہ کی طرف سے دارالقضاء کی مسلسل نگرانی

خلافتِ احمدیہ کے قیام کا مقصد ہی شریعت کا احیاء اور اس کا نفاذ ہے اس لیے خلفاء کے لیے یہ بات ناقابل برداشت ہے کہ جماعت کے کسی بھی سطح پر کوئی ایسا فیصلہ ہو جس میں شریعت کا کوئی بھی پہلو دانستہ یا نادانستہ نظرانداز ہوگیا ہو۔

خلفائے سلسلہ اپنی بے پناہ دینی مہمات اور گوناگوں مصروفیات کے باوجود احمدیوں کے مابین تنازعات کے تصفیہ کے لیے وقت دیتے ہیں، اس کی مسلسل نگرانی اور راہنمائی فرماتے ہیں اور حسبِ ضرورت خود بھی لوگوں کے باہمی تنازعات کے حل اور قضائی فیصلوں کی اپیلوں کی سماعت کرتے ہیں۔

ویسے تو قضاء میں اگر آخری مرحلہ یعنی مرافعہ عالیہ بورڈ کا اختلافی فیصلہ ہو تو خلیفہ وقت کی خدمت میں فریقین کی باقاعدہ دارالقضاء کی وساطت سے اپیل پیش ہوتی ہے۔ تاہم باقاعدہ اپیل کا حق نہ بھی ہو تو کوئی بھی احمدی کسی بھی مسئلہ پر خلیفہ وقت کی خدمت میں لکھ سکتا ہے۔ جس پر عموماً خلفائے سلسلہ کی طرف سے رپورٹس طلب کی جاتی ہیں۔ پھر اگر کوئی غلطی یا سہو سامنے آئے تو خلفائے سلسلہ راہنمائی فرماتے ہیں۔ یہ امر دارالقضاء کے لیے سب سے زیادہ باعث فخر ہے کہ خلفائے سلسلہ کی ہر لحہ راہنمائی دارالقضاء کو حاصل رہتی ہے۔ جس کی وجہ سے فیصلوں میں اگر کوئی سہو ہو بھی جائے تو اس کی اصلاح ہوجاتی ہے۔ خلافت اور جماعت کا آپس میں اس طرح کا تعلق ہے کہ ہر شخص اپنے ہر مسئلہ کے لیے خلیفۃ المسیح سے رابطہ کرسکتا ہے۔ جس کا اُسے باقاعدہ جواب ملتا ہے۔ اسی لیے قضائی مسائل پر بھی لوگ کثرت سے خلفائے سلسلہ کی خدمت میں لکھتے ہیں۔ اسلامی نظام عدل کے فلسفہ میں بنیادی اہمیت انصاف کو دی جاتی ہے۔ قواعد اور تکنیکی معاملات بھی مدنظر رکھے جاتے ہیں تاہم قانونی موشگافیوں میں پڑ کر کسی کو عدل سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔ بشری تقاضوں کے باعث بسااوقات آخری مرحلہ تک غلطی کا امکان ہوسکتا ہے اور جب خلیفۃ المسیح کی خدمت میں معاملہ پیش ہوتا ہے تو بعض اوقات وہ پہلو سامنے آتے ہیں کہ جن کی طرف پہلے کسی کی توجہ نہیں ہوئی ہوتی۔ کیونکہ خلفائے سلسلہ کے نورِ بصیرت کو خدا تعالیٰ کی تائید ونصرت حاصل ہوتی ہے۔ جب خلفائے سلسلہ پر یہ امر واضح ہوجائے کہ فیصلہ میں کسی جگہ سُقم رہ گیا ہے تو پھر خلفائے سلسلہ کی طرف سے ان فیصلہ جات کی تصحیح کی جاتی ہے۔ اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ تنازعات کے حل کی طرف خلفائے سلسلہ کی اس قدر توجہ ہوتی ہے کہ دنیا کے کسی اَور نظام میں اس کی مثال پیش کرنا ممکن ہی نہیں۔

خلافت ثالثہ میں ترکہ کے ایک معاملہ میں لوگوں نے دس دس دفعہ حضورؒ کی خدمت میں لکھا اور دس دفعہ ہی حضورؒ نے قضاء سے رپورٹس طلب فرمائیں۔ پھر ایک معاملہ جو کسی طرح حل ہونے میں نہ آتا تھا، بطور سپیشل جج حضرت مرزا طاہر احمد صاحب نے بھی اس کا فیصلہ فرمایا۔ ایک لمبا عرصہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ بھی اس معاملہ کے فیصلہ جات فرماتے رہے کئی دفعہ معاملہ حضور کی خدمت میں پیش ہوا۔ ہر فیصلہ کے بعد کوئی نہ کوئی فریق اعتراض کردیتا۔ ایک وقت آیا کہ حضور رحمہ اللہ مکرم ناظر صاحب اعلیٰ، ناظر صاحب امور عامہ اور ناظم صاحب دارالقضاء کے ہمراہ موقع پر دارالرحمت ربوہ تشریف لے گئے اور پھر موقعہ پر فیصلہ جات فرمائے اور ساتھ ہی فرمایا کہ اب اس کے بعد میں ان کا اس بارے میں کوئی جھگڑا نہ سنوں گا۔

ایک معاملہ میں جب امور عامہ، دفتر پرائیویٹ سیکرٹری اور قضاء کی رپورٹس میں اختلاف کے باعث حضور نے سرزنش فرمائی اور اس پر متعلقہ اداروں کے سربراہوں کی طرف سے حضور کی خدمت میں معافی کا لکھا گیا تو اس پر حضورؒ نے یہ ارشاد فرمایا کہ:

’’آپ دونوں سر جوڑ کر بھائیوں کی طرح مسل کا معائنہ کریں‘‘

حضور کے اس فقرہ سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ لوگوں کا باہمی تنازعہ تھا لیکن چونکہ خلافت نے ہی عدل فراہم کرنا ہے اس لیے پورے غور سے مسل کے جائزے کی طرف توجہ دلائی ہے۔

جتنا انسان تقویٰ میں بڑھے گا اتنا ہی وہ بہتر انداز میں خلافت کے مقام کا ادراک کرسکے گا۔ اس کا ایک منظر ہمیں خلافت ثالثہ کے ایک کیس میں نظر آتا ہے۔ لندن میں نظامِ جماعت کی طرف سے ایک معمولی عائلی معاملہ جب عالمی عدالت انصاف کے جج حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کی خدمت میں پیش ہوتا ہے کہ آپؓ بطور ثالث فیصلہ کردیں تو چوہدری صاحب جیسا وجود جن کو بوقت وفات خدا کے خلیفہ نے کلمۃ اللہ قرار دیا۔ جو ممالک کے مابین جھگڑوں کا فیصلہ کیا کرتے تھے۔ جن کے فہم کا شہرہ چہار دانگ عالم میں تھا۔ وہ دو احمدیوں کے مابین ایک معمولی عائلی تنازعہ کا فیصلہ کرنے سے پہلے دونوں فریق کو واضح کردیتا ہے کہ مجھے اس حوالہ سے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح سے استصواب کرنا پڑے گا۔ کیونکہ حضرت چوہدری صاحب تقویٰ کے جس مقام پر تھے آپ کو اسی قدر خلافت کے مقام کا ادراک تھا اور جانتے تھے کہ خلیفہ جس بصیرت سے معاملات کو دیکھ سکتا ہے، خواہ اَور کوئی بھی ہو اس کو وہ ہمت اور طاقت کہاں نصیب ہوسکتی ہے۔ خلیفہ خدا کے نور سے دیکھتا ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ بھی کمال شفقت سے دو صفحات پر مشتمل تفصیلی راہنمائی فرماتے ہیں اور اسی کے مطابق حضرت چوہدری صاحب کا فیصلہ ہوتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک کیس کے دوران بعض معاملات پیش ہونے پر فرمایا:

’’میری یہ ہدایت سب قاضیوں تک پہنچا دی جائے۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی قضاء کا عدل وانصاف غیر جانبداری اور وقار ہر تعلق سے اعلیٰ اور ارفع ہونا چاہیے۔ تا کبھی کسی کو اس پر کوئی حرف رکھنے کا موقعہ نہ مل سکے۔‘‘

(بحوالہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے قضائی فیصلے وارشادات کیس نمبر 17 صفحہ نمبر 89)

بورڈ مرافعہ عالیہ کا باقاعدہ قیام چونکہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے فرمایا تھا اس لیے حضور کی توقعات بھی بورڈ سے بہت زیادہ تھیں۔ ایک معاملہ میں کچھ کوتاہی سامنے آنے پر بڑے ہی دردمندانہ انداز سے بورڈ کو توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

’’مرافعہ عالیہ یعنی پانچ ارکان پر مشتمل بورڈ پہلی بار میں نے قائم کیا اور کہا کہ ان کے متفقہ فیصلہ کے خلاف کسی فریق کو اپیل پیش کرنے کا حق نہیں ہوگا۔ ایسا کر کے خلیفہ وقت نے اپنے اختیارات پانچ رکنی بورڈ کو منتقل کر دیے اور اس طرح سے پانچ رکنی بورڈ کا فیصلہ خلیفہ وقت کا فیصلہ قرار پاتا ہے۔ پیشتر ازیں ایسی صورتحال نہیں تھی۔ بورڈ جو تین ارکان پر مشتمل ہوا کرتا تھا اس کا فیصلہ بورڈ قضاء کا فیصلہ شمار ہوتا تھا۔ کیونکہ اس فیصلہ کے خلاف فریقین کو خلیفہ وقت کی خدمت میں اپیل پیش کرنے کی اجازت حاصل تھی۔ فیصلہ جس نے خلیفہ وقت کا فیصلہ شمار ہونا اور قرار پانا ہے۔ اس کو صادر کرتے وقت کس قدر احتیاط محنت اور ذمہ داری کی ضرورت ہے کیا اراکین بورڈ اس سے آگاہ نہیں اور کیا معاملہ زیرِ نظر میں اس قدر احتیاط، محنت اور ذمہ داری کا ذرا سا بھی عنصر موجود ہے۔‘‘

(حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے قضائی فیصلے وارشادات کیس نمبر 46 صفحہ 229)

دنیاوی عدالتی نظام میں بالعموم اور ترقی پذیر ممالک میں بالخصوص عدالتی سقم اور غلطیوں پر یا تو پردہ ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے اور ان کو دبایا جاتا ہے یا پھر اعلیٰ عدلیہ غلطی کی نشاندہی کا سہرا اپنے سر باندھنے کا ڈھنڈورا پیٹتی ہے۔ لیکن الٰہی سلسلوں میں اگر کوئی غلطی نظر آئے تو اس پر خلفائے سلسلہ نہ صرف توجہ دلاتے ہیں بلکہ حسبِ ضرورت تادیب بھی کرتے ہیں اور غلطی کے ملنے پر خدا کے شکر کے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے اس کو تقدیر الٰہی قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ ایک معاملہ میں حضور فرماتے ہیں:

’’ایک بار فیصلہ دے دینے کے بعد کہ مدعی کو اپیل کا کوئی حق حاصل نہیں۔ ایک متفرق درخواست پر تمام معاملہ کو از سرِ نو کھلوانا اور فیصلہ میں ایک ایسے سقم کا نظر آجانا جس سے فیصلہ کا تقدس ختم ہوتا نظر آئے صاف تقدیر الٰہی کے تحت ہوتا نظر آتا ہے۔‘‘

(حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے قضائی فیصلے وارشادات کیس نمبر 46 صفحہ 230)

خلافت خامسہ میں ہمارے جائزے کے مطابق تقریباً ہر تین میں سے ایک کیس کے بارے میں کسی نہ کسی فریق کی طرف سے لازمی طور پر معاملہ حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت اقدس میں پیش کیا جاتا ہے۔

خلافت رابعہ میں پاکستان کے حالات کی خرابی کی وجہ سے جب کثرت سے لوگ بیرون ملک جانے پر مجبور ہو گئے تو اس وقت ضرورت تھی کہ بیرون ممالک میں بھی نظام قضاء کو مستحکم بنیادوں پر قائم کیا جائے۔ چنانچہ خلافت رابعہ میں بیرون ممالک میں نظام قضاء کا قیام شروع ہوا۔ خلافت رابعہ میں 8 ممالک میں نظام قضاء قائم ہو چکا تھا جب کہ خلافت خامسہ میں 17 سے زائد ممالک میں نظام قضاء قائم ہو چکا ہے۔ خلافت خامسہ میں قضاء کے 100 سال پورے ہونے پر لندن میں ایک انٹرنیشنل ریفریشر کورس منعقد ہوا۔ جس میں وابستگانِ قضاء کو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ سے براہ راست کسبِ فیض کا موقع ملا۔ انفرادی ملاقاتوں میں بھی حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ قاضیوں کی علمی صلاحیتوں کا جائزہ لیتے رہے اور توجہ دلاتے رہے۔

صرف ایک کیس کے حوالہ سے جو چیز ذاتی طور پر سامنے آئی اس کا ذکر کر دیتا ہوں۔ ایک عائلی معاملہ تھا جس پر کیس دائر کرتے وقت لڑکا واضح اظہار کر رہا تھا کہ وہ بھی بچی کو کسی صورت بسانا نہیں چاہتا۔ جب اسے سمجھانے کی کوشش کی گئی کہ پھر قرآنی حکم کے موافق حقوق کے ساتھ بچی کو رخصت کرو تو کہنے لگا کہ اب خلع کی درخواست آگئی ہے۔ میں طلاق دے کر حق مہر کیوں واجب ٹھہراؤں؟ چونکہ اس کا اظہار قضائی نہ تھا۔ قضائی کارروائی میں جو معاملات قضاء کے سامنے آئے تو اس میں اس نے ثابت کر دیا کہ لڑکی کا قصور ہے اس لیے بچی کی خلع بغیر حقوق کے منظور ہوئی۔ بورڈ تک فیصلہ بحال رہا۔ تاہم بچی کی طرف سے بطور شکایت معاملہ حضرت خلیفۃ المسیح کے دربار میں پیش کیا گیا اور حضور کی طرف سے بچی کی شکایت منظور کرتے ہوئے فیصلہ آیا کہ باوجود خلع کے بچی حق مہر کی حقدار ہے۔ چونکہ لڑکے کے پہلے اظہار کو کافی عرصہ گزر چکا تھا وہ کچھ غصہ سے دفتر آیا اور کہنے لگا کہ بورڈ کا بھی فیصلہ متفقہ تھا۔ حضور کی خدمت میں رپورٹ درست نہیں گئی ہوگی وغیرہ۔ اس پر خاکسار نے اسے بتایا کہ مسل کی زیادہ چیزیں ساتھ گئی تھیں۔ لیکن کیوں بھولتے ہو کہ خلفائے سلسلہ خدا کے نور سے دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ بھول گئے ہو جب کہتے تھے کہ میں بھی بسانا تو نہیں چاہتا۔ پھر اگر چرب زبانی سے غلط فیصلہ کروالیا تو خلیفہ وقت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے خلاف فیصلہ کروا کر تمہیں اپنی ناراضگی سے بچالیا۔ اس پر وہ ایک دم ایسا مطمئن ہوا اور کہنے لگا کہ حضور کا فیصلہ تو ٹھیک ہے حق مہر تو بنتا ہی تھا میری والدہ بھی کہہ رہی تھیں اب فوری ادائیگی کرو۔ اور فوری ادائیگی کر دی۔

7۔ خلیفۂ وقت۔
عدل وانصاف کا پیکر اور شفیق باپ

قیامِ عدل خلافت کے بے شمار احسانات کا محض ایک پہلو ہے۔ جب قضائی فیصلہ ہوتا ہے تو اس میں تو پیش کردہ دلائل اور ثبوتوں کی بناء پر بہر حال عدل وانصاف کو مدنظر رکھنا ہوتا ہے۔ اس میں یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کون امیر ہے اور کون غریب بلکہ اگر کوئی غریب کسی امیر کا حق دبا رہا ہو تو محض اس وجہ سے کہ حق دبانے والا غریب ہے اس کے خلاف فیصلہ نہ کیا جائے یہ بات شریعت کے منافی ہے اور خلافتِ احمدیہ کا مقصد ہی شریعت کا احیاء اور قیام ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’اسلام انصاف کا حکم دیتا ہے۔ اگر کسی بڑے آدمی کا حق چھوٹا دبائے تو اس بڑے کا حق بھی اس طرح دلوانا چاہیے جس طرح چھوٹے کا۔ اگر کسی شخص ایسے کو جو تمدنی حیثیت دوسرے سے زیادہ رکھتا ہے اس کا حق دلوانے پر اعتراض کی اجازت دی جاوے کہ قاضی نے اس بڑے آدمی کا لحاظ کیا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ قاضی بڑے آدمیوں کے حق کو ضائع کریں گے۔ مگر اسلام حق کو مقدم رکھتا ہے۔ چھوٹے بڑے کا سوال اسلام میں پیدا نہیں ہوتا۔‘‘

(حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے قضائی فیصلے وارشادات صفحہ نمبر 422)

لیکن بعض اوقات ایک شخص جو حد سے زیادہ غریب ہے وہ اپنی کسی کمزوری کی وجہ سے ایسا زیر بار آتا ہے کہ باوجود اس کے کہ اس کا فرض تھا کہ وہ قضائی فیصلے کی تعمیل کرتا لیکن اس میں اس کی استطاعت ہی نہیں ہوتی۔ اگر ایسی صورتحال سامنے آئے تو خلفاء یہ نہیں کرتے کہ عدل وانصاف کو نظر انداز کرتے ہوئے محض غریب کی ہمدردی میں ناجائز طور پر فیصلہ اس کے حق میں کر دیں بلکہ ایسے مواقع پر خلافت کے احسان کا ایک اَور پہلو جلوہ افروز ہوتا ہے اور زیر بار آنے والے کی مدد کے نظارے ہمیں دیکھنے کو ملتے ہیں۔ اُس طرح کے مناظر پھر سامنے آجاتے ہیں کہ جب کہ دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک شخص اپنی بشری کمزوری کی وجہ سے شرعی قصور کے ساتھ حاضر ہوتا ہے اور دربار نبویؐ سے اس کو کہا جاتا ہے کہ 60 روزے رکھو وہ کہتا ہے کہ ایک روزہ میں صبر نہیں کر سکا تو 60 کی استطاعت کیسے ہو سکتی ہے۔ فرمایا جاتا ہے کہ 60 مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔ عرض کرتا ہے کہ اس کی بھی استطاعت نہیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ یہاں بیٹھ جاؤ کہیں سے صدقے کی کھجوروں کا ٹوکرا آتا ہے۔ ارشاد نبویؐ ہوتا ہے کہ ان کو لے جا کر غریبوں میں بانٹ دو۔ عرض کرتا ہے کہ مدینہ میں میرے سے زیادہ غریب کون ہوگا۔ شفقت ورحمت کا پیکر تبسم کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں جاؤ گھر لے جاؤ۔ اسی طرح جب کوئی اپنی نادانی اور کم فہمی کی وجہ سے زیر بار ہو جائے اور دیانت داری اور نیک نیتی سے فیصلے پر عمل کی کوشش بھی کرے تو حسب موقع شفیق باپ کی طرح خلفاء اس کی مدد بھی کرتے ہیں چنانچہ ایک قضائی فیصلے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ جب ان کے پاس روپے ہیں ہی نہیں بلکہ وہ مقروض ہیں تو روپے کس طرح ادا کریں۔ میرے نزدیک گو یہ قرض انہوں نے بے جا غضب کی بنا پر چڑھایا ہے۔ مگر ان کی موجودہ مالی حالت فی الواقع نازک ہے۔۔۔۔ اس لیے میں سفارش کرتا ہوں کہ صدر انجمن احمدیہ ان کے اس قرض کو پورا کر کے حسب سہولت ان سے واپس لے لے۔ لیکن اگر اس کی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو چونکہ یہ قرض فوراً واجب الادا ہے ان کے مکان کو گروی یا فروخت کر کے اس قرضہ کی ادائیگی کی جائے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس میں ان کا بہت نقصان ہوگا اس لیے میں پھر ایک دفعہ انجمن کے پاس ان کی اعانت کی سفارش کرتا ہوں۔‘‘

(بحوالہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے قضائی فیصلے وارشادات کیس نمبر 3 صفحہ نمبر 11)

مذکورہ بالا معاملہ میں تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے صدر انجمن سے سفارش کی تھی۔ اس لیے فیصلے میں تحریر کر دیا۔ لیکن زیادہ تر معاملات میں فریق کی عزت نفس کا بھی خیال رکھا جاتا ہے اور خلفائے سلسلہ کی طرف سے انتہائی خاموشی سے مدد ہو رہی ہوتی ہے۔ یہ سلسلہ ہر دَور خلافت میں جاری وساری ہے۔

8۔ افراد جماعت کی تربیت کا خیال

خلافت اور دنیاوی سیاست میں یہی فرق ہوتا ہے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔ اس لیے خلفاء سوائے اپنے خدا کے ہر چیز سے بے نیاز ہوتے ہیں۔ جب کہ سیاست دان عوامی رجحانات کے غلام ہوتے ہیں۔ جب خلفاء افراد جماعت کو ان کی غلطیوں سے آگاہ کرتے ہوئے اس بات کی پروا بھی نہیں کرتے کہ کوئی ان کے بارے میں کیا سوچے گا۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ان کو قادر قیوم خدا نے خلیفہ بنایا ہے اگر ایک شخص اپنی بدبختی سے دور جائیگا تو خدا تعالیٰ اس کی جگہ بیسیوں مخلصین کو لے آئیگا۔ چنانچہ جہاں شفقت اور احسان کا پہلو ہوتا ہے وہاں تربیت کا بھی ہر ممکن لحاظ ہوتا ہے۔ چنانچہ قضائی خدمت کرنے والوں کو عدل وانصاف کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے اور بار بار خدا کا خوف دلایا جاتا ہے۔ ایک موقع پر جب کسی نے قضائی فیصلہ کے حوالہ سے شکوہ کیا تو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے بڑے انذاری رنگ میں فرمایا:

’’میں قضاء کے فیصلہ میں دخل نہیں دے سکتا۔ اگر وہ انصاف کے خلاف ہے تو اللہ تعالیٰ خود قاضیوں کو سزا دے گا۔‘‘

دوسری طرف افراد جماعت کو بھی نصیحت کی جاتی ہے کہ قضائی فیصلے پیش کردہ حقائق اور ثبوت پر ہوتے ہیں اس لیے حتمی طور پر جو بھی فیصلہ ہو جائے اس کو تسلیم بھی کر لینا چاہیے۔ خواہ مخواہ قاضی صاحبان پر تنقید نہیں کرنی چاہیے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

’’قاضی صاحب کسی کے خلاف فیصلہ کریں یا موافق۔ وہ سلسلے کے خادم ہیں اور کسی قوم کے خدام کو اس طرح ہدف فحش ہونے دینا نہایت مکروہ اور مہلک امر ہے۔ پس میں اس امر کے متعلق پھر وضاحت سے لکھ دینا چاہتا ہوں کہ عدالت مرافعہ کو چاہیے کہ ہمیشہ اس امر پر نوٹس لے اور میں سلسلہ کی ممتاز دانش و عقل سے امید کرتا ہوں کہ وہ اپنے قاضیوں کو ایسے ظالمانہ حملوں سے بچانے کی ہمیشہ کوشش کرے گی۔‘‘

(حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قضائی فیصلے صفحہ نمبر 437)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

’’آپ قضاء کے خلاف جس طرح الزام تراشیاں کر رہے ہیں یہ اکثر کمزور ایمان والوں کا شیوہ ہے۔ یہ تو ناممکن ہے کہ قضاء دونوں فریق کے حق میں فیصلہ کرے۔ اس لیے 50 فیصد تو ضرور فیصلہ کے خلاف رہتے ہیں لیکن جو شرافت اور تقویٰ سے کام لیتے ہیں وہ عدلیہ کے سامنے سر جھکا دیتے ہیں اور جنہوں نے خودسری دکھائی ہو وہ آخر وقت تک اعتراض کرتے چلے جاتے ہیں۔ خدا کے فضل سے سلسلہ کے متقی صاحب علم بزرگوں کو چُن کر قضاء بورڈ میں شامل کیا جاتا ہے جو اپنے فہم اور علم کے مطابق انصاف سے فیصلے کرتے ہیں تاہم ان سے اگر کوئی بشری کمزوری سرزد ہو جائے تو کسی کا حق نہیں کہ ان کو ناپاک الزامات کا نشانہ بنائے...... ایسی صورت میں آپ جیسے لوگوں کو پھر دنیا کی عدالت میں جانا چاہیے۔ وہ ڈنڈے کے زور پر اپنے کیے ہوئے فیصلے منوا بھی لیا کرتی ہیں۔۔۔۔۔‘‘

(حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے قضائی فیصلے صفحہ نمبر 277)

غرض دار القضاء کا قیام اور پھر اس کا استحکام خلافت کے بہت بڑے احسانوں میں سے ایک احسان ہے۔ لیکن دنیا دار لوگ شروع سے ہی اس نظام کو بطور خاص شک کی نگاہ سے دیکھتے رہے ہیں۔ 1919ء میں جب اس نظام کا آغاز ہوا تو اس وقت ہندوستان میں انگریز کی حکومت تھی وہ بھی اس کو شک کی نظر دیکھا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی تحریرات میں ہمیں اس کا وضاحت سے پتہ چلتا ہے اور اب بھی بطور خاص پاکستان میں احمدیہ مخالف تنظیموں کی طرف سے جو مطالبات پیش کیے جاتے ہیں ان میں نمایاں طور پر ایک یہ مطالبہ ہوتا ہے کہ

احمدیوں نے اپنی عدالتیں بنائی ہوئی ہیں گویا ریاست کے اندر ریاست ہے۔ جبکہ وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ دار القضاء کا قیام صرف احمدیوں پر ہی احسان نہیں ہے بلکہ حکومت وقت پر بھی یہ خلافت کا احسان ہے کیونکہ احمدیوں کے بہت سے تنازعات جو باہمی تصفیہ سے طے پاسکتے ہیں ان کا بوجھ عدالتوں پر نہیں پڑتا۔ کیونکہ ترقی پزیر ممالک میں تو عدالتوں میں لاکھوں کی تعداد میں کیس معرض التواء میں پڑے ہوتے ہیں۔ احمدیت کے بغض میں اس کو تسلیم کریں یا نہ کریں لیکن ویسے سپریم کورٹ کے چیف جسٹس صاحبان بھی تسلیم کرنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ پاکستان میں لوگوں کے تنازعات کے حل کے لیے ثالثی نظام کو موثر کرنے کی ضرورت ہے۔ لیکن تعصب کی وجہ سے جو اتنا بہترین نظام چل رہا ہے اس پر اعتراض کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے خلافتِ احمدیہ کے قائم کردہ اس ادارے کی وجہ سے نہ صرف احمدیوں کے لاکھوں روپے بچتے ہیں بلکہ عدالتوں میں جاکر لوگ جو ذہنی پریشانی کا شکار ہوتے ہیں اس سے بھی بچت ہو جاتی ہے۔ وقت الگ بچتا ہے۔ حکومت کی مدد الگ ہوتی ہے۔ دار القضاء میں آنے والے کیسز کا اگر جائزہ لیں تو یہاں ایک چادر کا بھی کیس چلا ہوا ہے (پاکستان، ہندوستان کے رہنے والے جانتے ہیں کہ سردیوں میں عموماً لوگ سردی سے بچاؤ کے لیے ایک چادر اوڑھتے ہیں۔ عام لوگوں کی وہ چادر نہایت معمولی قیمت کی ہوتی ہے۔)، پاکستان میں تقریباً تین ہزار یعنی تقریباً 18 پاؤنڈ کا بھی کیس چلا ہوا ہے۔ اور بیرون پاکستان سے ایک احمدی کا معاملہ لاکھوں ڈالرز کا بھی زیر سماعت آ کر فیصلہ پا چکا ہے۔

احمدیوں پر یہ کتنا بڑا احسان ہے اس کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے کہ جب ایک فریق تعاون نہیں کرتا اور دوسرے فریق کو کہا جاتا ہے کہ ہم ثالثی ادارہ ہیں کیونکہ دوسرا فریق ہم سے فیصلہ نہیں کروانا چاہتا اس لیے ہم مجبور ہیں آپ بھی سرکاری عدالت سے فیصلہ کروائیں۔ اس پر مجبور خواتین کے آنسو آئے روز دیکھنے کو ملتے ہیں۔ بلکہ ایک دلچسپ واقعہ بھی کچھ سال پہلے ہوا۔ چونکہ قضاء ثالثی ادارہ ہے اس لیے ثالثی فیصلوں کی تنفیذ بھی اسی صورت میں ہوسکتی ہے جب کہ دونوں فریق نظام جماعت کا حصہ ہوں۔ ایک شخص تعزیر کی وجہ سے نظام جماعت کا حصہ نہیں تھا۔ اس کا کسی کے ساتھ تنازعہ ہوگیا جب اس نے قضاء میں درخواست دی تو اسے کہا گیا کہ چونکہ آپ نظام کا حصہ نہیں اس لیے قواعد کے مطابق ہم اس کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔ اس پر اس شخص کا اصرار تھا کہ ہر صورت قضاء ہی یہ فیصلہ کرے۔ جب قواعد کے مطابق بالکل انکار کر دیا گیا اور کہا گیا کہ اپنی دادرسی کے لیے ملکی عدالت سے رجوع کریں تو اس نے بجائے اپنے تنازعہ کے حوالہ سے دوسرے فریق پر کیس دائر کرنے کے ربوہ کے پاس تحصیل ہیڈ کوارٹر لالیاں کی عدالت میں ناظم قضاء کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا اور عدالت سے استدعا کی کہ ان کو پابند کیا جائے کہ یہ میرا فیصلہ کریں۔ اس پر جج بھی حیران تھا اور ہمارے وکلاء کے مطابق ہنس کر ان صاحب کو کہہ رہا تھا کہ میں بیٹھا ہوں عدالتیں موجود ہیں تم یہاں آؤ۔ مگر اس کا اصرار تھا کہ ربوہ کی قضاء کو حکم دیا جائے کہ وہ فیصلہ کرے۔ اس پر جج نے کہا کہ میں کسی ثالث کو کیسے کہہ سکتا ہوں کہ وہ لازمی فیصلہ کرے۔ غرض خلافتِ احمدیہ کی برکت سے جو نظام قضاء قائم ہے وہ خلافت کا اتنا بڑا احسان ہے کہ جس کا احاطہ کرنا ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ کارکنان قضاء اور افراد جماعت کو خلیفہ وقت کی کماحقہٗ اطاعت کی اس طرح توفیق عطا فرمائے کہ مولا کریم خود ہم سے راضی ہو جائے۔ تا خلافت کی نعمت دائمی طور پر ہم میں قائم رہے۔ آمین۔

☆…☆…☆

بقیہ: خلفائے احمدیت کی مقبول دعائیں......از صفحہ 62

بند ہوتے ہی اچانک شدید بارش شروع ہوگئی اور ساتھ تند و تیز ہوائیں چلنے لگیں جو پھر مسلسل تین چار گھنٹے جاری رہیں۔

یہ ایک نشان تھا جو حضورِ انور کی دعا سے وہاں ظاہر ہوا اور ہر شخص کا دل اس نشان کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز تھا۔" (الفضل انٹرنیشنل 25 ستمبر 2015 تا 1 اکتوبر 2015ء صفحہ 14)

اگر بیٹا ہوا تو احمدی ہو جاؤں گی

جلسہ سالانہ جرمنی 2015ء میں بلغاریہ کے ایک مخلص نو احمدی دوست Etem صاحب اپنی فیملی کے ہمراہ شامل ہوئے۔ موصوف نے چندسال قبل عیسائیت سے اسلام قبول کیا تھا۔ لیکن ان کی بیوی نے بیعت نہیں کی تھی۔

ان کی اہلیہ کا کہنا تھا کہ میری تین بیٹیاں ہیں۔ اگر مجھے بیٹا مل جائے تو میں بھی احمدی ہو جاؤں گی۔ موصوفہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں دعا کے لیے لکھا۔ اگلے سال جب وہ دوبارہ جلسہ میں آئیں تو سات ماہ کی حاملہ تھیں۔ ملاقات کے دوران انہوں نے بچے کے لیے نام رکھنے کی درخواست کی تو حضورِ انور نے صرف لڑکے کا نام 'جاہد' تجویز فرمایا۔

جلسہ سے واپس جاکر موصوفہ نے مبلغ سے کہا کہ ڈاکٹرز نے بتایا ہے کہ لڑکی ہے اس لیے حضورِ انور کی خدمت میں دوبارہ درخواست کریں کہ لڑکی کا نام تجویز فرمائیں۔ اس پر مبلغ نے کہا کہ آپ نے تو کہا تھا کہ اگر بیٹا ہوا تو احمدی ہو جاؤں گی۔ اور حضورِ انور نے بھی صرف بیٹے کا نام تجویز فرمایا ہے۔ اس لیے انشاء اللہ بیٹا ہی ہو گا۔ ڈاکٹر جو چاہیں کہیں، ان کی مشینیں جو چاہیں ظاہر کریں لیکن اب آپ کا بیٹا ہی ہو گا کیونکہ خلیفۃ المسیح نے بیٹے کا نام رکھا ہے۔ یہ سن کر کہنے لگیں کہ میں تو پہلے ہی احمدی ہو چکی ہوں۔ چنانچہ جب بچہ کی پیدائش ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بیٹے سے ہی نوازا۔ وہ جلسہ کے موقع پر اس بیٹے کو ساتھ لے کر آئی تھیں اور لوگوں کو بتا رہی تھیں کہ دیکھو! یہ خلیفہ وقت کی دعاؤں کی قبولیت کا نشان ہے۔"

(الفضل انٹرنیشنل 25 ستمبر 2015 تا 1 اکتوبر 2015ء صفحہ 15، 17)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام قبولیت دعا کے متعلق فرماتے ہیں:

"دعا کی ماہیت یہ ہے کہ ایک سعید بندہ اور اس کے رب میں ایک تعلق جاذبہ ہے یعنی پہلے خدا تعالیٰ کی رحمانیت بندہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے پھر بندہ کے صدق کی کششوں سے خدا تعالیٰ اس سے نزدیک ہو جاتا ہے اور دعا کی حالت میں وہ تعلق ایک خاص مقام پر پہنچ کر اپنے خواص عجیبہ پیدا کرتا ہے۔ سو جس وقت بندہ کسی سخت مشکل میں مبتلا ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف کامل یقین اور کامل امید اور کامل محبت اور کامل وفاداری اور کامل ہمت کے ساتھ جھکتا ہے اور نہایت درجہ کا بیدار ہو کر غفلت کے پردوں کو چیرتا ہوا فنا کے میدانوں میں آگے سے آگے نکل جاتا ہے پھر آگے کیا دیکھتا ہے کہ بارگاہِ اُلوہیت ہے اور اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔ تب اس کی روح اس آستانہ پر سر رکھ دیتی ہے اور قوتِ جذب جو اس کے اندر رکھی گئی ہے وہ خدا تعالیٰ کی عنایات کو اپنی طرف کھینچتی ہے تب اللہ جل شانہٗ اس کام کے پورا کرنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس دعا کا اثر ان تمام مبادی اسباب پر ڈالتا ہے جن سے ایسے اسباب پیدا ہوتے ہیں جو اس مطلب کے حاصل ہونے کے لیے ضروری ہیں۔"

(برکات الدعاء، روحانی خزائن جلد 6۔ صفحہ 9 تا 10)

☆…☆…☆

"جب تک تم میں خلافت رہے گی دنیا کی کوئی قوم تم پر غالب نہیں آسکے گی"

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کی ناشکری مت کرو اور خدا تعالیٰ کے الہامات کو تحقیر کی نگاہ سے مت دیکھو۔ بلکہ جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے تم دعاؤں میں لگے رہو تا کہ قدرت ثانیہ کا پے در پے تم میں ظہور ہوتا رہے۔... حضرت مسیح موعودؑ کے اس ارشاد کا یہی مطلب تھا کہ میرے زمانہ میں تم یہ دعا کرو کہ تمہیں پہلی خلافت نصیب ہو اور پہلی خلافت میں دعا کرتے رہو کہ اس کے بعد میں دوسری خلافت ملے اور دوسری خلافت میں دعا کرتے رہو کہ اس کے بعد تمہیں تیسری خلافت ملے اور تیسری خلافت میں دعا کرتے رہو کہ اس کے بعد تمہیں چوتھی خلافت ملے۔ ایسا نہ ہو کہ تمہاری شامت اعمال سے اس نعمت کا دروازہ تم پر بند ہو جائے۔ پس ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حضور دعاؤں میں مشغول رہو۔ اور اس امر کو اچھی طرح یاد رکھو کہ جب تک تم میں خلافت رہے گی دنیا کی کوئی قوم تم پر غالب نہیں آسکے گی اور ہر میدان میں تم مظفر و منصور رہو گے۔ کیونکہ یہ خدا کا وعدہ ہے۔"

(خلافت راشدہ۔ انوار العلوم جلد 15 ص 593)

بقیہ: خلافت قیامِ امن کی ضامن......از صفحہ 45

بھی دور کرنا چاہیے اگر اس کی عمر ایسی ہے۔ مائیں اگر گیارہ بارہ سال کی عمر تک بچیوں کو حیا کا احساس نہیں دلائیں گی تو پھر بڑے ہو کر ان کو کوئی احساس نہیں ہو گا۔"

(خطاب لجنہ اماء اللہ کینیڈا۔ مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 17/مارچ 2017ء صفحہ 14)

خلافت کے ذریعے خدا تعالیٰ نے دنیا پر احسان عظیم فرمایا کہ دنیا کو وہ برگزیدہ مسیح موعود اور امام مہدی عطا کیا جس نے دنیا کو زندہ خدا کی خبر دی، زندہ خدا کی تجلیات پر ایمان اور محکم یقین بخشا۔ اپنی ذات کو ہستی باری تعالیٰ کے ایک زندہ گواہ کے طور پہ پیش کیا۔

"خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندو! مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں سنوں گا اور اس خدا کا یہ بھی وعدہ ہے کہ اگر تمہارا ایمان سچا ہو گا تو تم فرشتوں سے ہم کلام ہوسکو گے۔ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ مگر جب اس دورِ آخرین میں مسلمانوں پر عقائد اور کمزوری کا دور آیا تو انہوں نے ان پیاری تعلیمات کو یکسر بھلا دیا۔ مجیب الدعواۃ زندہ خدا پر ان کا ایمان اُٹھ گیا۔ اللہ تعالیٰ کی لقاء اور وحی والہام کے منکر ہو گئے۔ خدا تعالیٰ کی پیاری ہستی کا تذکرہ ان کی مجالس میں مفقود ہونے لگا۔ کوئی نہ تھا جو خدا کے زندہ کلام کی بات کرتا ہو، قبولیت دعا کا ذکر بھی ایک قصہ پارینہ بن گیا۔ تب خدا کے مسیح و مہدیؑ نے دل شکستہ مسلمانوں کو یہ نوید سنائی کہ ہمارا خدا ایک زندہ خدا ہے جس کی پیاری صفات میں سے کوئی صفت بھی مرورِ زمانہ سے معطل نہیں ہوئی وہ آج بھی سنتا ہے جیسے پہلے سنتا تھا، وہ آج بھی بولتا ہے جیسے پہلے بولتا تھا۔

پھر فرمایا: "زندہ مذہب وہ ہے جس کے ذریعہ زندہ خدا ملے۔ زندہ خدا وہ ہے جو ہمیں بلاواسطہ ملہم کر سکے اور کم سے کم یہ کہ ہم بلاواسطہ ملہم کو دیکھ سکیں۔ سو میں تمام دنیا کو خوشخبری دیتا ہوں کہ یہ زندہ خدا اسلام کا خدا ہے۔" (مجموعہ اشتہارات جلد 2 صفحہ 311 ایڈیشن 1989ء مطبوعہ انگلستان، بحوالہ احمدیت نے دنیا کو کیا دیا صفحہ 14,15)

آپ علیہ السلام کا یہ اعلان ایک انقلاب آفرین اعلان تھا جس نے مذہب کی دنیا میں تہلکہ مچا دیا۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی کا یہ نقیب اور شاہد ایک مقناطیسی وجود ثابت ہوا۔ جس کی طرف سعید فطرت لوگ قافلہ در قافلہ آنے لگے اور اس وجود کے فیضان سے سیراب ہو کر باخدا انسان بن گئے۔ یہ وہ گروہ قدسیاں تھا جو ایک عالم کے لیے خدا نمائی کا وسیلہ بن گیا۔ یہ روحانی نعمتیں اور برکتیں آج خلافت سے وابستگی کی بدولت ہر احمدی کو نصیب ہیں۔ اور یہ دولتیں اور نعمتیں و برکتیں کبھی نہ ختم ہونے والی ہیں۔ اور آج خلافت سے وابستگی کی بدولت ہم ان نعمتوں کے امین ہیں۔ (الحمد للہ علیٰ ذالک)

☆…☆…☆

کس کا دستِ دعا شہر کی ڈھال ہے کس کے سجدوں کے ہیں سائباں شہر میں

خلفائے احمدیت کی مقبول دعائیں۔ چند ایمان افروز واقعات

(عطاء الوحید باجوہ۔ استاد جامعہ احمدیہ ربوہ)

قبولیت دعا کا مضمون تعلق باللہ کی ایک کڑی ہے۔ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ۔ (سورۃ البقرہ آیت 187)

اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہوں۔ میں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ پس چاہیے کہ وہ بھی میری بات پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پائیں۔

(اردو ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ)

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے بارے میں فرما رہا ہے کہ جب وہ دعا کرتے ہیں تو میں ان کی دعا کو سنتا ہوں یعنی دوسرے الفاظ میں کہا جا سکتا ہے کہ جن کی دعائیں قبول ہوں وہ خدا کے بندے ہوتے ہیں اور خدا سے ان کا ایک سچا تعلق ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام قبولیت دعا کے متعلق فرماتے ہیں:

’’یاد رہے کہ خدا کے بندوں کی مقبولیت پہچاننے کے لیے دعا کا قبول ہونا بھی ایک بڑا نشان ہوتا ہے بلکہ استجابت دعا کی مانند اور کوئی بھی نشان نہیں کیونکہ استجابت دُعا سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک بندہ کو جناب الٰہی میں قدر اور عزت ہے۔ اگرچہ دعا کا قبول ہو جانا ہر جگہ لازمی امر نہیں کبھی کبھی خدائے عزوجل اپنی مرضی بھی اختیار کرتا ہے لیکن اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ مقبولین حضرت عزت کے لیے یہ بھی ایک نشانی ہے کہ بہ نسبت دوسروں کے کثرت سے ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور کوئی استجابت دعا کے مرتبہ میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 334)

آج جماعت احمدیہ کے افراد بفضلہ تعالیٰ خوش قسمت ہیں کہ انہیں خلافت جیسی نعمت عظمیٰ حاصل ہے جس کا کوئی نعم البدل نہیں اور ہر احمدی حق الیقین کے ساتھ اس بات کا گواہ ہے کہ دربار خلافت سے اٹھنے والی دعائیں عرش پر قبولیت کا درجہ رکھتی ہیں اور مندرجہ ذیل شعر کا مصداق ٹھہرتی ہیں۔

غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے
اے میرے فلسفیو! زورِ دعا دیکھو تو

(کلام محمودؓ صفحہ 105)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے اپنی دعاؤں کی قبولیت کی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

’’میری دعائیں عرش پر بھی سنی جاتی ہیں، میرا مولیٰ میرے کام میری دعا سے بھی پہلے کر دیتا ہے۔‘‘

(حیاتِ نور صفحہ 627)

جب دعا مانگوں تو اس کو قبول کر لیا کر

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ اپنی ایک جامع دعا کا تذکرہ فرماتے ہیں:۔ ’’میں نے کسی روایت کے ذریعہ سنا تھا کہ جب بیت اللہ نظر آئے تو اس وقت کوئی ایک دعا مانگ لو وہ ضرور ہی قبول ہو جاتی ہے۔ میں علوم کا اس وقت ماہر تو تھا ہی نہیں جو ضعیف و قوی روایتوں میں امتیاز کرتا۔ میں نے یہ دعا مانگی۔ ’’الٰہی میں تو ہر وقت محتاج ہوں اب میں کون سی دعا مانگوں۔ پس میں یہی دعا مانگتا ہوں کہ میں جب ضرورت کے وقت تجھ سے دعا مانگوں تو اس کو قبول کر لیا کر‘‘۔ روایت کا حال تو محدثین نے کچھ ایسا ویسا ہی لکھا ہے مگر میرا تجربہ ہے کہ میری تو یہ دعا قبول ہی ہوگئی۔ بڑے بڑے نیچریوں، فلاسفروں، دہریوں سے مباحثہ کا اتفاق ہوا اور ہمیشہ دعا کے ذریعہ مجھ کو کامیابی حاصل ہوئی اور ایمان میں بڑی ترقی ہوتی گئی۔‘‘ (مرقاۃ الیقین صفحہ 111)

قلیل عرصہ میں مقطعات کا وسیع علم دیا گیا

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں: ’’دھرم پال نے جب ’’ترکِ اسلام‘‘ کتاب لکھی تو اس سے بہت پہلے مجھے ایک خواب نظر آیا تھا کہ اللہ تعالیٰ مولیٰ مجھ سے فرماتا ہے کہ ’’اگر کوئی شخص قرآن شریف کی کوئی آیت تجھ سے پوچھے اور وہ تجھ کو نہ آتی ہو اور پوچھنے والا منکر قرآن ہو تو ہم خود تم کو اس آیت کے متعلق علم دیں گے‘‘۔ جب دھرم پال کی کتاب آئی اور خدا تعالیٰ نے مجھ کو اس کے جواب کی توفیق دی۔ حروف مقطعات کے متعلق اعتراض تک پہنچ کر ایک روز مغرب کی نماز میں دو سجدوں کے درمیان میں نے صرف اتنا ہی خیال کیا کہ مولا! یہ منکر قرآن تو ہے گو میرے سامنے نہیں۔ یہ مقطعات پر سوال کرتا ہے۔ اسی وقت یعنی دو سجدوں کے درمیان قلیل عرصہ میں مجھ کو مقطعات کا وسیع علم دیا گیا۔ جس کا ایک کرشمہ میں نے رسالہ نور الدین میں مقطعات کے جواب میں لکھا ہے اور اس کو لکھ کر میں خود بھی حیران ہوگیا۔‘‘ (مرقاۃ الیقین صفحہ 173-172)

حضور کی دعا سے مجھے تمغہ مل گیا ہے

حضرت شیخ فضل احمد صاحب بٹالویؓ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا واقعہ تحریر فرماتے ہیں کہ

’’ایک روز آپ (حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ) نے فرمایا کہ ایک احمدی فوجی انڈین آفیسر ہمارے پاس آئے اور کہنے لگے کہ حضور دعا فرمائیں کہ میں لڑائی میں بھی نہ جاؤں اور مجھے تمغہ بھی مل جائے۔ میں نے کہا کہ ہمیں تو آپ کے قواعد کا علم نہیں۔ معلوم نہیں تمغہ کس طرح ملا کرتا ہے۔ اس نے کہا کہ میڈل اسے ملتا ہے جو لڑائی میں جائے۔ میں نے کہا کہ پھر آپ کو بغیر لڑائی میں جانے کے کیونکر مل سکتا ہے۔ وہ کہنے لگے کہ حضور دعا فرمائیں۔ ہم نے کہا کہ اچھا ہم دعا کریں گے۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ آئے اور بتلایا کہ حضور کی دعا سے مجھے تمغہ مل گیا ہے اور دریافت کرنے پر بتلایا کہ میں base میں تھا کہ میرے نام حکم پہنچا کہ لڑائی کے میدان میں پہنچو۔ میں ڈر اگر چل پڑا۔ ابھی تھوڑی دور ہی گیا تھا مگر وہ حد پار کر چکا تھا جس کے عبور کرنے پر ایک فوجی افسر تمغہ کا حقدار متصور ہوتا ہے کہ پھر حکم ملا کہ واپس چلے آؤ۔ صلح ہوگئی ہے اور لڑائی بند ہے۔ اس طرح حضور کی دعا سے میں لڑائی پر بھی نہیں گیا اور مجھے تمغہ بھی مل گیا۔‘‘

(اصحاب احمد جلد 3 صفحہ 94)

بارش بند ہونے کی دعا

محترم چودھری غلام محمد صاحب بی اے کا بیان ہے کہ

’’1909ء کے موسم برسات میں ایک دفعہ لگاتار آٹھ روز بارش ہوتی رہی جس سے قادیان کے بہت سے مکانات گر گئے۔ حضرت نواب محمد علی خان صاحب مرحوم نے قادیان سے باہر نئی کوٹھی تعمیر کی تھی وہ بھی گر گئی۔ آٹھویں یا نویں دن حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ نے ظہر کی نماز کے بعد فرمایا کہ میں دعا کرتا ہوں آپ سب لوگ آمین کہیں۔ دعا کرنے کے بعد آپؓ نے فرمایا کہ میں نے آج وہ دعا کی ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری عمر میں صرف ایک دفعہ کی تھی۔ دعا کے وقت بارش بہت زور سے ہو رہی تھی۔ اس کے بعد بارش بند ہوگئی اور عصر کی نماز کے وقت آسمان بالکل صاف تھا اور دھوپ نکلی ہوئی تھی۔‘‘

(حیات نور صفحہ 441،440)

آج ہم دیکھتے ہیں کہ نور الدین کا خدا کس طرح کھلاتا ہے

حضرت حکیم محمد صدیق صاحب کی روایت ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرمایا کرتے تھے کہ ’’ایک دفعہ تین ساتھیوں کے ساتھ ہم راستہ بھول گئے اور کہیں دور نکل گئے کوئی بستی نظر نہیں آتی تھی۔ میرے ساتھیوں کو بھوک اور پیاس نے سخت ستایا تو ان میں سے ایک نے کہا نور الدین جو کہتا ہے کہ میرا خدا مجھے کھلاتا پلاتا ہے آج ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح کھلاتا پلاتا ہے۔ فرمایا کرتے تھے میں دعا کرنے لگا۔ چنانچہ جب ہم آگے گئے تو پیچھے سے زور کی آواز آئی۔ ٹھہرو! ٹھہرو! جب دیکھا تو دو شتر سوار تیزی کے ساتھ آ رہے تھے جب پاس آئے تو انہوں نے کہا ہم شکاری ہیں۔ ہرن کا شکار کیا تھا اور خوب پکایا گھر سے پراٹھے لائے تھے۔ ہم سیر ہو چکے ہیں اور کھانا بھی بہت ہے آپ کھالیں چنانچہ ہم سب نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ ساتھیوں کو یقین ہوگیا کہ نور الدین سچ کہتا تھا۔‘‘ فرمایا کرتے تھے کہ ’’اللہ تعالیٰ کا نور الدین کے ساتھ وعدہ ہے کہ میں تیری ہر ضرورت کو پورا کروں گا کیا کوئی بادشاہ بھی یہ دعویٰ کر سکتا ہے۔‘‘

(حیات نور صفحہ 167)

اپنے اصل خدا کی طرف توجہ کرتے ہیں

محترم چوہدری غلام محمد صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے ایک شاگرد کی روایت بیان کرتے ہیں کہ اس نے بتایا: ’’ایک دفعہ حضرت مولوی صاحب‘‘ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ’’ کشمیر سے راولپنڈی کے راستہ سے واپس آ رہے تھے کہ دوران سفر میں روپیہ ختم ہوگیا۔ میں نے اس بارہ میں عرض کیا۔ آپ نے فرمایا۔ یہ گھوڑی چار پانچ صد روپیہ میں بیچ دیں گے فوراً بِک جائے گی اور خرچ کے لیے روپیہ کافی ہو جائے گا۔ آپ نے وہ گھوڑی سات سو روپیہ میں خریدی تھی۔ تھوڑی دور ہی گئے کہ گھوڑی کو درد قولنج ہوا اور راولپنڈی پہنچ کر وہ مر گئی۔ ٹانگے والوں کو کرایہ دینا تھا۔ آپ ٹہل رہے تھے۔ میں نے عرض کی۔ ٹانگہ والے کرایہ طلب کرتے ہیں۔ آپ نے نہایت رنج کے لہجہ میں فرمایا کہ نور الدین کا خدا تو وہ مرا پڑا ہے۔ اب اپنے اصل خدا کی طرف توجہ کرتے ہیں وہی کارساز ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک سکھ اپنے بوڑھے بیمار باپ کو لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے اسے دیکھ کر نسخہ لکھا اس نے ہمیں اتنی رقم دے دی کہ جموں تک کے اخراجات کے لیے کافی ہوگئی۔‘‘

(حیات نور صفحہ 169-168)

موسیٰ کا عصا

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی تحریر فرماتے ہیں:

’’سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ وارضاہ کے عہد سعادت میں خاکسار ایک تبلیغی وفد میں بمعیت حضرت مفتی محمد صادق صاحب، حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ اور خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم بنارس وغیرہ مقامات میں گیا۔ جب وہاں سے ہماری واپسی ہونے لگی تو کسی دوست نے ایک نہایت خوبصورت عصا مجھے تحفۃً دیا۔ جب ہم قادیان پہنچے تو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے حضور حاضر ہوئے اس وقت وہ عصا بھی میرے ہاتھ میں تھا۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ نے وہ عصا اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ یہ عصا آپ کا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور یہ آپ کا ہی ہے۔ حضور نے پھر دریافت فرمایا کہ کیا یہ عصا آپ کا ہے؟ پھر میں نے عرض کیا کہ یہ حضور کا ہی ہے۔ کچھ دیر بعد حضور نے تیسری بار فرمایا کہ کیا یہ عصا آپ کا ہے؟ میں نے جواباً پھر پہلے فقرات کو دہرا دیا اور اس خیال سے کہ حضور کو یہ عصا پسند آیا ہے میں نے عرض کیا کہ خاکسار کی یہ خوش بختی ہوگی اگر حضور اس کو قبول فرما کر اپنے استعمال میں لائیں۔ حضور نے از راہ نوازش اس کو قبول فرمایا اور ان الفاظ میں خاکسار کو دعا دی کہ ’اللہ تعالیٰ آپ کو اس کے عوض میں موسیٰ کا عصا عطا فرمائے‘۔ چنانچہ ان دعائیہ الفاظ کی برکات وفیوض کو میں نے مختلف مواقع اور مواطن میں مشاہدہ کیا۔‘‘

(حیات قدسی صفحہ 192)

سب جنتی ہیں

’’ایک مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ نے درس کے بعد فرمایا کہ آج کی مجلس میں جس قدر احباب حاضر ہیں مجھے بذریعہ کشف اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ سب کے سب جنتی ہیں۔‘‘

(حیات نور صفحہ 551)

قدرتِ ثانیہ کے تیسرے مظہر حضرت حافظ مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مصلح موعود رضی اللہ عنہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ جس کسی کو منصب خلافت پر سرفراز کرتا ہے تو اس کی دعاؤں کی قبولیت بڑھا دیتا ہے کیونکہ اگر اس کی دعائیں قبول نہ ہوں تو پھر اس کے اپنے انتخاب کی ہتک ہوتی ہے۔ تم میرے لیے دعا کرو کہ مجھے تمہارے لیے زیادہ دعا کی توفیق ملے اور اللہ تعالیٰ ہماری ہر قسم کی سستی دور کر کے چستی پیدا کرے۔ میں جو دعا کروں گا وہ انشاء اللہ فرداً فرداً ہر شخص کی دعا سے زیادہ طاقت رکھے گی۔‘‘ (منصبِ خلافت۔ انوار العلوم جلد 2 صفحہ 49)

معجزانہ رنگ میں قرض اتر گیا

حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحب ’’حیات قدسی‘‘ میں تحریر فرماتے ہیں:

میں نے قادیان میں اپنا ایک مکان بنوایا اور مکان بنوانے کے لیے بعض احباب سے قرض لیا تو میں پریشان تھا اور چاہتا تھا کہ یہ قرض جلد اتر جائے۔ چنانچہ میں نے رمضان المبارک کے مہینہ میں خصوصیت سے قرض کی ادائیگی کی بابت دعا شروع کی جب دعا کرتے آٹھواں دن ہوا تو اللہ تعالیٰ میرے ساتھ ہم کلام ہوا اور اس پیارے محبوب مولا نے مجھ سے ان الفاظ میں کلام فرمایا۔ اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا قرضہ جلد اتر جائے۔ تو خلیفۃ المسیح کی دعاؤں کو بھی شامل کرا لے۔ اس کے بعد جلد معجزانہ رنگ میں یہ قرض اتر گیا۔ (ماخوذ از حیات قدسی صفحہ 269-268)

بچہ اس موذی بیماری سے تندرست ہوگیا

محترمہ سعدیہ خانم صاحبہ لکھتی ہیں:

’’میرا لڑکا روزِ پیدائش سے ہی بیمار اور کمزور رہنے لگا تھا۔ یہ 1955ء کی بات ہے صرف بیس دن کا تھا کہ اسے نمونیا ہوا اور پھر سال ڈیڑھ سال کے اندر چار دفعہ لگاتار اس کا حملہ ہوا۔ علاج معالجہ میں کمی نہ تھی لیکن آئے دن اس کی بیماری سے سخت پریشانی رہتی تھی۔ ایک دن عصر کے وقت جبکہ حضور نے نماز پڑھانے کے لیے آنا تھا میرے میاں بچے کو لے گئے۔ جب حضور قصر خلافت سے باہر تشریف لائے تو میرے میاں نے آگے بڑھ کر عرض کیا۔ حضور دعا فرما دیں۔ اس پر حضور نے از راہ شفقت بچے کی کمر پر ہاتھ پھیرا اور دعا فرمائی اور پھر بفضلہٖ تعالیٰ بچہ اس موذی بیماری سے تندرست ہوگیا اور آج تک اس کے دوبارہ حملہ سے محفوظ ہے۔ فالحمد للہ۔‘‘

(ماہنامہ مصباح ستمبر 1962ء بحوالہ الفضل 24 مئی 2010ء صفحہ 5)

میرے جیسے مردہ کی مانند مریض کو شفایاب کر دیا

مکرم ملک حبیب اللہ صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی انسپکٹر آف سکولز لکھتے ہیں:

’’شجاع آباد کے قیام کے دوران مجھے ایک ایسا مرض لاحق ہوگیا کہ جس نے مجھے بالکل نڈھال اور مردہ کی مانند کر دیا۔ تھوڑے تھوڑے دنوں کے بعد پیٹ میں اتنا شدید درد اٹھتا کہ میں بے ہوش ہو جاتا۔ تقریباً دو سال میں نے ہر قسم کے علاج کیے لیکن حالت خراب ہوگئی۔ آخر تنگ آ کر میں نے امرتسر کے سرکاری ہسپتال میں داخلہ لے لیا۔ وہاں ٹیسٹ ہوئے اور یہ فیصلہ ہوا کہ میرے پِتّہ اور اپنڈیکس ہر دو کا آپریشن ہوگا۔ اس سے مجھے گھبراہٹ پیدا ہوئی اور میں ایک دن بلا اجازت ہسپتال سے چلا گیا اور قادیان پہنچا اور حضور’’ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ‘‘ کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام ماجرا عرض کیا حضورؓ’’ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ‘‘ نے توجہ سے سن کر فرمایا کہ آپ کو اپنڈے سائٹس تو قطعاً نہیں ہاں پِتّہ میں نقص ہے آپ علاج کرائیں میں دعا کروں گا انشاء اللہ آرام آجائے گا۔ اس کے بعد مجھے یقین ہوگیا کہ میں تندرست ہو جاؤں گا۔ چنانچہ میں اپنی ملازمت پر واپس چلا آیا اور ملتان کے ایک حکیم صاحب سے معمولی ادویات لے کر استعمال کرنا شروع کیں۔ تین چار ماہ کے بعد بیماری کا نام و نشان بھی نہ رہا۔ حالانکہ اس سے قبل تقریباً دو سال یونانی اور انگریزی ادویات استعمال کر چکا تھا۔ پس یہ صرف حضورؓ کی دعا کا معجزانہ اثر تھا جس نے میرے جیسے مردہ کی مانند مریض کو شفایاب کر دیا۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ کے فضل سے آج تک مجھے پیٹ کی تکلیف نہیں ہوئی۔ حالانکہ غذا کے معاملہ میں سخت بد پرہیزی کرتا رہا ہوں۔‘‘

(روزنامہ الفضل 20 مارچ 1966ء صفحہ 5)

نئی زندگی حاصل ہوگئی

مکرم سیٹھ عبد اللہ بھائی اللہ دین صاحب لکھتے ہیں:

’’1918ء میں میں نے اپنے لڑکے علی محمد صاحب اور سیٹھ اللہ دین ابراہیم بھائی نے اپنے لڑکے فاضل بھائی کو تعلیم کے لیے قادیان روانہ کیا۔ علی محمد نے 1920ء میں میٹرک پاس کر لیا ان کو لندن جانا تھا۔ دونوں لڑکے مکان میں واپس آنے کی تیاری کر رہے تھے کہ یکا یک فاضل بھائی کو TYPHOID بخار ہوگیا۔ نور ہاسپٹل کے معزز ڈاکٹر جناب حشمت اللہ صاحب اور حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب رضی اللہ عنہ نے جو کچھ ان سے ہو سکا سب کچھ کیا طبیعت درست بھی ہوگئی مگر بد پرہیزی کے سبب پھر ایسی بگڑی کہ زندگی کی کوئی امید نہ رہی۔ جب یہ خبر حضرت امیر المومنین’’ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ‘‘ کو پہنچی تو حضور’’ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ‘‘ خود بورڈنگ میں تشریف لائے اور بہت دیر تک دعا فرمائی۔ اس کے بعد طبیعت معجزانہ طور پر سدھرنے لگی اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے فاضل بھائی کو نئی زندگی حاصل ہوگئی۔ یقیناً حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا کہ موت نہیں ٹلتی مگر دعا سے۔ یہ حقیقت ہم نے صاف طور پر اپنی نظر سے دیکھ لی۔ الحمد للہ‘‘

(الحکم دسمبر 1939ء جوبلی نمبر صفحہ 37)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ

اپنڈیکس کی تکلیف ہرگز نہ ہوگی

مکرم مولانا سلطان محمود انور صاحب لکھتے ہیں:

’’1965ء میں جبکہ حضور ’حضرت خلیفۃ المسیح الثالث‘ رحمہ اللہ تعالیٰ مسند خلافت پہ متمکن ہو چکے تھے۔ خاکسار ان ایام میں منڈی بہاؤ الدین میں بطور مربی متعین تھا۔ مجھے ایک مرتبہ پیٹ میں دائیں جانب دردسی رہنے لگی۔ ایک ڈاکٹر کے پاس مشورہ کے لیے گیا تو ڈاکٹر صاحب نے پوری طرح معائنہ کے بعد دوبارہ آنے کے لیے کہا جب دوبارہ حاضر ہوا تو وہاں ایک اور ڈاکٹر بھی میرے معائنہ کے لیے موجود تھے۔ چنانچہ اس مرتبہ دونوں ڈاکٹروں نے مل کر معائنہ کے بعد یہ رائے قائم کی کہ اپنڈیکس بڑھنے کا قوی امکان ہے اور اس صورت میں آپریشن کی ضرورت ہوگی۔ خاکسار کو یہ سن کر تشویش ہوئی اور اگلے ہی روز خاکسار نے ربوہ پہنچ کر حضور ’حضرت خلیفۃ المسیح الثالث‘ رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضری دی، ساری کیفیت بیان کر کے اور ڈاکٹروں کی رائے بتا کر دعا کی عاجزانہ درخواست کی۔ حضور ’’حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ‘‘ نے نہایت توجہ سے ساری باتیں سن کر خاکسار کو تسلی دی کہ انشاء اللہ میں دعا کروں گا اور ڈاکٹروں کی رائے کے مطابق اپنڈیکس کی تکلیف ہرگز نہ ہوگی آپ فکر نہ کریں۔ چنانچہ نہ صرف خاکسار کی ساری فکر جاتی رہی بلکہ اگر کوئی تکلیف پردۂ غیب میں مقدر بھی تھی تو میرے پیارے آقا ’حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ‘ کی دعاؤں کے طفیل اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور ڈاکٹروں کی رائے نے واقعاتی رنگ اختیار نہیں کیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔‘‘

(ماہنامہ خالد سیدنا ناصر نمبر۔ صفحہ 238.237۔ اپریل۔ مئی 1983ء)

جونہی دعا ختم کی ہوش آ گئی

مکرم سعید احمد سعید صاحب چاہ بوہڑ والا ملتان لکھتے ہیں:

’’خاکسار 1957ء تا 1959ء تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں زیرِ تعلیم رہا ہے ان دنوں خاکسار کو اعصابی دورے پڑتے تھے۔ بعض لوگ اس کو مرگی کا دورہ بھی کہتے تھے۔ مہینہ میں کئی بار دورہ پڑتا تھا اور اکثر اوقات کئی کئی گھنٹے بے ہوشی رہتی تھی۔ حضورؒ ’’حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ‘‘ اس وقت کالج کے پرنسپل تھے۔ ایک دن خاکسار کو بہت ہی سخت قسم کا دورہ پڑا۔ کافی دیر تک ہوش نہیں آ رہا تھا۔ سارا فضل عمر ہوسٹل پریشان تھا آخر کار حضور ’’حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ‘‘ کو کوٹھی پر اطلاع دی گئی کہ سعید احمد سعید ہوسٹل میں دورہ پڑنے سے بے ہوش ہوگیا ہے۔ حضور ’’حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ‘‘ اسی وقت ہوسٹل میں تشریف لائے اور میری چارپائی پر تشریف فرما ہوئے پھر کھڑے ہو کر اجتماعی لمبی دعا کی۔ جونہی حضورؒ ’’حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ‘‘ نے دعا ختم کی خاکسار کو ہوش آ گیا۔ آنکھیں کھولیں تو عجیب نظارہ دیکھا کہ حضور محبت اور شفقت سے میرے پاؤں اور ٹانگیں دبا رہے تھے۔ میں نے حضورؒ ’’حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ‘‘ سے درخواست کی کہ حضور مجھے شرمندہ نہ کریں، آپ آرام فرمائیں اور گھر تشریف لے جائیں۔ حضور فوری طور پر مسکرائے اور فرمایا: ’میں نہیں جاتا‘ آج تم سگریٹ پی لو اجازت ہے۔ تم نے سگریٹ پینی ہوگی۔ خاکسار بہت شرمندہ ہوا اور حضورؒ ’’حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ‘‘ کی دعاؤں کے طفیل سگریٹ نوشی ترک کر دی اور اب اللہ کے فضل سے وہ بیماری ختم ہوگئی ہے۔‘‘

(ماہنامہ خالد سیدنا ناصر نمبر اپریل، مئی 1983ء۔ صفحہ 292)

بارہ سال کے بعد نرینہ اولاد کا ملنا

میاں محمد اسلم صاحب پتوکی لکھتے ہیں:

’’خاکسار 11/ نومبر 1963ء کو احمدی ہوا اور 9/ اپریل 1965ء کو خاکسار کی شادی ہوئی۔ بارہ سال تک خاکسار کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی تمام رشتہ دار غیر احمدی تھے اور مخالفت کرتے تھے۔ وہ تمام اور گاؤں والے بھی یہی کہتے کہ چونکہ یہ قادیانی ہوگیا ہے لہٰذا یہ ابتر رہے گا (نعوذ باللہ)۔ خاکسار نے اس تمام عرصہ میں ہر قسم کا علاج کروایا لیکن اولاد نہ ہوئی۔ دوسری طرف میری بیوی بھی رشتہ داروں کے طعنے سن کر میری دوسری شادی کرنے پر رضامند ہوگئی۔

اس اثنا میں خاکسار نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی

خدمت میں تمام حالات لکھ کر درخواست دعا کی کہ خدا تعالیٰ اولاد سے نوازے۔ حضور نے خط کے جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی ضائع نہیں کرے گا اور ضرور نرینہ اولاد سے نوازے گا۔ حضور کی اس دعا کی برکت سے اب میرے چار لڑکے ہیں۔ تمام لوگ حیران ہیں کہ یہ اولاد کس طرح ہو گئی حالانکہ لیڈی ڈاکٹروں نے کہا تھا کہ اس عورت سے اولاد ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ خاکسار اس کے جواب میں اپنے غیر احمدی رشتہ داروں کو یہی کہتا ہے کہ یہ حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا زندہ نشان ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی دعا کی برکت سے دیا۔‘‘

(ماہنامہ خالد سیدنا ناصر نمبر اپریل، مئی 1983ء۔ صفحہ 293,292)

وہ ٹھیک ہو جائے گی

چوہدری محمد سعید کلیم دار العلوم غربی ربوہ لکھتے ہیں:

’’میری بہو جو آج کل جرمنی میں ہے اس کو پیٹ میں درد ہوتا تھا چنانچہ وہاں کے ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ آپریشن کراؤ۔ میں نے یہ خط حضور ’’حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ‘‘ کو پیش کیا اور عرض کی کہ حضور دعا فرماویں کہ میری بہو بغیر آپریشن کے ٹھیک ہو جائے تو آپؒ نے فرمایا: ’’اس کو لکھ دو کہ آپریشن نہ کرائے میں دعا کروں گا وہ ٹھیک ہو جائے گی۔‘‘ چنانچہ میں نے حضورؒ کے الفاظ اس کو لکھ دیے اور وہ بغیر آپریشن کے ٹھیک ہو گئی اور اب تک ٹھیک ہے۔ الحمد للہ۔‘‘

(ماہنامہ خالد سیدنا ناصر نمبر اپریل، مئی 1983ء۔ صفحہ 291)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’جب بھی کوئی مشکل درپیش ہو تو آپ خدا کے حضور دعا میں لگ جائیں اگر آپ دعا کرنے کو اپنی عادت بنا لیں تو ہر مشکل کے وقت آپ کو حیران کن طور پر خدا کی مدد ملے گی اور یہ وہ بات ہے جو میری ساری عمر کا تجربہ ہے اب جبکہ میں بڑھاپے کی عمر کو پہنچ گیا ہوں تو میں یہ بتاتا ہوں کہ جب بھی ضرورت پڑی اور میں نے خدا کے حضور دعا کی تو میں کبھی ناکام نہیں ہوا۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کی۔‘‘

(الفضل 5 اگست 1999ء بحوالہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے کرام کے تعلق باللہ کے واقعات صفحہ 93)

آنکھوں کا نور واپس آ گیا

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ فرمودہ 25 جولائی 1986ء کو قبولیت دعا کے نتیجے میں ایک دوست کی آنکھوں کی معجزانہ شفایابی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

’’ڈھاکہ کے ایک احمدی دوست اپنے ایک زیرِ تبلیغ دوست کے متعلق جو احمدی نہیں یہ لکھتے ہیں کہ میں ان کو سلسلے کا لٹریچر بھی دیتا رہا اور کیسٹس بھی سناتا رہا جس سے رفتہ رفتہ ان کا دل بدلنے لگا۔ اور جماعت کے لٹریچر سے ان کو وابستگی پیدا ہو گئی اور وہ شوق سے مانگ کر پڑھنے لگے۔ اس دوران ان کی آنکھوں کو ایک ایسی بیماری لاحق ہو گئی کہ ڈاکٹروں نے یہ کہہ دیا کہ تمہاری آنکھوں کا نور جاتا رہے گا اور جہاں تک دنیاوی علم کا تعلق ہے کوئی ذریعہ ہم نہیں پاتے کہ تمہاری آنکھوں کی بصارت کو بچا سکیں۔ اس کا حال جب ان کے غیر احمدی دوستوں کو معلوم ہوا تو انہوں نے طعن و تشنیع شروع کر دی اور یہ کہنے لگے اور پڑھو احمدیت کی کتابیں۔ یہ احمدیت کی کتابیں پڑھ کر تمہاری آنکھوں میں جو جہنم داخل ہو رہی ہے اس نے تمہارے نور کو خاکستر کر دیا ہے۔ یہ اسی کی سزا ہے جو تمہیں مل رہی ہے۔ انہوں نے اس کا ذکر بڑی بے قراری سے اپنے دوست سے کیا۔ انہوں نے کہا تم بالکل مطمئن رہو تم بھی دعائیں کرو میں بھی دعائیں کرتا ہوں اور اپنے امام کو بھی میں دعا کے لیے لکھتا ہوں اور پھر دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کس طرح تم پر فضل نازل فرماتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد چند دن کے اندر اندر ان کی آنکھوں کی کایا پلٹنی شروع ہوئی اور دیکھتے دیکھتے سب نور واپس آ گیا۔ جب دوسری مرتبہ وہ ڈاکٹر کو دکھانے گئے تو انہوں نے کہا اس خطرناک بیماری کا کوئی بھی نشان میں باقی نہیں دیکھتا۔‘‘

(خطباتِ طاہر جلد 5 صفحہ 524 خطبہ جمعہ 25 جولائی 1986ء)

لاعلاج مریض روبہ صحت ہونے لگا

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ فرمودہ 25 جولائی 1986ء میں فرمایا:

’’ایران سے ڈاکٹر فاطمہ زہرہ لکھتی ہیں کہ میرا اکلوتا بیٹا دائیں ٹانگ کی کمزوری کی وجہ سے بیمار ہوا اور دن بدن حالت بگڑنے لگی یہاں تک کہ وہ لنگڑا کے چلنے لگا اور ماہر امراض کو دکھایا گیا لیکن کوئی تشخیص نہ ہو سکی اور انہوں نے اس کی صحت کے متعلق مایوسی کا اظہار کیا۔ وہ کہتی ہیں کہ مجھے اچانک دعا کا خیال آیا اور اس خیال کے ساتھ میں نے خود بھی دعا کی اور آپ کو بھی دعا کے لیے خط لکھا اور اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ وہ مریض جسے ڈاکٹروں نے لاعلاج قرار دے دیا تھا اسی دن سے رُوبصحت ہونے لگا اور باوجود اس کے کہ ڈاکٹروں کو اس کی بیماری کی کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی اس لیے علاج سے بھی معذور تھے بغیر علاج کے اس دن سے دیکھتے دیکھتے اس کی حالت بدلنے لگی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب بوقت تحریر وہ بالکل صحیح ہے۔‘‘

(خطباتِ طاہر جلد 5 صفحہ 526 خطبہ جمعہ 25 جولائی 1986ء)

فصلوں میں غیر معمولی برکت

مکرم منصور احمد صاحب لطیف آباد حیدر آباد سے تحریر کرتے ہیں کہ

’’مکرم میجر عبد الحمید شرما صاحب سابق نائب ناظم وقف جدید میرے بہنوئی مکرم چوہدری محمود احمد صاحب آف نوکوٹ کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ وقف جدید کی دو گھوڑیاں (جو بہت کمزور تھیں) آپ نے اپنے پاس رکھ لیں۔ برادرم چوہدری صاحب نے نہ صرف گھوڑیاں رکھنے کی حامی بھری بلکہ ملازمین کو ہدایت کی کہ ان کو کھلا فصلوں میں چھوڑ دیا جائے اس پر مزارعین نے اعتراض کیا کہ آپ اپنے حصے کی تو قربانی دے رہے ہیں ہمارا جو نقصان ہو گا اس کا کون ذمہ دار ہے۔ آپ نے جواباً کہا کہ جن فصلوں میں گھوڑیاں نہیں چھوڑی گئیں میں ان کی پیداوار کے لحاظ سے آپ کا حصہ دوں گا۔ اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ جن زمینوں میں گھوڑیاں چھوڑی گئیں ان کی فی ایکڑ پیداوار 50 من رہی اور جن میں نہیں چھوڑی گئیں ان کی اوسط پیداوار 45 من فی ایکڑ رہی۔ اس دوران گھوڑیاں بہت صحت مند ہو گئیں۔ میجر عبد الحمید شرما صاحب دوبارہ تشریف لائے اور گھوڑیاں دیکھ کر بہت خوش ہوئے انہوں نے یہ خوش کن اطلاع حضور پر نور کی خدمت میں بھجوائی تو حضورِ انور کی طرف سے جواب موصول ہوا کہ جن کھیتوں سے ان گھوڑیوں نے گھاس کھائی ہے اللہ کرے وہ کھیت سونا اگلیں۔ برادرم چوہدری صاحب بتاتے ہیں

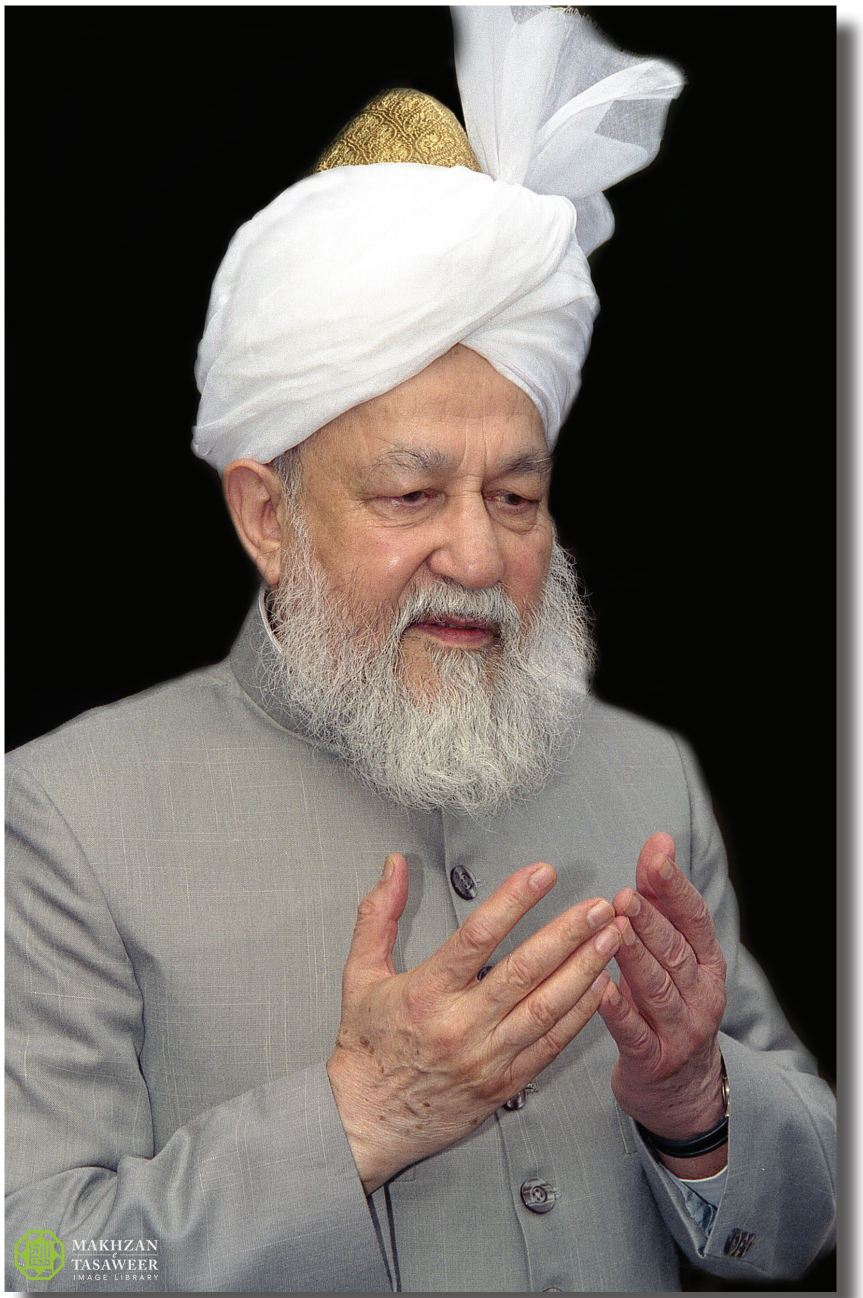

قدرتِ ثانیہ کے چوتھے مظہر حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

کہ اس کے بعد میری فصلوں میں غیر معمولی برکت عطا ہوئی اور اب تک یہ سلسلہ جاری ہے۔‘‘

(روزنامہ الفضل سیدنا طاہر نمبر 27 دسمبر 2003ء صفحہ 53)

یہ قبولیت کا نشان تھا

’’ڈاکٹر سید برکات احمد صاحب انڈین فارن سروس میں رہے، کئی کتب لکھیں، حضورِ انور ’’حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ‘‘ کی کتاب ’مذہب کے نام پر خون‘ کا انگریزی ترجمہ کیا۔ آپ مثانہ کے کینسر سے بیمار تھے جس کا امریکا میں آٹھ گھنٹے کا ناکام آپریشن ہوا اور ڈاکٹروں نے چار سے چھ ہفتے کی زندگی بتائی۔ حضورِ انور کی خدمت میں دعا کی درخواست کی تو جواب آیا: ’’دعا کی تحریک پر مشتمل آپ کے پرسوز و گداز خط نے خوب ہی اثر دکھایا اور آپ کے لیے نہایت عاجزانہ فقیرانہ دعا کی توفیق ملی اور ایک وقت اس دعا کے دوران ایسا آیا کہ میرے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا، میں رحمت باری سے امید لگائے بیٹھا ہوں کہ یہ قبولیت کا نشان تھا‘‘۔ چنانچہ حضور کی دعا کی قبولیت کے نتیجہ میں خدا کے فضل سے انہوں نے چار سال تک فعال علمی اور تحقیقی زندگی گزاری۔ ڈاکٹر ان کی زندگی اور فعال علمی و تحقیقی زندگی پر حیرت زدہ تھے۔ اور برکات صاحب بتاتے کہ ہمارے روحانی پیشوا کی دعا خدا تعالیٰ نے سنی تو ڈاکٹر سر ہلا کر کہتے ہاں معجزہ ہے، معجزہ ہے۔‘‘

(الفضل 9 دسمبر 2000ء بحوالہ روزنامہ الفضل سیدنا طاہر نمبر 27 دسمبر 2003ء صفحہ 53)

کبھی آنکھیں خراب نہ ہوئیں

مکرمہ امۃ القدوس شوکت صاحبہ بنت عبد الستار خان صاحب تحریر کرتی ہیں کہ ’’پاکستان میں گرمی کی وجہ سے میری آنکھیں ہر وقت خراب رہتی تھیں۔ حضور کو دعا کے لیے خط لکھا آپ نے دعا کی اور فرمایا انشاء اللہ ٹھیک ہو جائیں گی۔ اس وقت کے بعد کبھی میری آنکھیں خراب نہ ہوئیں۔‘‘

(روزنامہ الفضل 31 مئی 2003ء صفحہ 3)

یہ جرمن نوجوان ضرور جیتے گا

جرمنی میں ایک سوال و جواب کی مجلس کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

’’میں لنڈن ٹی وی پر جرمن کھلاڑی کو کھیلتے ہوئے دیکھ رہا تھا وہ کھیل رہا تھا تو میں نے دعا کی کہ اے خدا اسے جیت عطا فرما۔ میں نے اسی وقت اپنے گھر والوں کو کہہ دیا کہ یہ جرمن نوجوان ضرور جیتے گا کیونکہ مجھے قبولیت دعا کا یقین ہو گیا تھا۔ چنانچہ خدا کے فضل سے یہ جرمن کھلاڑی جیت گیا۔ آپ لوگ شاید دعا کی حقیقت کو پوری طرح نہ سمجھ سکیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ یہ قبولیت دعا کا معجزہ تھا۔ اور اس سے میری جرمن قوم کے ساتھ دلی وابستگی کا پتہ چلتا ہے کیونکہ یہ وہ قوم ہے جس نے ہمارے نوجوانوں کے ساتھ احسان کا سلوک کیا ہے۔‘‘

(ضمیمہ ماہنامہ انصار اللہ ربوہ دسمبر 1985ء بحوالہ روزنامہ الفضل سیدنا طاہر نمبر 27 دسمبر 2003ء صفحہ 55)

قدرتِ ثانیہ کے پانچویں مظہر حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ الودود بروح القدس

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

ہمیشہ اس کے آستانہ پر پڑے رہیں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز احباب جماعت کو دعا کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’یاد رکھیں کہ وہ سچے وعدوں والا خدا ہے۔ وہ آج بھی اپنے پیارے مسیح کی اس پیاری جماعت پر ہاتھ رکھے ہوئے ہے۔ وہ ہمیں کبھی نہیں چھوڑے گا اور کبھی نہیں چھوڑے گا اور کبھی نہیں چھوڑے گا۔

وہ آج بھی اپنے مسیح سے کیے ہوئے وعدوں کو اسی طرح پورا کر رہا ہے جس طرح وہ پہلی خلافتوں میں کرتا رہا ہے۔ وہ آج بھی اسی طرح اپنی رحمتوں اور فضلوں سے نواز رہا ہے۔ جس طرح پہلے وہ نوازتا رہا ہے اور انشاء اللہ نوازتا رہے گا...... پس دعائیں کرتے ہوئے اور اس کی طرف جھکتے ہوئے اور اس کا فضل مانگتے ہوئے ہمیشہ اس کے آستانہ پر پڑے رہیں اور اس مضبوط کڑے کو ہاتھ ڈالے رکھیں تو پھر کوئی بھی آپ کا بال بھی بیکا نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 354)

فکر نہ کریں اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا

’’4 مئی 2008ء جمعرات کا دن تھا۔ حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے فار ایسٹ ممالک کے دوران نانڈی فجی میں تھے۔ رات قریباً اڑھائی بجے کا وقت تھا کہ ربوہ، لندن اور دنیا کے مختلف ممالک سے فون آنے شروع ہوگئے کہ اس وقت ٹی وی پر جو خبریں آرہی ہیں ان کے مطابق ایک بہت بڑا سونامی طوفان فجی کے ساتھ والے جزائر TONGA میں آیا ہے اور یہ طوفان طاقت کے لحاظ سے انڈونیشیا والے سونامی سے بڑا ہے جس نے لاکھوں لوگوں کو غرق کر دیا تھا۔ اور دنیا کے کئی ممالک میں تباہی مچائی تھی۔ جب TV آن کیا تو یہ خبریں آرہی تھیں کہ یہ سونامی مسلسل اپنی شدت اور طاقت میں بڑھ رہا ہے اور صبح کے وقت نانڈی فجی کا سارا علاقہ غرق کر دے گا۔ صبح ساڑھے چار بجے جب حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نماز فجر کی ادائیگی کے لیے تشریف لائے تو حضورِ انور کی خدمت میں اس طوفان کے بارے میں رپورٹ پیش ہوئی اور جو پیغامات خیریت دریافت کرنے کے لیے فون پر موصول ہو رہے تھے ان کے متعلق بتایا گیا۔ حضورِ انور نے نماز فجر پڑھائی اور بڑے لمبے سجدے کیے۔ اور خدا کے حضور مناجات کیں۔ نماز سے فارغ ہو کر مسیح کے خلیفہ نے احباب جماعت کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ فکر نہ کریں اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا کچھ نہیں ہوگا۔

اس کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز واپس تشریف لے آئے۔ واپس آکر جب ہم نے TV آن کیا تو TV پر یہ خبریں آنا شروع ہوگئیں کہ اس سونامی کا زور ٹوٹ رہا ہے اور آہستہ آہستہ اس کی شدت ختم ہو رہی ہے۔ پھر قریباً دو اڑھائی گھنٹے کے بعد یہ خبریں آگئیں کہ اس طوفان کا وجود ہی مٹ گیا ہے۔ پس اس دنیا نے عجیب نظارہ دیکھا کہ وہ سونامی جس نے اگلے چند گھنٹوں میں لاکھوں لوگوں کو غرق کرتے ہوئے سارے علاقہ کو صفحہ ہستی سے مٹا دینا تھا خلیفۂ وقت کی دعا سے چند گھنٹوں میں خود اس کا وجود مٹ گیا۔ اس روز فجی کے اخبارات نے یہ خبریں لگائیں کہ سونامی کا ٹل جانا کسی معجزے سے کم نہیں۔‘‘

(حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کے تعلق باللہ کے واقعات صفحہ 110-111)

اعجازی رنگ میں بارش رکنے کا واقعہ

’’2004ء میں افریقہ کے دورہ کے دوران جب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نائیجیریا سے بینن پہنچے اور مشن ہاؤس آمد ہوئی تو عصر کا وقت تھا۔ شدید موسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔ نماز کے لیے صحن میں مارکی لگائی گئی تھی جو چاروں طرف سے کھلی تھی اور بارش کی وجہ سے وہاں نماز پڑھنا محال تھا۔ بلکہ کھڑا ہونا بھی مشکل تھا۔ حضور باہر تشریف لائے اور نماز کے بارہ میں دریافت فرمایا۔ امیر صاحب نے عرض کیا کہ اس وقت تو شدید بارش ہے اور نماز کے لیے باہر مارکی لگائی ہوئی ہے لیکن بارش کی وجہ سے مشکل ہو رہی ہے۔

حضورِ انور نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور فرمایا ’دس منٹ بعد نماز پڑھیں گے‘۔ اس کے بعد حضورِ انور اندر تشریف لے گئے۔ ابھی دو تین منٹ ہی گزر رہے تھے کہ یکدم بارش تھم گئی۔ آسمان صاف ہوگیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے دھوپ نکل آئی اور اسی مارکی کے نیچے نماز کا انتظام ہوگیا۔ مقامی احباب اس نشان پر بہت حیران ہوئے کہ یہاں بارش شروع ہوجائے تو کئی کئی گھنٹے جاری رہتی ہے۔ حضور نے دس منٹ کہا تو یہ تین منٹ میں ہی ختم ہوگئی اور نہ صرف ختم ہوئی بلکہ بادل بھی غائب ہوگئے۔‘‘

(الفضل انٹرنیشنل 25 ستمبر 2015 تا 1 اکتوبر 2015ء صفحہ 14)

اس کو خدا پر چھوڑ دیں اللہ فضل فرمائے گا

’’کینیڈا کے دورہ کے دوران جب کیلگری مسجد کا سنگ بنیاد رکھا جانا تھا تو ایک روز قبل امیر صاحب کینیڈا نے حضورِ انور کی خدمت میں عرض کیا کہ موسمی پیشگوئی کے مطابق کل یہاں کا موسم شدید خراب ہے۔ بڑی شدید بارش ہے اور طوفانی ہوائیں ہیں۔ اور کل صبح مسجد کا سنگ بنیاد ہے۔ مہمان بھی آرہے ہیں۔ امیر صاحب نے دعا کی درخواست کی۔

اس پر حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے کچھ دیر توقف فرمایا اور پھر فرمایا ’’جس مسجد کا سنگِ بنیاد ہم رکھنے جارہے ہیں وہ بھی خدا کا ہی گھر ہے اور موسم بھی خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اس لیے اس کو خدا پر چھوڑ دیں۔ اللہ فضل فرمائے گا۔‘‘

چنانچہ اگلے روز صبح بارش کا کوئی نام و نشان نہیں تھا۔ بڑا خوشگوار موسم تھا۔ سنگ بنیاد کی تقریب ہوئی۔ قریباً دو گھنٹے کا پروگرام تھا۔ تقریب سے فارغ ہو کر حضورِ انور واپسی کے لیے جب اپنی کار میں بیٹھے تو کار کا دروازہ باقی صفحہ نمبر 58 پر

قصرِ خلافت

ہم دوشِ ثریا ہے تُو اے قصرِ خلافت
تیرے در و دیوار میں ہے نورِ صداقت
لاریب تو ہے مظہرِ انوارِ سراسر
چمکے ہیں ترے نور سے مہر و مہ و اختر
تقدیس سے معمور ہر اک گوشہ ہے تیرا
صد جلوہ گہِ طُور ہر اک گوشہ ہے تیرا
یہ حُسن و شرف ابنِ مسیحاؑ کی عطا ہے
جو مرکزِ عرفان ہے جو اہلِ سخا ہے
اے قصرِ خلافت کوئی تجھ سا ہی نہیں ہے
تو رہبرِ کامل کی اقامت کا امیں ہے
وہ رہبرِ کامل رہِ ہستی کا قلاوز
اس نطقِ مقدس کی ہر اک بات ہے جائز
وہ پرچمِ اسلام کا تابندہ ستارا
وہ احمدیت کے لیے مضبوط سہارا

(اختر گوبندپوری)

”میں عافیت کا ہوں حصار“

(پروفیسر نصیر حبیب۔ لندن)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ بعثت سے قبل عقل و روحانیت دونوں کے سرچشمے خشک ہو چکے تھے اور دنیا ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (الروم: 42) کا نظارہ پیش کر رہی تھی۔ لیکن مولائے کل فخر رسل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی سے ایسا انقلاب رونما ہوا جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور پشتوں کے بگڑے ہوئے جن کی حالت يَأْكُلُوْنَ كَمَا تَأْكُلُ الْاَنْعَامُ (محمد: 13) جیسی تھی۔ ایسا الٰہی رنگ پکڑ گئے کہ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا (الفرقان: 65) کا نمونہ بن گئے۔ قرآن پاک کا ایک انقلاب یہ بھی ہے کہ اس نسخۂ کیمیا کے اعجاز سے زندگی کو یکتائی نصیب ہوئی اور عالم روحانی عالم جسمانی کے مشابہ قرار پایا اور تاریخ انسانی پہلی بار عقل کو جسے راہِ سلوک میں مقہور اور مردود سمجھا جاتا تھا شرف اور مرتبہ عطا ہوا۔ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْۤ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ (الملک: 11) اسلام وہ پہلا دین ہے جس کا ظہور تاریخ کی روشنی میں ہوا چنانچہ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (الروم: 42) سے لے کر وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا تک اس حیرت انگیز انقلاب کی تاریخ کا ہر ورق محفوظ ہے اور یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی نظیر تمام دنیا میں نہیں پائی جاتی اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ (النصر: 2) کی سند آپ کو عطا ہوئی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ (المائدہ: 4) کی بشارت بھی عطا ہوئی۔

نعمت کی تعریف قرآن پاک میں بیان ہوئی

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا (المائدہ: 21)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ بادشاہت اور نبوت دونوں انعام ہیں۔ ایک جسمانی اور دوسرا روحانی اور اگر بادشاہت مسلمانوں میں وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ کے بعد بھی جاری رہے گی تو پھر مسیح موعود بھی اسی امت میں سے ہوگا اور آپ کی غلامی میں نبی ہوگا اور ایمان کو ثریا سے زمین پر لائے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے عین مطابق خلافت راشدہ کے بعد کاٹنے والی اور جابر بادشاہتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ان جابر بادشاہتوں کے زمانے میں اللہ تعالیٰ مجدد دین کو بھیجتا رہا جو کہ امت مسلمہ کی راہنمائی کرتے رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ متکلمین جو قرآن پاک کے علمی انقلاب سے متاثر ہوئے تھے۔ انہوں نے یونانی فلسفے اور علوم کی اصلاح کرتے ہوئے سائنس کی بنیادوں کو تجربے اور مشاہدے پر استوار کیا۔ جس سے علمی دنیا میں ایک حیرت انگیز انقلاب آیا جس نے یورپ کو متاثر کیا چنانچہ نئی ایجادات کا دور شروع ہوا اور دنیا کیا سے کیا ہو گئی لیکن اس طرف مسلم دنیا کی حالت دگرگوں ہو گئی اور ظالم و جابر بادشاہوں کا علمائے سوء کے ساتھ گٹھ جوڑ عمل میں آیا۔ چنانچہ پاک روحیں اور ربانی علماء ان سے الگ ہو گئے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کو جب عباسی حکمران منصور کے دور میں قضا کے عہدے کی پیشکش ہوئی تو آپ نے انکار کر دیا۔ چنانچہ آپ کو ان کی خفگی کا نشانہ بننا پڑا غرض آپ نے سختیاں برداشت کیں۔ حکام کے ظلم سہے کوڑے کھائے۔ قید و بند کے عذاب جھیلے۔ کوفہ چھوڑ کر دارالامان مکہ کی طرف ہجرت کی لیکن حکومت وقت کا نہ کوئی عہدہ اختیار کیا اور نہ کوئی انعام یا نذر قبول کی۔

(تاریخی افکار اسلامی صفحہ 117، 118)

جابر بادشاہوں اور علماء کے درمیان گٹھ جوڑ کی وجہ سے امت مسلمہ نئے نئے علمی انکشافات سے محروم رہی۔ علماء جابر بادشاہوں کے سیاسی اقتدار کو اپنی مہر تصدیق سے مذہبی جواز فراہم کرتے اور یہ بادشاہ ان علماء کے جائز اور ناجائز فتووں کی حمایت کرتے۔ جو کہ جدید علوم کی تحصیل و ترویج کی راہ میں حائل ہوئے۔ مثال کے طور پر ترکی میں گھڑیال 1554ء میں پہنچ چکا تھا اس کے ساتھ ساتھ پریس ایجاد ہو چکا تھا لیکن یہ نئی ایجادات ترکی میں کیوں فروغ نہ پا سکیں۔ بقول سفیر آسٹریا Ogier Ghiselin de Busbeeq جو اپنے ایک خط میں لکھتا ہے

They hold that their scriptures, that is their sacred books, would no longer be scriptures, if they were printed;and if they established public clocks, they think the authority of their muezzins and their rites would suffer diminution.

(The Turkish letters of Ogier Ghiselin de Busbeeq,translated by E.S. Foster(oxford:1972), pp19-21)

چنانچہ سلطان محمد فاتح جو کہ سمندر پر لگی ہوئی زنجیر کے پار اپنے بحری جہازوں کو لے جانے میں کامیاب ہو گیا اور 1453ء میں قسطنطنیہ فتح کیا لیکن 1560ء میں اس کے جانشین علماء کے فتووں کی زنجیر کو توڑ نہ سکے اور زمانہ چال قیامت کی چل گیا جب آنکھ کھلی تو بہت دیر ہو چکی تھی۔ انیسویں صدی میں عالم اسلام مغرب کے حملوں کی زد میں تھا اور چشم مسلم ورطۂ حیرت میں گم تفسیر حرف پینسلون دیکھ رہی تھی۔ علماء نئے حملوں کی تاب نہ لا کر اپنے اپنے حلقوں میں گوشہ نشین ہو گئے اور جدت پسند اہل مغرب کے حملوں سے مرعوب ہو کر بقول اقبال

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

کا مصداق ہو گئے۔ امت مسلمہ کا اصل مسئلہ اخلاق تھا لیکن علماء تلوار سے دلوں کے زنگ اتارنے کے امکانات کا جائزہ لے رہے تھے۔ ایسے میں جب یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ وقت اس امت کی تقدیر کا فیصلہ لکھ دے گا اور موج خوں سر سے گزر جائے گی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے عین مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ظہور ہوا۔ آپ نے ایک طرف علمی ہتھیاروں سے اسلام کی برتری کل ادیان پر ثابت کر دی اور دوسری طرف اپنی قوت قدسی سے اسلام کی حقانیت اس طرح دلوں میں جاگزیں کر دی کہ پاک روحیں ہر چیز سے بے نیاز ہو کر بے خطر شہادت گہِ الفت میں اتر گئیں۔ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہوا اور آپ کے خلفاء کی قیادت میں اسلام کا حیات آفرین پیغام زمین کے کناروں تک پہنچ گیا۔ آج دنیا ایک نازک دور سے گزر رہی ہے۔ اہل مغرب جدید علوم کے نشہ میں سرشار خود پسندی کا شکار ہو گئے ہیں اور دوسری طرف امت مسلمہ اسلام کی حقیقی تعلیم سے محروم ہو کر اسلام دشمن قوتوں کے ہاتھوں میں کھیل رہی ہے۔

اہلِ مغرب نسلی برتری کا غرور اور امت مسلمہ کے قائدین کی بے روح تفسیریں اور جہاد کے غلط تصورات دنیا کو تباہی کے دھانہ پر لے آئے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اُس وقت سے ارباب بست و کشاد کو اس خطرے سے آگاہ کر رہے ہیں جب کوئی اس امر کا اندازہ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ بعد میں ان لیڈروں نے خود اس امر کی گواہی دی کہ جو حضور نے فرمایا وہی سچ تھا۔

اس وقت بقول مشہور مؤرخ ٹائن بی (Toynbee) تہذیب کی کشتی تاریخ کے سمندر میں پانچ یا چھ ہزار سال کا فاصلہ طے کر آئی ہے اور اب چٹانوں کی طرف بڑھ رہی ہے جس سے چکر کھا کر نکل جانا کشتی چلانے والے کے بس میں نہیں۔ بقول ٹائن بی اس وقت دنیا کو بچانے کے لیے ایک مابعد الطبیعیاتی ایمان کی ضرورت ہے اور یہ ایمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق لوکان الایمان معلقا بالثریا لنالہ رجل اورجال من فارس (بخاری) زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ کی تصدیق کرتا نظر آتا ہے۔

ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

☆...☆...☆

بقیہ: احمدیت کے علمبردار دو گروہوں کا تقابلی جائزہ......از صفحہ 54

ہو سکتی ہے، اور حضرت مسیح موعود کا الوصیت میں ارشاد ہے کہ وصیت دسویں حصے سے کم نہ ہو۔ ان وصیتوں سے جو روپیہ جمع ہو، اس کے متعلق آپ نے اپنی یہ تمنا بیان کی کہ اس کا روپیہ اشاعت قرآن پر صرف ہو، اور دنیا کی مختلف زبانوں میں قرآن کے تراجم ہو کر پھیلا دیے جائیں۔ یہ کل کا کل مستقل سرمایہ کے طور پر محفوظ رہے گا، جس کی آمدنی اور منافع سے ہمیشہ دین کا کام ہوتا رہے گا، اس منافع اور آمدنی کو کس طرح خرچ کیا جائیگا؟ اس کا فیصلہ انجمن ہی کرے گی...ہماری یہ کوشش ہونی چاہیے کہ دنیا کے تمام ممالک کے اندر ان کی زبانوں میں قرآن مجید کا ترجمہ پہنچا دیں۔ اگر ہم ایسا کر سکیں تو یہ ایک اس قدر عظیم الشان کام ہوگا، جس سے آج تک ساری اسلامی دنیا قاصر رہی ہے“۔ 1936ء کے بعد وصایا کی تحریک مستقل رنگ میں سال بہ سال ہوتی رہی، اور جماعت کے افراد اس میں حصہ لیتے رہے، اور جوبلی کے موقع پر اس تحریک سے ایک بڑا حصہ جوبلی فنڈ کا جمع ہوا“۔

(پیغام صلح 3 فروری 1937ء صفحہ 7۔ جلد 25 شمارہ 8۔ مجاہد کبیر صفحہ 194، ایڈیشن دسمبر 1962ء۔ ناشر احمدیہ اشاعت اسلام لاہور)

مولوی محمد علی صاحب کی یہ تقریر اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ کیسے وہ خدا کے فرستادے کے بنائے ہوئے نظام کے مقابل پر اپنے زعم میں ایک تحریک پیش کرتے ہیں۔ ”چار گز زمین“ اور ”لفظ پرستی“ کے تحقیرانہ الفاظ استعمال کر کے مامور زمانہ کے جاری کردہ الہامی نظام کی بے توقیری کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مگر جیسے وہ رسالہ الوصیت میں بیان کردہ نظام خلافت سے ناطہ توڑ کر غیر مبائعین میں شمار ہو کر تتر بتر ہوئے، ایسے ہی وصیت کے نظام اور حقیقی ثمرات سے بھی بے نصیب رہے، اور یہ نظام کبھی ان کے ہاں جاری نہیں ہو سکا۔ جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مطہر زمانے میں جس ”انجمن کارپرداز مصالح قبرستان“ کی بنیاد رکھی گئی خلافت کے زیر سایہ وہ آج بھی قائم دائم ہے۔ ”یہ مت خیال کرو کہ یہ صرف دور از قیاس باتیں ہیں۔ بلکہ یہ قادر کا ارادہ ہے جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے“۔ زمین و آسمان کے بادشاہ نے خود اپنے فضل سے نظام وصیت کو عالمگیر بنایا اور آج خدا تعالیٰ کے فضل سے دنیا کے 118 ممالک کے احمدی نظام وصیت میں شامل ہیں۔ قادیان اور ربوہ کے علاوہ بارہ مختلف ممالک میں مقبرہ موصیان قائم ہیں۔ ہر دور میں خلفائے کرام نے افراد جماعت کو اس بابرکت نظام میں شامل ہونے اور موصیان کو اپنے تقویٰ اور طہارت کے معیار کو بلند کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اور اس موضوع پر خلفائے کرام کے سینکڑوں خطبات اور تقاریر موجود ہیں۔“

(باقی آئندہ)

افریقہ ہو عرب ہو امریکہ ہو کہ یورپ پہنچی کہاں نہیں ہے اردو زباں ہماری!

خلافتِ احمدیہ اور اردو زبان

(میر انجم پرویز۔عربی ڈیسک یوکے)

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ (ابراہیم: 5)

ترجمہ: اور ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اس کی قوم کی زبان میں تا کہ وہ انہیں خوب کھول کر سمجھا سکے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ جب وہ کوئی پیغمبر بھیجتا ہے تو اس کو اس کی قوم کی اعلیٰ ترین زبان کا معجزہ بھی عطا فرماتا ہے اور زبان کا اعجازی نشان عطا فرمانے کا ایک مقصد ہوتا ہے جو معمولی زبان سے حاصل نہیں ہوسکتا اور وہ مقصد یہ ہے کہ تا وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو خوب کھول کر اور واضح کر کے لوگوں کے سامنے بیان کر دے۔ یُبَیِّن کے لفظ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رسول کا کلام تصنّع اور بناوٹ سے پاک ہوتا ہے جیسا کہ بعض مشکل پسند شعراء و ادباء تکلفاً اوپرے اور نامانوس الفاظ استعمال کر کے پیچیدہ اسلوب میں مضمون بندی کرتے ہیں تا کہ ان کی زبان دانی اور علمیت کا خوب رعب جمے۔ لیکن مامورینِ الٰہی کا کلام انتہائی فصیح و بلیغ ہونے کے ساتھ ساتھ ایسا سادہ اور واضح ہوتا ہے کہ اس سے جہاں عام مخاطب کو بھی ابلاغ ہو رہا ہوتا ہے وہاں اہلِ علم اس کلام کے بحر معانی میں ڈوب کر گنجینہ ہائے معارف و دقائق تلاش کرتے ہیں۔ دوسرا یہ آیت اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے کہ جب نبی کی بعثت ہوتی ہے تو اس وقت اس قوم کی زبان اپنا اصلاحی سفر طے کرتے ہوئے اس مرحلے پر پہنچ چکی ہوتی ہے جہاں اس میں تبیان (یعنی خوب کھول کر بیان) ہو سکے۔

سرزمین ہند کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی نشأۃِ ثانیہ اور اس کی تمام عالم میں اشاعت و غلبے کے لیے حضرت مسیح موعود و امام مہدی علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ آپؑ کی زبان اردو تھی۔ اس طرح عربی کے بعد اردو زبان آپؑ کی جماعت کی مذہبی زبان بن گئی۔

خلافت کے زیرِ سایہ اردو زبان عالمی زبان بن گئی ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد الٰہی وعدوں اور پیش گوئیوں کے مطابق خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا قیام عمل میں آیا، جس نے جماعت کے ننھے پودے کی نگہداشت اور آبیاری کی، جس کا تخم خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بویا تھا سو آج یہ تناور درخت بن چکا ہے جس کی شاخیں دنیا کے دوسو بارہ ممالک میں پھیل چکی ہیں۔ اور اللہ کے فضل سے جماعت کی ترقی کے ساتھ ساتھ اردو زبان بھی آپ کے غلاموں کے ذریعہ تمام دنیا میں پھیل چکی ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں:

''میں سمجھتا ہوں ایک اور چیز بھی ہے جو ہمیں بھولنی نہیں چاہیے اور وہ یہ ہے کہ بیرون ممالک میں جو لوگ احمدی ہوں گے وہ اردو زبان بھی سیکھیں گے۔ اس لیے اشاعت احمدیت سے اردو زبان کو بھی بہت زیادہ تقویت پہنچے گی۔ انڈونیشیا میں ہمارا مشن قائم ہے۔ وہاں جو لوگ احمدی ہوئے ان میں سے بعض نے اردو زبان سیکھی اور پھر بعض نے اپنے بچوں کو قادیان میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے بھی بھیجا۔ مشرقی افریقہ میں اردو جاننے والوں میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جو احمدی ہیں۔ بعض لوگ ایسے تھے جو اردو زبان کے بہت ہی مخالف تھے۔ ایک دوست ابوالہاشم صاحب تھے، انہیں احمدی ہونے سے قبل صرف احمدیت سے ہی نفرت نہیں تھی بلکہ وہ اردو زبان کو بھی سننا نہیں چاہتے تھے۔ وہ جب احمدی ہوئے تو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پڑھنے کے لیے بڑھاپے میں اردو زبان سیکھی اور پھر اپنے بچوں کو بھی سکھائی۔ اسی طرح عرب ممالک سے بھی بعض دوست آئے ہیں اور انہوں نے اردو زبان سیکھی۔ مسٹر بشیر احمد آرچرڈ انگلینڈ سے آئے اور انہوں نے اردو زبان سیکھی اور مسٹر کنزے جرمنی سے آئے ہیں، وہ بھی اردو سیکھیں گے۔ پس میں سمجھتا ہوں کہ احمدیت کی اشاعت کے ساتھ ساتھ اردو زبان پھیلتی جائے گی۔ یہ لوگ جب واپس جائیں گے اور چونکہ ان میں دوسری زبان سیکھنے کا بہت شوق ہے اس لیے یہ اپنے دوسرے دوستوں کو بھی اردو سکھائیں گے اور یہ چیز اردو زبان کی ترقی کا موجب ہو گی۔'' (انوار العلوم جلد 21 صفحہ 70)

اردو زبان کبھی مر نہیں سکتی

یہاں محترم چودھری محمد علی مضطر صاحب مرحوم کا ایک واقعہ یاد آ گیا۔ آپ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ نامور صحافی اور ادیب مولانا صلاح الدین احمد صاحب بہت اداس اور پریشان تھے۔ میں نے پوچھا کہ کیا بات ہے تو کہنے لگے کہ اردو زبان کے مستقبل کا سوچ کر پریشان ہوں کیونکہ یہ زبان اب زوال پذیر ہے اور لوگوں کی اس طرف توجہ نہیں۔ چودھری صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا کہ اردو زبان کبھی مر نہیں سکتی۔ آپ ربوہ آئیں، ہم آپ کو افریقہ، بنگلہ دیش اور انڈونیشیا وغیرہ ملکوں کے طلبہ سے ملوائیں گے جو ہماری طرح اردو بولتے، لکھتے اور پڑھتے ہیں۔ کہتے ہیں مولانا صلاح الدین صاحب یہ بات سن کر بے حد خوش ہوئے اور انہوں نے کہا آپ نے مجھے یہ خوشخبری سنا کر ایک مردہ جسم میں زندگی کی نئی روح پھونک دی ہے۔ اب میں اطمینان سے اس دنیا سے رخصت ہوسکتا ہوں۔

اے اردو! تو گھبرانا نہیں، تو فقیروں کا لگایا ہوا پودا ہے

اردو زبان ابھی اپنے لڑکپن میں قدم رکھ رہی تھی کہ ایک صوفی بزرگ خواجہ میر درد صاحب نے اس کی ترقی کے بارے میں ایک پیشگوئی کی جو آج پوری ہوچکی ہے۔ مولانا حکیم سید ناصر نذیر فراق صاحب دہلوی نے حضرت خواجہ میر درد صاحب کی حیات پر ایک کتاب ''میخانۂ درد'' کے نام سے تالیف کی، جس میں وہ بیان کرتے ہیں:

''چونکہ اردو کے ابھی الڑپنے کے دن تھے اور اسے دل ربائی کے پورے ناز و انداز نہ آئے تھے اس لیے کبھی کبھی فارسی سے یہ مات کھا جاتی اور کھسیانی ہو کر اپنا منہ بنا لیتی تو آپ (خواجہ میر درد) فرماتے: اے اردو! تُو گھبرانا نہیں، تُو فقیروں کا لگایا ہوا پودا ہے۔ خوب پھلے پھولے گی، تو پروان چڑھے گی۔ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ قرآن حدیث تیری آغوش میں آ کر آرام کریں گے۔ بادشاہی قانون اور حکیموں کی طبابت تجھ میں آ جائے گی اور تو سارے ہندوستان کی زبان مانی جائے گی۔''

(میخانۂ درد صفحہ 152-153۔ مطبوعہ 1344 ہجری۔ جید برقی پریس)

آج اردو زبان صرف ہندوستان کی زبان نہیں رہی بلکہ خلافت کی برکت سے یورپ اور افریقہ میں بھی اردو بولنے والے موجود ہیں۔ انڈونیشیا، ملائشیا اور عرب بھی اردو زبان سیکھ رہے ہیں تا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے سلسلہ کا کلام براہ راست پڑھ اور سمجھ سکیں۔

اردو زبان کا دائمی سرمایہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کی تائید و تجدید، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و عظمت اور قرآن کریم کی حقانیت کے اثبات میں پچاسی کتب تحریر فرمائیں جن میں سے پینسٹھ سے زائد کتب اردو زبان میں ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کے ملفوظات، جو سب کے سب اردو ہی میں ہیں، دس جلدوں میں محفوظ ہیں۔ نیز اشتہارات کی تین جلدیں اور آپ کے مکتوبات کی سات جلدیں ہیں۔ یہ اردو زبان میں ایک ایسا دائمی سرمایہ ہے جو نسلاً بعد نسلٍ نہ صرف احمدیوں کے دلوں کو منور کر رہا ہے بلکہ تمام قوموں کے مردہ دلوں کو جِلا بخش رہے ہیں۔ آج آپ کی منظومات کو عرب و عجم اور کئی افریقی اور مغربی قوموں کے باشندے ترنم سے پڑھتے اور اس سے روحانی تسکین حاصل کرتے ہیں۔

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بیان فرماتے ہیں:

''اردو پڑھنا سیکھنا اس لیے ضروری ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے ہی اس وقت دین کا صحیح فہم حاصل ہوسکتا ہے۔ کیونکہ آپ کی تفسیریں، آپ کی کتب، آپ کی تحریرات ہی ایک سرمایہ ہیں اور ایک خزانہ ہیں جو دنیا میں ایک انقلاب پیدا کرسکتی ہیں، جو صحیح اسلامی تعلیم دنیا کو بتا سکتی ہیں، جو حقیقی قرآنِ کریم کی تفسیر دنیا کو بتا سکتی ہیں۔''

(الفضل انٹرنیشنل 8 تا 14 فروری 2013ء)

اشاعتِ اسلام کے جدید ذرائع میں سے اہم ذریعہ اردو زبان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تصنیف لطیف 'تحفۂ گولڑویہ' میں یہ مضمون بیان فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تکمیل ہدایت کا زمانہ تھا اور مسیح موعود کا زمانہ اشاعتِ ہدایت کا زمانہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں ابلاغ کے ایسے ذرائع مہیا فرمائے ہیں جو پہلے وقتوں میں نہیں پائے جاتے تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ نے تکمیلِ اشاعت کو ایک ایسے زمانہ پر ملتوی کر دیا جس میں قوموں کے باہم تعلقات پیدا ہو گئے اور برّی اور بحری مرکب ایسے نکل آئے جن سے بڑھ کر سہولت سواری کی ممکن نہیں۔ اور کثرت مطابع نے تالیفات کو ایک ایسی شیرینی کی طرح بنا دیا جو دنیا کے تمام مجمع میں تقسیم ہو سکے۔ سو اس وقت حسب منطوق آیت وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (الجمعہ: 4) اور نیز حسب منطوق آیت قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (الاعراف: 159) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے بعث کی ضرورت ہوئی اور ان تمام خادموں نے جو ریل اور تار اور اگن بوٹ اور مطابع اور احسن انتظام ڈاک اور باہمی زبانوں کا علم اور خاص کر ملک ہند میں اردو نے جو ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایک زبان مشترک ہو گئی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بزبان حال درخواست کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم تمام خدام حاضر ہیں اور فرض اشاعت پورا کرنے کے لیے بدل و جان سرگرم ہیں۔ آپ تشریف لائیے اور اس اپنے فرض کو پورا کیجیے کیونکہ آپ کا دعویٰ ہے کہ میں تمام کافہ ناس کے لیے آیا ہوں اور اب یہ وقت ہے کہ آپ ان تمام قوموں کو جو زمین پر رہتی ہیں قرآنی تبلیغ کر سکتے ہیں اور اشاعت کو کمال تک پہنچا سکتے ہیں اور اتمام حجت کے لیے تمام لوگوں میں دلائل حقانیت قرآن پھیلا سکتے ہیں تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے جواب دیا کہ دیکھو میں بروز کے طور پر آتا ہوں۔''

(تحفۂ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ 262-263)

اردو زبان کا شاندار مستقبل

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آیت وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''چونکہ اس زمانے کے مامور حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر عربی کے بعد اردو میں الہام زیادہ کثرت سے ہوا ہے اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ اس آیت کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ آئندہ زبان ہندوستان کی اردو ہو گی اور دوسری کوئی زبان اس کے مقابل پر ٹھہر نہیں سکے گی۔''

(تفسیر کبیر جلد سوم صفحہ 444)

اردو کو نئی زندگی دو اور ایک نیا لباس پہنا دو

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 29 جولائی 1949ء کو کوئٹہ میں خدام الاحمدیہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''ہندوستان میں مختلف قوموں اور زبانوں کے اختلاط سے ایک زبان پیدا ہوئی جس کو اردو کہتے ہیں۔ اس زبان کی طرف ہندوستان میں بہت کم توجہ رہ گئی ہے بلکہ یہ کوشش کی جارہی ہے کہ اس کو بالکل مٹا دیا جائے۔ پنجاب کا شہری طبقہ اس کا بہت شائق چلا آتا ہے اور اس میں علامہ اقبال اور حفیظ جالندھری جیسے بڑے بڑے شاعر پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے اردو زبان کی بہت خدمت کی ہے اور ان کی وجہ سے ہندوستان

اور اس کے باہر اردو زبان بہت مقبول ہوگئی ہے۔ مگر پنجاب کے عوام اور غیر تعلیم یافتہ اشخاص ابھی اس سے بہت دور ہیں اور انہیں اس میں کلام کرنا دوبھر معلوم ہوتا ہے۔ اگر وہ اس میں بات کریں تو طریق گفتگو غیر زبان دانوں کا سا معلوم ہوتا ہے۔ یوں تو غیر مادری زبان میں گفتگو کرتے وقت ہمیشہ مشکلات پیش آتی ہیں اور لازمی طور پر لہجہ میں فرق معلوم ہوتا ہے۔ تاہم اگر آپس میں اردو زبان میں ہی گفتگو کی جائے تو اس میں مہارت حاصل کر لینا کوئی مشکل امر نہیں۔.......

پس میں آپ کو ایک نصیحت تو یہ کروں گا کہ اردو کو نئی زندگی دو اور ایک نیا لباس پہنا دو۔ آپ لوگوں کو چاہیے کہ ہمیشہ اس زبان میں ہی گفتگو کیا کریں۔ جب ہم اردو میں ہی گفتگو کریں گے تو لازمی بات ہے کہ بعض الفاظ کے متعلق ہمیں یہ پتا نہیں لگے گا کہ ان کو اردو زبان میں کس طرح ادا کرتے ہیں۔ اس پر ہم دوسروں سے پوچھیں گے اور اس طرح ہمارے علم میں ترقی ہوگی۔ بعض چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں لیکن انسان کو بڑی عمر میں بھی ان کی سمجھ نہیں آتی، لیکن جب وہ ایک زبان میں گفتگو کرنا شروع کر دے تو ان پر عبور حاصل کر لیتا ہے۔ پس ہمارے نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ پنجابی زبان چھوڑ دیں اور اُردو کو، جو اَب بے وطن ہوگئی ہے، اپنائیں۔ یہ بھی ایک بڑا مہاجر ہے۔ جس طرح مہاجروں کو زمینیں مل رہی ہیں، چاہیے کہ اسے بھی اپنے ملک میں جگہ دی جائے اور اسے اتنا رائج کر دیا جائے کہ آہستہ آہستہ یہ ہماری مادری زبان بن جائے۔ میں ان لوگوں میں سے نہیں جن کے خیال میں پنجابی زبان کو زندہ رکھنا ضروری ہے۔ میرے نزدیک اردو زبان کو ہی ہمیں اپنی زبان بنا لینا چاہیے اور اسے رواج دینا چاہیے۔ ملک کے کناروں پر اور پہاڑوں پر کہیں کہیں پنجابی زبان باقی رہ جائے تو حرج نہیں۔ اگر کسی کو پنجابی زبان سننے اور بولنے کا شوق ہوگا تو وہاں جا کر سن لے گا یا بول لے گا۔ پس میری نصیحت تو یہ ہے کہ تم اردو کو اپناؤ اور اس کو اتنا رائج کرو کہ یہ تمہاری مادری زبان بن جائے اور تمہارا لہجہ اردو دانوں کا سا ہو جائے۔''

(روزنامہ الفضل، 6 دسمبر 1966۔ مشعل راہ جلد اول صفحہ 536-538)

حضرت مصلح موعودؓ نے کوئٹہ میں یہ خطاب فرمایا۔ اگر اس نصیحت پر عمل کیا جائے تو لسانی تقسیم سے بچ کر وحدت قومی پیدا کی جاسکتی ہے۔ آج پاکستان کے مسائل کا حل بھی اسی نصیحت پر عمل کرنے میں ہے۔

احمدیت کی وجہ سے اردو زبان دوسرے ممالک میں پھیل رہی ہے

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں:

''ہمارے ملک میں یہ سوال عام طور پر پایا جاتا ہے کہ آیا اردو زبان کو ذریعہ تعلیم بنایا جائے یا انگریزی زبان کو بھی ذریعہ تعلیم بنایا جائے؟ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر اردو زبان کو ذریعہ تعلیم بنایا گیا تو پاکستان تمام ممالک سے کٹ جائے گا۔ ذریعہ تعلیم اسی زبان کو بنانا چاہیے جسے دوسرے لوگ بھی سیکھیں۔ احمدیت کی اشاعت سے یہ سوال بھی حل ہو جائے گا۔ احمدیت کی وجہ سے اردو زبان دوسرے ممالک میں پھیل رہی ہے اور ان شاء اللہ ایک دن ایسا آئے گا جب پاکستان کا ہر آدمی یہ سمجھنے لگ جائے گا کہ ہمیں کسی فارن لینگوئج یا اردو زبان کے علاوہ کسی اور زبان کو ذریعہ تعلیم بنانے کی ضرورت نہیں۔''

(انوار العلوم جلد 21 صفحہ 70)

اردو کے ساتھ جماعت کا روحانی رشتہ

حضرت مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثالثؒ) نے تعلیم الاسلام کالج کے تحت منعقدہ ''اردو کانفرنس'' بتاریخ 18/اکتوبر 1964ء بمقام ربوہ میں فرمایا:

''اردو کے ساتھ جماعت احمدیہ کا ایک پائیدار اور روحانی رشتہ بھی ہے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی اکثر تصانیف اردو ہی میں ہیں، اس لیے اردو زبان عربی کے بعد ہماری محبوب ترین زبان ہے۔ اسی لیے ساری دنیا میں جہاں جہاں احمدیہ مشن یا احمدی مسلمان موجود ہیں وہاں اردو سیکھی اور سکھائی جا رہی ہے۔ زبان اردو کی یہ وہ ٹھوس خدمت ہے جو جماعت احمدیہ دنیا کے گوشے گوشے میں کر رہی ہے۔ اردو ہماری مذہبی زبان ہے۔ یہ ہماری قومی زبان ہے۔ یہ ہماری آئندہ نسلوں کی زبان ہے۔ یہ وہ قیمتی متاع ہے جو ہمارے اسلاف سے ورثہ میں ملی ہے۔ اسے اس قابل بنائیے کہ ہماری آئندہ نسلیں اس ورثہ کو سرمایۂ افتخار تصور کریں اور اس پر بجا طور پر ناز کر سکیں۔'' (ذکر اردو صفحہ ج)

اردو رسائل زبان کی کس طرح خدمت کر سکتے ہیں؟

1931ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے ایک مضمون بعنوان ''اردو رسائل زبان کی کس طرح خدمت کر سکتے ہیں؟'' تحریر فرمایا، جس میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

''اردو زبان کی بڑی دقتوں میں سے ایک یہ دقت ہے کہ اس کی لغت کتابی صورت میں پوری طرح مدون نہیں ہے۔ اور نہ اس کے قواعد پورے طور پر محصور ہیں اور نہ مختلف علمی مضامین کے ادا کرنے کے لیے اصطلاحیں مقرر ہیں...... اردو کی ترقی کے لیے ایسے ذرائع اختیار کرنے چاہئیں کہ بجائے ایک محدود جماعت کی دلچسپی کا مرکز بننے کے جمہور کو اس سے دلچسپی پیدا ہو۔ خالص علمی رسائل صرف منتخب اشخاص کی توجہ منعطف کرا سکتے ہیں اور زبانیں چند آدمیوں سے نہیں بنتیں، خواہ وہ بہت اونچے پایہ کے کیوں نہ ہوں۔ قاعدہ یہ ہے کہ زبان عوام الناس بناتے ہیں اور اصطلاحیں علماء۔ اردو بھی اس قاعدے سے مستثنیٰ نہیں ہوسکتی۔ پس اگر ہم اردو کی ترقی کے مقصد میں کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو اس کا ذریعہ صرف یہی ہے کہ ہمارے ادبی رسالوں میں اس کے علمی پہلوؤں پر بحثیں ہوں تاکہ صرف پیش آنے والی مشکلات کے علاج ہی کا سامان نہ ہو بلکہ عوام الناس بھی ان تحقیقات سے واقف ہوتے جائیں۔ اس وقت خدا تعالیٰ کے فضل سے کئی اردو رسائل کامیابی سے چل رہے ہیں۔ اگر ان رسائل میں چند صفحات مستقل طور پر اس بات کے لیے وقف ہو جائیں کہ ان میں اردو زبان کی لغت یا قواعد یا اصطلاحوں وغیرہ پر بحثیں ہوا کریں گی تو یقیناً تھوڑے عرصہ میں وہ کام ہوسکتا ہے جو بڑی بڑی انجمنیں نہیں کر سکتیں۔ اور بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ جو نئی اختراعیں ہوں گی یا الفاظ کے استعمال یا قواعد زبان کے متعلق جو پہلو زیادہ وزنی معلوم ہوگا عام لوگ بھی اسی کو قبول کر لیں گے۔ کیونکہ دلچسپ اردو رسائل میں چھپنے کی وجہ سے وہ سب مضامین ان کی نظروں سے بھی گزرتے رہیں گے۔ ہاں یہ مدنظر رہے کہ مضمون ایسے رنگ میں ہو کہ سب لوگ اسے سمجھ سکیں......... میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ جو رسالہ اس تحریک پر عمل کرنا چاہے اس میں ایک ادبی کلب قائم کر دی جائے۔''

اس کے بعد حضورؓ نے بتایا کہ کس طرح مستند ادیبوں اور علماء کو اس کلب کا ممبر بنایا جائے۔ پھر فرمایا: ''تمام ممبروں سے امید کی جائے کہ جب کبھی کوئی سوال اردو لغت کے متعلق، نحوی قواعد کے متعلق، بعض علمی خیالات کے ادا کرنے میں زبان کی دقتوں کے متعلق، محاورات کے متعلق، تذکیر و تانیث اور جمع کے قواعد کے متعلق، بظاہر مترادف نظر آنے والے الفاظ کے متعلق، پرانی اصطلاحات کی تشریح یا نئی اصطلاحات کی ضرورت کے متعلق پیدا ہو تو بجائے خود حل کر کے خود ہی اس سے لطف حاصل کرنے کے وہ اس سوال کو رسالہ کے ادبی کلب کے حصہ میں شائع کرائیں۔ خواہ اپنا حل بھی ساتھ ہی لکھ دیں یا خالی سوال ہی لکھ دیں۔ ان سے یہ امید بھی کی جائے کہ جب کوئی ایسا سوال شائع ہو تو وہ اس کا جواب دینے کی کوشش کیا کریں۔... کلب کا کام فیصلہ کرنا نہ ہو بلکہ صرف ہر پہلو کو روشنی میں لانا ہو۔ اسی طرح جدید اصطلاحات کی ضرورتوں کو کلب کے صفحات میں شائع کیا جائے۔... میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ ضرورت ہو تو میں اس بحث کو واضح کرنے کے لیے اور اس تحریک سے لوگوں میں دلچسپی پیدا کرنے کے لیے بشرطِ فرصت اَور مضامین بھی لکھ سکتا ہوں۔''

(رسالہ ادبی دنیا، مارچ 1931، صفحہ 186-187)

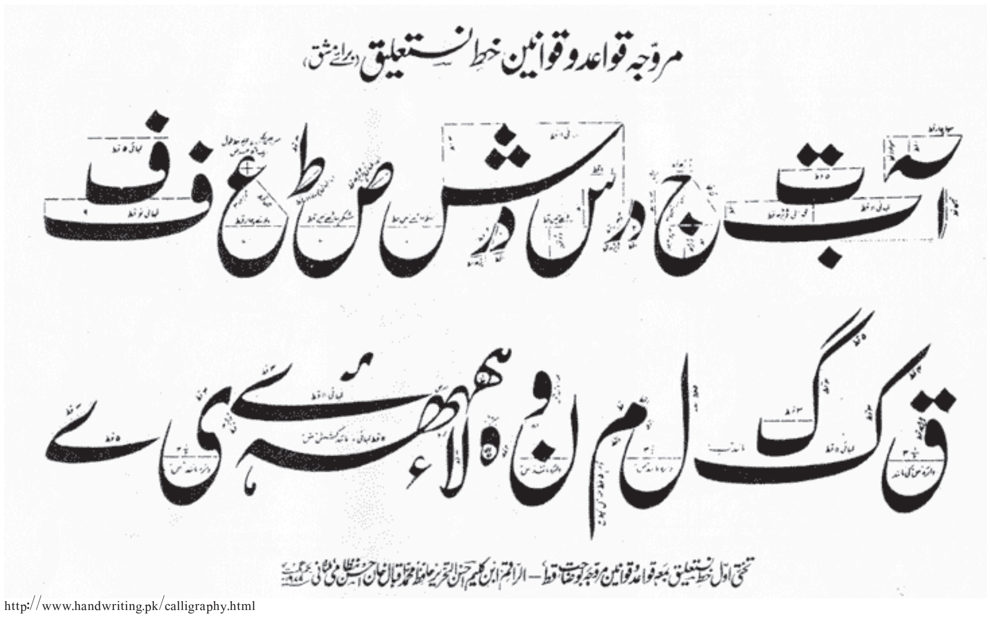

http://www.handwriting.pk/calligraphy.html

امام جماعت احمدیہ کے دل میں اردو زبان کے لیے ایک لگن

1931ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے ایک مضمون بعنوان ''اردو رسائل زبان کی کس طرح خدمت کر سکتے ہیں؟'' تحریر فرمایا۔ اس مضمون کو برصغیر پاک و ہند کے نامور ادیب مولانا احسان اللہ خان تاجور نجیب آبادی نے اپنے رسالہ ''ادبی دنیا'' میں شائع کیا۔ نیز اپنے ادارتی نوٹ میں تحریر کیا:

''حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ کی توجہاتِ بے کراں کا میں سپاس گزار ہوں کہ وہ ''ادبی دنیا'' کی مشکلات میں ہماری عملی مدد فرماتے ہیں۔ میں نے ان کی جناب میں امداد کی نہ کوئی درخواست کی تھی، نہ مجھے احمدی ہونے کا شرف حاصل ہے اور نہ ادبی دنیا کوئی مذہبی پرچہ ہے مگر حضرت مرزا صاحب اپنی عزیز مصروفیتوں میں سے علم و ادب اور علم و ادب کے خدمت گزاروں پر توجہ فرمائی کے لیے بھی وقت نکال لیتے ہیں۔ ملکی زبان و ادب سے جناب موصوف کا یہ اعتنا ان علماء کے لیے قابل توجہ ہے جو اردو کی خدمت کو تضیع اوقات سمجھتے ہیں۔'' (ادبی دنیا مارچ 1931، صفحہ 131)

ادبی دنیا کے اگلے شمارے میں مولانا موصوف نے لکھا:

''پچھلے نمبر میں حضرت امام جماعت احمدیہ قادیان کی توجہِ بے کراں کا حال آپ نے پڑھ لیا ہوگا۔ امام جماعت احمدیہ، مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود کے خلف الرشید اور ان کے خلیفہ ہیں۔ مرزا صاحب مرحوم کی تصانیف اردو ادب کا ذخیرۂ بے کراں ہیں۔ اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ کے مطابق ان کے نامور فرزند کے دل میں اردو زبان کے لیے ایک لگن اور اردو کے خدمت گزاروں سے ایک لگاؤ موجود ہے۔''

(ادبی دنیا اپریل 1931، صفحہ 199-200)

اردو زبان کے مسائل حل کرنے کی ضرورت

حضرت مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثالثؒ) تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے پرنسپل تھے۔ آپ نے کالج کے زیرِ انتظام 18/ اکتوبر، 1964ء کو کل پاکستان اردو کانفرنس کا انعقاد فرمایا۔ جس میں ملک کے بعض نامور شعراء و ادباء نے شرکت کی۔ اردو کانفرنس کے انعقاد کا مقصد اردو کی ترویج و ترقی کے مسائل پر تعمیری نقطۂ نظر سے سوچ بچار کرنا تھا۔ اس کانفرنس کے خطبۂ استقبالیہ میں آپ نے فرمایا:

''اس کانفرنس کے مقاصد خالصۃً تعمیری اور مثبت ہیں۔... اردو کو وہ ارفع مقام دیا جاسکتا ہے جو اس کا واجبی حق ہے۔ یہ ایک عظیم قومی حادثہ ہے کہ زبان کا مسئلہ، جو خالصۃً قومی اور علمی سطح پر حل کیا جانا چاہیے تھا، سیاسی نعرہ بازی اور مہمل جذبات کا شکار ہو کر رہ گیا اور سترہ سال کا طویل عرصہ بے کار مباحث اور مجرمانہ غفلت کے ہاتھوں ضائع ہوگیا۔... اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ سہل انگاری اور خوش فہمی کے گنبد سے نکل کر ہم حقائق کی دنیا میں قدم رکھیں۔ ٹھنڈے دل سے اپنی مشکلات کا جائزہ لیں اور سنجیدگی سے اپنے تعلیمی، تدریسی، علمی، ادبی، لسانی اور طباعتی مسائل کا حل تلاش کریں۔ زبان و بیان، تلخیص و ترجمہ، رسم الخط اور اس قسم کے دیگر عقدوں کی گرہ کشائی کی کوشش کریں۔ ایسا لائحہ عمل بنائیں اور اس کی تشکیل ایسے خطوط پر کریں جس سے یہ گومگو کی کیفیت ختم ہو اور اس ذہنی دھند سے نجات ملے جو قومی افق پر عرصہ سے چھائی ہوئی ہے۔'' (ذکرِ اردو، صفحہ ب،ج)

ساری دنیا کے دلوں پر اردو کی حکومت ہو

حضرت مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثالثؒ) نے ''اردو کانفرنس'' میں مزید فرمایا:

''اردو ایک زندہ قوم کی زبان ہے۔ ادبیات کی اہمیت مسلّم، لیکن یہ نہ بھولیے کہ اردو زبان کا یہ بھی حق ہے کہ شعر و ادب کے روایتی اور محدود دائرے سے باہر نکلے اور زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہو جائے۔ ساری دنیا کے دلوں پر اس کی حکومت ہو۔

قومیں اسے لکھیں، بولیں اور اس پر فخر کریں اور بین الاقوامی زبانوں کی محفل میں اردو بھی عزت کے بلند مقام پر سرفراز ہو۔... میں اللہ کے حضور دست بدعا ہوں کہ وہ ہم سب کو ایسا انداز فکر عطا فرمائے اور اس نہج پر کام کرنے کی توفیق دے جو نہ صرف زبان اردو کے لیے بلکہ ہمارے لیے اور ہماری آنے والی نسلوں کے لیے خیروبرکت کا باعث ہو۔ اللّٰھم آمین‘‘

(ذکر اردو صفحہ ج، د)

جماعت احمدیہ کا اردو زبان پر احسان

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے 28 مارچ 1971ء کو مجلس مشاورت کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے تراجم کے بارہ میں فرمایا:

’’ضروری ہے کہ ہم ہر انسان تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کلام پہنچادیں۔ یہ صحیح ہے کہ ترجمہ بہرحال ترجمہ ہے۔ اصل سے تو وہ کسی طور پر مقابلہ نہیں کرسکتا، لیکن ان کو جب ترجمہ پڑھ کر اس بیان کا چسکا پڑجائے گا جس کا کہ وہ ترجمہ ہے تو پھر کہیں گے کہ ہمیں اردو سکھاؤ تا کہ ہم اصل کو بھی پڑھیں۔... ایک دفعہ ہمارے کالج میں اردو کانفرنس ہوئی تھی۔ اس موقع پر میں نے ان کو کہا تھا کہ جماعت احمدیہ کا زبانِ اردو پر یہ احسان ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب پڑھنے کی خاطر ساری دنیا کی قوموں میں اردو پڑھنے کا شوق پیدا ہوگیا ہے۔ یعنی ایک حصہ میں تو اب ہے اور کچھ کو بعد میں احمدیت کی وجہ سے شوق ہوجائے گا۔‘‘

(تحریک جدید ایک الٰہی تحریک جلد چہارم صفحہ 796)

اردو کی طرف توجہ کریں

خلفائے سلسلہ بار بار جماعت کو اردو زبان سیکھنے کی طرف توجہ دلاتے رہتے ہیں تا کہ افراد جماعت اور آئندہ نسلیں ان روحانی خزائن سے اپنے آپ کو مالامال کرنے کی صلاحیت پیدا کرسکیں جو ہزاروں سال سے مدفون تھے اور آج اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ وہ خزائن ہمارے لیے کھول دیے ہیں لیکن ان خزانوں سے اپنی جھولیاں بھرنے کے لیے ہمیں اردو زبان سیکھنی ہوگی کیونکہ یہ ان خزائن کی کلید ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’آپ اردو کی طرف توجہ کریں۔ الہامات کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اکثر تحریرات اردو ہی میں ہیں۔ جب تک آپ اردو نہیں سیکھیں گے آپ حضرت مسیح موعودؑ کی پُرمعارف کتب میں بیان فرمودہ نکاتِ روحانیت سے صحیح معنوں میں آشنا نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ ترجمہ میں وہ خوبصورتی اور لطف ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا جو حضور کی اپنی تحریرات کو پڑھنے سے حاصل ہوسکتا ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 2/ جولائی 1993ء بمقام اوسلو ناروے)

بچوں کو معیاری اردو زبان سکھانی ضروری ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 17/ فروری 1989ء میں فرماتے ہیں:

’’بچپن ہی سے عربی زبان کے لیے بنیاد قائم کرنی چاہیے اور جہاں ذرائع میسر ہوں اس کی بول چال کی تربیت بھی دینی چاہیے۔..... عربی کے بعد اردو بھی بہت اہمیت رکھتی ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کی کامل غلامی میں اس زمانے کا جو امام بنایا گیا ہے اس کا اکثر لٹریچر اردو میں ہے۔ احمدیہ لٹریچر چونکہ خالصتاً قرآن اور حدیث کی تفسیر میں ہے اس لیے عرب پڑھنے والے بھی جب آپ کے عربی لٹریچر کا مطالعہ کرتے ہیں تو حیران رہ جاتے ہیں کہ قرآن اور حدیث پر ایک ایسی گہری معرفت اس انسان کو حاصل ہے کہ جو اِن لوگوں کے وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتی تھی جو مادری لحاظ سے عربی زبان سیکھنے اور بولنے والے ہیں۔.... پس عربی کے ساتھ ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اردو لٹریچر کا مطالعہ بھی ضروری ہے۔ اور بچوں کو اتنے معیار کی اردو سکھانی ضروری ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اردو لٹریچر سے براہ راست فائدہ اٹھا سکیں۔ جہاں تک دنیا کی دیگر زبانوں کا تعلق ہے، خدا تعالیٰ کے فضل سے اب دنیا کے اکثر اہم ممالک میں ایسی احمدی نسلیں تیار ہو رہی ہیں جو مقامی زبان نہایت شستگی کے ساتھ اہل زبان کی طرح بولتی ہیں۔...... لیکن افسوس یہ ہے کہ ان کا اردو کا معیار ویسا نہیں رہا... پس آئندہ اپنی واقفین نسلوں کو کم از کم تین زبانوں کا ماہر بنانا ہوگا۔ عربی، اردو اور مقامی زبان۔‘‘

(مشعل راہ جلد سوم۔ صفحہ 422-423)

اردو سیکھے بغیر ہمارا مقصد پورا نہیں ہوسکتا

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’واقفین نو کو جامعہ کے لیے تیار کریں... جو جامعہ میں نہیں آرہے، وہ بھی زبانیں سیکھنے کی طرف توجہ کریں... تین زبانیں اُن کو آنی چاہئیں۔ ایک تو اُن کی اپنی زبان ہو، دوسرے اردو ہو، تیسرے عربی ہو۔ عربی تو سیکھنی ہی ہے، قرآنِ کریم کی تفسیروں اور بہت سارے میسر لٹریچر کو سمجھنے کے لیے۔ اور پھر قرآن کریم کا ترجمہ کرتے ہوئے جب تک عربی نہ آتی ہو صحیح ترجمہ بھی نہیں ہوسکتا۔ اور اردو پڑھنا سیکھنا اس لیے ضروری ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے ہی اس وقت دین کا صحیح فہم حاصل ہوسکتا ہے۔ کیونکہ آپ کی تفسیریں، آپ کی کتب، آپ کی تحریرات ہی ایک سرمایہ ہیں اور ایک خزانہ ہیں جو دنیا میں ایک انقلاب پیدا کرسکتی ہیں، جو صحیح اسلامی تعلیم دنیا کو بتا سکتی ہیں، جو حقیقی قرآنِ کریم کی تفسیر دنیا کو بتا سکتی ہیں۔ ہمیں زیادہ سے زیادہ زبانوں کے ماہرین چاہئیں۔ پس اردو زبان سیکھے بغیر بھی صحیح طرح زبانوں میں مہارت حاصل نہیں ہوسکتی۔... ہمیں زیادہ سے زیادہ زبانوں کے ماہرین چاہئیں۔ اس طرف واقفینِ نَو کو بہت توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر جامعہ کے طلبہ کے علاوہ کوئی کسی زبان میں مہارت حاصل کرتا ہے تو اُسے جیسا کہ مَیں نے کہا عربی اور اردو سیکھنے کی طرف بھی توجہ کرنی چاہیے۔ اس کے بغیر وہ مقصد پورا نہیں ہوسکتا۔

(الفضل انٹرنیشنل 8 تا 14 فروری 2013ء)

اردو پڑھنی بھی سیکھیں، لڑکیاں جو واقفاتِ نَو ہیں، جو پاکستانی اوریجن (Origin) کی ہیں، پاکستان سے آئی ہوئی ہیں، جن کو اردو بولنی آتی ہے، وہ اردو پڑھنی بھی سیکھیں اور جو یہاں باہر کے ملکوں میں رہ رہی ہیں وہ مقامی زبان بھی سیکھیں۔ جہاں انگلش ہے، جرمن ہے یا ایسے علاقوں میں ہیں جہاں انگلش سرکاری زبان ہے اور مقامی لوکل زبانیں اَور ہیں وہ بھی سیکھیں، عربی سیکھیں، پھر اپنے آپ کو تراجم کے لیے پیش کریں۔ مَیں نے دیکھا ہے عورتوں میں، لڑکیوں میں زبانوں کا ملکہ زیادہ ہوتا ہے۔ اس لیے وہ اپنے آپ کو پیش کرسکتی ہیں۔‘‘

(الفضل انٹرنیشنل 8 تا 14 فروری 2013ء)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’وہ واقفین نو جو شعور کی عمر کو پہنچ چکے ہیں اور جن کا زبانیں سیکھنے کی طرف رجحان بھی ہے اور صلاحیت بھی ہے، خاص طور پر لڑکیاں، وہ انگریزی، عربی، اردو اور ملکی زبان جو سیکھ رہی ہیں جب سیکھیں تو اس میں اتنا عبور حاصل کرلیں کہ جماعت کی کتب اور لٹریچر وغیرہ کا ترجمہ کرنے کے قابل ہوسکیں تبھی ہم ہر جگہ نفوذ کر سکتے ہیں۔...‘‘

(الفضل انٹرنیشنل 2 تا 8 جولائی 2004ء)

جن کو اردو بولنی آتی ہے وہ اردو پڑھنی بھی سیکھیں

ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’اردو پڑھنی بھی سیکھیں، لڑکیاں جو واقفاتِ نَو ہیں، جو پاکستانی اوریجن (Origin) کی ہیں، پاکستان سے آئی ہوئی ہیں، جن کو اردو بولنی آتی ہے، وہ اردو پڑھنی بھی سیکھیں اور جو یہاں باہر کے ملکوں میں رہ رہی ہیں وہ مقامی زبان بھی سیکھیں۔ جہاں انگلش ہے، جرمن ہے یا ایسے علاقوں میں ہیں جہاں انگلش سرکاری زبان ہے اور مقامی لوکل زبانیں اَور ہیں وہ بھی سیکھیں، عربی سیکھیں، پھر اپنے آپ کو تراجم کے لیے پیش کریں۔ مَیں نے دیکھا ہے عورتوں میں، لڑکیوں میں زبانوں کا ملکہ زیادہ ہوتا ہے۔ اس لیے وہ اپنے آپ کو پیش کرسکتی ہیں۔‘‘

(الفضل انٹرنیشنل 8 تا 14 فروری 2013ء)

قرآن وحدیث کو سمجھنا ہے تو اردو سیکھیں

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’اگر قرآن کو سمجھنا ہے یا احادیث کو سمجھنا ہے تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ یہ تو بڑی نعمت ہے ان لوگوں کے لیے جن کو اردو پڑھنی آتی ہے کہ تمام کتابیں اردو میں ہیں۔ اکثریت اردو میں ہیں، چند ایک عربی میں بھی ہیں۔ پھر جو پڑھے لکھے نہیں ان کے لیے مساجد میں درسوں کا انتظام موجود ہے ان میں بیٹھنا چاہیے اور درس سننا چاہیے۔ پھر ایم ٹی اے کے ذریعہ سے اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ اور اسی طرح اُردو دان طبقہ جو ہے، ملک جو ہیں، وہاں سے اردو کے پروگرام بن کے آنے چاہئیں۔ جس میں زیادہ سے زیادہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس کلام کے معرفت کے نکات دنیا کو نظر آئیں اور ہماری بھی اور دوسروں کی بھی ہدایت کا موجب بنیں۔‘‘

(مشعل راہ جلد پنجم حصہ دوم)

13/ ستمبر 2005ء کو ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی وقف نو سویڈن کے ساتھ کلاس ہوئی جس میں ایک بچے (سلیمان تقی) نے تلاوت کا اردو ترجمہ پڑھ کر سنایا۔ اس پر حضورِ انور نے فرمایا: ’’بڑا اچھا ترجمہ پڑھا ہے، کمال کر دیا ہے۔ حضورِ انور نے کلاس کے بچوں سے بھی دریافت فرمایا کہ کس کس کو اردو پڑھنی آتی ہے۔‘‘ حضور نے فرمایا: ’’جس طرح اس بچے نے اردو زبان سیکھی ہے تو باقی بچے بھی اسی طرح سیکھ سکتے ہیں۔‘‘ حضورِ انور نے بچوں سے فرمایا: ’’آپ سب اردو زبان سیکھیں۔ آپ نے کل کو بڑے ہونا ہے، حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اردو کتب پڑھنی ہیں، پھر ان کتب کے تراجم کرنے ہیں، اس لیے آپ کو اردو آنا ضروری ہے۔‘‘

(الفضل انٹرنیشنل 28/ اکتوبر تا 03 نومبر 2005ء)

الفضل پڑھنے سے آپ کی اردو بہتر ہوگی

اسی طرح پیارے حضور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے حالیہ دورۂ امریکہ میں 29/ اکتوبر 2018ء بروز سوموار مبلغین سلسلہ کے ساتھ ملاقات میں فرمایا:

’’الفضل کا مطالعہ کیا کریں۔... الفضل پڑھنے سے آپ کی اردو بہتر ہوگی۔‘‘

(الفضل انٹرنیشنل 8 فروری 2019ء صفحہ 15)

اردو زبان اور ہمارا فرض

اردو زبان وہ خوش قسمت زبان ہے جو عربی زبان کے بعد تکمیل اشاعت دین حق کے لیے خدا تعالیٰ کی طرف سے چن لی گئی ہے۔ اس خوش بختی پر اُردو زبان جس قدر بھی ناز کرے کم ہے۔ یہ وہ مبارک زبان ہے جس کے ذریعے سے اسلام اور رسول کریم ﷺ کا نام تمام دنیا اور تمام قوموں تک پھیل جائے گا۔ خلفائے احمدیت بار بار جماعت کو اور خاص کر بچوں اور آئندہ نسلوں کو اردو سیکھنے سکھانے کی طرف توجہ دلاتے ہیں، کیونکہ اوّل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا لٹریچر اکثر اردو ہی میں ہے۔ پھر خلفائے سلسلہ کی کتب، خطبات وخطابات بھی عموماً اردو ہی میں ہیں۔ آج جماعت کے مشن دنیا کے اکثر ممالک میں کام کر رہے ہیں اور تمام اقوام عالم کو اسلام کی حقیقی تعلیم سے روشناس کروا رہے ہیں۔ اردو کے بغیر یہ کام ناممکن ہے، کیونکہ اردو جانے بغیر ان علوم سے واقفیت ہی نہیں ہوسکتی۔ جب اپنا کیسہ خالی ہو تو کوئی کسی اور کو کیا دے سکتا ہے۔ اس لیے ان علوم سے اپنا دامن بھرنے کے لیے اردو زبان ہی بنیادی ذریعہ ہے۔ آج دنیا کے بارہ ممالک میں چودہ جامعات احمدیہ کام کر رہے ہیں جن میں بھارت اور پاکستان کے علاوہ بنگلہ دیش، انڈونیشیا، برطانیہ، جرمنی، کینیڈا، گھانا (میں دو)، تنزانیہ، سیرالیون، نائیجیریا اور بورکینا فاسو شامل ہیں۔ ان چودہ جامعات میں بیسیوں ممالک کے طلبہ اسلام کی حقیقی تعلیم حاصل کر رہے ہیں جس کا بنیادی ذریعہ اردو زبان ہی ہے۔ پھر یہی طلبہ فارغ التحصیل ہوکر مختلف ممالک میں اسلام کی حقیقی تعلیم دنیا میں پھیلاتے ہیں۔ اسی طرح جماعت میں بیشتر رسائل واخبارات اردو زبان ہی میں شائع ہو رہے ہیں جن میں الفضل سب سے نمایاں ہے جو خلیفۃ المسیح کے تازہ بتازہ ارشادات وہدایات اور علوم ومعارف کو فوری طور پر افراد جماعت کو پہنچاتا ہے جو اس سے آگے دیگر زبانوں میں ترجمہ ہوکر ساری قوموں تک پہنچتے ہیں۔ اس طرح خلافت کے زیر سایہ احمدیت کا یہ قافلہ دن بدن آگے بڑھتا چلا جارہا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی ترقی اور اشاعت میں اردو زبان کا نمایاں کردار ہے۔ اسی لیے خلفائے سلسلہ جماعت کو گاہے بگاہے اردو سیکھنے کی طرف توجہ دلاتے رہتے ہیں۔ ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ خود بھی اور آئندہ نسلوں کو بھی اردو زبان سکھائیں اور اس معیار کی اردو سکھائیں کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلیفۃ المسیح کے کلام کو سمجھ سکیں اور آگے پہنچا سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆...☆...☆

تعارف کتاب

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے قضائی فیصلے و ارشادات

(فرخ سلطان محمود)

نام کتاب: ”حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے قضائی فیصلے و ارشادات“
ناشر: دار القضاء سلسلہ عالیہ احمدیہ ربوہ
سن و مقام اشاعت: 2019ء۔ UK
ضخامت: 592 صفحات

تاریخ مذاہب پر نظر دوڑائیں تو معلوم ہوگا کہ قضا کا قیام انبیاء کی سنت ہے۔ تمام انبیاء ہی لوگوں کے تنازعات کے فیصلے کرتے رہے ہیں۔ لیکن اس نظام عدل کا اپنے کمال تک پہنچنا خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذریعہ ہی مقدّر تھا۔ چنانچہ اسلام نے دنیا کا بہترین نظام عدل متعارف کروایا۔ اس نظام کے قیام کے لیے آنحضرت ﷺ نہ صرف خود فیصلے فرمایا کرتے تھے بلکہ آپؐ نے اپنے صحابہ کی تربیت کے لیے اپنی نگرانی میں ان سے فیصلے بھی کروائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ: فإن القضاء فريضة محكمة وسنة متبعة۔ (دار قطنی)۔ یعنی قضاء ایک محکم فریضہ اور ایسی سنت ہے جس کی اتباع کی جانی ضروری ہے۔

آنحضرت ﷺ نے اپنے اصحاب کی ایسی عمدہ تربیت کی کہ آنحضرت ﷺ کے بعد آپؐ کے خلفائے راشدین بھی سنّتِ نبوی ﷺ کے موافق لوگوں کے تنازعات کے فیصلے کرتے رہے۔ اور اسی طرح حضرت امام آخرالزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپؑ کے خلفائے عظام نے بھی یہ سلسلہ جاری رکھا۔ یہ بھی خدا کی قدرت ہے کہ جس طرح اسلام کی نشأۃ اولیٰ میں دوسرے خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باقاعدہ قضائی نظام کی بنیاد رکھی تھی اسی طرح اسلام کی نشأۃ ثانیہ میں بھی حضرت مسیح موعودؑ کے خلیفۂ دوم سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ نے جماعت احمدیہ میں دار القضاء کی بنیاد رکھی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور رحم کے ساتھ جب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی گریہ وزاری اور عاجزانہ دعاؤں کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے ایک فرزند موعود کی بشارت دی تو اس بابرکت وجود کی صفات حسنہ کے ضمن میں یہ بھی فرمایا کہ ”وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا“۔ ان چند الہامی الفاظ کے بارہ میں اگرچہ بے شمار مضامین تحریر کیے جاچکے ہیں اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا لیکن امر واقعہ یہ بھی ہے کہ آج جس ضخیم کتاب کا تعارف ہمارے پیش نظر ہے اس کے سینکڑوں اوراق پر محیط اس اولوالعزم موعود اور بابرکت وجود کے ہزاروں ارشادات بھی اس عظیم الشان ”پیشگوئی مصلح موعود“ کے مذکورہ بالا الفاظ پر مہرِ تصدیق ثبت کررہے ہیں۔

نظام عدل اور دار القضاء کے حوالے سے حضورؓ کے بیان فرمودہ ارشادات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ انسانی نفسیات کا نہایت گہرا علم رکھنے والے تھے اور افرادِ جماعت کی قوت علمیہ کا بہترین ادراک بھی رکھتے تھے۔

اس امر میں کوئی شک نہیں کہ ہر سماج کے باسی اخوّت اور محبت کے باہمی رشتوں میں منسلک ہونے اور فکری و نظریاتی طور پر ایک ہونے کے باوجود بھی حقوق و فرائض کے معاملے میں جُدا سوچ اور منفرد اندازِ فکر بھی رکھتے ہیں۔ نقطۂ نظر کا یہ اختلاف اگر ایک حد سے بڑھ جائے تو معاشرے کا امن متاثر ہونے کا احتمال ہوتا ہے۔ چنانچہ معاشرتی امن اور سماجی روایات کی بقا، بہبود اور ترقی کے لیے مروّجہ دنیاوی قوانین کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایسے تمام مسائل کا قابلِ قبول حل تلاش کیا جانا ضروری ہوتا ہے جو افراد کے باہمی اختلافات کو حقیقی عدل کے تقاضوں کے تحت حل کر کے پُرامن ماحول کو یقینی بنادے۔ اور امر واقعہ یہ بھی ہے کہ اگر ذاتی اختلافات جماعت احمدیہ جیسی الٰہی جماعت کے افراد میں نظر آئیں جو بنیادی طور پر ایک ہی نصب العین کے لیے اپنی زندگیوں میں پاک تبدیلیاں لانے کا عزم کیے ہوئے ہیں تو پھر اُن افراد جماعت کے باہمی اختلافات کو شریعت اسلامیہ اور اخلاقی ضابطۂ حیات کی روشنی میں حل کرنا نسبتاً آسان ہوجاتا ہے۔ نیز الٰہی جماعتوں میں اجتماعی پاکیزگی کے حصول کے لیے انفرادی اختلافات کو بطریق احسن جلد از جلد حل کرنا ناگزیر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ نے مسندِ خلافت پر متمکّن ہونے کے محض پانچ سال کے اندر اندر جماعت احمدیہ میں دار القضاء کے نظام کا اجرا فرمادیا۔

جیسا کہ ادارہ دار القضاء کے قیام سے کچھ ہی عرصہ قبل حضور رضی اللہ عنہ نے 1915ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر کیے جانے والے اپنے خطاب میں سورۃ النصر کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ مَیں نے جب ان آیات پر غور کیا تو خدا تعالیٰ نے مجھے ایک عجیب بات سمجھائی اور وہ یہ کہ جب کسی قوم کو فتح حاصل ہوتی ہے اور مفتوح قوم کے ساتھ فاتح قوم کے تعلقات قائم ہوتے ہیں تو اُن میں جو بدیاں اور برائیاں ہوتی ہیں وہ فاتح قوم میں بھی آنی شروع ہوجاتی ہیں۔ (انوار خلافت صفحہ 104)۔ چنانچہ یہ امر ناگزیر تھا کہ دعوت الی اللہ کے نتیجہ میں اور الٰہی تقدیر کے ماتحت احمدیوں کی تعداد میں ہونے والے غیرمعمولی اضافے کے ساتھ ساتھ، بعض نئی اقوام اور افراد کے قبول احمدیت کے نتیجہ میں اگر جماعت احمدیہ عالمگیر سے وابستہ فدایانِ خلافت حقّہ اور خصوصاً مرکز احمدیت قادیان دارالامان کے ماحول میں بسنے والے مخلصین جماعت کسی باہمی تنازعہ کا شکار ہوجائیں تو ان تنازعات کو عدل، احسان اور ایتاء ذی القربیٰ کی قرآنی تعلیم کو ملحوظ رکھتے ہوئے نہایت احسن انداز میں نبٹایا جائے تاکہ ان افراد جماعت کی ذاتی اور اجتماعی سطحوں پر، ظاہری پاکیزگی اور باطنی طہارت کا عمل متاثر نہ ہو جو کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا ایک عظیم مقصد ہے۔

اگرچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد مبارک میں قادیان میں قضا کا نظام عملاً پہلے ہی قائم فرمادیا ہوا تھا تاہم حضورؓ نے جماعت کے انتظامی ڈھانچے کی جب بنیاد رکھی اور یکم جنوری 1919ء سے باقاعدہ طور پر مختلف صیغہ جات قائم فرمائے تو ان میں قضا کے قیام کا بھی ذکر تھا اور اس نہایت اہم ذمہ داری کے لیے تین علمائے کرام یعنی حضرت قاضی امیر حسین صاحبؓ، حضرت مولوی فضل دین صاحبؓ اور حضرت سید میر محمد اسحاق صاحبؓ کو مقرر فرمایا۔ حضورؓ اس نظام کے قیام کی ضرورت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”شریعت کے بعض حصے ایسے ہیں کہ باوجود ان کے سیاسی نظام کے ساتھ متعلق ہونے کے گورنمنٹ ان میں دخل نہیں دیتی۔ جیسے قادیان میں قضا کا محکمہ ہے حکومت اس میں کوئی دخل نہیں دے سکتی کیونکہ اس نے خود اجازت دی ہوئی ہے کہ ایسے تنازعات کا جو قابلِ دست اندازی پولیس نہ ہوں آپس میں تصفیہ کرلیا جائے۔ پس اسلامی شریعت کا وہ حصہ جس میں حکومت دخل نہیں دیتی اور جس کے متعلق حکومت نے ہمیں آزادی دی ہوئی ہے کہ ہم اس میں جس رنگ میں چاہیں فیصلہ کریں، ہمارا فرض ہے کہ اس حصہ کو عملی رنگ میں اپنی جماعت میں قائم کریں اور اگر ہم شریعت کے کسی حصہ کو قائم کرسکتے ہوں مگر قائم نہ کریں تو یقیناً اس کے ایک ہی معنے ہوں گے اور وہ یہ کہ ہم شریعت کی بے حرمتی کرتے ہیں۔ پس اب اس نہایت اہم اور ضروری مقصد کے لیے ہمیں عملی قدم اُٹھانا چاہیے جو خدا تعالیٰ نے ہمارے اختیار میں رکھا ہے اور جماعت کے کسی فرد کی کمزوری یا ٹھوکر کا کوئی لحاظ نہیں کرنا چاہیے۔“ (انوار العلوم جلد 15 انقلاب حقیقی صفحہ 106)

چنانچہ نہایت پُرحکمت نظام عدل عطا فرمانے کے بعد سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی بے شمار دیگر ذمہ داریوں کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ اس نئے ادارہ کے مقاصد عالیہ کے حصول کے لیے قابلِ عمل اصولوں کو وضع فرمانے اور پھر عدل کے تمام تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اُن اصولوں کو نافذ کرنے میں بہت مشقت اُٹھائی نیز دار القضاء کے منتظمین اور قاضیوں کی تربیت کے لیے گرانقدر رہنمائی سے نوازتے رہے۔ اور پھر آپؓ کے بعد آنے والے خلفائے عظام نے بھی اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود لوگوں کے تنازعات کے فیصلوں اور قضائی نظام کی بہتری کے لیے اپنا قیمتی وقت دے کر اس نظام کی بنیادیں مستحکم کیں۔ چنانچہ اس وقت تک احمدیہ دار القضاء کی شاخیں 18 سے زائد ممالک میں قائم ہوچکی ہیں۔

مرکزی دار القضاء کے علاوہ اس ادارہ کی ذیلی شاخوں کے قیام کا تصور بھی سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ نے ہی پیش فرمایا تھا۔ چنانچہ حضورؓ نے جلسہ سالانہ 1918ء (جو مارچ 1919ء میں قادیان میں منعقد ہوا تھا) کے موقع پر اپنے خطاب میں فرمایا:

”ہماری جماعت کے لوگوں میں اگر کسی جگہ کوئی جھگڑا پیدا ہوجائے تو وہ عدالت میں جاتے ہیں جس سے احمدیت کی ذلّت ہوتی ہے۔ ابتداء میں جب ابھی جھگڑے کی بنیاد پڑتی ہے اس وقت تو ہمارے پاس اس لیے نہیں آتے کہ چھوٹی سی بات کے متعلق انہیں کیا تکلیف دیں لیکن جب بات بڑھ جاتی ہے تو پھر اس خیال سے ہمارے سامنے پیش کرنے سے جھجکتے ہیں کہ وہ کہیں گے پہلے کیوں ہمیں نہ بتایا اور کیوں جھگڑے کو اتنا بڑھایا۔ اس طرح بات بڑھتی بڑھتی اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ پھر اگر ہم بھی کہیں کہ اس جھگڑے کو چھوڑ دو تو نہیں مانتے اور احمدیت کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اس نقص کے پیدا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ہر جگہ محکمہ قضاء مقرر نہیں ہے۔ اگر کچھ لوگوں کو مسائل سکھلا کر مختلف مقامات پر مقرر کردیا جائے تو ایسا نہ ہوتا۔ اب قاضی القضاۃ کا محکمہ تو یہاں مقرر کیا گیا ہے۔ آئندہ موٹے موٹے اور ضروری مسائل کچھ لوگوں کو سکھلا کر مختلف جماعتوں میں انہیں مقرر کردیا جائے تاکہ وہ مقامی جھگڑوں اور فسادوں کا تصفیہ کردیا کریں اور بات زیادہ بڑھ کر خرابی کا موجب نہ ہو۔ ہاں ان کے فیصلہ کی اپیل یہاں کے محکمہ قضاء میں ہوسکے گی۔“
(عرفان الٰہی۔ انوار العلوم جلد 4 صفحہ 403)

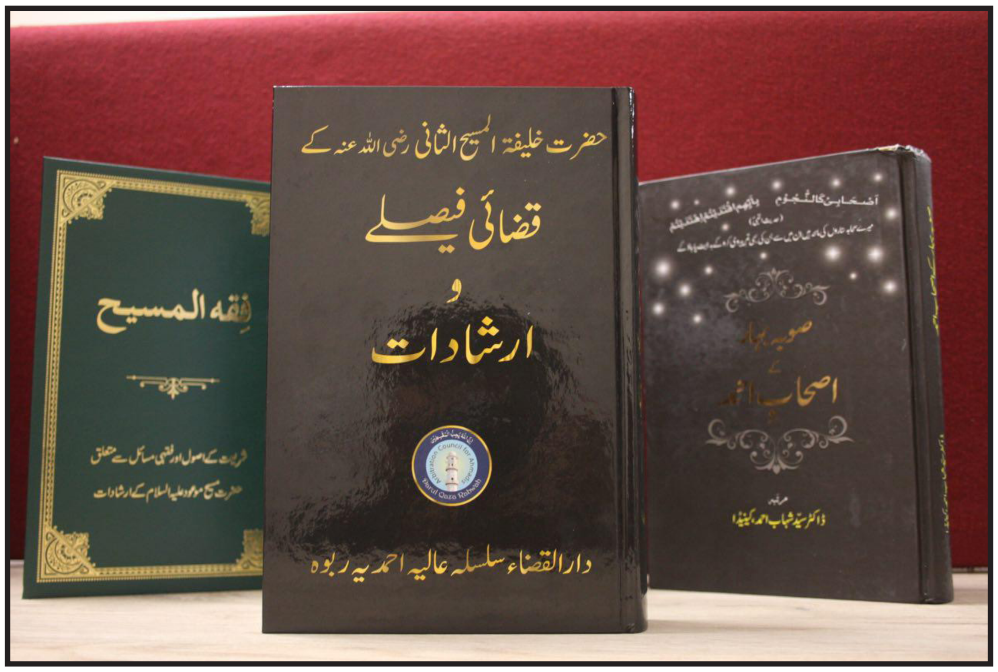

دار القضاء کے ریکارڈ کے مطابق حضورؓ نے اپیل پیش

ہونے پر جو پہلا فیصلہ فرمایا وہ 10 جون 1919ء کا محررہ ہے اور یہ مقدمہ 12 ستمبر 1918ء کو دائر ہوا تھا۔ زیرِنظر کتاب میں لین دین کے باب میں یہ کیس پہلے نمبر پر درج ہے۔

اس کتاب میں درج حضورؓ کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؓ نہ صرف اس محکمہ کے منتظمین کی مستقل راہنمائی فرماتے رہے بلکہ بہت سے تنازعات کے خود فیصلے فرما کر قاضیوں کے لیے راہنمائی کا بھی بہت بڑا ذریعہ مہیا کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ چند سال قبل ہمارے پیارے امام سیّدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خاص طور پر ناظم دارالقضاء ربوہ کو ارشاد فرمایا کہ

’’قضاء کے فیصلوں پر خلفاء کے ارشادات کی تمام فائلیں نکال کر پڑھیں۔ خاص طور پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ارشادات بہت بڑی راہنمائی ہیں۔‘‘

بعدازاں حضورِانور ایدہ اللہ کے مذکورہ بالا ارشاد کی روشنی میں وہ کتاب مرتّب ہوئی جو آج ہمارے پیشِ نظر ہے۔

اس نہایت اہم کتاب کا آغاز دارالقضاء کے تعارف، اس کے قیام کے بعد ترقی کی مختلف منازل اور دیگر متفرق معلومات سے ہوتا ہے۔ بنیادی طور پر اس ضخیم کتاب کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے باب میں عائلی تنازعات (خلع، طلاق اور حق مہر وغیرہ) کے 68 کیسز سے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشادات پیش کیے گئے ہیں۔ دوسرے باب میں لین دین کے 68 کیسز، تیسرے باب میں ترکہ یا وراثت کے 11 کیسز اور چوتھے باب میں 47 کیسز کے بارے میں حضورؓ کے متفرق ارشادات کو یکجا کر کے مدوّن کیا گیا ہے۔ جبکہ کتاب کے پانچویں اور آخری باب میں قضائی امور اور قواعد کی بابت نیز قاضیوں کی ذمہ داریوں کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی 43 نہایت اہم ہدایات پیش کی گئی ہیں۔

کتاب کا مطالعہ کرتے وقت یہ بات نہایت شان سے ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نہایت ذہین و فہیم تھے اور نہایت پیچیدہ معاملات کی اُلجھی ہوئی گتھیوں کو اس احسن انداز میں سلجھا کر بیان فرماتے تھے کہ محض قانونی موشگافیوں اور بحث و تمحیص سے اُس نتیجہ پر پہنچا ہی نہیں جاسکتا تھا۔ آپ کے فیصلے پُرشوکت اور عدل و انصاف کی عظیم بلندیوں پر فائز نظر آتے ہیں۔ لیکن دراصل یہ آپؓ کے ’دل کا حلیم‘ ہونے کا بھی ثبوت ہیں کیونکہ اپنی بے پناہ مصروفیات میں سے وقت نکال کر لوگوں کے ذاتی مسائل کو حل کرنے کے لیے آپؓ نہایت عرق ریزی سے مِسل کا مطالعہ فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ اس امر کا اظہار بارہا فرمایا کہ ’’مَیں نے مِسل کو بار بار پڑھا…‘‘۔ اور کئی فیصلوں میں ’دل کا حلیم‘ ہونا اتنا واضح ہے کہ گویا باپ کی سی شفقت نظر آتی ہے۔ مثلاً ایک تنازعہ میں حضورؓ نے اپیل پر فیصلہ فرماتے ہوئے قضا کے منتظمین کے لیے ایک روشن مثال قائم فرما دی بلکہ رہنمائی کرتے ہوئے اصولی فیصلہ بھی فرما دیا۔ چنانچہ زیرِنظر کتاب کے صفحہ 573 پر درج ارشاد نمبر 19 کے تحت درج ہے کہ قضا نے ایک مقدمہ میں مدعا علیہ کے خلاف کچھ روپوں کی ڈگری دی ہے جس کے متعلق مدعا علیہ کا بیان ہے کہ اس وقت اس کی مالی حالت سخت خراب ہے۔ کام ملنے اور آمدنی ہونے پر وہ قسط وار ادا کر دے گا۔ جب یہ معاملہ حضورؓ کی خدمت میں بغرض راہنمائی پیش ہوا تو حضورؓ نے ارشاد فرمایا کہ ’’قضا کو چاہیے کہ ایسے قرض ادا کرنے کا طریق بھی لکھا کریں۔‘‘

اسی طرح ایک دوسرے تنازعہ کا فیصلہ تحریر کرتے ہوئے حضورؓ کی قلبی کیفیات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ حضورؓ فرماتے ہیں: ’’اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ جب ان کے پاس روپے ہیں ہی نہیں بلکہ وہ مقروض ہیں تو روپے کس طرح ادا کریں۔ میرے نزدیک گو یہ قرض انہوں نے بے جا غضب کی بِنا پر چڑھایا ہے مگر ان کی موجودہ مالی حالت فی الواقع نازک ہے۔…… اس لیے مَیں سفارش کرتا ہوں کہ صدر انجمن احمدیہ اُن کے اس قرض کو پورا کر کے حسبِ سہولت اُن سے واپس لے لے۔ لیکن اگر اس کی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو چونکہ یہ قرض فوراً واجب الادا ہے ان کے مکان کو گروی یا فروخت کر کے اس قرضہ کی ادائیگی کی جائے۔ لیکن مَیں سمجھتا ہوں کہ اس میں ان کا بہت نقصان ہوگا اس لیے مَیں پھر ایک دفعہ انجمن کے پاس ان کی اعانت کی سفارش کرتا ہوں۔‘‘ (’’حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے قضائی فیصلے و ارشادات‘‘ صفحہ 11)

حضورؓ کی خواہش تھی کہ دارالقضاء کے ذریعے مفت انصاف کی جلد فراہمی کو یقینی بنایا جائے لیکن اس کے لیے ضروری تھا کہ قاضی صاحبان اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں اور تنازعہ کی گہرائی میں جا کر خوب سوچ سمجھ کر فریقین کی مدد کے خیال سے کارروائی کو آگے بڑھائیں۔ چنانچہ قضا میں پیش ہونے والے وکلاء کے حوالہ سے جب یہ امر سامنے آیا کہ بعض وکلاء (جو رقم کے عوض قضا میں فریقین کی طرف سے پیش ہوتے ہیں) وہ سادہ واقعات کو بھی اپنے زورِ تقریر و تحریر سے توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں، اُن وکلاء کو قضا میں پیش ہونے کی اجازت دینے کے بارہ میں ایک سوال کے جواب میں فرمایا: ’’آجکل لوگ ایسے ناواقف ہیں اور قاضی اپنے آپ کو انگریزی عدالت کے قاضی سمجھتے ہیں اس کی وجہ سے وکلاء کے بغیر چارہ نہیں۔ اگر دلیری سے بغیر اعتراض کے ڈر سے ہر فریق کو سمجھاتے جائیں اور اسی طرح جاہل فریق کو نقصان سے بچائیں تو وکلاء کی ضرورت پیش نہ آئے۔‘‘ (ایضاً صفحہ 569)

اسی طرح ایک بار یہ امر حضورؓ کے سامنے آیا کہ ایک کاغذ جاری کیا گیا تھا جو ایک آنہ میں فروخت ہوتا تھا۔ چنانچہ ادارہ دارالقضاء کے حوالے سے ایک اصول وضع کرتے ہوئے حضورؓ نے ارشاد فرمایا: ’’تنازعات کا فیصلہ کرنا تو ہمارا فرض ہے۔ اس کے لیے کسی رقم کے لینے کی اجازت نہیں دی جاسکتی …… سب قاضیوں کو ہدایت کر دیں کہ کوئی رقم خواہ کوئی خوشی سے بھی دے، تنازعات کے فیصلہ کے لیے نہ لیا کریں۔‘‘

(ایضاً صفحہ 560)

پس عدل و انصاف کی فراہمی کے حوالے سے حضرت مصلح موعودؓ نے قرآن و سنّت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیمات کی روشنی میں جو راہنما اصول وضع فرمائے وہ بلاشبہ دنیا کو ایک بہترین عدالتی نظام مہیا کرنے کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ ادارہ دارالقضاء کو ایک مثالی ادارہ بنانے کے لیے حضورؓ نے تمام قاضیوں کو یہ ہدایت بھی خاص طور پر فرمائی کہ ’’وہ جھوٹی شہادتوں کی خاص طور پر نگرانی رکھیں اور جو مختار یا وکیل، فریق متعلق کو جھوٹ کی تحریک کرنے والے ہوں ان کے متعلق تعزیری کارروائی کرنے کے لیے میرے پاس رپورٹ کرتے رہا کریں۔‘‘ (ایضاً صفحہ 570)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے عہدِمبارک میں پہلی دفعہ 1938ء میں دارالقضاء کے باقاعدہ قواعد مرتب ہوئے۔ اور حضورؓ نے مجلس مشاورت منعقدہ 1944ء میں ایک تجویز کی منظوری عطا فرماتے ہوئے قاضیوں کا باقاعدہ نصاب تیار کرنے کے لیے کمیٹی مقرر فرمائی۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے یہ قاعدہ بھی بنا دیا کہ انتظامی ادارے قضا میں دخل نہیں دے سکیں گے اور قضا کا بھی کوئی کام نہیں کہ انتظامی اداروں کے کام میں مداخلت کرے۔ اسی طرح حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے قضا کو بھی اس امر کا پابند کر دیا کہ وہ بھی انتظامی معاملات میں مداخلت نہیں کرسکتی۔ چنانچہ پہلے قضا کے قواعد صدر انجمن احمدیہ کے قواعد میں شامل تھے لیکن پھر قضا کے قواعد انجمن کے قواعد سے الگ کر دیے گئے۔

اسلامی تاریخ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے ایک ایمان افروز واقعہ یوں محفوظ ہے کہ آپؓ کے ساتھ جب ایک شخص نے گھوڑے کی خرید پر اختلاف کیا تو اس وقت بھی اس شخص کے کہنے پر آپ قاضی شریح (ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلی بار قاضی کے عہدہ پر فائز کیا) کے پاس فیصلہ کے لیے تشریف لے گئے۔ اسی طرح حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے بھی عدل و انصاف کا عظیم الشان نمونہ قائم کرتے ہوئے ذاتی حیثیت میں یعنی بطور حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب بذریعہ مختار مکرم مولانا ابوالمنیر نور الحق صاحب، قضا میں دعویٰ دائر کیا۔ اس دعویٰ میں ایک معاملہ تو عام احمدی کے خلاف اس کی ذاتی حیثیت میں تھا۔ اس میں تو باقاعدہ فیصلہ ہوا۔ تاہم دوسرا ذاتی لین دین کے حوالہ سے ایک جماعتی ادارے کے خلاف فہمیدِ حساب کا تھا۔ وہ ادارہ جو براہِ راست حضور کا اپنا قائم کردہ تھا۔ اگر حضورؓ چاہتے تو اس کو حکم بھی کر سکتے تھے اور خلیفہ وقت کا حکم ہر احمدی کے لیے واجب الاطاعت ہوتا ہے تاہم چونکہ ذاتی لین دین میں حساب فہمی کا معاملہ تھا اس لیے حضورؓ نے پسند نہ فرمایا کہ بطور خلیفہ ان کو حکم جاری کریں۔ بلکہ باقاعدہ قضاء میں حساب فہمی کی درخواست دی۔ زیرِنظر کتاب ’’حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے قضائی فیصلے و ارشادات‘‘ میں درج حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا ایک فرمان (محررہ یکم اکتوبر 1918ء) نظامِ عدل کا ایک سنہری اصول قرار پاتا ہے۔ حضورؓ نے ارشاد فرمایا:

’’قاضیوں کا کام فیصلہ کرنا اور قاضی القضاۃ کا اپیل سننا ہے۔ ان کے تمام فیصلوں کی اپیل خلیفۂ وقت کے پاس ہو سکے گی۔ سوائے ان فیصلوں کے کہ جن میں خود خلیفہ ایک یا دوسرا فریق ہو۔ ایسے وقت میں قاضی القضاۃ کا فیصلہ آخری اور قطعی ہوگا۔‘‘

(اخبار الحکم 7 جنوری 1919ء صفحہ نمبر 5)

اسی طرح اس کتاب میں زمین کے ترکہ کی تقسیم کے ایک کیس میں حضورؓ کے پاس اپیل کیے جانے پر حضورؓ کا یہ ارشاد موجود ہے کہ ’’مَیں چونکہ صدر ہی نہیں بلکہ حصہ دار بھی ہوں اس لیے اپیل مَیں خود نہیں سنوں گا اس لیے آخری اپیل کے لیے اَور بڑی عدالت مقرر کر دی جائے گی‘‘۔ (’’حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے قضائی فیصلے و ارشادات‘‘ ارشاد نمبر 40 صفحہ 589)

پس سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ہاں عدل و انصاف کی فراہمی کے ساتھ تربیت و اصلاح کا طریق کار بھی ہمہ وقت جاری نظر آتا ہے۔ مثلاً ایک موقع پر یہ شکایت آئی کہ قرآن کریم کو ہاتھ میں لے کر قسم کھانے کو کہا گیا ہے۔ اس پر حضورؓ نے ارشاد فرمایا: ’’قرآن مجید کو ہاتھ میں دے کر قسم دینا، یہ تو ایک ایسی رسم ہے جو جاہل مسلمانوں میں مروّج ہے۔ تعجب ہے کہ پڑھے لکھے احمدی لوگوں میں بھی اس کا رواج پایا جاتا ہے۔‘‘

(ایضاً صفحہ 571)

اس امر میں کوئی شک نہیں کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے قضائی نظام کے استحکام کے لیے سینکڑوں فیصلے فرمائے۔ آپؓ کے فیصلے پُرشوکت اور عدل و انصاف کی عظیم بلندیوں پر فائز نظر آتے ہیں۔ ان فیصلہ جات میں جابجا ہمیں راہنمائی ملتی ہے کہ کس طرح انصاف کے فروغ کے لیے کارروائی کی جانی چاہیے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ حق خواہ امیر کا ہو یا غریب کا، حقدار کو اس کا حق ملنا چاہیے۔ یہ نہ ہو کہ امیر کا حق اس لیے دبا دیا جائے کہ لوگ اعتراض کریں گے کہ امیر ہے اس لیے اس کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ قضا کو صرف انصاف کو سامنے رکھنا چاہیے۔

ہمارا مشاہدہ ہے کہ عائلی معاملات خاندانوں میں بے چینی پیدا کرنے کا باعث بنتے ہیں اس لیے ان کے جلد حل کی طرف حضورؓ نے بارہا توجہ دلائی اور ان کے فیصلے کے لیے قضا کا ایک مرحلہ بھی کم کر دیا۔ حضورؓ کو معاشرے کے کمزور طبقوں کا اس قدر احساس تھا کہ ایک بیوہ کی طرف سے تاخیر کیے جانے کی شکایت موصول ہونے پر فرمایا کہ جلد مسئلہ حل کیا جائے۔ بیواؤں اور یتیموں کو دکھ دینا لعنتی کام ہے۔

الغرض دارالقضاء کے محکمہ سے تعلق رکھنے والے تمام منتظمین اور قاضیوں کے لیے یہ نہایت قیمتی کتاب ہے جس میں درج ہدایات کی روشنی میں عدل اور احسان کے باہم ملاپ سے ایسے راہنما اصول وضع کیے جاسکتے ہیں جن کے نتیجے میں وہ فیصلے جنم لیں جو فریقین کو نہ صرف مطمئن کر دیں بلکہ اُن (فریقین) میں ایثار اور شفقت علیٰ خلق اللہ کو بھی پروان چڑھائیں۔ حضورؓ کی شفقت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک فریق کی شکایت پر حضورؓ نے انتظامیہ سے ارشاد فرمایا:

’’ایک فریقِ مقدمہ کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے انہیں مقدمہ کی جوابدہی کے لیے بلوایا لیکن قاضی سماعت کنندہ یہاں موجود نہیں۔ اس سے ان کا روپیہ اور وقت کا حرج ہوا۔ اس لیے مَیں فیصلہ کرتا ہوں کہ انہیں پورا سفر خرچ دے کر میرے پاس رپورٹ کی جائے …… اور آئندہ کے لیے فیصلہ کیا جائے کہ جب کوئی فریق کسی دن قادیان بلایا جائے اور دوسرا فریق حاضر نہ ہو تو دوسرے فریق سے باہر سے آنے والے فریق کو خرچہ دلایا جائے اور اگر قاضی موجود نہ ہو تو قضا باہر سے آنے والوں کا خرچہ ادا کرے۔‘‘ (ایضاً صفحہ 568-567)

اس کتاب کی دیگر خصوصیات کے علاوہ قاری کی سہولت کی غرض سے اشاریہ انڈیکس اور 136 صفحات پر مشتمل تفصیلی انڈیکس بھی تیار کیا گیا ہے۔ بلاشبہ اس گرانقدر کتاب کی تدوین اور پیشکش نہایت درجہ کی احتیاط اور غیرمعمولی عرق ریزی کی محتاج تھی جو یقینی طور پر ملحوظ رکھی گئی ہے۔ پس اس کتاب کو تمام مراحل سے گزار کر طبع کروانے والے ہماری دعاؤں کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اجرِعظیم سے نوازے۔

اللہ تعالیٰ سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی پاکیزہ روح پر بے شمار انوار و برکات نازل فرمائے کہ ادارہ دارالقضاء کا قیام اور اس کا استحکام آپؓ کا ایسا عظیم الشان کارنامہ ہے جو آپؓ کے ذہین و فہیم ہونے کے علاوہ آپؓ کی شفقت علیٰ خلق اللہ کا بھی آئینہ دار ہے۔

ہے اگر تو ہمیں بھی بتلاؤ یار اُس یارِ مہرباں سا ایک

خلافتِ احمدیہ، محبتوں اور شفقتوں کا لامتناہی خزانہ

(محمد انور شہزاد۔ معلم وقفِ جدید پاکستان)

ہمارے سید و مولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے بہترین ائمہ وہ ہیں جن سے تم محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت کرتے ہیں تم ان کے لیے دعا کرتے ہو وہ تمہارے لیے دعائیں کرتے ہیں۔ (مسلم کتاب الامارۃ) خلفائے احمدیت آنحضرت ﷺ کے اس فرمان کی عملی تصویر ہیں۔ خلفائے احمدیت کی افراد جماعت احمدیہ کے ساتھ اخلاص و محبت کی اس طویل داستان کے نظارے گذشتہ ایک صدی کی تاریخ کے ایک ایک ورق پر پھیلے ہوئے ہیں۔ اس بحرِ بے کنار میں سے چند مثالیں پیش ہیں۔

ساری رات دعا میں گزار دی

صحابی حضرت مسیح موعودؑ چوہدری حاکم دین صاحبؓ بورڈنگ کے ایک ملازم تھے۔ ان کی بیوی، پہلے بچے کی ولادت کے وقت بہت تکلیف میں تھی۔ اس کربناک حالت میں رات کے بارہ بجے وہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے دروازہ پر حاضر ہوئے۔ دروازہ پر دستک دی۔ آواز سن کر پوچھا کون ہے؟ اجازت ملنے پر اندر جاکر زچگی کی تکلیف کا ذکر کیا۔ اور دعا کی درخواست کی۔ حضور فوراً اٹھے، اندر جاکر ایک کھجور لے کر آئے اور اُس پر دعا کر کے انہیں دی اور فرمایا؛

”یہ اپنی بیوی کو کھلا دیں اور جب بچہ ہو جائے تو مجھے بھی اطلاع دیں“

چوہدری حاکم دین صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں واپس آیا کھجور بیوی کو کھلا دی اور تھوڑی ہی دیر میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بچی کی ولادت ہوئی۔ رات بہت دیر ہو چکی تھی میں نے خیال کیا کہ اتنی رات گئے دوبارہ حضور کو اس اطلاع کے لیے جگانا مناسب نہیں۔ نماز فجر میں حاضر ہو کر میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کھجور کھلانے کے بعد بچی پیدا ہو گئی تھی۔ اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے فرمایا۔

”میاں حاکم دین! تم نے اپنی بیوی کو کھجور کھلا دی اور تمہاری بچی پیدا ہو گئی۔ اور پھر تم اور تمہاری بیوی آرام سے سو گئے۔ مجھے بھی اطلاع کر دیتے تو میں بھی آرام سے سو رہتا۔ میں تو ساری رات جاگتا رہا اور تمہاری بیوی کے لیے دعا کرتا رہا!“

چوہدری حاکم دین صاحب نے یہ واقعہ بیان کیا اور بے اختیار رو پڑے اور کہنے لگے؛

”کہاں چپڑاسی حاکم دین اور کہاں نور الدین اعظم“

(مبشرین احمد صفحہ 38 نیز اصحاب احمد 8 صفحہ 71۔72)

قوم کا احساس غالب رہا

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ 18 نومبر 1910ء بروز جمعہ حضرت نواب محمد علی خاں صاحبؓ کی کوٹھی سے واپس آتے ہوئے گھوڑے سے گرنے کے نتیجہ میں زخمی ہو گئے۔ یہ واقعہ پوری جماعت کے لیے ایک دل ہلا دینے والا حادثہ تھا جس نے سب ہی کو تڑپا دیا اور جوں جوں دوستوں کو یہ خبر پہنچی وہ دیوانہ وار اپنے محبوب آقا کی عیادت کے لیے کھنچے چلے آئے تو عورتوں اور مردوں کا اژدہام ہو گیا۔ احباب جماعت کی پریشانی دیکھ کر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عورتوں کو پیغام بھجوایا کہ میں اچھا ہوں میں گھبراتا نہیں اور نہ میرا دل ڈرتا ہے۔ وہ سب اپنے گھروں کو چلی جائیں اور اپنا نام لکھوا دیں۔ میں ان کے لیے دعا کروں گا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایسی حالت میں بھی اپنی تکلیف اور درد کے بجائے اپنی قوم کے دکھ اور درد کا احساس غالب رہا۔ (الحکم 28 نومبر 1910ء)

ایک بہت بڑا فرق

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں۔ میں دیانت داری سے کہہ سکتا ہوں کہ لوگوں کے لیے جو اخلاص اور محبت میرے دل میں میرے اس مقام پر ہونے کی وجہ سے جس پر خدا نے مجھے کھڑا کیا ہے اور جو ہمدردی اور رحم میں اپنے دل میں پاتا ہوں وہ نہ باپ کو بیٹے سے ہے اور نہ بیٹے کو باپ سے ہو سکتا ہے۔ (الفضل 4 اپریل 1924ء صفحہ 7) جب سعودی، عراقی، شامی اور لبنانی، ترکی، مصری اور یمنی سو رہے ہوتے ہیں میں ان کے لیے دعا کر رہا ہوتا ہوں۔ (رپورٹ مجلس مشاورت 1955ء صفحہ 9) کیا تم میں اور ان میں جنہوں نے خلافت سے روگردانی کی ہے کوئی فرق ہے۔ کوئی بھی فرق نہیں۔ لیکن نہیں ایک بہت بڑا فرق بھی ہے اور وہ یہ کہ تمہارے لیے ایک شخص تمہارا درد رکھنے والا، تمہاری محبت رکھنے والا، تمہارے دکھ کو اپنا دکھ سمجھنے والا، تمہاری تکلیف کو اپنی تکلیف جاننے والا، تمہارے لیے خدا کے حضور دعائیں کرنے والا ہے۔ مگر ان کے لیے نہیں ہے۔ تمہارا اسے فکر ہے، درد ہے اور وہ تمہارے لیے اپنے مولیٰ کے حضور تڑپتا رہتا ہے لیکن ان کا ایسا کوئی نہیں ہے۔ کسی کا اگر ایک بیمار ہو تو اس کو چین نہیں آتا۔ لیکن کیا تم ایسے انسان کی حالت کا اندازہ کر سکتے ہو جس کے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں بیمار ہوں۔ پس تمہاری آزادی میں تو کوئی فرق نہیں آیا ہاں تمہارے لیے ایک تم جیسے ہی آزاد پر بڑی ذمہ داریاں عائد ہو گئی ہیں۔

(برکات خلافت انوار العلوم جلد دوم صفحہ 158)

واحد تمنا

حضرت مصلح موعودؓ نے 15 جولائی 1924ء کو بمبئی سے لندن کے لیے روانہ ہوتے ہوئے احباب جماعت کے نام ایک پیغام میں فرمایا کہ: ”تم اندازہ بھی نہیں کر سکتے کہ مجھے کس قدر محبت تم سے ہے آپ لوگوں سے جدا ہونا میرے لیے کس قدر دردناک تھا اور آپ لوگوں کو پیچھے چھوڑنا میرے لیے کس قدر صدمہ پہنچانے والا ہوا لیکن یہ جدائی صرف جسمانی ہے میری روح ہمیشہ تمہارے ساتھ تھی اور ہے اور رہے گی۔ میں زندگی میں یا موت میں تمہارا ہی ہوں۔ تمہاری بہبودی میرے دل کی عین خواہش ہے اور تمہارا دنیوی اور روحانی منزل مقصود تک پہنچنا میری واحد تمنا۔“ (الفضل 18 جولائی 1924ء)

میں اس کا باپ ہوں

صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب حضرت مصلح موعودؓ کی افراد جماعت سے محبت کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ ”دارِ مسیح“ کے جس حصہ میں حضرت مسیح موعودؑ کی رہائش تھی اس سے ملحق جو مکان کا حصہ تھا اس میں ہماری والدہ اور بچے رہتے تھے۔ اس کے صحن میں بچے بعض گھریلو کھیلیں شام کو کھیلتے تھے۔ اسی طرح کی ایک کھیل ہم شام کو کھیل رہے تھے ایک لڑکی جو میری ہم عمر تھی (اس وقت میری عمر آٹھ نو سال کی ہو گی) اس نے کوئی ایسی بات کی جس پر مجھے غصہ آ گیا اور میں نے اس کے منہ پر طمانچہ مارا۔ عین اس وقت ابا جان صحن میں داخل ہو رہے تھے۔ انہوں نے مجھے طمانچہ مارتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ سیدھے میری طرف آئے۔ مجھے اپنے پاس بلا کر کھڑا کیا اور اس بچی کو بھی پاس بلایا اور اسے کہا کہ اس نے تمہیں مارا ہے تم بھی اس کے منہ پر طمانچہ مارو۔ لیکن پھر بھی اسے جرأت نہ ہوئی۔ اس کے بعد غصے میں اور جوش میں مجھے مخاطب ہو کر کہا کہ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ اس کا باپ نہیں ہے اس لیے تم جو چاہو اس سے سلوک کر سکتے ہو تو اچھی طرح سن لو کہ میں اس کا باپ ہوں۔ اور اب اگر تم نے اس پر انگلی بھی اٹھائی تو میں تمہیں سخت سزا دوں گا۔ (مجھے بعد میں علم ہوا کہ یہ بچی ایک سید خاندان کی یتیم بچی تھی جو ابا جان نے اپنے زیرِ سایہ لے لی تھی۔) (یادوں کے دریچے، مصنف صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب۔ صفحہ:15)

آئندہ نسل کی فکر

جماعت کے ایک دوست جن کا حضرت مصلح موعودؓ سے بہت پیار کا تعلق تھا۔ ایک دن وہ اپنے بڑے لڑکے کو اپنے ساتھ قادیان لائے مغرب کی نماز کے بعد جب حضرت صاحب واپس گھر جانے لگے تو حسب معمول دوستوں نے گھر کے دروازے تک قطار بنالی یہ نوجوان بھی قطار میں کھڑا تھا۔ گزرتے گزرتے حضرت مصلح موعودؓ کی نظر اس کم عمر بچے پر پڑی تو آپ رُک گئے اور اس کا نام لے کر پاس بلایا اور کہا تم مجھے کمزور لگے ہو۔ تمہارے ابا تمہارے مناسب کھانے کا معلوم ہوتا ہے انتظام نہیں کرتے۔ ان سے کہنا کہ کل صبح مجھے دفتر آ کر ملیں۔ اگلے روز وہ دفتر میں حضرت مصلح موعودؓ سے ملے تو آپ نے ان کو فرمایا کہ مجھے بہت رنج ہوا ہے آپ کے لڑکے کو دیکھ کر۔ صحت کمزور لگی ہے۔ اب آپ نے اس کی غذا کا خاص خیال رکھنا ہے اور ایک ماہ کے بعد اس کو ساتھ لا کر مجھے ملانا ہے تا میری تسلی ہو جائے کہ بچے کی پرورش صحیح طریق پر کی جا رہی ہے۔ یہ کہہ کر فرمایا کہ صرف آپ کا بچہ نہیں جماعت کا ہر بچہ میرا بچہ ہے اور میں اپنی آئندہ نسل کو جسمانی لحاظ سے بھی کمزور نہیں دیکھ سکتا۔

(یادوں کے دریچے، مصنف صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب۔ صفحہ:18)

غرباء سے محبت

حضرت مصلح موعودؓ نے یو۔پی کے ایک گاؤں سے جہاں قالین کھڈیوں پر بنائے جاتے تھے اور بہت معمولی قسم کے موٹی اور کھردری اُون کے اور سستے ہوتے تھے۔ ان قالینوں کے معمولی اور سستے ہونے کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ فی قالین قیمت تقریباً چالیس روپے تھی منگوا کر سب گھروں میں ایک ایک قالین دے دیا۔ ابھی چند دن ہی گزرے تھے کہ قادیان کے پڑوس کے ایک گاؤں سے ایک احمدی معمر خاتون کھدّر میں ملبوس ننگے پاؤں مٹی سے لت پت، ابا جان سے ملنے آئیں۔ اس وقت حضرت مصلح موعودؓ اس کمرہ میں ہی بیٹھے تھے جہاں قالین بچھا ہوا تھا۔ وہ بے تکلف سیدھی کمرہ میں داخل ہوئیں۔ اتنے میں گھر میں سے کسی نے اس کا بُرا منایا کہ قالین پر مٹی سے بھرے ہوئے پاؤں لے کر آ گئی ہیں منہ سے کسی نے کچھ نہیں کہا تھا لیکن حضرت مصلح موعودؓ کی گہری نگاہیں فوراً تاڑ گئیں کہ اس حرکت کو بُرا منایا گیا ہے۔ آپ اسے برداشت نہ کر سکے۔ آپ نے ایک ملازمہ کو بلا کر کہا کہ یہ قالین فوراً یہاں سے لے جا کر باہر پھینک دو۔ اور فرمایا کہ جو قالین میرے اور میری جماعت کے غرباء کے راستے میں حائل ہے وہ میرے گھر میں نہیں بچھایا جا سکتا۔

(یادوں کے دریچے، مصنف صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب۔ صفحہ:19)

میں نے پہچان لیا

صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ جلسہ سالانہ میں باہر سے آنے والے احباب کی ضلع وار جماعتوں سے ملاقات ہوتی تھی جو رات گئے تک جاری رہتی۔

حضرت مصلح موعودؓ کی بیماری کے آخری سالوں کا یہ واقعہ ہے آپ کی بیماری کے پیشِ نظر ملاقاتوں کا وقت کم کر دیا گیا تھا۔ میں حضور کے پہرے کا انچارج تھا۔ آپ نے مجھے ہدایت کی کہ پہریداروں کو اچھی طرح ہدایت کر دو کہ وہ کسی شخص کو بھی جلدی جلدی آگے دھکیلنے کی کوشش نہ کریں، میں اس کو پسند نہیں کرتا۔ گوجرانوالہ کی جماعت کی ملاقات جاری تھی۔ ایک غریب احمدی دھوتی اور کھدّر کی قمیص میں ملبوس ضلع گوجرانوالہ کے کسی گاؤں کی جماعت کے فرد تھے۔ انہوں نے حضرت ابا جان سے مصافحہ کیا اور ہاتھ پکڑے رکھا۔ تھوڑی دیر کے بعد کہنے لگے ”حضور مینوں پچھاتا نئیں“ (حضور آپ نے مجھے پہچانا نہیں) حضرت مصلح موعودؓ نے فوری جواب دیا میں نے پہچان لیا ہے آپ فلاں گاؤں سے آئے ہیں اور گذشتہ تین سالوں سے آپ جلسہ پر نہیں آئے۔ یہ سننا تھا کہ گھبرا کر فرمایا کہ حضور ٹھیک فرمایا ہے۔

(یادوں کے دریچے، از صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب۔ صفحہ:85)

رب رحیم سے قبولیت دعا کا نشان

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ احباب جماعت کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔ ”اے جان سے زیادہ عزیز بھائیو!

میرا ذرہ ذرہ آپ پر قربان کہ آپ کو خدا تعالیٰ نے جماعتی اتحاد اور جماعتی استحکام کا وہ اعلیٰ نمونہ دکھانے کی توفیق عطا کی کہ آسمان کے فرشتے آپ پر ناز کرتے ہیں۔ آسمانی ارواح کے سلام کا تحفہ قبول کرو۔ تاریخ کے اوراق آپ کے نام کو عزت کے ساتھ یاد کریں گے اور آنے والی نسلیں آپ پر فخر کریں گی کہ آپ نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اس بندہ ضعیف اور ناکارہ کے ہاتھ پر متحد ہو کر یہ عہد کیا ہے کہ قیام توحید اور اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے جلال کے قیام اور غلبہ اسلام کے لیے جو تحریک اور جدوجہد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شروع کی تھی اور جسے حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے آرام کھو کر، اپنی زندگی کے ہر سکھ کو قربان کر کے اکناف عالم تک پھیلایا ہے آپ اس جدوجہد کو تیز سے تیز کرتے چلے جائیں گے۔ میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں اور میں ہمیشہ آپ کی دعاؤں کا بھوکا ہوں۔ میں نے آپ کے تسکین قلب کے لیے، آپ کے بار کو ہلکا کرنے کے لیے، آپ کی پریشانیوں کو دور کرنے کے لیے، اپنے رب رحیم سے قبولیت دعا کا نشان مانگا ہے اور مجھے پورا یقین اور بھروسہ ہے اس پاک ذات پر کہ وہ میری اس التجا کو رد نہیں کرے گا۔“

(حیات ناصر صفحہ: 374)

فرمایا: ”میں آپ میں سے آپ کی طرح کا ہی ایک انسان ہوں اور آپ میں سے ہر ایک کے لیے اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اتنا پیار پیدا کیا ہے کہ آپ لوگ اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے بعض دفعہ سجدہ میں میں جماعت کے لیے اور جماعت کے افراد کے لیے یوں دعا کرتا ہوں کہ اے خدا! جو مجھے خط لکھنا چاہتے تھے لیکن کسی سستی کی وجہ سے نہیں لکھ سکے ان کی مرادیں پوری کر دے۔ اور اے خدا! جنہوں نے مجھے خط لکھا اور نہ انہیں خیال آیا ہے کہ دعا کے لیے خط لکھیں اگر انہیں کوئی تکلیف ہے یا ان کی کوئی حاجت اور ضرورت ہے تو ان کی تکلیف کو دور کر دے اور حاجتیں بھی پوری کر دے“۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 21 دسمبر 1922ء)

ایک ہی چیز کے دو نام

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: 1967ء میں ڈنمارک میں کوپن ہیگن کے مقام پر چند عیسائی پادری مجھ سے ملنے آئے ان میں سے ایک نے مجھے کہا کہ جماعت احمدیہ میں آپ کا کیا مقام ہے میں نے اسے جواب دیا کہ میرے نزدیک آپ کا سوال درست نہیں ہے اس لیے کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کا امام اور جماعت احمدیہ ایک ہی چیز کے دو نام ہیں یعنی خلیفہ وقت اور جماعت دونوں مل کر ایک وجود بنتے ہیں اسی لیے خلافت کا یہ کام ہے کہ وہ جماعت کے دکھوں کو دور کرنے کی کوشش کرے۔ خلیفہ وقت آپ کے لیے دعا کریں خلیفہ وقت پر بعض دفعہ ایسے حالات بھی آتے ہیں کہ وہ ہفتوں ساری ساری رات آپ کے لیے دعائیں کر رہا ہوتا ہے جیسے 1974ء کے حالات میں دعائیں کرنی پڑیں میرا خیال ہے کہ دو مہینے تک میں بالکل سو نہیں سکا تھا۔ کئی مہینے دعاؤں میں گزرے تھے۔ پس خلیفہ وقت وہ وجود ہے جو آپ کے رنج میں شریک ہو۔ آپ کی خوشیوں میں شریک ہو۔

(الفضل 21 مئی 1978ء)

نیز فرمایا: علاوہ ازیں دنیوی لحاظ سے وہ تلخیاں جو دوستوں نے انفرادی طور پر محسوس کیں وہ ساری تلخیاں میرے سینے میں جمع ہوتی تھیں۔ ان دنوں مجھ پر ایسی راتیں بھی آئیں کہ میں خدا کے فضل اور رحم سے ساری ساری رات ایک منٹ سوئے بغیر دوستوں کے لیے دعائیں کرتا رہا ہوں۔ میں احباب سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ میرے لیے بھی دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے صحت دے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے مجھے ان ذمہ داریوں کو بطریق احسن ادا کرنے کی توفیق عطا کرے جو اس نے اس عاجز کے کندھوں پر ڈالی ہیں۔ میں اور احباب جماعت مل کر ان ذمہ داریوں کو پورا کریں کیونکہ میرے اور احباب کے وجود میں میرے نزدیک کوئی امتیاز اور فرق نہیں ہے۔ ہم دونوں ”امام جماعت اور جماعت“ ایک ہی وجود کے دو نام ہیں اور ایک ہی چیز کے دو مختلف زاویے ہیں۔ پس ہمیں اپنی زندگیوں میں ان بشارتوں کے پورا ہونے کی جھلکیاں نظر آنے لگیں جو بشارتیں کہ مہدی معہود علیہ السلام کے ذریعہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین کے غلبہ کی ہمیں ملی ہیں۔ آمین۔

(روزنامہ الفضل مورخہ 17 اپریل 1976ء)

خدام سے ملنے کا شوق

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کو احباب کی معمولی سی تکلیف بھی بے چین کر دیا کرتی تھی۔ مئی 1971ء کی ایک تاریخ ملاقات کے لیے مقرر تھی۔ اس روز صبح سے ہی ملاقاتی دور و نزدیک سے جمع ہونے شروع ہو گئے۔ ملاقات کے لیے 11 بجے کا وقت مقرر تھا۔ 10 بجے حضور کو شدید ضعف کا حملہ ہوا۔ مکرم صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب فوراً تشریف لائے اور ایک گھنٹہ تک دوائیاں وغیرہ دیتے رہے۔ 11 بجے جب ملاقات کا وقت ہوا تو مکرم صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب نے عرض کیا کہ حضورؒ کو مکمل آرام کرنا چاہیے حضورؒ نے فرمایا کہ ملاقاتی اتنی دور سے تشریف لائے ہیں یہ ناممکن ہے کہ میں ان کو ملاقات کا موقع دیئے بغیر رخصت کر دوں۔ اس لیے میں ملاقات ضرور کروں گا۔ اس پر مکرم صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب نے عرض کیا کہ حضور صرف مصافحہ فرماویں اور کسی قسم کی کوئی گفتگو نہ فرماویں۔ حضور نے ملاقات شروع کی سب سے مصافحہ کرنے کے بعد لمبی گفتگو فرمائی اور پورے پونے دو گھنٹے احباب میں رونق افروز رہے۔ چہرہ سے ضعف و اضمحلال کے آثار بالکل نمایاں تھے اور صاف دکھائی دیتا تھا کہ طبیعت ناساز ہے لیکن جب تک ملاقاتیوں کو شرفِ ملاقات نہ بخشا اندر تشریف نہ لے گئے۔

(ماہنامہ خالد سیدنا ناصر نمبر 1983ء صفحہ 176)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد پہلی مرتبہ 1967ء میں کوپن ہیگن کی احمدیہ مسجد کے افتتاح کے لیے تشریف لائے۔ چند دن بعد حضور انگلستان تشریف لائے احباب خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے۔ لندن ایئر پورٹ پر استقبال کا انتظام کیا گیا تھا۔ ایک مختصر سا سٹیج بنایا گیا تھا جس پر مائیکروفون کا انتظام تھا۔ حضور اپنے خدام میں تشریف لائے۔ نعرہ ہائے تکبیر اور دیگر اسلامی نعروں سے لندن ایئر پورٹ کی کوئین بلڈنگ گونج اٹھی۔ مکرم بشیر احمد رفیق صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ حضور جماعت سے خطاب فرماویں۔ حضور نے فرمایا مجھے تو اپنے خدام سے ملنے کا شوق ہے اس لیے تقریر کی ضرورت نہیں میں سب سے مصافحہ کروں گا۔ چونکہ مصافحہ کا پروگرام نہ تھا اس لیے انتظام کرنے میں مشکل پیش آئی لیکن آپ نے مصافحہ پر اصرار فرمایا۔ چنانچہ سینکڑوں احمدی جو وہاں موجود تھے حضور سے شرف مصافحہ اور بعض شرفِ معانقہ حاصل کر کے شاداں و فرحاں گھروں کو لوٹے۔ حضور کو مسلسل ایک ڈیڑھ گھنٹہ کھڑے رہنا پڑا لیکن آپ کا چہرہ احباب کی ملاقات کی خوشی میں دمک رہا تھا۔

(ماہنامہ خالد سیدنا ناصر نمبر 1983ء صفحہ 170)

ایک ہی غم

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں تو ایک ہی غم میں گُھل رہا ہوں کہ خدا تعالیٰ مجھے یہ توفیق بخشے کہ اس عظیم جماعت کی جو مسیح موعودؑ کی میرے پاس امانت ہے اس کے حقوق ادا کر سکوں اور اس حال میں جان دوں کہ میرا اللہ مجھے کہہ رہا ہو کہ ہاں تم نے حقوق ادا کر دیئے۔

(خطبات طاہر جلد سوم صفحہ 374, 373)

لطف و احسان کا جاری سلسلہ

مکرم منظور احمد سعید صاحب کارکن وقف جدید بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ ناظم ارشاد وقف جدید تھے تو ایک دن شام کو آپ دفتر تشریف لائے۔ میں بازار سے دودھ لے کر آ رہا تھا۔ پوچھا کہاں سے آ رہے ہو؟ میں نے عرض کی کہ دودھ لے کر آ رہا ہوں۔ فرمایا: بازار سے اچھا دودھ مل جاتا ہے؟ میں نے عرض کی بس جیسا بھی ہو ضرورت کے مطابق لینا ہی ہے۔ فرمانے لگے کتنا دودھ لائے ہو میں نے کہا ایک کلو۔ یہ پوچھ کر آپ خاموش ہو گئے۔ اگلے دن صبح دروازہ پر دستک ہوئی۔ میں نے جا کر دروازہ کھولا تو حضورؒ کا باورچی دودھ لے کر کھڑا تھا۔ اس نے کہا میاں صاحب نے دودھ بھیجا ہے۔ چنانچہ میں نے رکھ لیا اور پھر باقاعدگی کے ساتھ روزانہ دودھ آنا شروع ہو گیا اور جب ایک مہینہ مکمل ہوا تو میں بل بنا کر لے گیا اور دودھ کی رقم حضورؒ کو پیش کی حضورؒ نے فرمایا یہ کیا ہے۔ میں نے کہا دودھ کے پیسے۔ تو بڑے پیار سے فرمانے لگے ہم کوئی دودھ بیچتے ہیں؟ پیسے نہ لیے اور مسلسل دودھ بھجواتے رہے۔ ایک دن باورچی نے کہا کہ کل میں کہیں جا رہا ہوں اس لیے آپ خود ہی جا کر دودھ لے آئیں۔ اگلا دن جمعہ کا تھا اس لیے میں نے سوچا کہ دوپہر کو لے آئیں گے۔ لیکن دس بجے کے قریب دروازہ کھٹکا۔ میں نے جا کر دیکھا تو حضورؒ کھڑے ہیں اور ہاتھ میں دودھ پکڑا ہوا ہے۔ میں دیکھ کر حیران رہ گیا کہ کیسا عظیم آقا ہے کہ غلاموں کی خدمت کرتا پھرتا ہے۔ مجھے دیکھ کر فرمانے لگے باورچی چھٹی پر تھا اس لیے میں نے کہا چلو خود ہی دے آتا ہوں۔ یقیناً آپ کا وجود سید القوم خادمھم کی منہ بولتی تصویر تھا۔ آپ کی اس شفقت جس کا ساری عمر بھی شکریہ ادا نہیں کیا جاسکتا، کا سلسلہ بدستور جاری تھا کہ ایک دن بیگم صاحبہ نے پیغام بھیجا کہ منظور صاحب گرمی کی وجہ سے دودھ بہت کم ہو گیا ہے۔ اس لیے کل سے آپ اپنا انتظام کر لیں۔ لیکن اگلے دن باورچی پھر دودھ لے آیا میں نے کہا یہ کیا؟ کل تو تم نے خود ہی کہا تھا کہ اپنا انتظام کر لیں اور آج پھر لے آئے ہو؟ باورچی نے کہا کل اسی وجہ سے گھر میں بحث چلی کہ دودھ کم ہے اس لیے تم اپنا انتظام خود کر لو لیکن میاں صاحب نے فرمایا کہ منظور کو دودھ ضرور بھیجنا ہے خود بے شک بازار سے منگوانا پڑے۔ چنانچہ یہ لطف و احسان کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری ہے اور تیس پینتیس سال ہو گئے ہیں یہ سلسلہ بلاناغہ جاری ہے۔ اور مزید لطف یہ کہ حضورؒ کی وفات کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری ہے اور روزانہ اسی طریق کے مطابق ایک کلو دودھ اس عاجز کو نصیب ہو رہا ہے۔

(ماہنامہ خالد سیدنا طاہر نمبر 2004ء صفحہ 178)

آنکھوں کی ٹھنڈک دل کا سکون

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے پاکستان سے لندن ہجرت سے ایک دن قبل 28 اپریل 1984ء کو مسجد مبارک ربوہ میں ایک نماز کے بعد احباب جماعت کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ”السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ میں نے آپ کو یہاں اس لیے نہیں بٹھایا کہ میں نے کوئی تقریر کرنی ہے۔ میں نے آپ کو دیکھنے کے لیے بٹھایا ہے۔ میری آنکھیں آپ کو دیکھنے سے ٹھنڈک محسوس کرتی ہیں۔ میرے دل کو تسکین ملتی ہے۔ مجھے آپ سے پیار ہے، عشق ہے۔ خدا کی قسم کسی ماں کو بھی اس قدر پیار نہیں ہو سکتا“۔

(ماہنامہ خالد سیدنا طاہر نمبر 2004ء صفحہ 36)

بہت بڑھ کر محبت اور پیار کرنے والا

مکرم عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد فضل لندن بیان کرتے ہیں کہ کینیڈا کے ایک احمدی دوست ایک غیر مسلم پروفیسر ڈاکٹر Gualter کو حضور رحمہ اللہ تعالیٰ سے ملانے کے لیے لندن لے کر آئے۔ ملاقات کے لیے جانے سے قبل وہ میرے دفتر میں تشریف لائے۔ احمدی دوست نے ان کا تعارف کروایا اور لندن آنے کا مقصد بیان کیا۔ ابتدائی تعارفی بات چیت کے بعد مجھے خیال آیا کہ یہ پہلی بار حضور رحمہ اللہ تعالیٰ سے ملنے کے لیے آئے ہیں اور انہیں ابھی حضور کے بلند مقام اور منصب کا علم نہیں ہوگا۔ اس لیے ان کو حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت کے بارہ میں کچھ بتا دینا چاہیے۔ چنانچہ میں نے چند باتوں کا ان سے ذکر کیا کہ ہر احمدی کے دل میں خلیفہ وقت کی محبت ہوتی ہے اور وہ جب بھی ذکر کرتا ہے تو خلیفہ وقت سے محبت کا یہ پہلو اس کی گفتگو میں نمایاں ہوتا ہے۔ اس کے بعد وہ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ سے ملنے کے لیے گئے اور کافی دیر گفتگو کا سلسلہ جاری رہا۔ تفاصیل کا مجھے علم نہیں کہ کن موضوعات پر بات ہوئی لیکن یہ معلوم ہے کہ اس دانش مند پروفیسر نے اس کا کیا عمدہ خلاصہ بیان کیا۔ اس احمدی دوست نے مجھ سے ذکر کیا کہ پروفیسر صاحب جب حضور رحمہ اللہ سے ملاقات کے بعد باہر آئے تو انہوں نے کہا کہ امام صاحب سے مل کر ان کی باتوں سے میں نے یہ تاثر لیا کہ احمدی حضرات اپنے روحانی سربراہ سے بہت محبت کرتے ہیں اور بعد میں جب میں نے احمدیوں کے روحانی راہنما سے گفتگو کی تو اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ احمدی ضرور اپنے روحانی سربراہ سے بھرپور محبت کرتے ہیں لیکن حق یہ ہے کہ ان کا سربراہ احمدیوں سے ان سے بہت بڑھ کر محبت اور پیار کرنے والا ہے۔

(ماہنامہ خالد سیدنا طاہر نمبر 2004ء صفحہ 299)

بے انتہا محبت

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کو احباب جماعت سے بے انتہا محبت تھی اور خاص طور پر اہل پاکستان کے لیے جن کی جدائی کا غم ہر وقت آپ کو بے چین کیے رہتا تھا۔ آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

جو درد سسکتے ہوئے حرفوں میں ڈھلا ہے
شاید کہ یہ آغوشِ جدائی میں پلا ہے
یادوں کے مسافر ہو تمناؤں کے پیکر
بھر دیتے ہو دل پھر بھی وہی ایک خلا ہے
سینے سے لگا لینے کی حسرت نہیں مٹتی
پہلو میں بٹھانے کی تڑپ حد سے سوا ہے

کچھ اشعار یوں ہیں:

دیارِ مغرب سے جانے والو دیارِ مشرق کے باسیوں کو
کسی غریب الوطن مسافر کی چاہتوں کا سلام کہنا
الگ نہیں کوئی ذات میری تمہی تو ہو کائنات میری
تمہاری یادوں سے ہی معنون ہے زیست کا انصرام کہنا
اے میرے سانسوں میں بسنے والو بھلا جدا کب ہوئے تھے مجھ سے
خدا نے باندھا ہے جو تعلق رہے گا قائم مدام کہنا
تمہاری خاطر ہیں میرے نغمے میری دعائیں تمہاری دولت
تمہارے درد و الم سے تر ہیں مرے سجود قیام کہنا

پھر اپنے جذبات کا اظہار درج ذیل متفرق اشعار میں بھی فرماتے ہیں:

میری ایسی بھی ہے ایک روداد غم
دل کے پردے پہ ہے خون سے جو رقم
دل میں وہ بھی ہے اک گوشۂ محترم
وقف ہے جو غم دوستاں کے لیے
یاد آئی جب ان کی گھٹا کی طرح
ذکر ان کا چلا نم ہوا کی طرح
بجلیاں دل پہ کڑکیں بلا کی طرح
رت بنی خوب آہ و فغاں کے لیے
ہر طرف آپ کی یادوں پہ لگا کر پہرہ
جی کڑا کر کے بیٹھا تھا کہ مت یاد آئے
ناگہاں اور کسی بات پہ دل ایسا دکھا
میں بہت رویا مجھے آپ بہت یاد آئے

اسیران راہ مولا سے اظہار محبت کرتے ہوئے فرمایا:

ہیں کس کے بدن دیس میں پابند سلاسل
پردیس میں اک روح گرفتار بلا ہے
کیا تم کو خبر ہے رہِ مولا کے اسیرو
تم سے مجھے اک رشتہ جاں سب سے سواء ہے
کس دن مجھے تم یاد نہیں آئے مگر آج
کیا روز قیامت ہے کہ اک حشر بپا ہے

خلیفہ کے دل میں ساری جماعت کے دل

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کے سالانہ اجتماع کے اختتامی خطاب میں احبابِ جماعت سے محبت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں: آپ کو اس بات کا علم نہیں کہ آپ میں سے جو بھی تکلیف اٹھاتا ہے اس کی مجھے کتنی تکلیف پہنچتی ہے۔

یہی خلافت کا حقیقی مضمون ہے ایک خلیفہ کے دل میں ساری جماعت کے دل دھڑک رہے ہوتے ہیں اور ساری جماعت کی تکلیفیں اس کے دل کو تکلیف پہنچارہی ہوتی ہیں اور اسی طرح سب جماعت کی خوشیاں بھی اس کے دل میں اکٹھی ہوجاتی ہیں۔ پس اللہ کرے ہمیشہ آپ کی خوشیاں پہنچتی رہیں اور آپ کی تکلیف مجھے نصیب نہ ہو کیونکہ آپ کی تکلیف میری تکلیف ہے۔ (مشعل راہ جلد سوم صفحہ 687)

میں تو ’ملا‘ جاچکا

آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایک ہمارے بہت ہی دلچسپ اور پیار کرنے والے دوست ہیں ان کا خط آیا ہے کہ مجھے تو یہ فکر ہے ہی نہیں نہ ہوئی تھی کبھی کہ انگلستان کے لوگ خیال نہیں رکھیں گے اور اپنی ذمہ داریوں کو ادا نہیں کریں گے مجھے تو ایک فکر کھا رہا ہے اور پنجابی میں انہوں نے اس فکر کا اظہار کیا کہ کہیں آپ کو ’مل ہی نہ لیں‘ ... یہ بہت ہی پیارا اظہار انہوں نے کیا کہ مجھے تو فکر یہ ہے کہ آپ کو کہیں انگلستان کی جماعت مل ہی نہ لے۔

تو میں ان کو بھی بتاتا ہوں اور تمام اہلِ پاکستان کو بھی بتاتا ہوں کہ میں تو ’ملا‘ جاچکا ہوں۔ میری زندگی میرا اٹھنا بیٹھنا میرا جینا اور میرا مرنا آپ کے ساتھ ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ میں خدا کی راہ کے درویشوں کی محبت کو کبھی بھلا سکوں کوئی دنیا کی طاقت اس محبت کو میرے دل سے نوچ کر باہر نہیں پھینک سکتی۔ کوئی دنیا کی کشش، کوئی دنیا کی نعمت میری نگاہوں کو آپ کی طرف سے ہٹا کر اپنی طرف منتقل نہیں کرسکتی۔ لاکھوں خدا کے پیارے ہیں جو مجھے بھی بہت پیارے ہیں، لاکھوں پیارے ہیں جو آپ کی طرح اپنے امام سے اور مجھ سے محبت کرتے ہیں صرف اس لیے کہ خدا کی طرف سے میں اس مقام پر فائز کیا گیا ہوں لیکن وہ سب محبتیں اپنی جگہ...اے خدا کے در کے فقیرو! جو خدا کی خاطر دکھ دیئے جارہے ہو تمہاری محبت کا ایک الگ مقام ہے، اس کی ایک عجیب شان ہے، اس کا کوئی دنیا میں مقابلہ نہیں کرسکتا۔

(خطبات طاہر جلد سوم صفحہ 532, 531)

چہرہ مبارک خوشی سے تمتما اٹھا

مکرم عبدالماجد طاہر صاحب ایڈیشنل وکیل التبشیر بیان کرتے ہیں: جب لائبیریا کے حالات خراب ہوئے اور وہاں باغیوں نے بعض علاقوں پر بھرپور حملہ کر کے ان پر قبضہ کرلیا تو اس وقت ہمارے مشنری مکرم شیخ محمد یونس صاحب جس علاقہ میں تھے وہ بھی باغیوں کے قبضہ میں آ گیا اور وہاں بہت قتل و غارت ہوئی۔ رابطے بالکل کٹ گئے۔ انتہائی پریشان کن صورتحال تھی۔ حضور رحمہ اللہ بہت فکرمند تھے اور بار بار دریافت فرماتے تھے کہ کوئی اطلاع آئی ہے۔ خاکسار عرض کرتا کہ کسی قسم کا کوئی رابطہ نہیں ہو رہا اور کچھ پتہ نہیں چل رہا۔ حضورِ انورؒ نے اسی وقت صدقہ کے لیے رقم نکال کر دی اور فرمایا: ہارون جالو صاحب کے لیے بھی صدقہ نکالا تھا اور وہ مل گئے تھے۔ اب اللہ کے فضل سے یہ بھی انشاء اللہ مل جائیں گے۔ چنانچہ قریباً دو ہفتہ بعد سیرالیون سے اطلاع ملی کہ مکرم شیخ یونس صاحب انتہائی کسمپرسی کی حالت میں لائبیریا کا بارڈر پار کر کے سیرالیون پہنچ گئے ہیں اور خیریت سے ہیں۔ جب حضورِ انور رحمہ اللہ کی خدمت میں یہ اطلاع پہنچائی گئی تو آپؒ کا چہرہ مبارک خوشی سے تمتما اٹھا اور فرمایا! الحمد للہ، ماشاء اللہ مبارک ہو۔

(ماہنامہ خالد سیدنا طاہر نمبر 2004ء صفحہ 99)

خوش نصیب بیٹا

مکرم محمد اقبال صاحب آف کنری ضلع عمر کوٹ بیان کرتے ہیں کہ خاکسار کا بیٹا عزیزم محمود احمد انجم جامعہ احمدیہ ربوہ میں زیر تعلیم تھا اور پڑھائی میں کمزور تھا۔ ایک بار خاکسار اپنے بیٹے کو لے کر محترم ناظر صاحب اعلیٰ کے دفتر میاں صاحب (حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز) کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے بیٹے کو سمجھائیں کہ یہ واقف زندگی ہے اس نے خود زندگی وقف کی ہے یہ پڑھائی میں کمزور ہے۔ آپ اس کے لیے دعا کریں۔ خاکسار اس بچے کو آپ کے سپرد کرتا ہے آپ اس کی تعلیم کی نگرانی فرمائیں، یہ مجھ پر احسان عظیم ہوگا۔ آپ نے عزیزم محمود احمد انجم کو کہا کہ آئندہ آپ نے مجھ سے ملتے رہنا ہے اور ہر ماہ اپنی تعلیم کی رپورٹ دینی ہے۔ دو تین ماہ بعد خاکسار جب دوبارہ ربوہ گیا اور اپنے بیٹے کو کہا کہ جب آپ میاں صاحب سے ملتے ہیں تو میاں صاحب کیا فرماتے ہیں؟ بیٹے نے مجھے کہا کہ میاں صاحب نے فرمایا ہے کہ روزانہ کم از کم دو نفل ضرور پڑھا کرو اور روحانی خزائن کا مطالعہ سونے سے پہلے کیا کرو۔ ہر ماہ کوشش کر کے جیب خرچ سے ایک کتاب خریدا کرو۔ جلسہ سالانہ برطانیہ 2003ء میں خاکسار کو شمولیت کا موقع ملا۔ خاکسار نماز پڑھنے بیت الفضل کی طرف جارہا تھا کہ راستہ میں مکرم سید میر محمود احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ ملے۔ خاکسار نے سلام عرض کیا۔ مصافحہ اور معانقہ کیا... آپ نے فرمایا آپ کا بیٹا محمود احمد انجم بڑا خوش نصیب ہے جس کی نگرانی پیارے آقا خلافت سے پہلے کیا کرتے تھے اور مجھ سے رپورٹ لیتے رہتے تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضور کی دعاؤں سے ہی جامعہ میں کامیاب جارہا ہے۔ میں اور میرا بیٹا کس قدر خوش نصیب ہیں کہ پیارے آقا کی خلافت سے پہلے اور بعد کی دعائیں ساتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے حضور کو صحت والی لمبی عمر عطا فرمائے۔

(ماہنامہ تشحیذ الاذہان سیدنا مسرور نمبر 2008ء صفحہ 37.38)

شفقت اور فراست

مکرم ریاض احمد بلوچ صاحب آف ربوہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والدین نے مجھے کہا کہ اب تم شادی کرلو۔ میں نے آپ (حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز) سے بات کی۔ آپ نے فرمایا جیسے تمہارے والدین کہتے ہیں کرلو۔ میں نے شادی کے انتظامات خود کرنے تھے اور اس سلسلہ میں میں نے والدین کو بھی کچھ نہیں کہا سارا کام خود ہی کر رہا تھا۔ ڈی۔ جی خان میری شادی ہوئی۔ میری بارات ربوہ سے گئی۔ آپ نے مجھے دو گاڑیاں دیں۔ جب ہم وہاں چلے گئے تو بارات کی واپسی پر کھانے وغیرہ کا انتظام کرنا میرے ذہن میں نہ رہا اور میں وہاں سے فون وغیرہ بھی نہ کرسکا۔ ایک دن چھوڑ کر ولیمہ تھا۔ میں نے سوچا میں ولیمہ کا سارا انتظام آ کر کرلوں گا لیکن میں یہ بھول گیا کہ جو لوگ بارات کے ساتھ تھے ان کو ربوہ پہنچ کر کھانا وغیرہ دینا تھا یہ میرے ذہن میں نہیں تھا۔ میں نے انتظامات کے لیے گھر میں ایک آدمی چھوڑا تھا۔ اس آدمی کو حضرت میاں صاحب نے فون کیا کہ کوئی مسئلہ وغیرہ تو نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ بہرحال جب میں واپس آیا ابھی میں جھنگ کے قریب تھا تو میاں صاحب کا فون آ گیا کہ خیریت سے ہو میں نے خیر خبر بتائی۔ جب میں گھر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں 3 دیگیں تیار تھیں اور بارات کے کھانے کا مکمل انتظام تھا۔ یہ انتظام آپ نے کروایا تھا اور مجھے بھی نہیں بتایا تا کہ مجھے شرمندگی نہ ہو۔ بہرحال آپ کی شفقت اور فراست ہی تھی جس کی وجہ سے میری بہت بڑی پریشانی وقت آنے سے پہلے ہی ختم ہوگئی۔ اس وقت آپ ناظر اعلیٰ تھے اور آپ میرے ولیمہ میں بھی شریک ہوئے۔

(ماہنامہ تشحیذ الاذہان سیدنا مسرور نمبر 2008ء صفحہ 170-171)

شفقتیں ہی شفقتیں

مکرم عبدالغنی جہانگیر صاحب آف لندن حضور کی شفقت اور راہنمائی کا ایک واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ ایک شام حضور ایدہ اللہ اس باغ میں رونق افروز ہوئے جس کی نگہبانی میرے سپرد تھی۔ میں نے حضور ایدہ اللہ سے عرض کی کہ حضور! یہاں Cherry (چیری) کے دو درخت ایسے ہیں جو ہمیشہ ہی کمزور حالت میں رہے ہیں اور کبھی اچھا پھل نہیں دیا۔ اس پر حضور ایدہ اللہ نے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے ان کے لیے کبھی کوئی کھاد وغیرہ استعمال کی۔ میں نے عرض کی جی حضور! لیکن اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ تب حضورِ انور نے فرمایا کہ آپ dripzone میں درخت کے ارد گرد جہاں جہاں تک اس کی جڑیں پھیل چکی ہیں اس مکسچر کو استعمال کریں تو ضرور فائدہ ہوگا۔ آپ زمین کے اندر 6 انچ چوڑی اور ایک فٹ گہری سرنگ نالی درخت کے dripzone میں کھودیں اور اس کو اس مکسچر سے بھر دیں۔ میں نے حضور ایدہ اللہ کی ہدایت کے مطابق ایسا ہی کیا۔ خدا کے فضل سے اس سال ان درختوں نے بھرپور پھل دیا اور الحمد للہ آج تک وہ اچھا پھل دے رہے ہیں۔

ایک رات میں نے خواب دیکھی کہ میں رات کی نماز بیت الفضل میں ادا کرنے کے بعد باہر نکل رہا تھا تو اس جگہ پہنچنے پر جہاں میں نے اپنے جوتے اتارے ہوئے تھے کیا دیکھا کہ حضور اس جگہ میرے سامنے کھڑے ہیں۔ میرے غور کرنے پر مجھے یوں لگا کہ اس جگہ (جو جوتے اتارنے کی جگہ تھی) ایک طرف سے زمین کا فرش پھٹا ہوا اور پتھریلا سا ہے۔ جبکہ دوسری طرف بالکل ٹھیک اور ہموار ہے۔ مجھے پریشانی ہوئی کہ حضور ایدہ اللہ اس ناہموار جگہ پر کھڑے ہیں تو میں نے کوشش کی کہ میں خود وہاں کھڑا ہوجاؤں اور حضور ایدہ اللہ ہموار فرش پر آرام سے کھڑے ہوجائیں مگر حضور ایدہ اللہ نے بڑے آرام سے میرا بازو پکڑا اور فرمایا کہ تم اُسی جگہ کھڑے رہو پریشان مت ہو۔ میں یہاں اسی لیے ہوں کہ تم لوگوں کی تمام مشکلات خود لے لوں اور حضور اُسی ناہموار جگہ پر کھڑے رہے۔

خدا گواہ ہے میں سچ کہتا ہوں کہ ہمارے پیارے امام نے ہمیشہ تمام احمدیوں کی مشکلات اپنے ذمہ لی ہیں اور خدا کی مخلوق کے لیے جتنی آسانیاں اور سہولتیں پیدا کی جاسکتی ہیں کی ہیں۔ مزید یہ کہ حضور ہماری زندگیوں اور کاموں میں جتنی آسانی پیدا کرسکتے ہیں، کرتے ہیں۔

(ماہنامہ تشحیذ الاذہان سیدنا مسرور نمبر 2008ء صفحہ 124-123)

بارش میں کھڑے رہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی احباب جماعت سے شفقت اور محبت کا ایک واقعہ منیر احمد جاوید صاحب پرائیویٹ سیکرٹری حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ یوں بیان کرتے ہیں کہ: ایک مرتبہ جلسہ لندن کے موقع پر شام کے وقت بارش شروع ہوگئی قافلے جلسہ گاہ سے واپس اپنی اپنی قیام گاہوں کی طرف روانہ ہو رہے تھے کہ بارش کی وجہ سے رش پڑ گیا حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہوا تو آپ اپنی تمام مصروفیت کو چھوڑ کر خود وہاں تشریف لے آئے اور احباب جماعت کے پاس اس وقت تک وہیں بارش میں کھڑے رہے اور افراد جماعت کے حوصلے بڑھاتے رہے جب تک کے تمام مہمان بسوں میں بیٹھ کر اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ نہ ہو گئے۔

(ڈاکومنٹری جلسہ سالانہ میں حضور کی مصروفیت انٹرویو منیر احمد جاوید صاحب)

اکیلے بچے کی آمین

جلسہ سالانہ آسٹریلیا 2013ء کے اگلے دن حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نماز ظہر وعصر کی ادائیگی کے بعد اپنی رہائش گاہ پر واپس تشریف لے جارہے تھے۔ کہ اچانک ایک احمدی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے سامنے آ گیا اور درخواست کی کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ان کے

بیٹے کی آمین کروائیں۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت اس احمدی کی درخواست قبول کرتے ہوئے فرمایا کہ آج شام کو جو تقریب آمین ہونی ہے اس تقریب میں اپنے بیٹے کو بھی لے آنا۔اس پر اس احمدی نے کہا کہ حضور آج شام واپس جارہاہوں اور مجھے ائیر پورٹ کے لیے شام 6 بجے نکلنا ہے۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ہمراہ جو سیکورٹی اور سٹاف پر معمور افراد تھے اس قسم کی درخواست پر حیران ہو گے۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس احمدی کی درخواست آرام سے سنی اور فرمایا اپنے بیٹے کو لے آؤ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز گھر تشریف لے گئے اور کچھ منٹ کے بعد واپس آئے اور اپنی رہائش گاہ کے سامنے اس بچے کی آمین کی تقریب کی۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مصروفیت کے باوجود اس احمدی کی ہمدردی کے لیے اور اس کے جذبات کا خیال کرتے ہوئے پہلے سے طے شدہ آمین کی اجتماعی تقریب سے پہلے اسی وقت اس بچے کی اکیلے آمین کروادی۔(تیسرے دن کی تقریر جلسہ سالانہ قادیان 2015ء مقرر مرزا شیراز احمد صاحب)

احمدی بھائیوں کو سلام

مراکش کے ایک مخلص احمدی کا بیان ہے کہ جب میں دوسری بار 2006ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ملا تو حضورِ انور نے فرمایا کہ جب میں 2005ء میں سپین گیا تو جبرالٹر کے پہاڑوں کی سیر کے دوران میں نے وہاں سے اپنے مراکشی احمدی بھائیوں کو السلام علیکم کہا تھا۔میرے بھائیو! جبرالٹر کے پہاڑوں کی سیر کرنے والوں میں سے بعض سمندر کی وسعتوں کا نقشہ کھینچتے ہیں تو بعض ان پہاڑوں کی خوبصورتی اور دلکشی کا تصور پیش کرتے ہیں۔جبکہ بعض وہاں کے قدرتی حسن اور دلفریب نظاروں کی بات کرتے ہیں لیکن ذرا غور تو فرمائیں کہ جب جبرالٹر کے پہاڑوں سے میرے آقا کی نظر مراکش کے شہروں اور آبادیوں پر پڑی تو آپ کو وہاں پر بسنے والے خدام یاد آ گئے اور ان کی محبت نے اس قدر جوش مارا کہ بے اختیار آپ کے دل سے ان کے لیے سلامتی کی دعائیں نکلنے لگیں۔(تقریر جلسہ سالانہ جرمنی 2011ء مقرر منیر احمد جاوید صاحب پرائیویٹ سیکرٹری حضورِ انور)

سوتے وقت بھی اور جاگتے وقت بھی دعا

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں: جماعت احمدیہ کے افراد ہی وہ خوش قسمت ہیں جن کی فکر خلیفۂ وقت کو رہتی ہے۔... کوئی مسئلہ بھی دنیا میں پھیلے ہوئے احمدیوں کا چاہے وہ ذاتی ہو یا جماعتی ایسا نہیں جس پر خلیفۂ وقت کی نظر نہ ہو۔اور اس کے حل کے لیے وہ عملی کوشش کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتا نہ ہو۔اس سے دعائیں نہ مانگتا ہو...دنیا کا کوئی ملک نہیں جہاں رات سونے سے پہلے چشم تصور میں، میں نہ پہنچتا ہوں اور ان کے لیے سوتے وقت بھی اور جاگتے وقت بھی دعا نہ ہو۔(روزنامہ الفضل یکم اگست 2014ء)

خلافتِ احمدیہ انسانیت کی بقا

میرے بھائیو،عزیز اور بزرگو! دیکھو اور سنو کہ آج بھی خدائے رحمٰن نے ہمیں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ذات میں ایسا مہربان آقا عطا فرمایا ہے جو ہم میں سے ہر ایک کو اس محبت سے گلے لگاتا ہے کہ غم بھول جاتا ہے اور دل کی پاتال تک خوشی ومسرت کا بسیرا ہو جاتا ہے۔خدائے ذوالمنن کا احسان ہے کہ اس نے ایسا خلیفہ ہمیں عطا فرمایا ہے جو محبت بھری دعاؤں کا کبھی نہ ختم ہونے والا خزانہ ہے۔اس کا محبت بھرا سلوک دلوں کو لوٹتا جاتا ہے۔خلفائے احمدیت کی محبت وشفقت اور دعاؤں کے فیض کا سلسلہ اتنا وسیع اور اتناد لگداز ہے کہ بیان کا یارا نہیں۔کاش میرے لیے ممکن ہوتا تو میں دنیا کو بتاتا کہ ہم خلافتِ احمدیہ کے سایہ میں کس جنت میں دن رات بسر کر رہے ہیں۔حق یہ ہے کہ یہ کیفیت لفظوں میں بیان کرنے والی نہیں بلکہ ذاتی تجربہ کی روشنی میں محسوس کرنے اور جاننے والی عظیم دولت ہے اور میں یقین سے کہہ رہا ہوں کہ آج ایک ایک فرد جماعت اور اکناف عالم میں بسنے والے کروڑوں عشاق احمدیت اس بات پر زندہ گواہ ہیں۔(نظام خلافت صفحہ 75-74)

پس اے میرے پیارو اور میرے پیاروں کے پیارو! اٹھو۔آج اس انعام کی حفاظت کے لیے عزم اور ہمت سے اپنے عہد کو پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور گرتے ہوئے،اس سے مدد مانگتے ہوئے میدان میں کود پڑو کہ اسی میں تمہاری بقا ہے۔اسی میں تمہاری نسلوں کی بقا ہے۔اور اسی میں انسانیت کی بقا ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کو بھی توفیق دے۔اللہ تعالیٰ مجھے بھی توفیق دے کہ ہم اپنے عہد کو پورا کرنے والے ہوں۔

(خطاب 27 مئی 2008ء Excel سینٹر صفحہ 61)

☆...☆...☆

پریشان روحوں کی راحت خلافت

خدا کی عطا کردہ نعمت خلافت — ہے ایمان والوں کی دولت خلافت
نبوت کی زندہ صداقت خلافت — خدا کی طرف سے امانت خلافت
نبوت خدا کی مکمل ہدائیت — ہدائیت کی کامل اِشاعت خلافت
خلافت نبوت کا اک تکمیلہ ہے — خلافت نبوت، نبوت خلافت
نہیں ہوتے معزول ہرگز خلیفے — کہ رکھتی ہے اک خاص نصرت خلافت
نہیں چھین سکتا خلیفہ سے کوئی — خدا کا عطیہ ہے خلعت خلافت
ہراساں دلوں کی تسلی کا موجب — سراپا تشفی سکینت خلافت
غمِ رحلتِ انبیا کا مداوا — پریشان روحوں کی راحت خلافت
ہے بندوں پہ گر انتخابِ خلافت — حقیقت میں ہے دستِ قدرت خلافت
تصرف خدا کا جھکاتا ہے سب کو — ہے گویا خدا کی مشیت خلافت
سراجِ نبوت جو ہوتا ہے اوجھل — تو آتی ہے پھر حسبِ سنت خلافت
تقرب اِلی اللہ کا واحد ذریعہ — ہے صدق و وفا کی علامت خلافت
خلافت ہے دینِ متیں کی محافظ — ہے امن وسکوں کی ضمانت خلافت
خلافت سے ہوتی ہے تنظیم قائم — یہی ہے نبی کی نیابت خلافت
کیا سورۃ نور میں حق نے وعدہ — کہ پائے گی یہ خیرِ امت خلافت
خلافت ہے اثبات مرکز کا باعث — خدا کی جماعت کی طاقت خلافت
خلافت کا انکار کرتا ہے فاسق — سمجھتا ہے وہ بے حقیقت خلافت
کرو صدق دل سے اِطاعت ہمیشہ — خدا کی ہے لَا ریب رحمت خلافت
ہمیں ناز ہے اس غلامی پہ ہر دم — ملی دائمی ایک نعمت خلافت
مشرف بہ بیعت ہوئے شاد ہم بھی — کہ ہے موجبِ صد سعادت خلافت

(شعری مجموعہ – بہارِ جاوداں صفحہ 93،94) شاعر - محمد ابراہیم شاد۔مرسلہ – منصور احمد ناصر

بقیہ: رپورٹ مسجد مبارک کا افتتاح

از صفحہ نمبر 80..................

ادا کیے جانے والے پہلے جمعہ کی اذان دینے کی سعادت پائی۔ موصوف کو مسجد بیت الفتوح مورڈن میں بھی پہلے جمعہ کی اذان دینے کی سعادت حاصل ہے۔ایک بجکر 13 منٹ پر حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ کا آغاز فرمایا۔

تشہد، تعوذ، تسمیہ، سورۃ فاتحہ اور سورۃ الاعراف کی آیات 30 تا 32 کی تلاوت کے بعد ان کا ترجمہ بیان فرمایا۔اس کے بعد حضورِ انور نے فرمایا: الحمد للہ آج اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام آباد کی اس مسجد میں جمعہ پڑھنے کی توفیق عطا فرما رہا ہے۔مسجد فضل کے ساتھ دفاتر وغیرہ میں اب کافی تنگی محسوس کی جانے لگی تھی۔اب اسلام آباد کے تعمیراتی منصوبے کی تکمیل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضل سے زیادہ بہتر اور کھلی گنجائش ہمیں میسر آ گئی ہے۔خلیفۂ وقت کی رہائش کے ساتھ مسجد کا ہونا بھی ضروری ہے تا کہ لوگ آرام سے خلیفہ وقت کی اقتدا میں نمازوں کی ادائیگی کر سکیں۔اسی طرح خلیفہ وقت دوسرے کام درس وتدریس کے سہولت سے کر سکے۔گو آج رسمی طور پر ہم اس مسجد کا افتتاح کر رہے ہیں لیکن عملاً میرے یہاں منتقل ہوتے ہی نمازوں اور دوسرے پروگراموں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔یہ مسجد، مسجد فضل سے چار گنا زیادہ گنجائش رکھتی ہے لیکن وفود کی آمد سے اندازہ ہوا ہے کہ یہ مسجد بھی چھوٹی پڑتی رہی ہے۔اس کے ساتھ ہی ایک قبلہ رُخ ملٹی پرپس ہال (multi purpose hall) بنایا گیا ہے۔اس میں گنجائش ہے جہاں زائد لوگ نماز پڑھتے رہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے گذشتہ دس پندرہ سال میں مساجد کی تعمیر میں جماعتوں کو خاص توجہ پیدا ہوئی ہے؛ لیکن یہ مسجد جس کا نام میں نے 'مسجد مبارک' رکھا ہے، یہ اس اعتبار سے مرکزی مسجد ہے کہ خلیفۃ المسیح کی رہائش بھی یہیں ہے۔یہاں خدمت کرنے والوں میں سے انتیس، تیس افراد کے لیے مناسب گھر اور ضروری دفاتر موجود ہیں جن سے مجھے عموماً زیادہ واسطہ پڑتا ہے۔اللہ تعالیٰ کرے کہ یہ مسجد اس لحاظ سے مسجد مبارک کی مثیل بھی ہو۔اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے والی، ہر لحاظ سے مبارک ہو۔

حضورِ انور نے اس مسجد کے نام رکھنے کی تجویز کے حوالے سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے الہام مبارك و مبارك وكل امر مبارك يجعل فيه کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ کئی نام ذہن میں آرہے تھے، مشورے بھی ہو رہے تھے کہ یہ الہام ایک دم میرے سامنے آ گیا جس کی وجہ سے یہ نام رکھا گیا۔اس الہام کا حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے یہ ترجمہ فرمایا ہے کہ یہ مسجد برکت دہندہ اور برکت یافتہ ہے اور ہر ایک امر مبارک اس میں کیا جائے گا۔اللہ تعالیٰ کرے کہ اسلام کے پھیلنے اور غلبہ حاصل کرنے کے لیے جو حضرت مسیح موعودؑ کو خواہش اور تڑپ تھی، اور جو آپؑ نے مسجد مبارک قادیان میں دعائیں کیں، وہ اس مسجد کو بھی پہنچتی چلی جائیں۔یہ مسجد اور یہ مرکز ہمیشہ انگلستان، یورپ اور دنیا کے تمام ممالک تک توحید کے پھیلانے اور اسلام کا پیغام پہنچانے والے بنے رہیں۔حضرت مصلح موعودؓ نے مسجد مبارک ربوہ کو قادیان کی مسجد مبارک کا قائم مقام اور اس کا ظل اور مثیل قرار دیا تھا، وہاں لمبا عرصہ خلافت رہی اور ابھی بھی مرکزی دفاتر وہاں ہیں۔لیکن گذشتہ 35 برس سے یہاں بھی نئے دفاتر، عمارتوں اور مساجد کی ضرورت تھی۔ملکی قوانین کی وجہ سے خلافتِ احمدیہ کو ربوہ سے ہجرت کرنی پڑی تو اللہ تعالیٰ نے یہاں پہلے سے بڑھ کر ترقیات کے دروازے کھولے۔دشمن نے اپنے زعم میں جن فضلوں اور برکتوں کو ہم سے چھیننا چاہا اللہ تعالیٰ کئی گنا بڑھ کر اِس مسجد اور اس مرکز سے

ترقیات کے نظارے دکھائے۔ **حضورِ انور نے بعض پاکستانی سیاست دانوں کے جہالت پر مبنی بیانات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا** کہ جماعتِ احمدیہ کی ترقی اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے ہے۔ نہ دنیا کی کوئی حکومت اس کی ترقی روک سکتی ہے اور نہ جماعتِ احمدیہ کسی حکومت کی مدد کی محتاج ہے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ اس نئی بستی اور قرب و جوار میں آباد ہونے والے احمدیوں کو چاہیے کہ اپنی حالتوں کو ایسا بنائیں کہ اس علاقے میں احمدیت اور اسلام کی حقیقی تصویر لوگوں کو نظر آئے۔ بے شک اسلام آباد میں ایک عرصے سے ہمارے واقفینِ زندگی اور کارکنان رہتے رہے ہیں، اور یہاں رہنے والے لوگ احمدیوں سے متعارف ہیں۔ 2004ء تک ہونے والے جلسوں کی وجہ سے بھی اس علاقے میں احمدیت کا تعارف ہے۔ لیکن اب ایک نئی صورت یہاں کی آبادی کو ملی ہے اور یہاں کے لوگوں کو احساس ہونا شروع ہوگیا ہے اور وہ اس بات کا اظہار بھی کرتے ہیں کہ جب سے جماعت کے خلیفہ یہاں منتقل ہوئے ہیں افرادِ جماعت کا اچانک یہاں رخ ہوا ہے۔ پس ہمیں اِس وجہ سے پہلے سے بڑھ کر اپنے نمونے دکھانا ہوں گے۔ اگر ہمارے شور یا ٹریفک کی بے قاعدگی سے ہمسائے تکلیف محسوس کریں تو اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کی باتیں صرف ہمارے منہ کی باتیں ہوں گی۔ جو آیات میں نے تلاوت کی ہیں ان میں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں مسجدوں کے حوالے سے یہی ارشاد فرمایا ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہو تو اپنے ایمان اور دین کو اُس کے لیے خالص کرو۔ مسجدوں کا جو مقصد ہے اُسے پورا کرنا ہوگا تب ہی اللہ تعالیٰ کے انعام ملیں گے۔ دن میں جب پانچ مرتبہ یہ کوشش ہوگی تو تب ہی ہم اللہ کے لیے دین کو خالص کرنے والے ہوں گے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مسجد مبارک اسلام آباد کی یادگاری تختی کی نقاب کشائی فرما رہے ہیں

پس روح کی صفائی کا انتظام بھی ضروری ہے۔ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے دین کو خالص نہیں کرتے وہ گمراہی کے گڑھے میں جا پڑتے ہیں۔ علمائے سوء جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے فرستادے کا انکار کیا، انہوں نے شیطان کو اپنا دوست بنایا۔ وہ اپنے زعم میں یہی خیال کرتے ہیں کہ اُن سے زیادہ اسلام پر عمل کرنے والا کوئی نہیں۔ حکومتیں تک اُن سے خوف زدہ رہتی ہیں۔ آج کل کراچی پاکستان میں ہماری پچاس ساٹھ سال پرانی مساجد کے منارے گرانے کے لیے زور ڈالا جا رہا ہے۔ افرادِ جماعت پر ظلم و تعدّی اور حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف دشنام دہی میں یہ لوگ حد سے بڑھے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں پر گمراہی لازم ہو چکی ہے۔ جو لوگ ان نام نہاد علما کے پیچھے ہیں اِن کا شمار اُن لوگوں میں ہوتا ہے جن کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ اس زمانے میں مساجد بظاہر آباد نظر آئیں گی لیکن ہدایت سے خالی ہوں گی۔ انہی میں سے فتنے اٹھیں گے اور وہیں لوٹ جائیں گے اور یہ لوگ اسلام کو بدنام کرنے والی بدترین مخلوق ہوں گے۔

پس ایسے میں ہماری زیادہ ذمہ داری ہے کہ اپنی عبادات کو خالص کریں۔ یہ محض اللہ کا فضل ہے کہ اس نے رمضان کے دنوں میں ہمیں یہ مرکز عطا فرمایا۔

حضورِ انور نے سوشل میڈیا پر ایک وڈیو جس میں افطار کے وقت لوگ ہاتھا پائی اور گالم گلوچ کر رہے تھے؛ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا یہ تزکیہ نفس ہے جو روزوں سے ان کو ہو رہا ہے؟ ان باتوں سے آنے والے امام کو ماننے کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ یہ باتیں ہمیں متوجہ کرتی ہیں کہ ہم اپنے جائزے لیں۔ اپنی اصلاح کریں۔

حضورِ انور نے سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ کے اقتباسات کی روشنی میں دین کو خالص کرنے کی وضاحت فرمائی۔ اخلاص سے خدا تعالیٰ کو یاد کرنا چاہیے اور اس کے احسانوں کا بہت مطالعہ کرنا چاہیے۔ اصولِ عبادت کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان یہ سمجھے کہ وہ خدا کو دیکھ رہا ہے یا یہ کہ خدا اُسے دیکھ رہا ہے۔ اُسی کی ربوبیت کا خیال رکھے۔ اِس زمانے میں خدا کے ساتھ صدق، وفاداری، اخلاص، محبت اور خدا پر توکّل کالعدم ہو گئے ہیں جبکہ ریاکاری، خود بینی، نخوت، رعونت جیسے اخلاقِ رزیلہ ترقی کر گئے ہیں۔ صفاتِ حسنہ آسمان پر اٹھ گئے ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی بعثت کے ذریعے اُسی کی تخم ریزی کے لیے اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے۔ اب اس تخم ریزی سے پیدا ہونے والے پودوں اور درختوں کی شاخیں ہم نے بننا ہے۔ ہم یہ اُس وقت کر سکتے ہیں جب اپنی عبادتوں کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کریں۔ اعمال کے لیے اخلاص شرط ہے۔

قرآن شریف سے علم ہوتا ہے کہ انسان کی طبعی حالتوں کا اس کی اخلاقی اور روحانی حالتوں سے شدید تعلق ہے۔ اسی واسطے قرآن شریف نے جسمانی طہارت اور ظاہری پاکیزگی کو

نئے مرکزِ احمدیت اسلام آباد میں نو تعمیر شدہ مسجد مبارک

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مسجد مبارک اسلام آباد میں تاریخ ساز پہلا خطبہ جمعہ ارشاد فرما رہے ہیں

ضروری آداب میں شمار کیا ہے۔ جسمانی اعضا کا روح پر بہت قوی اثر ہے۔ مثلاً ہماری آنکھیں اگر تکلّف سے ہی رونا شروع کریں تو فی الفور آنسوؤں کا ایک شعلہ دل پر پڑتا ہے۔ اسی طرح سجدے سے خشوع وخضوع کی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔

ظاہری خوراک کا بھی روحانیت پر اثر پڑتا ہے اسی لیے خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ کھاؤ پیو لیکن کیفیت یا کمیت میں زیادت نہ کرو۔ اس سے بھی توازن خراب ہوتا ہے اور اس کا اثر روحانی حالتوں پر بھی پڑتا ہے۔

حضورِ انور نے نئے مرکز پر شکر گزاری کا حق ادا کرنے کے حوالے سے فرمایا کہ ہمیں اسلام کی خوبصورت تعلیم کے زاویے اپنے قول وفعل سے، اپنے عمل سے دکھانے کی ضرورت ہے۔ اگر ہم ان اصولوں کو مدّنظر رکھ کر زندگیاں گزاریں تو یہی تبلیغ کا بہت بڑا ذریعہ بن جائے گا۔ بعض لوگ ہمسایوں اور باہر ملنے والوں کے ساتھ تو بہت اچھے اخلاق دکھاتے ہیں لیکن گھر میں بیوی بچوں کے ساتھ اُن کے رویے ٹھیک نہیں ہوتے۔ گھروں کی یہ بے سکونی بچوں پر اثر انداز ہوتی ہے اور یہ بچے مستقبل میں جماعت کا بہترین حصّہ بننے کی بجائے جماعت سے دور جانے والے بن جاتے ہیں۔ پس یہ ان کا انفرادی فعل نہیں۔ خدا تعالیٰ کے وجود کو دکھانے کے لیے ضروری ہے کہ ہمارے قول وفعل ایسے ہوں جو دوسروں کو متاثر کریں۔ توحید سے خالی اور شرک سے بھرے ہوئے دنیا کے اس خطّے میں نئے مرکز کے ذریعے خدا تعالیٰ نے ہمیں یہ موقع دیا ہے کہ نئے عزم کے ساتھ دنیا میں توحید کے پھیلانے کا کام کریں۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ احمدیت کی ترقی اور نئے مرکز کے مقصد کو پورا کرنے کے لیے بہت دعا کریں۔ ربوہ جانے کے راستے کھلیں، قادیان جو مسیح کی تخت گاہ ہے، وہاں واپسی کے راستے کھلیں۔ مکّہ اور مدینہ جو ہمارے آقا و مطاع حضرت محمد ﷺ کی بستیاں اور اسلام کے دائمی مرکز ہیں وہاں کے راستے بھی ہمارے لیے کھلیں۔

مسجد اور تمام تعمیراتی منصوبے کے بارے میں بعض اعداد وشمار، سہولیات اور خدمت کی توفیق پانے والے احباب کا تذکرہ کرتے ہوئے حضورِ انور نے فرمایا کہ اِس مسجد کا ڈیزائن ایسا ہے کہ اس پر تعمیر سستی ہے اور یہ ایسا ڈیزائن ہے کہ جس سے بجلی اور انرجی کی بچت ہوتی ہے۔ مسجد میں نمازیوں کی گنجائش کا ایریا تقریباً 314 مربع میٹر ہے یعنی 500 کے قریب نمازی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اسی طرح ہال میں ایک جگہ 1200/ اور دوسری جگہ 110 کے قریب افراد نماز پڑھ سکتے ہیں۔ پھر ہال کے سامنے چھتا ہوا حصہ ہے جہاں 300/ افراد نماز پڑھ سکتے ہیں۔ یوں تقریباً دو ہزار کے قریب افراد کی گنجائش ہو گئی ہے۔ یہاں دفاتر کے لیے تین بلاکس (blocks) ہیں لیکن پانچ دفاتر بن گئے ہیں۔ ایم ٹی اے کے لیے بھی جگہ موجودہ زمانے کی تمام سہولیات میسر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ باوجود بہت بڑا منصوبہ ہونے کے یہ پہلا منصوبہ ہے کہ جو بغیر کسی علیحدہ تحریک کے تکمیل کو پہنچا۔ جبکہ اس دوران قادیان، مالی، تنزانیہ وغیرہ ممالک میں بڑے بڑے منصوبے چل رہے تھے تو مجھے فکر تھی کہ کچھ دیر کے لیے کہیں کوئی منصوبہ روکنا نہ پڑے۔

حضورِ انور نے کیلی گرافی کے ذریعے اسمائے باری تعالیٰ سے مسجد کے مزیّن کیے جانے کے حوالے سے فرمایا کہ ہماری مساجد میں اتنی کیلی گرافی نہیں کی جاتی۔ لیکن چونکہ اس مسجد کا ڈیزائن کچھ ایسا تھا اس لیے میں نے اِن کو کہا کہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس سلسلے میں حضورِ انور نے رضوان بیگ صاحب، عامر سفیر صاحب، باسل بٹ صاحب، موسیٰ ستّار صاحب نیز مصور دین صاحب کی محنت کا تذکرہ فرمایا۔ تعمیری منصوبے کی مرکزی کمیٹی، اور ایم ٹی اے کی ٹیم، والنٹیئرز جو یہاں آ کر محنت سے کام کرتے رہے، سب کا حضورِ انور نے پُر خلوص محبت کے ساتھ ذکر فرمایا۔

آخر میں حضورِ انور نے تنزانیہ میں کثیر المنزلہ عمارت اور مالی میں تعمیر ہونے والی بڑی مسجد کے حوالے سے فرمایا کہ وہاں لوگ یہ باتیں کرنے لگے ہیں کہ یہ کوئی بہت بڑی امیر جماعت ہے۔ دنیاوی لحاظ سے تو ہم امیر نہیں لیکن ہماری امارت اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی وجہ سے ہے۔ اُس نے ہمیں امیر بنایا ہے۔

گذشتہ دنوں وقفِ عارضی پر امریکہ سے ایک ڈاکٹر مالی

مسجد مبارک اسلام آباد میں نماز جمعہ کا پہلا اجتماع

مسجد مبارک اسلام آباد میں نمازِ جمعہ کے پہلے اجتماع کا ایک خوبصورت زاویہ

گئے۔ ایئر پورٹ سے انہوں نے بڑی خوبصورت مسجد دیکھی تو ڈرائیور سے پوچھا کہ یہ اتنی خوبصورت بڑی مسجد کس کی ہے؟ ڈرائیور نے بتایا کہ یہ احمدیوں کی مسجد ہے اور یہیں تو آپ جارہے ہیں۔ غرض ہر دیکھنے والا اس کی تعریف کرتا ہے۔ بہت بڑا منصوبہ تھا جو اللہ کے فضل سے مکمل ہوا۔ اس کی پلاننگ احمدیہ آرکیٹیکٹ انجینئرز ایسوسی ایشن نے کی تھی۔ اللہ ان کو بھی جزا عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ آئندہ بھی فضل فرماتا رہے اور جو منصوبے چل رہے ہیں وہ بھی تکمیل کو پہنچیں۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے عمومی طور پر جماعت کو جو مالی قربانی کی توفیق دی ہے اسی قربانی سے یہ تمام منصوبے پایہ تکمیل کو پہنچے ہیں اور پہنچ رہے ہیں اور آئندہ بھی پہنچیں گے۔ انشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ تمام افرادِ جماعت کی مالی استطاعت کو بھی بڑھاتا چلا جائے۔ اور ان کے اموال و نفوس میں برکت ڈالے۔ کیونکہ یہ منصوبے کسی خاص تحریک کے بغیر ہیں اس لیے تمام دنیا کی جماعتیں اس میں شامل ہیں اور کوئی تخصیص نہیں کہ کس نے زیادہ دیا اور کس نے کم۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزا دے ان کے اموال و نفوس میں برکت عطا فرماتا چلا جائے۔ آمین

....

تاثرات

اس بابرکت موقع پر حضورِ انور کی اقتدا میں جن افراد کو یہ جمعہ پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی وہ آئندہ اس سعادت پر خدا تعالیٰ کی شفقتوں اور عنایات کو یاد کرتے ہوئے یقیناً خدا تعالیٰ کے مشکور ہوں گے۔ اس موقعے پر چند احباب کے تاثرات درج ذیل ہیں:

جامعہ احمدیہ یوکے سے تعلق رکھنے والے ایک دوست نے اپنے جذبات اور تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یہ خدا تعالیٰ کی شان ہے کہ اُس نے ہمیں یہ نیا مرکز عطا فرمایا ہے۔ خطبہ جمعہ کے دوران میں نے جو سب سے بڑی بات نوٹ کی ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے لوگ انتہائی انہماک سے خطبہ جمعہ سُن رہے تھے۔ اس میں ایک عجیب کیفیت تھی جو ناقابل بیان ہے۔

جامعہ احمدیہ یوکے میں پڑھنے والے ایک طالبعلم نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ماشاء اللہ، خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اُس نے ہمیں یہ مرکز دیا ہے۔ ہمارے لیے آج یہ بہت ہی خاص موقع تھا کہ ہم نے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اقتدا میں مسجد مبارک میں پہلا جمعہ پڑھا ہے۔ یہ بہت ہی عجیب کیفیت تھی۔ خطبہ سے قبل اور خطبہ کے دوارن ایک خوشی کا ماحول تھا جو دل پر اثر کر رہا تھا۔ اور جو سجدۂ شکر حضورِ انور کے پیچھے ہمیں کرنے کی توفیق ملی ہے اس کا ہمارے دل پر بہت گہرا اثر ہوا ہے۔

اسلام آباد میں موجود ایک مرکزی دفتر میں خدمت پر مامور مربی سلسلہ نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا: یہ بہت ہی جذباتی موقع تھا۔ خاص طور پر جب ہم نے سجدۂ شکر کیا اس وقت جو شکر اور دعا کی کیفیت تھی وہ بیان نہیں کی جا سکتی۔ خطبہ جمعہ میں حضورِ انور نے ہمیں جو یہاں گرد و نواح میں رہائش پذیر ہیں اور جو یہاں دفتروں میں کام کر رہے ہیں اپنے اچھے نمونے اور اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ خطبہ کے بعد تمام حاضرین بہت خوش تھے اور ایک دوسرے کو مبارکباد

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی بابرکت امامت میں مسجد مبارک اسلام آباد میں پہلی نمازِ جمعہ ادا کی جارہی ہے

مسجد مبارک اسلام آباد

دے رہے تھے۔

ایک مرکزی دفتر میں خدمت پر مامور سینئر مربی سلسلہ نے اپنے تاثرات کچھ یوں بیان کیے: یہ محض اللہ کا فضل اور ہم پر اس کا احسان ہے کہ اس تاریخی موقع پر ہمیں حاضر ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ یہ ایک تاریخی اور تاریخ ساز موقع ہے اور نسلاً بعد نسلٍ یہ بات ہمیں یاد رہے گی۔ اللہ کرے کہ حضور کی جو توقعات ہیں جن کا حضور نے خطبہ میں ذکر کیا ہے ہم اُن پر پورا اُترنے کی توفیق پائیں۔ اصل میں وہاں عجیب قسم کا سماں تھا۔ جب حضور یادگاری تختی کی نقاب کشائی کے بعد مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر سجدۂ شکر سے قبل کچھ فقرات فرمائے تو اُس وقت حضور کے پاک چہرے پر گویا ایک آسمانی جلوہ محسوس کیا جاسکتا تھا۔ اور ایک اَور ہی دنیا کی شرافت اور نجابت مَیں نے حضور کے چہرے پہ محسوس کی۔ یہ نظّارہ میرے دل پر بہت گہرا اثر کر رہا تھا۔ سجدۂ شکر کی کیفیت تو ناقابل بیان ہے۔

خطبہ کے دوران میں کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا: حضورِ انور نے پورا خطبہ ایک خاص کیفیت میں دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مکہ اور مدینہ کی جب حضور نے بات کی اُس وقت رسول کریم ﷺ اور آپؐ کے مسکن سے حضور کی محبت صاف ظاہر تھی۔ حضورِ انور کا یہ طریق ہے کہ جب بھی جماعت کی ترقیوں کا ذکر کرتے ہیں تو فوراً ہماری ذمہ داریوں کی طرف ہماری توجہ مبذول فرماتے ہیں۔ جب بھی ایسے موقعے آتے ہیں تو حضور فوراً جماعت کو نصیحت فرماتے ہیں کہ ہم اپنی اصلاح کریں۔ اپنی تربیت کریں اور ان اقدار پر خود قائم رہیں۔ اور مثالیں قائم کریں۔ اس خطبہ کی کیفیت captivating تھی۔

نماز کے بعد بھی اس روحانی منظر کا اثر تھا جو لوگوں سے ظاہر ہو رہا تھا۔ لوگ ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہے تھے، معانقہ کر رہے تھے، اُن کی باتوں سے اور چہروں سے بھی اس کا اثر ظاہر ہو رہا تھا کہ ہم ابھی ایک عجیب دنیا سے باہر نکلے ہیں۔

نمازِ جمعہ کا اختتام دو بجکر 27 منٹ پر ہوا جس کے بعد حضورِ انور مسجد کے شمالی جانب موجود دروازے سے باہر تشریف لے گئے جہاں ڈائریکٹر پروگرامنگ ایم ٹی اے، امیر صاحب یوکے، ڈائریکٹر پروڈکشن ایم ٹی اے نے حضورِ انور کی خدمت میں کچھ معاملات کی بابت ہدایات حاصل کیں۔ نیز مکرم صدر صاحب خدام الاحمدیہ یوکے نے حضورِ انور کی خدمت میں حاضری کی رپورٹ پیش کی۔

حاضری: اس مبارک موقع پر مسجد کے ہال میں 420؍ افراد، ملٹی پرپس ہال میں 560؍ افراد، اوور فلو مارکی میں 60؍افراد، 1009 لجنہ اماء اللہ کی ممبرات نے جمعہ پڑھا۔ جبکہ 200 خدام ڈیوٹی پر موجود تھے۔ اس طرح کل ملا کر 2249؍ افرادِ جماعت مرد وزن، بچے اور بوڑھے اس مبارک تقریب کا حصہ بنے۔

ادارہ الفضل انٹرنیشنل اس مبارک موقع پر حضرت خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور احباب جماعت کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ حضور کے بیان فرمودہ الہام حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیر تاثیر 'مسجد مبارک' جماعت احمدیہ عالمگیر اور پورے عالم اسلام کے لیے سراپا برکت کی موجب ہو۔ آمین۔

☆...☆...☆

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ: محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم و دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیر انتظام شائع کیے جاتے ہیں۔

حضرت سید عزیز الرحمٰن صاحبؓ اور حضرت محمدی بیگم صاحبہؓ

ماہنامہ ’’النور‘‘ امریکہ مارچ 2012ء میں حضرت سید عزیز الرحمٰن صاحبؓ کے بارہ میں مکرم غلام مصباح بلوچ صاحب کا ایک مضمون شامل اشاعت ہے۔

تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین میں افرادِ امریکہ کے تحت حضرت سید عزیز الرحمٰن صاحب رضی اللہ عنہ اور حضرت محمدی بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا کے نام درج ہیں۔ یہ دونوں بزرگ کبھی امریکہ نہیں آئے لیکن ان کے ایک بیٹے مکرم سید عبدالرحمٰن صاحب 1920ء میں امریکہ آئے اور انہوں نے اپنے والدین کی طرف سے تحریک جدید کے چندہ کی ادائیگی کرکے ان کو تحریک جدید کے دفتر اوّل کا حصہ بنادیا۔

حضرت سید عزیز الرحمٰن صاحبؓ ولد سید حبیب الرحمٰن صاحب بریلی کے رہنے والے تھے لیکن کپورتھلہ میں مہاراجہ کے ہاں ملازم تھے۔ وہیں 1897ء میں حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کرنے کی توفیق پائی۔ 1901 ء میں آپؓ بریلی آئے جو اُس وقت مخالفینِ احمدیت کا گڑھ تھا اور جہاں احمدیوں کا مکمل بائیکاٹ کیا گیا تھا۔ اُس کٹھن دَور میں یہ خاندان بڑی استقامت سے احمدیت پر قائم رہا۔ آپؓ اُن حالات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: پانی، بھنگی تک بند کرایا گیا، گھر پر اینٹیں برسائی گئیں۔ میں نے گھر میں ایک بہت بڑا گڑھا کھود لیا تھا ہم سب وہاں رفع حاجت کرلیا کرتے تھے۔ چھوٹے بچے جب پانی سے بیتاب ہوکر بلکتے تو میری آنکھوں میں آنسو آجاتے۔ میں صبر کرتا۔ رات کو پانی لانے کی کوشش کرتا لیکن مولویوں نے اپنے گرگے لگا رکھے تھے جو سختی سے پہرہ دیتے اور میرے گھڑے کو پھوڑ ڈالتے۔

ان مصائب کی شدّت کی وجہ سے آپؓ کا خاندان حضورؑ کی زندگی میں ہی ہجرت کرکے قادیان آگیا۔ اس مخالفت میں پہلے تو خود آپؓ کے والد محترم سید حبیب الرحمٰن صاحب بھی شامل تھے اور انہوں نے آپؓ کو عاق بھی کردیا تھا لیکن حضورؑ کی دعاؤں سے جلد وہ بھی احمدی ہوگئے اور اسی حالت میں وفات پائی۔

حضرت سید صاحب فرماتے ہیں: مخالفت کی شدّت میں احمدیوں نے مجھے بہت تسلی دی اور مبارکباد بھی دی۔ مگر میرے دل میں ایک گھبراہٹ تھی۔ میں حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضورؑ اس وقت ٹہلتے جاتے تھے اور ساتھ ہی لکھتے جاتے تھے۔ مجھے حضورؑ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ! وہاں کئی پلنگ رکھے تھے۔ مَیں ایک پلنگ پر سرہانے کی طرف بیٹھ گیا اور حضور پائینتی کی طرف آکر بیٹھ گئے، مَیں اٹھنے لگا تو حضور نے فرمایا وہیں بیٹھے رہو۔ تب مَیں بیٹھ گیا اور میں نے عرض کی کہ حضور میرے والد نے مجھے عاق کردیا ہے اور حضور کو بھی سخت سست کہتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: وہ مجھے جو کچھ بھی کہتے ہیں کہیں مگر تم پر ان کی تابعداری فرض ہے۔ مَیں یہ سُن کر بہت ڈرا اور اپنے والد صاحب سے جاکر صلح کرلی۔ اس کے بعد وہ اپنے پوتے محمد عبداللہ کی پیدائش کی خوشی میں کپورتھلہ آئے تو مَیں نے ان کے دائیں بائیں حضور کی کتابیں رکھ دیں اور اُن کو مخالفین کی صحبت سے بچایا۔ ایک دن صبح کو وہ فرمانے لگے کہ مَیں قادیان کو جاتا ہوں میں نے کہا کہ مجھے تنخواہ مل جائے تو آپ جائیں، فرمانے لگے میری جیب میں ایک دُوَنی ہے مَیں اسی سے سفر کرلوں گا کیونکہ میں نے گناہ کیا ہے۔ چنانچہ وہ کپورتھلہ سے قادیان تک پیدل ہی آئے اور بیعت کرکے پیدل ہی گئے۔ الحکم 24 جولائی 1901ء میں بیعت کنندگان کی فہرست میں حضرت حبیب الرحمٰن صاحبؓ (بریلی) کا نام شامل ہے۔ جب انہوں نے مئی 1906ء میں وفات پائی تو حضرت مسیح موعودؑ نے ان کا جنازہ غائب مسجد اقصیٰ میں پڑھایا۔

حضرت سید عزیز الرحمٰن صاحبؓ کی چند منتخب روایات ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

☆... میرا ایک لڑکا کافی بڑا ہوگیا تھا اور وہ کھیلتا پھرتا تھا مگر مَیں نے اس کا نام نہیں رکھا، میری نیت یہ تھی کہ مَیں اسے قادیان لے کر جاؤں گا اور حضرت صاحب سے نام رکھواؤں گا۔ اُن دنوں صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحبؓ کی تازہ شہادت ہوئی تھی۔ حضورؑ کی مجلس میں صاحبزادہ صاحبؓ کا ہی ذکر ہورہا تھا کہ نیّر صاحب نے یہ کہہ کر بچہ پیش کیا کہ حضور! یہ سید عزیز الرحمٰن صاحب کا بچہ ہے حضور اس کا نام تجویز فرمائیں۔ حضورؑ نے اُس محبت کی وجہ سے جو حضورؑ کو شہید مرحوم سے تھی فرمایا کہ اس کا نام عبداللطیف رکھ دو۔ مَیں اس کو شہید کہہ کر پکارتا تھا، اس کی ماں اس بات پر چیں بجبیں ہوتی تھی، خدا کی قدرت کچھ عرصہ بعد اس کا ہیضہ سے انتقال ہوگیا۔ اس وقت حضورؑ کی خدمت میں عرض کی گئی کہ اسے مقبرہ بہشتی میں دفن کیا جائے؟ مگر حضورؑ نے فرمایا کہ دوسرے قبرستان میں دفن کردو، وہ لڑکا شہید ہے۔ اس طرح حضورؑ کے منہ کے نکلے ہوئے الفاظ پورے ہوئے۔

☆... ایک دفعہ مَیں حضرت صاحبؑ کے ساتھ (ایک مقدمہ کے دوران) دھاریوال گیا۔ لوگ حضرت صاحبؑ کے دیکھنے کے اس قدر شائق تھے کہ اس دن کارخانہ بند ہوگیا تھا اور اردگرد کے دیہات سے لوگ بھی حضورؑ کو دیکھنے کے لیے آئے ہوئے تھے۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ نے جمعہ پڑھایا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی بھی آئے ہوئے تھے، اُن کے پیچھے جمعہ پڑھنے والے صرف بارہ آدمی تھے۔ انگریز مرد اور عورتیں بھی آئی ہوئی تھیں۔ انہوں نے اور ہجوم کی طرف سے زیارت کروانے کی درخواست پر حضورؑ نہر کے پل پر کھڑے ہوگئے اور اس طرح تمام خلقت نے زیارت کی۔

☆... ایک دفعہ حضرت اُمّ المومنینؓ کی بالیاں حضرت اقدسؑ نے منشی اروڑے خان صاحبؓ کو بننے کے لیے دیں۔ وہ جب قادیان آنے لگے تو میری بیوی نے میری اجازت سے اپنی سونے کی آرسی بھی منشی صاحب کو دے دی۔ اور وہ لے کر حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؑ نے آرسی دیکھ کر اسے اٹھالیا اور فرمایا یہ کیا چیز ہے؟ منشی صاحبؓ نے عرض کیا کہ یہ عزیز الرحمٰن کی بیوی نے نذرانہ بھیجی ہے اور یہ ایک زیور ہے جو عورتیں پہنا کرتی ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: ’’عورت زیور پر اپنی جان تک قربان کردیتی ہے مگر اس عورت کا ایمان کس قدر زبردست ہے کہ اس نے زیور سی چیز اپنے سے جدا کردی‘‘۔

☆ ایک دفعہ سیر کے دوران مولوی مبارک علی صاحبؓ سیالکوٹی نے ایک نظم سنانے کے لیے اجازت چاہی تو حضورؑ نے فرمایا ’’ہم تو چاہتے ہیں کہ لاہور بھر کی آوازیں یہاں آئیں۔‘‘ پھر ہماری آنکھوں نے دیکھا کہ عید اور جلسے کے موقع پر اللہ اکبر کی آواز سے اردگرد کا علاقہ گونج جاتا ہے۔

☆... ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان کے ایک شخص نے جو مخالف تھا ہمارے کچھ گڈے مع سامان چھین لیے اور گالیاں بھی دیں، حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ (نانا جان) کو اس پر بڑا غصہ آیا اور غصے کی حالت میں حضرت اقدسؑ کے حضور گئے اور سارا واقعہ بتلایا اور عرض کی کہ ہم ان سے بدلہ لینا چاہتے ہیں۔ حضرت اقدسؑ اس وقت ایک خط ملاحظہ فرمارہے تھے جو بیرنگ آیا تھا وہ گالیوں سے بھرا ہوا تھا، وہ خط حضور نے میر صاحب کو دکھایا اور فرمایا کہ ’’لوگ ہم کو لفافے بھر بھر کے گالیاں دیتے ہیں (چونکہ وہ لفافے بیرنگ ہوتے تھے) اور ہم محصول ادا کرکے گالیاں مول لیتے ہیں آپ سے بغیر پیسے کے بھی گالیاں نہیں لی جاتیں۔‘‘ اس طرح سے حضرت میر صاحب کا بھی غصہ جاتا رہا اور حضورؑ کے بلند اخلاق بھی ظاہر ہوئے۔

☆... حضرت اقدسؑ نے ایک دفعہ منشی اروڑے خان صاحب کو ایک کارڈ لکھا اس میں یہ تحریر فرمایا کہ تہجد کے نفلوں میں اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ کی تکرار کرنے سے قلب منور ہوتا ہے۔

☆... ایک بار حضرت اُمّ المومنینؓ نے صوفی تصور حسین صاحبؓ کی بیوی کو بارہ کرتے سینے کے لیے دیے تو میری بیوی نے کہا کہ مجھے بھی بارہ کرتے سینے کو دو۔ اِس پر دونوں میں جھگڑا ہوگیا۔ اتنے میں حضرت اقدسؑ اندر سے تشریف لائے اور تنازعہ سن کر فرمایا کہ ان کو نصف نصف دیدو چنانچہ دونوں کو نصف نصف دے دیے گئے اور فیصلہ ہوگیا۔

☆... میاں عبداللہ حلوائی کی دکان کے ساتھ ہی ایک دکان میں میاں عمرالدین دودھ بیچا کرتا تھا۔ عمرالدین نے دودھ کے علاوہ مٹھائی بھی بنانی شروع کردی، اس پر ان دونوں میں جھگڑا ہوگیا۔ حضرتؑ کو جب علم ہوا تو حضورؑ نے فرمایا کہ عمرالدین سے کہو کہ آج سے کبھی مٹھائی نہ بنانا صرف دودھ بیچنا اور عبداللہ کو کہو کہ صرف مٹھائی بنانا اور دودھ نہ بیچنا۔ ایک منٹ میں دونوں کا فیصلہ ہوگیا۔

☆... پیلی بھیت (یوپی) میں ایک میجر ہنسی رہتے تھے۔ وہ کرنل ہوکر پنشنر ہوئے۔ مَیں نے اُن کے نام ریویو آف ریلیجنز جاری کرایا تھا، میرا بھائی سید یامین شاہ اُن کے پاس ملازم تھا۔ میں اُس کے پاس ملنے گیا۔ میجر صاحب کا ایک عزیز آنے والا تھا جس کے لیے انہوں نے دوسری کوٹھی لے کر سجائی تھی۔ انہوں نے مجھے کہا کہ آپ اس کوٹھی میں ٹھہریں۔ مَیں نے کہا کہ مَیں غریب آدمی ہوں اگر میری چارپائی اصطبل میں بھی ڈال دی جائے تو مَیں سو رہوں گا، آپ اپنے عزیز کا حرج نہ کریں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں مجھے تم سے بڑی محبت ہے، مَیں مسیح ناصری اور تمہارے مسیح کو ایک سمجھتا ہوں ذرا فرق نہیں سمجھتا۔ پھر انہوں نے حضرت صاحب کو ایک چٹھی لکھی اور سیبوں کا پارسل بھیجا۔ اور کہا کہ مَیں شراب اور سؤر سے ہمیشہ نفرت رکھتا ہوں۔

☆... ایک دفعہ میرے تایازاد بھائی سید فیروز شاہ صاحب قادیان آئے، وہ قاری بھی تھے اُنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قرآن شریف سنایا۔ آپؑ سن کر بہت خوش ہوئے۔ پھر اُنہوں نے عرض کی کہ مَیں چاہتا ہوں کہ رسول خدا ﷺ کو خواب میں دیکھ لوں۔ آپؑ نے فرمایا: ’’ہر مومن کی یہ خواہش ہوتی ہے اور ہر دل میں یہ خواہش ہونی چاہیے مگر کفار مکہ تو دن رات دیکھتے رہتے تھے انہوں نے کیا فائدہ اُٹھایا جو آپ اُٹھالیں گے؟ تقویٰ اختیار کرو اور تبدیلی پیدا کرو، خدا سب کچھ دکھا دے گا۔‘‘

☆... ایک دفعہ حضورؑ نے فرمایا کہ ’’میری صحبت میں اگر کوئی شخص، لڑکا ہو یا طالب علم آکر رہے۔ پھر اگر اس کو مشرق و مغرب کے علماء مل کر پھیرنا چاہیں تو وہ نہیں پھِر سکتا‘‘۔ اور ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ واقعی ایسا ہوا۔

☆... اِنّی مھینٌ مَن اَرَادَ اِھانَتَكَ کے الہام کو مَیں نے مختلف رنگوں میں پورا ہوتا دیکھا ہے۔ ایک مولوی صاحب رئیس آدمی تھے، میں دہلی کی جامع مسجد میں نماز پڑھا کرتا تھا۔ کسی نے اُن سے کہہ دیا کہ عزیز الرحمٰن مرزائی ہوگیا ہے، اُنہوں نے بڑی

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 5؍دسمبر 2012ء میں مکرمہ ح۔فہیم صاحبہ کی ’’برکات خلافت‘‘ کے موضوع پر کہی جانے والی ایک نظم میں سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

خدا کا ہے وعدہ کہ صالح ہیں جو
خلافت کی خلعت انہیں دے گا وہ
وہ ہوں نور دیں ، یا کہ محمود وہ
ہوں ناصر یا طاہر یا مسرور وہ
سروں پہ ہمارے امامت رہے
خدایا! ہمیشہ خلافت رہے

خلافت غریبوں کے سر کی ردا
خلافت ہمارے دلوں کی غذا
سکوں بخش دے خوف کر دے جدا
دل و جان و اولاد اس پر فدا
میسر ہمیں یہ سعادت رہے
خدایا! ہمیشہ خلافت رہے

زمیں کے کناروں تلک جا بجا
سنو! دینِ حق کا ہے ڈنکا بجا
تراجم ہیں قرآن کے بھی ہوئے
معابد سے سارا جہاں سج گیا
ترقی کا رستہ سلامت رہے
خدایا! ہمیشہ خلافت رہے

تبرّہ بازی کی۔ مَیں نے اُن کو کہا کہ مولوی صاحب میں مباحثہ کرنا نہیں چاہتا مگر میں یہ جانتا ہوں کہ مرزا صاحب کے خلاف کہنے والا عذاب کی موت مرتا ہے۔ خدا کی قدرت رات کو ہی ان پر فالج گرا اور صبح کو فوت ہو گئے۔ وہاں رئیسوں کا قبرستان الگ ہے۔ وہاں ان کو دفن کرنے لے گئے۔ ابھی قبر کُھد ہی رہی تھی کہ بدمعاشوں کی ایک ٹولی نے آ کر اُن کے جنازے پر لاٹھیاں برسائیں کہ ہم اس وہابی کو اس جگہ دفن نہیں ہونے دیں گے۔ یہ 1898ء کا واقعہ ہے۔

☆...ایک دفعہ ہمارے ایک عزیز نے لفظ توفّی پر بڑا شور کیا اور کہا کہ اس کے معنے ہیں اُٹھا لینا اور بھر لینا۔ میں نے ایک دن ایک اشٹام منگوا کر اُس سے کہا کہ ایک بیوہ عورت کی جائداد کا کرایہ نامہ لکھ دیجیے۔ اُس نے اس کے خاوند کے نام کے ساتھ متوفّی لکھ کر کرایہ نامہ لکھ دیا۔ مَیں نے اُسے کہا کہ اب تو تم نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے۔ خدا نے اُسے اُٹھا لیا یا بھر لیا! اس پر وہ بڑا گھبرایا اور کاغذ مجھ سے لینا چاہا مگر میں نے کہا کہ اب تو آپ قابو آ گئے۔

☆... حضرت سید عزیز الرحمٰن صاحبؓ ایک پُر جوش اور نڈر داعی الی اللہ تھے۔ بریلی میں لوگوں کے ڈرانے دھمکانے کے باوجود آپ تبلیغ کرنے سے باز نہ آتے۔ آپؓ بیان کرتے ہیں: بریلی میں میری مخالفت کی یہ حالت تھی کہ مَیں جدھر جاتا اُدھر سے لوگ شور مچاتے وہ شیطان جاتا ہے، وہ خبیث جاتا ہے۔ مَیں جب نکلتا تو بغل میں سلسلہ کے اشتہار دبا لیا کرتا اور ہاتھ میں پنسل لے کر اُسے چاقو سے بناتا جاتا، اشتہار کسی کے ہاتھ میں نہ دیتا بلکہ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر پھینکتا جاتا، دشمن اُٹھا لیتے اور پڑھتے مگر گالیاں بھی دیتے لیکن میرے قریب نہیں آتے تھے۔

ایک شخص نے کہا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ یہ بریلی شہر ہے آپ یہاں تبلیغ نہیں کر سکتے۔ مَیں نے عرض کی کہ رسول خدا ﷺ کے صحابہ نے اپنے خونوں سے اسلام کے باغ کی آبپاشی کی ہے تب ہندوستان تک اسلام پہنچا ہے اور مجھے آپ روکتے ہیں!

تبلیغ کرنے میں آپ حضرت اقدسؑ کے بیان فرمودہ نسخے کو بھی خوب آزماتے۔ آپ بیان کرتے ہیں: ایک شخص عبداللہ عرب سے آیا اور اُس نے کہا کہ اگر مَیں عرب میں تبلیغ کروں گا تو لوگ مجھے مار ڈالیں گے۔ آپؑ نے فرمایا: ’’ہماری کتابیں گلیوں، کوچوں اور مسجدوں میں ڈال دو‘‘۔ مجھے یہ نسخہ ہاتھ آ گیا۔ مَیں نے چپکے چپکے بریلی اور منصوری میں اس کو استعمال کیا مجھ سے پہلے ان دونوں شہروں میں کوئی احمدی نہ تھا، اس طرح خوب ترقی ہوئی۔

کوہِ منصوری بھارت کا ایک صحت افزا مقام ہے۔ ریاست کپورتھلہ کا ایک محل منصوری میں بھی تھا۔ گرمیوں میں مہاراجہ صاحب اپنے سٹاف کے ساتھ منصوری چلے جاتے۔ حضرت سید صاحب کی تبلیغ احمدیت کا جوش یہاں بھی گرم رہا اور آپ کی تبلیغ سے ہی یہاں سب سے پہلے مکرم میاں محمد یامین صاحب تاجر کتب اور ان کے بڑے بھائی مکرم میاں محمد یٰسین صاحب احمدیت میں داخل ہوئے۔ ’’مباحثہ منصوری‘‘ 1909ء میں آپؓ کے قیام کے دوران آپؓ کی ہی کوششوں سے ہوا۔ مکرم محمد یامین تاجر صاحب آپؓ کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ: منشی عزیز الرحمان صاحب کو خدا تعالیٰ نے سلسلہ حقہ احمدیہ کے واسطے ایک سچا جوش عطا کیا ہے جہاں تک اُن سے ہو سکتا ہے تبلیغ کا کام برابر جاری رکھتے ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈر کر سب کو حق پہنچاتے ہیں، قادیان سے کتابیں بالخصوص ریویو کی انگریزی اور اردو کاپیاں منگوا کر یہاں کے رہنے والے معزز لوگوں میں تقسیم کرتے رہتے ہیں۔ دو تین سال سے اُن کے اہل و عیال قادیان میں ہی رہتے ہیں اور منشی صاحب موصوف ہر سال دو تین ماہ کی رخصت حاصل کر کے قادیان میں گزارتے ہیں۔...... جس اخلاص اور محبت اور جوش کے ساتھ انہوں نے مباحثہ منصوری میں جو خدمت دین کی ہے وہ دیکھنے والوں کو اُن کے واسطے دلی جوش سے دعا پر آمادہ کرتی ہے۔

1915ء میں حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ مدراس کے سفر پر تشریف لے گئے راستہ میں مختلف جگہوں پر تبلیغی اغراض سے قیام کیا، ضلع بدایوں اور متھرا وغیرہ کے بارہ میں آپؓ لکھتے ہیں: یہ حصہ ملک کا احمدیت کے حالات سے بکلی ناواقف ہے۔ اگر منشی عزیز الرحمٰن صاحب جیسے کوئی مستعد آدمی (جن کی کوشش سے بریلی اور منصوری میں جماعتیں بن گئی ہیں) کچھ عرصہ کے لیے متھرا میں دکان کر لیں تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نیت اور کام میں برکات نازل فرماوے۔

حضرت سید صاحبؓ سے ایک سوال کیا کہ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کون سی ادا پیاری لگی؟ آپؓ نے فرمایا: ’’ہر ایک شخص یہی خیال کرتا تھا کہ حضور مجھ سے زیادہ محبت کرتے ہیں، حضور کی محبت کی یہ شان مجھے بہت پیاری لگتی اور حضور کا پگڑی باندھنا اور پگڑی کے پیچ مجھے بہت ہی بھاتے۔‘‘

آپؓ نے قادیان میں مقیم اپنے داماد حضرت مولوی عبدالرحیم نیر صاحبؓ کی یہ ڈیوٹی لگائی ہوئی تھی کہ قادیان کے حالات باقاعدگی سے مجھے لکھتے رہا کرو۔

اکثر لوگ آپؓ کے ایام ملازمت میں آپؓ کو میرزا جی کہنے لگے تھے۔ آپؓ کے بھائی ہمیشہ ناراض ہوتے کہ تم میرزا جی کہنے پر مت بولا کرو مگر آپ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ مجھے اس سے بڑی مسرت اور خوشی ہوتی ہے۔

☆... حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ لکھتے ہیں: حضرت سید عزیز الرحمٰن صاحبؓ مہاراجہ کپورتھلہ کے معتمدین اور پرسنل سٹاف میں سے تھے لیکن ان کی نیکی و ایمانداری کا ہر چھوٹا بڑا قائل تھا۔ مہاراجہ کے محلات میں تو ایک خفیف انسان تھے اور ان کو بعض اوقات بڑے بڑے امتحانات پیش آئے مگر یہ مبالغہ نہیں حقیقت ہے کہ حضرت یوسفؑ کی طرح عفیف رہے۔

☆... کپورتھلہ کی ملازمت سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد بقیہ عمر آپؓ نے قادیان میں گزاری جہاں آپ کے بیوی بچے پہلے ہی ہجرت کر کے آ چکے تھے۔ رہائش محلہ دارالفضل میں تھی۔ ذریعہ معاش کے طور پر کسی معمولی سے معمولی کام کو بھی عار نہ سمجھا۔ کبھی ہوٹل کھولا اور کبھی دودھ کی دکان کی اور یہ سب کام آپ نے اس لیے کیے کہ کسی طرح قادیان میں رہنے کی توفیق ملی رہے۔

ملکانہ میں ارتداد کے زمانہ میں آپ نے بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تحریک پر لبیک کہتے ہوئے انسدادِ فتنہ ارتداد کے لیے کئی ایام میدان عمل میں گزارے۔

آپؓ ابتدائی موصیان میں سے تھے۔ وصیت نمبر 280 تھا۔ 17 جولائی 1936ء کو وفات پا کر بہشتی مقبرہ قادیان میں تدفین ہوئی۔

آپؓ کی اہلیہ حضرت محمدی بیگم صاحبہؓ بھی نہایت مخلص اور دیندار عورت تھیں۔ اپنے خاوند کی بیعت کے بعد جلد آپ بھی احمدیت سے وابستہ ہو گئیں اور احمدیت قبول کرنے کے بعد تقویٰ و طہارت میں بہت ترقی کی۔ اپنے بچوں کو احسن رنگ میں تربیت دی۔ مخالفتِ احمدیت کے پُر مصائب دور میں آپ اپنے بچوں کے ہمراہ تنہا ایسے کٹھن مراحل کا مقابلہ کرتی رہیں۔

آپؓ کی بیٹی حضرت سیدہ نصرت بانو صاحبہ بیان کرتی ہیں: گھر میں بیعت کی اوّلیت کا شرف والد صاحب کو اور ہجرت کا والدہ صاحبہ کو تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کرنے پر تمام لوگ والدین کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے حتّٰی کہ والدین کے اعزّہ و اقارب بھی۔ گیارہ مولویوں کا فتویٰ ہمارے دروازہ پر لگا دیا گیا کہ یہ لوگ بے دین ہو گئے ہیں اس لیے ان کا مقاطعہ کیا جاتا ہے۔ ان کے ہاں کسی فقیر کا خیرات لینا بھی اتنا بڑا گناہ ہے جیسا کہ اپنی ماں بہن سے برا کام کرنا۔ غرضیکہ سقّے، بھنگی اور آٹا پیسنے والی نے کام ترک کر دیا اور دھوبی معذرت کر کے چلا گیا۔ والد صاحب اُن دنوں ریاست کپورتھلہ میں بطور منشی ملازم تھے۔ والدہ صاحبہ بچوں کے ہمراہ تنہا تھیں سو سب سے زیادہ دقت پانی کی ہوئی اس لیے ہندو عورتیں آب رسانی کے لیے مقرر کی گئیں جن کو لوہے اور تانبے کے گاگر خرید کر دیے گئے کیونکہ مٹی کے گھڑے اول تو وہ چُھوتی نہ تھیں نیز ان کے ٹوٹ جانے کا خطرہ تھا مگر یہ انتظام بھی بیکار کر دیا گیا کیونکہ غیر احمدی مسلمانوں نے گائے کے گوشت کے ٹکڑے کنویں پر رکھنے شروع کر دیے اس لیے والدہ صاحبہ کو خود اپنی بچیوں کے ہمراہ آدھی رات کو پانی بھرنا پڑتا۔ والدہ صاحبہ بہت باہمت خاتون تھیں۔ آپ نے تنہا بچوں سمیت قادیان ہجرت کر لی۔ آپ ہمیشہ حضرت مسیح موعودؑ کے ہاں آمد و رفت رکھتی تھیں۔ حضورؑ آپ کی بہت عزت کرتے اور سیدانی کہہ کر مخاطب ہوتے۔ جب دیر سے جاتیں تو وجہ پوچھتے، بچوں کا حال دریافت فرماتے۔

حضرت محمدی بیگم صاحبہؓ سلسلہ کی مالی تحریکات میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتیں۔ احمدیت کے آغاز میں ہی جبکہ جماعت کے مستقبل کے لیے بنیادی ضروریات کی داغ بیل ڈالی جا رہی تھی، آپ نے آئندہ نسلوں کے لیے قابل تقلید مثالیں پیدا کیں۔ چنانچہ مدرسہ تعلیم الاسلام کا جب آغاز ہوا تو حضور علیہ السلام کی طرف سے اس کارِ خیر میں حصہ ڈالنے کے لیے اشتہار شائع ہوئے جس پر حضرت محمدی بیگم صاحبہ نے عظیم اخلاص کا نمونہ دکھایا اور اپنی 20 عدد نقرئی چوڑیاں اس چندہ میں دے دیں۔

حضرت محمدی بیگم صاحبہ نے 16/ اپریل 1927ء کو پچاس سال کی عمر میں قادیان میں وفات پائی، 17 اپریل کی صبح کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے جنازہ پڑھایا اور بہشتی مقبرہ قادیان میں تدفین ہوئی۔

آپ کے چار بیٹے اور پانچ بیٹیاں تھیں، خدا کے فضل سے بیٹیوں کے رشتے جماعت کے بزرگ وجودوں کے ساتھ ہوئے۔ آپؓ کے ایک بیٹے محترم سید عبدالرحمٰن صاحب کو 1920ء میں امریکہ جانے کی توفیق ملی جس کے بعد وہ وہاں ہی آباد ہو گئے اور اوہائیو (Ohio) شہر میں ’زیب پرفیومز‘ کے نام سے کاروبار شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں وہاں جماعت کی خدمت کی بھی بہت توفیق دی۔ انہوں نے حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت اماں جانؓ کی آوازوں کی آڈیو ریکارڈنگ کرنے کی توفیق بھی پائی۔ 1978ء میں اُن کی وفات ہوئی اور بوجہ موصی ہونے کے بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہوئے۔

ایک بیٹی حضرت عائشہ بانو صاحبہؓ حضرت مولانا عبدالرحیم نیر صاحبؓ مبلغ افریقہ و انگلستان کی اہلیہ تھیں۔ نہایت نیک خاتون تھیں، صبر اور شکر کے اخلاق سے متصف تھیں۔ حضرت نیر صاحب ہندوستان کے مختلف شہروں کے دوروں کے علاوہ ایک لمبے عرصے تک افریقہ اور انگلستان میں تبلیغ کرتے رہے، اس تمام عرصہ میں آپؓ نہایت صبر و استقلال کے ساتھ گھر کی ذمہ داریاں ادا کرتی رہیں۔ آپؓ نے 31 مارچ 1933ء کو بعمر قریبًا 42 سال وفات پائی جبکہ حضرت نیر صاحبؓ حیدرآباد دکن میں اپنے تبلیغی فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ بالآخر وہ بھی قادیان پہنچ گئے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور کندھا بھی دیا اور آپؓ بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئیں۔

حضرت کلثوم بانو صاحبہؓ اہلیہ حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحب بھٹیؓ یکے از 313، لجنہ اماء اللہ کی ابتدائی چودہ ممبرات میں شامل تھیں۔ نہایت نیک اور پارسا خاتون تھیں۔ 9/ اکتوبر 1971ء کو وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ کے قطعہ صحابہ میں دفن ہوئیں۔

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

ماہنامہ ’’النور‘‘ امریکہ جنوری 2012ء میں قرآن کریم کی مدح میں مکرمہ ڈاکٹر فہمیدہ منیر صاحبہ کی ایک نظم شائع ہوئی ہے۔ اس نظم میں سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

عرفان کی اِک کان ہے، اِک جذب و رضا ہے
اسلام سے قرآں کا یہ تحفہ ملا ہے
یہ عشقِ محمدؐ ہے یہی عشقِ خدا ہے
سینوں میں محبت کا یہی نُور بھرا ہے

مشکل ہو بہت راہ کہ لمبا سا سفر ہو
ہم وعدہ نبھائیں گے سفر ہو کہ حذر ہو
ہم کام کیے جائیں گے وعدہ ہے ہمارا
اس کام کی تکمیل کا سہرا مرے سر ہو

ماہنامہ ’’احمدیہ گزٹ‘‘ کینیڈا جولائی 2012ء میں شامل اشاعت مکرم چودھری سعید احمد کوکب صاحب کی ایک نظم میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کو کینیڈا میں خوش آمدید کہا گیا ہے۔ اس نظم میں سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

سلام، عالی مرتبت، فیض گنجور
خلیفۂ خامس، حضرتِ مسرور
اِک ہجومِ عاشقاں ہے چشم براہ
دیدہ و دِل کیے فرشِ راہ
دیکھتے ہیں جب یمین و یسار
دل کو ملتا ہے سکون و قرار
مہدیٔ دوراں کے جاں نثار ہیں سب
اور خلافت کے پرستار ہیں سب
آج گنبدِ مینائی کے نیچے
ہمیں فقط، اِک امام کے پیچھے
آپ کے حق میں کوکبؔ کی ہے یہ دعا
آپ کو ہو عمرِ دراز، عطا

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide

May 24, 2019 – May 30, 2019

Please Note that programme and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 3875 6040

Friday May 24, 2019

00:00 World News
00:20 Ramadhan Dars-e-Hadith: 'Itika'af'.
00:35 Yassarnal Qur'an: Lesson no. 32.
01:00 Waqfe Nau Ijtema: Recorded on February 24, 2018.
02:00 Balance
03:00 Tilawat: part 19. Surah Al-Furqaan, Surah Ash-Shu'araa and Surah An-Naml.
03:55 Masjid-e-Aqsa Rabwah
04:10 Dars-ul-Quran: last Dars of Ramadhan of 1994 and it includes last Dua.
06:00 Tilawat: Part 18, episode 2.
07:05 Dars-e-Ramadhan: 'Lailatul Qadr'.
07:35 Yassarnal Qur'an: Lesson no. 33.
08:10 The Holy Prophet (SAW) And Ramadhan
09:15 Dars-ul-Quran: last Dars of Ramadhan of 1994 and it includes last Dua.
11:30 LIVE Proceedings
12:00 LIVE Friday Sermon
13:00 LIVE Proceedings
13:30 Tilawat: Part 18, episode 3.
14:30 Shotter Shondhane: Rec. Nov. 25, 2016. Part 2.
15:35 Seerat-e-Ahmad(as): various aspects of the life of Hazrat Masih Ma'ood (as). Programme no. 4.
15:55 Tours Of Hazrat Musleh Ma'ood (ra)
16:25 Friday Sermon: Recorded on May 24, 2019.
17:40 World News
18:00 Live Nashr-e-Ramadhan
18:50 Tilawat: part 19. Surah Al-Furqaan, Surah Ash-Shu'araa and Surah An-Naml.
19:55 Waqfe Nau Ijtema: Recorded on February 25, 2018.
20:50 Masih Hindustan Main: Part 16.
21:25 Friday Sermon [R]
22:35 Beacon Of Truth: Recorded on May 12, 2019.
23:20 Tilawat: Part 19, episode 1. Verses 22-78 of Surah Al-Furqaan and verses 1-34 of Surah Ash-Shu'araa'.

Saturday May 25, 2019

00:10 World News
00:30 Yassarnal Qur'an
00:50 Waqfe Nau Ijtema 2018
01:50 In His Own Words: 'How To Be Free From Sin'.
02:35 Friday Sermon
03:40 Tours Of Hazrat Musleh Ma'ood(ra)
04:10 Dars-ul-Quran
06:00 Tilawat: Part 19, episode 2. Surah Ash-Shu'araa', verses 35-141.
07:05 Ramadhan Dars-e-Hadith: 'the last ten days of Ramadhan'.
07:15 The Third Ashra Of Ramadhan: 'Ten Days Of Acquiring Salvation'.
07:35 Al-Tarteel: Lesson no. 26.
08:05 International Jama'at News
09:00 Friday Sermon: Recorded on May 24, 2019.
10:15 Indonesian Service
11:15 Tilawat: Part 19, episode 3. Verses 142-228 of Surah Ash-Shu'araa' and verses 1-60 of Surah An-Naml.
12:15 Dars-ul-Quran: Surah Aale-Imran verses 179-183, by Khalifatul Masih IV (rh). Rec. February 2, 1995.
13:40 The Third Ashra Of Ramadhan [R]
14:00 Bangla Shomprochar
15:15 Khazain-ul-Mahdi (as): selected extracts from the writings of the Promised Messiah (as) in Urdu.
15:40 What Is Bai'at
16:00 LIVE Rah-e-Huda
17:30 Al-Tarteel [R]
18:05 World News
18:35 Rohaani Khazaa'in Quiz: on the book Rohaani Khazaa'in written by the Promised Messiah, Hazrat Mirza Ghulam Ahmad (as).
19:05 Tilawat: part 20
20:05 Dua-e-Mustaja'ab: the acceptance of the prayers of the companions of Hazrat Mirza Ghulam Ahmad, the Promised Messiah (as). Programme no. 22.
20:40 International Jama'at News
21:30 Dars-ul-Quran [R]
22:55 The Third Ashra Of Ramadhan [R]
23:10 Tilawat: Part 20, episode 1. Verses 61-94 of Surah An-Naml and verses 1-29 of Surah Al-Qasas.

Sunday May 26, 2019

00:15 World News
00:40 Ramadhan Dars-e-Hadith
00:55 Friday Sermon
02:05 Al-Saum
02:35 Tilawat: part 21. Surah Al-Ankaboot to Al-Ahzaab.
03:25 Essence of Islam: the book 'Essence of Islam' written by the Promised Messiah (as). The topic of today's programme is 'prayer'. Season 1, episode 1.
04:00 Khazain-ul-Mahdi (as)
04:35 Dars-ul-Quran
06:00 Tilawat: Part 20.. Surah Al-Qasas, verses 30-76.
06:40 Ramadhan Dars-e-Hadith: 'blessings of fasting'.
07:00 Javed Ghamdi ke Jawabat: Part 1
07:20 Yassarnal Qur'an: Lesson no. 33.
07:40 Balance
08:15 In His Own Words: 'A Gift For An-Nadwah'.
08:55 Gulshan-e-Waqfe Nau Atfal: Rec. December 9, 2017.
10:00 Aao Urdu Seekhain: Programme no. 16.
10:20 Indonesian Service
11:25 Tilawat: Part 20, episode 3. Verses 77-89 of Surah Al-Qasas and verses 1-45 of Surah Al-'Ankaboot.
12:20 Dars-ul-Quran: Surah Aale-Imran verses 180-183, by Khalifatul Masih IV (rh). Rec. February 4, 1995.
14:00 Shotter Shondhane: Rec. Nov. 26, 2016. Part 1.
15:05 Friday Sermon: Recorded on May 24, 2019.
16:15 Aao Urdu Seekhain [R] & Seekers Of Treasure
17:25 Yassarnal Qur'an [R]
17:45 World News
18:05 Beacon Of Truth: Recorded on February 10, 2019.
18:50 Javed Ghamdi ke Jawabat Part 1 [R]
19:10 Tilawat: part 21. Surah Al-Ankaboot to Al-Ahzaab.
20:10 Gulshan-e-Waqfe Nau Atfal 2017 [R]
21:15 Aao Urdu Seekhain [R]
21:35 Dars-ul-Quran [R]
23:05 Tilawat: Part 21, episode 1. Verses 46-70 of Surah Al-'Ankaboot and verses 1-43 of Surah Ar-Room.

Monday May 27, 2019

00:00 World News
00:20 Dars-e-Ramadhan & Yassarnal Qur'an
00:55 Friday Sermon
02:05 Javed Ghamdi ke Jawabat Part 1
02:35 Tilawat: part 22. Surah Al Ahzaab to Surah Yaa Seen.
03:25 In His Own Words
04:00 Balance
04:35 Dars-ul-Quran
06:05 Tilawat: Part 21, episode 2. Verses 44-60 of Surah Ar-Room and verses 1-35 of Surah Luqmaan.
06:50 Dars-e-Ramadhan: 'importance of Khilafat'.
07:05 Al-Tarteel: Lesson no. 26.
07:40 Seerat-e-Rasool (SAW): the life and character of the Holy Prophet Muhammad (saw) in reflection to Ramadhan-ul-Mubarak. Part 3.
08:10 Physical Spiritual Deterioration
08:45 Importance Of Ramadhan
09:25 Tahir Heart Institute
10:10 Friday Sermon: Recorded on December 14, 2018.
11:10 Tilawat: Part 21, episode 3. Verses 1-31 of Surah As-Sajdah and verses 1-31 of Surah Al-Ahzaab.
12:00 Dars-ul-Quran: Surah Aale-Imraan verses 182-184, by Khalifatul Masih IV (rh). Rec. February 5, 1995.
13:25 Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood (as)
13:50 Bangla Shomprochar
14:55 Huzoor's (aba) Address At Majlis-e-Shura: Recorded on June 23, 2018.
15:45 In His Own Words: The British Government & Jihad.
16:30 Physical Spiritual Deterioration
17:05 Al-Tarteel [R]
17:40 World News
18:00 Live Nashr-e-Ramadhan
19:00 Tilawat: part 22. Surah Al Ahzaab to Surah Yaa Seen.
20:10 Importance Of Ramadhan
20:45 Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood (as) [R]
21:20 Dars-ul-Quran [R]
22:45 Khalifatul Masih II (ra) In UK
23:10 Tilawat: Part 22, episode 1. Verses 32-74 of Surah Al-Ahzaab and verses 1-10 of Surah Saba'.

Tuesday May 28, 2019

00:10 World News
00:25 Al-Tarteel
01:00 Huzoor's (aba) Address At Majlis-e-Shura 2018
01:50 In His Own Words
02:35 Tilawat: part 23. Surah Yaa Seen to Surah Az-Zumar.
03:35 Dars-e-Hadith & Seerat-e-Rasool (SAW)
04:35 Dars-ul-Quran
06:00 Tilawat: Part 22, episode 2. Verses 11-55 of Surah Saba' and verses 1-8 of Surah Faatir.
06:45 Dars-e-Ramadhan: 'Ramadhan and financial sacrifices'.
06:55 Essence of Islam: The topic of today's programme is 'prayer'. Season 1, episode 1.
07:25 Yassarnal Qur'an: Lesson no. 34.
07:45 Masjid Mubarak Rabwah
08:00 Liqa Maal Arab: A regular sitting of Arabic speaking guests with Khalifatul-Masih IV (rh). Recorded on August 7, 1996.
09:05 Story Time: Part 26 & Aao Kahani Sunain
10:15 Indonesian Service
11:20 Tilawat: Part 22, episode 3. Verses 9-46 of Surah Faatir and verses 1-22 of Surah Yaa Seen.
12:10 Dars-ul-Quran: Surah Aale-Imraan verses 182-184, by Khalifatul Masih IV (rh). Recorded on February 6, 1995.
13:25 Seerat-un-Nabi (SAW)
14:00 Bangla Shomprochar
15:00 Friday Sermon: Recorded on May 24, 2019.
16:00 Essence of Islam [R]
16:35 Beacon Of Truth: Recorded on February 10, 2019.
17:20 Yassarnal Qur'an [R]
17:40 World News
18:00 LIVE Nashr-e-Ramadhan
18:45 Aao Husne Yaar Ki Baatein Karein
19:00 Tilawat: part 23. Surah Yaa Seen to Surah Az-Zumar.
20:10 Rah-e-Huda: Recorded on May 25, 2019.
21:45 Dars-ul-Quran [R]
23:00 The Night Of Destiny: the essence of Laylatul Qadr.
23:15 Tilawat: Part 23, episode 1. Verses 23-84 of Surah Yaa Seen and verses 1-75 of Surah As-Saaffaat.

Wednesday May 29, 2019

00:10 World News
00:25 Dars-e-Ramadhan & Yassarnal Qur'an
01:00 Gulshan-e-Waqfe Nau Atfal: Rec. December 9, 2017.
02:05 Aao Husne Yaar Ki Baatein Karein
02:30 Tilawat: part 24. Surah Az-Zumar, Surah Al-Mu'min and Surah Haa Meem As-Sajdah.
03:20 The Night Of Destiny
03:35 Islami Mahino Ka Ta'aruf
04:20 Dars-ul-Quran
06:00 Tilawat: Part 23, episode 2. Verses 76-183 of Surah As-Saaffaat and verses 1-27 of Surah Saad.
07:05 Ramadhan Dars-e-Hadith: 'Ramadhan and Lailatul Qadr'.
07:25 The Life Of Hazrat Khalifatul-Masih III (ra): the third successor of the Promised Messiah (as).
07:35 Al-Tarteel: Lesson 26.
08:10 Quran Quiz
09:05 Na'atia Mosha'airah
10:10 Indonesian Service
11:15 Tilawat: Part 23, episode 3. Verses 28-89 of Surah Saad and verses 1-32 of Surah Az-Zumar.
12:15 Dars-ul-Quran: Surah Aale-Imraan verses 184-185, by Khalifatul Masih IV (rh). Rec. February 7, 1995.
13:55 Bangla Shomprochar
15:00 LIVE Deeni-o-Fiqa'hi Masa'il
16:05 The Holy Prophet (SAW) And Ramadhan
16:40 Na'atia Mosha'airah [R]
17:40 World News
18:00 LIVE Nashr-e-Ramadhan
18:45 Tilawat: part 24. Surah Az-Zumar, Surah Al-Mu'min and Surah Haa Meem As-Sajdah.
19:35 The True Concept Of Khilafat
20:15 Deeni-o-Fiqa'hi Masa'il [R]
21:20 The Life Of Hazrat Khalifatul-Masih III (ra) [R]
21:30 Dars-ul-Quran [R]
23:15 Tilawat: Part 24, episode 1. Verses 33-76 of Surah Az-Zumar and verses 1-21 of Surah Al-Mu'min.

Thursday May 30, 2019

00:15 World News
00:35 The Holy Prophet (SAW) And Ramadhan
01:15 Deeni-o-Fiqa'hi Masa'il
02:30 Tilawat: part 25. Surah Haa Meem As-Sajdah to Surah Al Jaathiyah.
03:25 Quran Quiz
04:15 Dars-ul-Quran
06:00 Tilawat: Part 24. Surah Al-Mu'min, verses 22-79.
07:00 Dars-e-Ramadhan: 'nearness to God'.
07:30 Yassarnal Qur'an: Lesson no. 34.
08:00 Islamic Jurisprudence
08:35 Rohaani Khazaa'in Quiz
09:05 Ijtema Khuddamul Ahmadiyya UK: Recorded on September 23, 2018.
10:00 Balance
10:35 Japanese service (Ramadhan special)
11:15 Tilawat: Part 24. Verses 80-86 of Surah Al-Mu'min and verses 1-47 of Surah Haa Meem As-Sajdah.
12:15 Dars-ul-Quran: Surah Aale-Imraan verses 184-185, by Khalifatul Masih IV (rh). Rec. February 8, 1995.
14:00 LIVE Shotter Shondhane
16:05 Friday Sermon: Recorded on May 24, 2019.
17:15 Yassarnal Qur'an
17:40 World News
18:00 LIVE Nashr-e-Ramadhan
18:45 Tilawat: part 25. Surah Haa Meem As-Sajdah to Surah Al Jaathiyah.
19:40 The Prophecy Of Khilafat
20:15 Friday Sermon
21:25 Dars-ul-Quran [R]
23:10 Tilawat: Part 25. Verse 48 of Surah Haa Meem As-Sajdah and verses 1-44 of Surah Ash-Shooraa.

**Please note MTA2 will be showing French service at 16:00, German service at 17:00 (GMT) & LIVE Turkish Service will be shown at 18:30 (Saturdays only).*

Translations for Huzoor's (may Allah be his Helper) Programmes are available.
Prepared by the MTA Scheduling Department.

Al-Fazl International, London

twice-weekly

Tahir House - 22 Deer Park RoadLondon SW19 3TL   ISSN: 2632-6558   Tel: +0044 20 8544 7603 Fax: +0044 20 8544 7611 Email: info@alfalintl.org

Vol 26   Friday 24th & Monday 27th May 2019   Issue No. 21 & 22

نئے مرکز احمدیت اسلام آباد میں ’’مسجد مبارک‘‘ کا نہایت بابرکت افتتاح

یادگاری تختی کی نقاب کشائی

امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اقتدا میں سجدۂ شکر کی بجاآوری اور مسجد مبارک میں پہلا خطبہ جمعہ

(مرکزِ احمدیت اسلام آباد ٹلفورڈ، 17/ مئی 2019ء، جمعۃ المبارک۔ نمائندگان الفضل انٹرنیشنل) اللہ تعالیٰ کا بے حد فضل و احسان ہے کہ جماعت احمدیہ عالمگیر روز افزوں ترقیات کی منازل طے کر رہی ہے۔ آج کا دن تاریخ احمدیت میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔ 15/اپریل 2019ء کو امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز باقاعدہ طور پر نئے مرکز احمدیت اسلام آباد، ٹلفورڈ، Surrey منتقل ہوگئے تھے۔ اور اُس دن سے ہی مسجد مبارک میں نمازوں اور دوسرے پروگراموں کا اہتمام ہو رہا ہے۔ لیکن مسجد کے باقاعدہ افتتاح کا دن آج جمعۃ المبارک 11/ رمضان 1440ھ بمطابق 17 ہجرت 1398 ہجری شمسی قرار پایا۔ یاد رہے کہ خلافت خامسہ کے بابرکت دَور میں پہلی مرتبہ رمضان کے بابرکت مہینے میں کسی مسجد کا افتتاح ہوا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ ؎ یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اس مسجد کا نام قادیان میں قائم مسجد مبارک کی نسبت سے ’مسجد مبارک‘ رکھا گیا ہے جس کی نسبت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام ہے

’’مُبَارِكٌ وَّمُبَارَكٌ وَّكُلُّ اَمْرٍ مُّبَارَكٍ يُّجْعَلُ فِيْهِ۔‘‘(تذکرہ صفحہ 83 ایڈیشن چہارم)

حضور علیہ السلام نے اُس وقت مسجد مبارک قادیان کو تعمیر کروایا جب متعدد آسمانی مصلحتوں کے مطابق آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھاری بشارتوں کے ساتھ ایک مسجد کے قیام کی تحریک ہوئی۔ (تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 218)

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ نئے مرکز احمدیت کی ’’مسجد مبارک‘‘ بھی آسمانی مصلحتوں اور خدائی افضال کی عکاسی کرتی ہے جس کا ذکر حضورِ انور نے آج کے خطبہ جمعہ میں تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

چند روز قبل حضورِ انور نے ارشاد فرمایا کہ حضور یہ جمعہ مسجد مبارک میں پڑھائیں گے۔ چنانچہ امیر صاحب یوکے نے حضورِ انور کی ہدایات کے مطابق مخصوص افرادِ جماعت کو اس مبارک موقع پر شامل ہونے کی دعوت دی۔ آج صبح ہی سے اس بابرکت جمعہ میں شمولیت کے لیے برطانیہ بھر سے تعلق رکھنے والے لوگوں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا گویا ایک مرتبہ پھر یہاں چھوٹے پیمانے پر جلسہ سالانہ کا انتظام ہو رہا ہے۔

مسجد مبارک

مسجد مبارک کے جنوبی، شمالی اور مغربی جانب کل 3 داخلی دروازے ہیں۔ مسجد کے افتتاح کی یادگاری تختی مغربی جانب موجود دروازے کے جنوبی جانب بیرونی دیوار پر نصب ہے۔ تمام دروازوں کے دائیں جانب خوبصورت لکھائی میں بزبانِ اردو ’’مسجد مبارک‘‘ جبکہ بائیں جانب بزبانِ انگریزی Mubarak Mosque لکھا گیا ہے۔ نیز سب دروازوں کے اوپر کلمہ طیبہ ’’لا الٰہ اِلّا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ‘‘ بھی خوبصورت خط میں آویزاں کیا گیا ہے۔ تمام داخلی دروازے بیرونی اور اندرونی دو دروازوں پر مشتمل ہیں۔ ان دونوں دروازوں کے درمیان جوتوں کے لیے جگہ مختص کی گئی ہے۔ اندرونی دروازوں کے اوپر مسجد میں داخل ہونے کی مسنون دعا تحریر ہے۔

مسجد کے اندر اللہ تعالیٰ کے ایک سو ایک اسماء نہایت خوبصورت انداز میں خطاطی کر کے لگائے گئے ہیں۔ ان کا ذکر حضورِ انور نے اپنے خطبہ جمعہ میں بھی فرمایا۔ خدائے بزرگ و برتر کے ذاتی نام ’’اللّٰہ‘‘ کی شیلڈ محراب کے اندر اونچی جگہ پر لگائی گئی ہے۔ محراب کی بیرونی دیوار پر شمالی اور جنوبی جانب ’’لا رادّ لِفضلہ‘‘ اور اوپر لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کے الفاظ لکھے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ مسجد کے دروازوں کے اندر کی جانب مسجد سے باہر جانے کی مسنون دعا تحریر کی گئی ہے۔

یادگاری تختی کی نقاب کشائی

امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ایک بجکر چار منٹ پر اپنی رہائش گاہ سے جلوہ افروز ہوئے۔ اور ایک عجیب شان کے ساتھ چلتے ہوئے مسجد کی یادگاری تختی کے پاس تشریف لے گئے۔ حضورِ انور کے چہرے پر مسحور کن نورانیت اور ربودگی کی کیفیت محسوس کی جا سکتی تھی۔ ٹھیک ایک بج کر پانچ منٹ پر حضورِ انور نے تختی کی نقاب کشائی فرمائی۔ عموماً نقاب کشائی کے بعد حضور دعا کرواتے ہیں لیکن آج پیارے حضور مسجد تشریف لے گئے۔

سجدۂ شکر

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مسجد کے شمالی جانب واقع دروازے سے ایک بجکر پانچ منٹ پر مسجد میں رونق افروز ہوئے اور سب کو السلام علیکم کا تحفہ پیش کیا اور منبر پر تشریف لے آئے۔ حضورِ انور نے فرمایا کہ مسجد کے باہر افتتاح کی پلیٹ کا پردہ ہٹا کر میں نے مسجد کا افتتاح کر دیا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ربوہ کی مسجد مبارک کے افتتاح کے وقت فرمایا تھا کہ افتتاح سے پہلے دو نفل کا انتظام ہونا چاہیے۔ لیکن اس وقت انتظام نہیں ہوسکتا تھا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم سجدۂ شکر کریں گے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ عموماً روایت یہ ہے کہ جب میں افتتاح کی پلیٹ کا پردہ ہٹاتا ہوں تو دعا کرتے ہیں۔ آج اُسی طریق پر عمل کرتے ہوئے بجائے دعا کے ابھی میں سجدۂ شکر کروں گا۔ آپ میرے ساتھ شامل ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک چھوٹا سا مرکز ہمیں عطا فرمایا، یہ مسجد عطا فرمائی۔ اور اس کے بعد باقاعدہ خطبہ شروع ہو گا۔ سجدہ شکر کر لیں۔

اس کے بعد ایک بجکر سات منٹ پر امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تکبیر یعنی ’اللہ اکبر‘ کہہ کر سجدۂ شکر ادا کیا۔ تمام حاضرین نے اسلام آباد میں جبکہ دنیا کے کونے کونے میں بسنے والے کروڑوں احمدیوں نے ایم ٹی اے کے توسط سے حضورِ انور کی اقتدا میں سجدۂ شکر ادا کیا۔ ایک بجکر نو منٹ پر حضورِ انور نے ایک بار پھر تکبیر کے ساتھ سجدے سے اٹھے اور حاضرین نے بھی اپنا سجدہ مکمل کیا۔

آج کا یہ واقعہ روز روشن کی طرح ظاہر کرتا ہے کہ اصل اور حقیقی مومن ’’اللہ اکبر‘‘ کی صدا بلند کرنے پر خدا تعالیٰ کے شکر اور حمد و ثنا کے جذبات سے لبریز ہو جاتے ہیں۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ یہی خوبصورت تکبیر نام نہاد مسلمانوں کے اسلام کے نام پر فتنہ و فساد اور قتل و غارت کی وجہ سے بدنام ہو چکی ہے۔

خوشی سے بھرپور اس پُرسرور موقع پر خدا تعالیٰ کے حضور بجالانے والے سجدہ کی کیفیت کو الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ اور جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے یہ تمام کارروائی ایم ٹی اے کے توسّط سے دنیا بھر میں براہِ راست نشر ہو رہی تھی۔

سجدۂ شکر کے بعد حضورِ انور نے اذان کا ارشاد فرمایا۔

خلاصہ خطبہ جمعہ

اس کے بعد مکرم فیروز عالم صاحب انچارج بنگلہ ڈیسک نے مسجد مبارک اسلام آباد ٹلفورڈ میں باقی صفحہ نمبر 72 پر